بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ تفسیر القرآن

جلد ۳

اللہ تعالیٰ کی بندگی کا دوسرا شعبہ روزہ

استاذ التفسیر مفتی حمید الرحمن عباسی مدظلہ
مدرسہ قاسم العلوم
شیرانوالہ دروازہ لاہور

مکتبۃ الحسن
33 - حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

DATA ENTERED

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

اللہ تعالیٰ کی بندگی کا دُوسرا شعبہ: روزہ

خلاصہ تفسیر القرآن

جلد ثالث

استاذ تفسیر حضرۃ مولانا حمید الرحمن عباسی مدظلہ

پبلشرز، بک سیلرز

مکتبۃ الحسن

33 - حق سٹریٹ
اُردو بازار لاہور

297.16
خ76ح
٩٢١٠٦

جلد ۳

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب : خلاصہ تفسیر القرآن جلد ثالث
اشاعت :
مؤلف : استاذ تفسیر مولانا حمید الرحمن عباسی
طباعت :
قیمت :

مکتبۃ الحسن

پبلشرز، بک سیلرز
33 - حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور
042-7241355,042-7018002,0300-4339699

فہرست مضامین
جلد سوم' خلاصہ تفسیر القرآن

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۔	تعارف اور خصوصیات جلد سوم خلاصہ تفسیر القرآن	۳
۲۔	اللہ تعالیٰ کی بندگی کا دوسرا شعبہ روزہ	۵
۳۔	تفصیل مضمون اول کہ حضرت آدم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ادیان میں روزہ فرض تھا	۹
۴۔	تفصیل مسئلہ دوم مریض' مسافر پر روزہ نہیں	۱۱
۵۔	تفصیل مضمون سوم زیادہ بوڑھے مرد' عورت حاملہ اور مرضعہ پر فدیہ ہے	۱۱
۶۔	تفصیل مضمون چہارم کہ روزہ انسان کو خوشی سے رکھنا چاہیئے	۱۳
۷۔	تفصیل مضمون پنجم کہ نزول قرآن ماہ رمضان کی لیلۃ القدر میں ہوا	۱۴
۸۔	وحی نبوت کی ابتداء	۱۵
۹۔	قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اتارنے کی حکمت	۳۷
۱۰۔	حضور ﷺ کے نفقہ کی کیفیت	۴۷
۱۱۔	نبی ﷺ کا مال تقسیم کرنا اور اس کی کیفیت	۵۰
۱۲۔	حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا اور تقسیم	

	میں مساوات کا لحاظ کرنا	۵۲
۱۳۔	حضرت عمرؓ کی تقسیم اور سبقت اسلامی اور خاندان نبوت کا لحاظ	۵۵
۱۴۔	حضرت عمرؓ کا عطیات کے لئے محکمہ مقرر کرنا	۵۹
۱۵۔	حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کی رائے کی طرف تقسیم کے بارے میں حضرت عمرؓ کی مراجعت	۶۲
۱۶۔	حضرت عمرؓ کا مال عطا کرنا	۶۳
۱۷۔	حضرت علیؓ کا مال تقسیم کرنا	۶۵
۱۸۔	حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا بیت المال کے تمام مال کا تقسیم کرنا	۶۵
۱۹۔	حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا مال تقسیم کرنا	۷۲
۲۰۔	حضرت زبیر بن عوامؓ کا مال تقسیم کرنا	۷۴
۲۱۔	حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا مال تقسیم کرنا	۷۷
۲۲۔	حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور معاذ بن جبلؓ اور حضرت حذیفہؓ کا مال تقسیم کرنا	۷۸
۲۳۔	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مال تقسیم کرنا	۸۰
۲۴۔	حضرت اشعث بن قیسؓ کا مال تقسیم کرنا	۸۱
۲۵۔	حضرت عائشہؓ بن حضرت ابوبکرؓ کا مال تقسیم کرنا	۸۲
۲۶۔	ام المومنین حضرت سودہ بن زمعہؓ کا مال تقسیم کرنا	۸۲
۲۷۔	ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کا مال تقسیم کرنا	۸۲

۲۸۔ شیر خواروں کے لئے وظیفہ مقرر کرنا ۸۴

۲۹۔ بیت المال سے اپنے اور رشتہ داروں پر
خرچ کرنے میں احتیاط ۸۵

مال رد کرنا

۳۰۔ نبی اکرم ﷺ کا اس مال کو رد فرمانا
جو آپؐ پر پیش کیا گیا ۹۱

۳۱۔ حضرت ابو بکرؓ کا مال کو رد کرنا ۹۶

۳۲۔ حضرت عمر بن خطابؓ کا مال کو رد کرنا ۹۹

۳۳۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا مال کو رد کرنا ۱۰۰

۳۴۔ حضرت سعید بن عامرؓ کا مال کو رد کرنا ۱۰۱

۳۵۔ حضرت عبداللہ بن سعدیؓ کا مال کو رد کرنا ۱۰۲

۳۶۔ حضرت حکیم بن حزامؓ کا مال کو رد کرنا ۱۰۳

۳۷۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ کا مال کو رد کرنا ۱۰۵

۳۸۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کا مال کو رد کرنا ۱۰۵

۳۹۔ رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابو رافعؓ کا مال کو رد کرنا ۱۰۷

۴۰۔ حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ کا مال کو رد کرنا ۱۰۹

۴۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر فاروقؓ کا مال کو رد کرنا ۱۰۹

۴۲۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب کا مال کو رد کرنا ۱۱۰

۴۳۔ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کا مال کو رد کرنا ۱۱۱

۴۴۔ حضرت عمرو بن نعمانؓ بن مقرن کا مال کو رد کرنا ۱۱۱

۴۵۔	حضرت ابوبکرؓ کی دونوں صاجزادیاں حضرت اسماءؓ	
	حضرت عائشہؓ کا مال کو رد کرنا	۱۱۱
۴۶۔	سوال کرنے سے پرہیز کرنا	۱۱۳
۴۷۔	دنیا کی وسعت دیئے جانے پر خوف نبی اکرمؐ	۱۱۵
۴۸۔	حضرت عمرؓ کا وسعت دنیا پر خوف و گریہ	۱۱۷
۴۹۔	حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا وسعت دنیا پر خوف وگریہ	۱۲۲
۵۰۔	حضرت خباب بن الارتؓ کا وسعت دنیا پر خوف وگریہ	۱۲۳
۵۱۔	حضرت سلمان فارسیؓ کا وسعت دنیا پر خوف وگریہ	۱۲۶
۵۲۔	حضرت ابوھاشم بن عتبہ بن ربیعہ قریشیؓ کا خوف	۱۲۹
۵۳۔	حضرت عبیدہ بن جراحؓ کا وسعت دنیا پر خوف وگریہ	۱۳۰
۵۴۔	صحابہؓ کی دنیاوی تقدیر قرآن پر عمل کرنے سے بنی	۱۳۲
۵۵۔	ملائکہ کے ذریعہ مدد	۱۳۲
۵۶۔	فرشتوں کا مشرکین سے لڑنا اور ان کو گرفتار کرانا	۱۳۷
۵۷۔	صحابہ کرامؓ کا ملائکہ کی زیارت کرنا	۱۴۴
۵۸۔	صحابہ کرامؓ کو ملائکہ کا سلام کرنا اور ان کا مصافحہ کرنا	۱۴۷
۵۹۔	صحابہ کرامؓ کا ملائکہ کے ساتھ خطاب کرنا	۱۴۸
۶۰۔	صحابہ کرامؓ کا ملائکہ کے کلام کا سننا	۱۴۸
۶۱۔	صحابہ کرامؓ کی زبان پر ملائکہ کا بولنا	۱۴۹
۶۲۔	صحابہ کرامؓ کے قرآن سننے کے لئے ملائکہ کا اترنا	۱۵۱
۶۳۔	صحابہ کرامؓ کے جنازوں کو ملائکہ کا غسل دینا	۱۵۲

۶۴۔	صحابہ کرامؓ کے جنازوں کو ملائکہ کا گھیر لینا	۱۵۴
۶۵۔	صحابہ کرامؓ کا رعب دشمنوں کے دلوں میں	۱۵۶
۶۶۔	دشمنوں کی پکڑ	۱۵۶
۶۷۔	کنکریوں اور مٹی کے پھینکے سے دشمنوں کو شکست	۱۶۱
۶۸۔	صحابہ کرامؓ کی نظروں میں دشمنوں کی قلت دکھانا	۱۶۲
۶۹۔	دشمنوں کا دھنسنا اور انکا ھلاک ہونا	۱۶۴
۷۰۔	صحابہ کرامؓ کی بددعا سے بینائی کا چلا جانا	۱۶۴
۷۱۔	صحابہ کرامؓ کی دعاؤں سے بینائی لوٹ آنا	۱۶۷
۷۲۔	تکبیر و تہلیل سے دشمنوں کے بالاخانوں کا گرنا	۱۷۰
۷۳۔	صحابہ کرامؓ کا غیبی آوازیں سننا	۱۸۰
۷۴۔	حروف قرآن پڑھنے کی فضیلت	۱۸۳
۷۵۔	قرآن مجید کی لفظی تلاوت کے فضائل و برکات	۱۸۳
۷۶۔	نماز میں قرآن مجید کی تلاوت ہزار درجہ بہتر ہے	۱۸۷
۷۷۔	قرآن مجید کو حفظ کرنے کی ترغیب اور فضیلت	۱۸۹
۷۸۔	قرآن یاد کر کے بھلانا گناہ ہے	۱۹۰
۷۹۔	قرآن مجید محبت اور حضور قلب سے پڑھنا چاہئے	۱۹۲
۸۰۔	قرآن مجید کو بلند اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کا اختیار ہے	۱۹۳
۸۱۔	تلاوت قرآن مجید تجوید و ترتیل سے ہونی چاہئے	۱۹۴
۸۲۔	قرآن مجید کی تلاوت خوش الحانی سے ہونی چاہئے	۱۹۶
۸۳۔	موسیقی کی طرز پر قرآن پڑھنا حرام ہے	۲۰۰

۸۴۔	قرآن مجید عرب کی سات لغات میں پڑھا جاسکتا ہے	۲۰۲
۸۵۔	قرآن پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے نہ کہ لوگوں سے	۲۰۷
۸۶۔	تلاوت قرآن سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے	۲۰۸
۸۷۔	حافظ قرآن کے اخروی فضائل	۲۰۹
۸۸۔	فضائل سورۃ فاتحہ	۲۱۱
۸۹۔	فضائل سورۃ البقرہ	۲۱۶
۹۰۔	آیت الکرسی پڑھنے سے شیطان بھاگتا ہے	۲۲۰
۹۱۔	سورۃ بقرہ کی شروع کی چار آیات آیت الکرسی اور آخر کی تین آیات کو مشترکہ پڑھنے سے شیطان۔جنون اور مصائب دور ہوتے ہیں	۲۲۵
۹۲۔	خواتیم سورۃ البقرہ میں دنیا اور آخرۃ کی تمام برکات ہیں	۲۲۶
۹۳۔	قیامت والے دن قرآن سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران اپنے قاری کے لئے شفاعت کریں گی	۲۲۹
۹۴۔	سورۃ آل عمران کی فضیلت	۲۳۱
۹۵۔	سورۃ آل عمران کی آخری آیات کی فضیلت	۲۳۱
۹۶۔	سورۃ ھود اور سورۃ یوسف کی تلاوت دفع مصائب کے لئے اکسیر اور باعث برکت ہے	۲۳۲
۹۷۔	سورۃ کھف کی تلاوت سے سکون قلبی اور نور نصیب ہوتا ہے	۲۳۳
۹۸۔	فتنہ دجالی سے بچنے کے لئے سورۃ کھف شروع کی دس آیات پڑھنا مفید ہے	۲۳۴
۹۹۔	سورۃ طٰہٰ کی تلاوت سے خوشحالی آتی ہے	۲۳۶

۱۰۰۔ سورۃ یٰسٓ کی تلاوت سے دس قرآن کا ثواب انقضاحاجات اور سابقہ گناہ معاف ہوتے ہیں ۲۳۷

۱۰۱۔ سورۃ مؤمن کی شروع کی تین آیات اور آیت کرسی کی تلاوت انسان اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے ۲۳۹

۱۰۲۔ سورۃ حم الدخان پڑھنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے معافی مانگتے ہیں اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۲۴۰

۱۰۳۔ سورۃ السجدہ اور سورۃ ملک اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کریگی

۱۰۴۔ سورۃ واقعہ کی ہر رات تلاوت سے رزق کی تنگی دور ہوتی ہے ۲۴۲

۱۰۵۔ سورۃ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت سے انسان اللہ تعالی کی حفاظت میں آجاتا ہے اور شہید مرتا ہے ۲۴۲

۱۰۶۔ سورۃ التکاثر پڑھنے سے ایک ہزار آیت کا ثواب ملتا ہے ۲۴۵

۱۰۷۔ سوتے وقت سورۃ کافرون کی تلاوت پر مداومت کرنے سے انسان شرک سے پاک ہوجاتا ہے ۲۴۶

۱۰۸۔ رات کو سورۃ اخلاص کی تلاوت سے ثلث قرآن کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے ۲۴۷

۱۰۹۔ سورۃ اخلاص کی تلاوت سے انسان اللہ تعالی کا محبوب بنتا ہے اور اسے جنت نصیب ہوگی ۲۴۸

۱۱۰۔ سورۃ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت دفع مصائب کے لئے مفید ہے ۲۵۰

۱۱۱۔ ہر مسلمان پر علم قرآن سیکھنا فرض ہے ۲۵۳

۱۱۲۔ علوم قرآن حاصل کرنے والے طلبہ کے فضائل ۲۵۴

۱۱۳۔	فضائل علماء قرآن	۲۵۸
۱۱۴۔	علوم قرآن نہ سکھلانے والے علماء کی سزا	۲۸۰
۱۱۵۔	قرآن وسنت کے خلاف فتویٰ دینے والے علماء کی سزا دوزخ ہے	۲۸۶
۱۱۶۔	جاہ ومال کی خاطر کتمانِ حق کرنے والے علماء کی سزا	۲۹۰
۱۱۷۔	ریاء کار علماء اور قراء کا مقام دوزخ ہے	۲۹۵
۱۱۸۔	اپنی شخصیت کو نمایاں اور قرآن میں اختلاف ڈالنے کے لئے علم دین سیکھنا کفر ہے	۳۰۰
۱۱۹۔	اختلاف قرأۃ سے مفہوم نہیں بدلتا۔ مأخذ ہدایت قرآن وسنت اور اجماع ہے اور وعظ امیر یا مامور یا سردار کو کرنا چاہئے	۳۰۲
۱۲۰۔	احیاء دین کے لئے ہر صدی کے آخر میں ایک مجتہد بھیجا جاتا ہے	۳۰۴
۱۲۱۔	وعظ ونصیحت ہفتہ میں ایک۔ دو یا تین مرتبہ ہونا چاہئے	۳۰۷
۱۲۲۔	قرآن بحیثیت معجزہ ھدی للناس ہے	۳۱۰
۱۲۳۔	قرآن ایک زندہ اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے	۳۱۸
۱۲۴۔	اعجاز قرآنی کی تشریح	۳۲۰
۱۲۵۔	وجوہ اعجاز قرآنی	۳۲۰
۱۲۶۔	اعجاز قرآنی کی دوسری وجہ	۳۲۴
۱۲۷۔	اعجاز قرآن کی تیسری وجہ	۳۳۴
۱۲۸۔	چوتھی وجہ اعجاز	۳۳۵
۱۲۹۔	پانچویں وجہ اعجاز	۳۳۵
۱۳۰۔	چھٹی وجہ اعجاز	۳۳۶

۱۳۱۔	ساتویں وجہ اعجاز آٹھویں وجہ اعجاز	۳۳۷
۱۳۳۔	نویں وجہ اعجاز	۳۳۸
۱۳۴۔	دسویں وجہ اعجاز	۳۳۹
۱۳۵۔	چند شبہات اور جوابات	۳۴۶
۱۳۶۔	لیلۃ القدر کی عبادت کے فضائل	۳۵۴
۱۳۶۔	برکات رمضان	۳۶۱
۱۳۷۔	پندرہ شعبان کے بعد۔ یا رمضان سے ایک دو دن پہلے یا شک والے دن روزہ رکھنا منع ہے	۳۶۵
۱۳۸۔	ماہ رمضان کا روزہ فرض ہے	۳۶۸
۱۳۹۔	ماہ رمضان کے روزوں کے فضائل اور برکات	۳۷۲
۱۴۰۔	ماہ رمضان کی راتوں کا روزہ نہیں دن کا روزہ ہے	۳۷۷
۱۴۱۔	روزہ چاند کے حساب سے رکھنا ہے اور چاند کے حساب سے توڑنا ہے	۳۷۹
	رمضان کے چاند کے لئے ایک مومن اور عید الفطر کے لئے دو مؤمنوں کی شہادت کافی ہے۔	۳۸۵
۱۴۲۔	مریض اور مسافر کے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے	۳۸۷
۱۴۳۔	سفر میں روزہ رکھ کر توڑ سکتا ہے اور اگر روزہ نقصان دے تو گناہ ہے	۳۸۹
۱۴۴۔	حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے	۳۹۲
۱۴۵۔	حیض والی عورت کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت	

	ہے مگر پھر قضا کریگی	۲۹۵
۱۴۶۔	قضا روزوں کا بیان	۲۹۶
	میت کی طرف سے روزہ رکھنا جائز نہیں البتہ فدیہ دینا جائز ہے	۲۹۸
۱۴۷۔	سحری کھانے کی برکات اور اس کی حد	۴۰۱
۱۴۸۔	افطار میں جلدی کرنا چاہیے	۴۰۴
۱۴۹۔	روزہ توڑنے والی چیزوں اور کفارہ کا بیان	۴۱۰
۱۵۰۔	جن چیزوں سے روزہ ٹوٹتا ہے اور قضا لازم آتی ہے	۴۱۲
۱۵۱۔	روزہ میں ناپسند کاموں کا بیان	۴۱۵
۱۵۲۔	روزہ میں جائز کاموں کا بیان	۴۱۷
۱۵۳۔	نفلی روزوں کا بیان	۴۲۲
۱۵۴۔	عیدین کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا منع ہے	۴۲۳
۱۵۵۔	شوال کے چھ روزوں کا ثواب زمانہ کے روزوں کے برابر ہے	۴۲۵
۱۵۶۔	اشہر حرم کے روزوں کا بیان	۴۲۶
۱۵۷۔	ذوالحجہ کے نوں روزوں کے فضائل	۴۲۸
۱۵۸۔	فضائل روزہ عاشورہ	۴۳۰
۱۵۹۔	ایام بیض کے روزوں کا ثواب	۴۳۶
۱۶۰۔	شعبان کے روزوں کا بیان	۴۴۰
۱۶۱۔	ہفتہ میں سات روزوں کے فضائل اور ان کے طریقہ کا بیان	۴۴۲

۱۶۲۔	نفلی روزوں کے عمومی فضائل	۴۴۷
۱۶۳۔	خاوند کی اجازت کے سوا عورت نفلی روزہ نہیں رکھ سکتی	۴۴۸
۱۶۴۔	نفلی روزے کی وجہ سے دعوت مسترد کرنا گناہ نہیں اور ایسے روزے کی فضیلت	۴۵۱
۱۶۵۔	زوال سے پہلے نفل روزے کی نیت کرنا جائز ہے اور توڑنا بھی جائز ہے مگر قضا لازم ہوگی	۴۵۴
۱۶۶۔	ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت ہے	۴۵۸
۱۶۷۔	ماہ رمضان کی بیسویں تاریخ کو اعتکاف بیٹھنا ہے اور اس کے لئے ممنوع اور جائز کاموں کا بیان	۴۶۰
۱۶۸۔	معتکف مسجد میں الگ جگہ بنا سکتا ہے	۴۶۲
۱۶۹۔	اعتکاف کی نذر پوری کرنا چاہئے	۴۶۳
۱۷۰۔	اعتکاف کے فضائل	۴۶۴
۱۷۱۔	اعتکاف میں تلاوت قرآن اور ذکر کرنا چاہئے	۴۶۵
۱۷۲۔	میت کے حقوق کا بیان	۴۶۶
۱۷۳۔	بیمار کی عیادت کرنا اس کا حق ہے	۴۶۷
۱۷۴۔	مریض کے لئے دعا بھی کرنا چاہئے	۴۷۲
۱۷۵۔	مریض سے اپنے لئے دعا کرانا چاہئے	۴۷۵
۱۷۶۔	مریض کے پاس زیادہ دیر نہیں بیٹھنا چاہئے	۴۷۵
۱۷۷۔	عیادت کرنے والے کی اخروی فضیلت اور مرتبہ	۴۷۷

۱۷۸۔	مریض کی عیادت کرنے سے اللہ تعالی ملتا ہے	۴۷۸
۱۷۹۔	مومن پر آنے والی ہر مصیبت میں بہتری ہی مضمر ہے	۴۸۰
۱۸۰۔	بعض مصائب مومن کے لئے بلندئ درجات کا ذریعہ ہوتی ہیں	۴۸۱
۱۸۱۔	بعض ایمان والوں پر امراض اور مصائب کفارہ گناہ کے لئے اتاری جاتی ہیں	۴۸۴
۱۸۲۔	بعض امراض اور حوادثات سے مومن کو موت شہادت نصیب ہوتی ہے	۴۸۹
۱۸۳۔	امراض کی وجہ سے چھوٹ جانے والی نیکیوں کا اجر بدستور ملتا ہے	۴۹۲
۱۸۴۔	مریض کو تکلیف پر اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور شکر کرنا چاہیئے	۴۹۳
۱۸۵۔	بیماری کو برا نہیں کہنا چاہیئے	۴۹۴
۱۸۶۔	موت کی آرزو کرنا منع ہے	۴۹۵
۱۸۷۔	موت ہر وقت یاد رہنی چاہئے	۴۹۷
۱۸۸۔	اللہ تعالی کی طرف سے موت مومن کو محبوب تحفہ ہے اور کافر کے لئے عذاب ہے	۴۹۹
۱۸۹۔	مرنے والے مومن کو اللہ تعالی کے بارے میں حسن ظن اور اس کی رحمت کی امید رکھنا چاہیئے	۵۰۱
۱۹۰۔	قریب المرگ کے پاس کلمہ توحید اور	۵۰۲

سورۃ یٰسٓ پڑھنا چاہیے

۱۹۱۔ میت کے حق میں اچھی باتیں کرنے سے اللہ تعالی اس
کے پسماندگان کو نعم البدل دیتا ہے ۵۰۴

۱۹۲۔ مومن کی روح آسانی سے اور فاسق وفاجر اور کافر کی
روح سختی سے نکالی جاتی ہے ۵۰۶

۱۹۳۔ نفس اور روح کے متعلق تحقیق ۵۱۸

۱۹۴۔ نماز جنازہ کی شرط اول طہارت میت اور اس کا طریقہ ۵۱۹

۱۹۵۔ میت کو کفن بھی پہنایا جائے ۵۲۲

۱۹۶۔ مرد کا مسنون کفن تین۔ کفایتی دو۔ اور ضروری
ایک چادر ہے ۵۲۳

۱۹۷۔ عورتوں کے لئے کفن سنت پانچ۔ کفایت تین
اور ضروری ایک کپڑا ہے ۵۲۶

۱۹۸۔ محرم کو دو کپڑوں میں دفنایا جائے اور اسے
خوشبو نہ لگائی جائے ۵۲۷

۱۹۹۔ شہدا کو اپنے خون آلود کپڑوں میں ہی دفنانا ہے ۵۲۸

۲۰۰۔ جنازہ دفنانے کے لئے جلدی لے جانا چاہئے ۵۲۸

۲۰۱۔ سوار کو جنازے کے پیچھے چلنا چاہئے اور پیادہ
جیسے چاہے چل سکتا ہے ۵۳۰

۲۰۲۔ جنازے کے ساتھ جانے اور اٹھانے کے فضائل ۵۳۱

۲۰۳۔ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھانے کا حکم ۵۳۲

۲۰۴۔	نماز جنازہ ہر مسلمان کے حقوق میں سے ہے	۵۳۴
۲۰۵۔	نماز جنازہ کی دوسری شرط میت کا مسلمان ہونا ضروری ہے	—
	منافق اور کافر کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے	۵۳۶
۲۰۶۔	نماز جنازہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ جنازہ امام کے سامنے ہو	۵۳۸
۲۰۷۔	قریبی وارث اگر جنازے میں شرکت نہ کرسکا ہو تو وہ قبر پر بھی جنازہ پڑھ سکتا ہے	۵۴۰
۲۰۸۔	جنازگاہ مسجد سے الگ ہونی چاہیئے	۵۴۲
۲۰۹۔	سورج کے طلوع وغروب اور استوا کے وقت نماز جنازہ منع ہے	۵۴۴
۲۱۰۔	شہدا کی نماز جنازہ اور تدفین کا طریقہ	۵۴۴
۲۱۱۔	تکبیرات جنازہ چار ہیں	۵۴۶
۲۱۲۔	میت کے لئے مخلصانہ دعا کی نیت ہونی چاہیئے	۵۴۷
۲۱۳۔	تکبیر اولی کے بعد ثنا۔ ثنا کے بعد درود ثالث کے بعد دعا۔ رابع کے بعد سلام	۵۴۷
۲۱۴۔	بحالت نماز جنازہ مزدہ کے لئے خصوصی دعا کا حکم اور اسکے الفاظ	۵۵۱
۲۱۵۔	نماز جنازہ پڑھنے سے میت کی مغفرت ہوجاتی ہے	۵۵۴
۲۱۶۔	نمازہ جناز کی صفیں طاق ہونی چاہئیں	۵۵۶
۲۱۷۔	مردوں کو برا نہیں کہنا چاہئے اور انکی نیکیوں کا تذکرہ کرنا چاہیئے	۵۵۷

۲۱۸۔ کچے بچے میں اگر رمق حیات ہو تو
اس کی نماز پڑھی جائے ۵۵۹
۲۱۹۔ مردے کو دفنانے کی تعلیم و ترغیب ۵۶۰
۲۲۰۔ قبر بغلی کشادہ اور گہری ہونی چاہیئے ۵۶۲
۲۲۱۔ میت کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارنا چاہیئے ۵۶۴
۲۲۲۔ مردے کو قبر میں اتارتے وقت کی دعا ۵۶۶
۲۲۳۔ قبر کا منہ بند کرنے کے لئے کچی اینٹیں لگانی چاہئیں ۵۶۷
۲۲۴۔ قبر پر مٹی ڈال کر اوپر سے پانی چھڑکنا ہے ۵۶۹
۲۲۵۔ قبر اونٹ کی کوہان کی مانند ہونی چاہیئے ۵۷۱
۲۲۶۔ اونچی بلند قبریں بنانے کی ممانعت ۵۷۲
۲۲۷۔ قبریں پختہ بنانا۔ ان پر بیٹھنا۔ انکی طرف نماز پڑھنا
ان پر لکھنا اور ان پر گنبد بنانا حرام ہے ۵۷۳
۲۲۸۔ قبر پر کوئی اتنی علامت ہونی چاہیئے جن سے خویش واقارب
کا تعارف ہو سکے اور وہاں اور بھی عزیز دفنائے جاسکیں ۵۷۵
۲۲۹۔ تدفین کے بعد سورۃ البقرہ کی شروع والی آیتیں مردے کے
سر کی طرف اور آخر والی اسکے پاؤں کی طرف پڑھنا چاہیئے ۵۷۶
۲۳۰۔ مردے کو اسی شہر میں دفنانا چاہیئے جہاں وہ فوت ہوا ہے ۵۷۸
۲۳۱۔ مصائب پر صبرواستقامت کا حکم ۵۸۱
۲۳۲۔ میت پر غم اور آنسو بہانا جائز ہے ۵۸۴
۲۳۳۔ مصیبت میں چلاکر رونا۔ سینہ کوبی کرنا ۵۸۶

اور کپڑے پھاڑنا حرام ہے

۲۳۴۔ میت پر واویلا کرنے والوں کی اخروی سزا ۵۹۱

۲۳۵۔ بچوں کے فوت ہونے کے عوض اللہ تعالی جنت دیتے ہیں ۵۹۲

۲۳۶۔ مرنے والے کا حقیقی مالک اللہ تعالی ہے اور انسان کے پاس وہ صرف امانت ہوتی ہے ۵۹۹

۲۳۷۔ مصیبت زدہ سے تعزیت اور تعاون کا ثواب ۶۰۰

۲۳۸۔ قبروں کی زیارت کی اجازت ۶۰۲

۲۳۹۔ قبروں کی زیارت کرنے سے موت اور آخرت یاد آتی ہے اور انسان میں زہد پیدا ہوتا ہے ۶۰۴

۲۴۰۔ والدین کی قبروں کی زیارت کے فضائل ۶۰۴

۲۴۱۔ قبروں کی زیارت کے وقت ان کے لئے پڑھنے کی دعائیں ۶۰۵

۲۴۲۔ حجیت خبر واحد ۶۰۸

۲۴۳۔ انقطاع خبر واحد ۶۲۴

۲۴۴۔ محل کے اعتبار سے خبر واحد کی پانچ قسمیں ۶۳۷

۲۴۵۔ مطلق خبر واحد چار قسم ہے ۶۳۹

۲۴۶۔ دور حاضر میں انکار حجیت خبر واحد کا مقصد ۶۴۳

تعارف اور خصوصیات جلد ہذا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور احسان سے خلاصہ تفسیر القرآن کی جلد سوم قارئین کی خدمت میں حاضر ہے۔ یہ جلد اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کے دوسرے شعبہ صیام پر مشتمل ہے اور نیز صیام کے ساتھ قرآن کے اس حیثیت سے کہ اس کا نزول اس میں ہوا ہے خصوصی تعلق ہونے کی وجہ سے فضائل القرآن کا ذکر بھی اس میں کردیا ہے اور اسی طرح نماز جنازہ کی تفصیل بھی اس میں دے دی ہے اور ہر مسئلہ کا علیحدہ عنوان قائم کرکے اس کے متعلقہ جتنی آیات قرآن مجید میں موجود ہیں وہ نقل کی ہیں۔ اور پھر ان عنوانات سے متعلقہ جو احادیث ہیں انہیں بھی نقل کیا ہے اور ان تمام آیات اور احادیث کا ترجمہ بھی نقل کردیا ہے اور چونکہ اس جلد میں اور اسی طرح دوسری جلدوں میں جو احادیث بطور تفسیر نقل کی گئی ہیں وہ سب آحاد ہیں۔ مشہور یا متواتر بہت کم ہیں اور چونکہ بعض لوگوں کو احادیث نبویہ کے حجیت اور خصوصاً" اخبار احاد کے حجت ہونے کے بارے میں شک ہے اس لئے کتاب کے

آخر میں حجیت خبر واحد پر بھی قرآن اور احادیث سے دلائل نقل کردیئے ہیں اور ثابت کیا گیا ہے کہ باقی انبیاء علیہم السلام بھی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی خبر واحد پر عمل کرتے تھے اور یہ سب کچھ خدائے ذوالجلال کے فضل و کرم سے ہوا ہے۔

واللہ ھو الموفق والمعینؒ۔

از مؤلف حمید الرّحمن عبّاسی غفرلہٗ

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی بندگی کا دوسرا شعبہ روزہ ہے۔

یایھاالذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ○ایاما" معدودت ط فمن کان منکم مریضا" او علی سفر فعدۃ" من ایام اخر ط وعلی الذین یطیقونہ فدیہ" طعام مسکین ط فمن تطوع خیرا" فھو خیر" لہ ط وان تصوموا خیر" لکم ان کنتم تعلمون○ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھد"ی للناس وبینت من الھدی والفرقان ج فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ط ومن کان مریضا" اوعلی سفر فعدۃ" من ایام اخر ط یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ز ولتکملوا العدۃ ولتکبرواللہ علی ماھدکم ولعلکم تشکرون○ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب ط اجیب دعوۃ الداع اذا دعان لا فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون○ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسآئکم ط ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ط علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفاعنکم ج فالئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم ص وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ص ثم اتموالصیام الی الیل ج ولا تباشروھن وانتم عکفون لا فی المسجد ط تلک حدوداللہ فلا تقربوھا ط کذلک یبین اللہ آیتہ للناس لعلھم یتقون○ سورۃ البقرہ آیت ۱۸۳ تا ۱۸۷

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح ان لوگوں پر

--- فرض کیئے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ گنتی کے چند روز
پھر جو کوئی تم میں سے بیمار یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلے اور
ان پر جو اس کی طاقت رکھتے ہیں فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا پھر جو کوئی خوشی
سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے
اگر تم جانتے ہو۔ رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے
واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے
والا ہے سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پالے تو اس کے روزے رکھے اور جو
کوئی بیمار یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے اللہ تم پر آسانی چاہتا
ہے اور تم پر تنگی نہیں چاہتا اور تاکہ تم گنتی پوری کرلو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی
بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر کرو اور جب آپ
سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے
کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پھر چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ
پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی
عورتوں سے مباشرت کرنا حلال کیا گیا ہے وہ تمہارے لئے پردہ ہیں اور تم ان
کے لئے پردہ ہو اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے پس
تمہاری توبہ قبول کرلی اور تمہیں معاف کردیا سو اب ان سے مباشرت کیا کرو
اور طلب کرو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے اور کھاؤ اور پیو جب
تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے فجر کے وقت صاف ظاہر
ہو جاوے پھر روزوں کو رات تک پورا کرو اور ان سے مباشرت نہ کرو جب کہ
تم مسجدوں میں معتکف ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں سو ان کے قریب نہ جاؤ اسی طرح
اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں سورہ البقرہ کی پانچ آیات نقل کی گئی ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا دوسرا شعبہ اور اصول بیان فرمایا ہے ان آیات میں اجمال ہے۔ کل انیس مضامین ہیں۔ پہلا مضمون آیت ۱۸۳ میں بیان فرمایا ہے کہ تمام امتوں کو متقی اور پرہیزگار بنانے کے لئے ان پر روزہ فرض کیا گیا تھا اور آیت ایک سو چراسی کے پہلے جملہ میں دوسرا مضمون بیان فرمایا ہے کہ مریض اور مسافر پر روزہ فرض نہیں ہے۔ البتہ انہیں فوت شدہ روزوں کی قضا کرنی ہوگی۔ اور دوسرے جملہ میں تیسرا مضمون بیان فرمایا ہے کہ روزہ کے بجائے فدیہ بھی دیا جاسکتا ہے۔ اور تیسرے جملہ میں چوتھا مضمون بیان فرمایا ہے کہ روزہ انسان کو خوشی اور محبت سے رکھنا چاہئے۔ اور آیت ایک سو پچاسی کے پہلے جملہ میں پانچواں مضمون بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان میں قرآن مجید نازل فرمایا ہے جس میں عقیدہ توحید کا تعارف لوگوں کی رہنمائی کے اصول۔ اور حق و باطل میں امتیاز کے ضوابط موجود ہیں۔ اور دوسرے جملہ میں چھٹا مضمون ہیکہ اس آیت میں مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہے۔ اور تیسرے جملہ میں ساتواں مضمون یہ فرمایا ہے کہ مریض اور مسافر پر روزہ نہیں ہے البتہ انہیں فوت شدہ روزوں کی قضا کرنی ہوگی۔ اور چوتھے جملہ میں آٹھواں مضمون بیان فرمایا کہ مریض اور مسافر کو تنگی سے بچانے کے لئے انہیں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اور پانچویں جملہ میں نواں مضمون بیان فرمایا ہے کہ روزہ کی قضا لازم کرنے کی حکمت بتائی ہے تاکہ روزوں کی گنتی بھی پوری کرلیں۔ اللہ کی عظمت اور شکر خداوندی کا عملی نمونہ پیش کریں۔ اور آیت ایک سو چھیاسی کے پہلے جملے میں دسواں مضمون بیان

فرمایا ہے کہ خدا ایسے فرماں برداروں اور تابعداروں سے قریب ہے۔ اور دوسرے جملہ میں گیارہواں مضمون ہے کہ ایسے لوگ جب دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتے ہیں البتہ قبولیت دعا کے لیے دو شرطیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم مانیں اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر یقین کامل رکھیں۔۔۔ اور آیت ایک سو ستاسی کے پہلے جملہ میں بارہواں مضمون بیان فرمایا ہے کہ روزے کی رات میں آدمی بیوی سے مباشرت کرسکتا ہے۔ اور دوسرے جملہ میں تیرہواں مضمون بیان فرمایا ہے کہ عورتیں مردوں کے لئے پردہ ہیں اور مرد عورتوں کے لئے پردہ ہیں۔ اور تیسرے جملہ میں چودھواں مضمون بیان فرمایا ہے کہ انسان غلطی کرکے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ بعض صحابہ نے یہ غلطی کی کہ پہلے (ا) ماہ رمضان کی راتوں میں عورتوں سے مباشرت ممنوع تھی اور وہ کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا اور ماہ رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے مباشرت کی اجازت بھی دیدی۔ اور چوتھے جملہ میں پندرہواں مضمون بیان فرمایا ہے کہ مباشرت سے مقصد تمہارا نیک اولاد ہونی چاہئے اور پانچویں جملہ میں سولھواں مضمون بیان فرمایا ہے کہ روزے کی راتوں میں انسان صبح تک کھاپی سکتا ہے دن کو نہیں۔ اور چھٹے جملہ میں سترہواں مضمون بیان فرمایا ہے کہ اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے مباشرت منع ہے۔ اور ساتویں جملہ میں اٹھارہواں مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن کاموں سے منع فرمایا ہے کہ حدوداللہ ہیں ان کے قریب تک نہ جانا۔ اور آٹھویں جملہ میں انیسواں مضمون بیان فرمایا ہے کہ مذکورہ اوامر اور ممنوعات تمہیں متقی اور پرہیزگار بنانے کے لئے عائد کئے گئے ہیں۔

تفصیل مضمون اول کہ حضرت آدم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ادیان میں روزہ فرض تھا۔

قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما اھبط اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام من الجنہ الی الارض احرقتہ الشمس فاسود جسدہ فاتاہ جبریل علیہ السلام فقال یآدم اتحب ان یبیض جسدک قال نعم قال لہ فصم من الشھر ثالث عشر ورابع عشر وخامس عشر فصام آدم علیہ السلام اول یوم فابیض ثلث جسدہ ثم صام الیوم الثانی فابیض ثلثا جسدہ ثم صام الیوم الثالث فابیض جسدہ کلہ (غنیتہ الطالبین)

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو سورج کی گرمی کی وجہ سے اس کا جسم سیاہ ہو گیا تھا تو جبرئیل علیہ السلام اس کے پاس آئے اور انہیں فرمایا کہ آدم کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا جسم سفید ہو جائے تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ تو جبرئیل نے انہیں فرمایا کہ ہر مہینہ کی تیرہویں۔ چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو روزہ رکھا کرو۔ پھر آدم علیہ السلام نے پہلا روزہ رکھا تو ان کے جسم کا تیسرا حصہ سفید ہو گیا پھر انہوں نے دوسرے دن جب روزہ رکھا تو اس کے جسم کا دو تہائی حصہ سفید ہو گیا پھر جب تیسرے دن روزہ رکھا تو ان کا سارا جسم سفید ہو گیا۔

تشریح

یہ حدیث سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اے ایمان والو تم پر اسی طرح روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح

کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا ہے مگر اس آیت میں یہ نہیں. فرمایا کہ روزے کی ابتدا کب سے ہوئی تھی۔

پس اس حدیث میں دو باتیں بتائی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ روزہ کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی تھی۔ اور دوسری بات یہ بتائی کہ روزہ سے انسان کی بدنی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بدن مبارک سورج کی تپش کی وجہ سے جب سیا ہو گیا تھا تو روزہ رکھنے سے وہ درست ہو گیا تھا۔

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صیام رمضان کتبہ اللہ علی الامم قبلکم ھذا حدیث طویل اختصر منہ ذالک (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کا روزہ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے تمام امتوں پر فرض کیا تھا۔ یہ حدیث کافی لمبی ہے یہ تھوڑا سا حصہ اس سے نقل کیا گیا ہے۔

تشریح

اس سے پہلے حضرت علی ؓ سے مروی حدیث میں آچکا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ایام ابیض کے روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تھا اور اس مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر رمضان کا روزہ بھی فرض تھا۔ اور دوسری امتوں پر بھی رمضان کا روزہ فرض تھا۔ پس یہ حدیث بھی سورہ البقرہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر ہے۔ (واللہ اعلم)

☆☆☆

تفصیل مسئلہ دوم مریض۔ مسافر پر روزہ نہیں۔

یعنی آیت ایک سو چراسی کے پہلے جملہ میں دوسرا مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ انبیاء و سابقین کی امتوں میں سے جو مریض اور مسافر تھے ان پر بھی روزہ فرض نہیں تھا البتہ انہیں بھی فوت شدہ روزوں کی قضا کرنے کا حکم تھا۔ مریض کی تفصیل ان شاء اللہ العزیز مسئلہ نمبر آٹھ میں بیان ہوگی۔

تفصیل مضمون سوم زیادہ بوڑھے مرد عورت حاملہ اور مرضعہ پر فدیہ ہے۔

یعنی آیت ایک سو چراسی کے دوسرے جملہ میں تیسرا مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ روزے کے بجائے فدیہ بھی دیا جاسکتا ہے۔ مگر اس میں یہ نہیں بتایا کہ فدیہ کس نے دینا ہے کتنا دینا ہے۔ کس وقت دینا ہے اور کیسے مسکین کو دینا ہے۔ یہ سب اجمال ہے۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل احادیث میں آرہی ہے۔

عن سلمتہ بن الاکوعہ قال لما نزلت ھذہ الایہ (علی الذین یطیقونہ فدیۃٌ طعام مسکین) کان من اراد منا ان یفطر ویفتدی فعل حتی نزلت آیتہ التی بعدھا فنسختھا (ابوداؤد)

حضرت سلمہ بن اکوعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب یہ آیت اتری کہ ان لوگوں پر جو اس روزے کی طاقت رکھتے ہیں ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے) ہم میں سے جو افطار کرنا چاہتا اور فدیہ دیتا تو ایسا کرلیتا تھا یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت اتری تو اس نے اسے منسوخ کردیا۔ یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

وعن ابن عباس وعلی الذین یطیقونہ فدیۃٌ طعام مسکین فکان من شاء منھم

ان یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین افتدی وتم صومہ فقال فمن تطوع خیرا فھو خیرلہ وان تصوموا خیر لکم وقال فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر (ابو داؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وعلی الذین یطیقونہ اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے ان صحابہ میں سے جو ایک مسکین کا کھانا فدیہ دینا چاہتا تو فدیہ دے دیتا تو اس کا روزہ پورا ہوجاتا تھا۔ پھر فرمایا جو خوشی سے روزہ رکھے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ پورا ہوجاتا تھا۔ پھر فرمایا جو خوشی سے روزہ رکھے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور فرمایا جو تم میں سے اس رمضان کے مہینہ میں موجود ہو تو وہ اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار یا مسافر ہو تو وہ باقی دن گنے

عن ابن عباس (وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین) قال کانت رخصۃ للشیخ الکبیر والمرأۃ الکبیرۃ وھما یطیقان الصیام ان یفطرا او یطعما مکان کل یوم مسکینا والحبلی والمرضع اذا خافتا قال ابوداؤد ویعنی علی اولادھما (ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت وعلی الذین یطیقونہ الخ کے متعلق فرمایا کہ بوڑھے مرد اور بوڑھی کے بارے میں یہ اجازت تھی کہ وہ باوجود روزے کی طاقت رکھنے کے افطار کریں اور روزانہ ایک مسکین کا کھانا دے دیں۔ اور حاملہ اور دودھ پلانے اولی عورت کیلئے بھی اجازت تھی جب انہیں اندیشہ ہو۔ ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں اپنے بچوں کا ڈر ہو۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث مذکور ہیں۔ اور یہ تینوں مسئلہ سوم فدیہ صیام کی تفسیر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں یہ اجازت تھی کہ کوئی روزہ رکھے یا ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیدے۔ اور جب فمن شھد منکم الشھر والی آیت اتری تو اس سے یہ اختیار والا حکم منسوخ ہوگیا اور اب روزہ ہی رکھنا ہوگا۔ اور دوسری حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس کا بھی یہی مقصد ہے اور تیسری حدیث بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آیت **وعلی الذین یطیقونہ الخ** بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت اور حاملہ اور مرضعہ کے بارے میں منسوخ نہیں۔ ان کے لئے اب اجازت باقی ہے کہ وہ روزہ رکھیں یا فدیہ دیں۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ مایوس اور لاعلاج مریض کے لئے بھی یہ اجازت ہے کہ وہ روزہ رکھے یا فدیہ دے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فدیہ روزانہ ایک مسکین کو اتنا کھانا دینا ہے کہ جس سے دو وقت اس کا پیٹ بھر سکے۔

تفصیل مضمون چہارم کہ روزہ انسان کو خوشی سے رکھنا چاہیے۔

(فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ) لفظ تطوع طوع سے بنا ہے۔ طوع کے معنی اپنی خوشی اور مرضی سے کوئی کام کرنا ہے۔ اور خیر کے معنی نیکی بھلائی اور اچھے کام کے آتے ہیں۔ یہ لفظ شر کا مقابل ہے۔ پس خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ خوشی اور رضا سے کوئی بھی نیکی آدمی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور اگر وہ کام خوشی سے نہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر نہیں ہے بلکہ شر ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ نیکی قبول فرماتے ہیں جو خلوص نیت سے ہو۔ اور جو نیکی خلوص نیت

سے نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتے۔ اسی لئے قرآنی طرز تعلیم ایسی رکھی گئی ہے کہ اس سے انسان میں خودبخود نیکی کا جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور پھر وہ جو عبادت کرتا ہے محبت سے کرتا ہے۔ اور محبت میں پھر ہر قسم کی مشقت بھی برداشت کی جاتی ہے۔ اور یہاں اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا تقاضا یہی ہے کہ انسان خواہ مریض ہو یا مسافر ہو اسے روزہ رکھنا چاہئے کیونکہ ماہ رمضان کے روزے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بڑی برکات اور عطیات رکھی ہیں۔ اسے چاہئے کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے ہاتھ سے ملنے والی وہ ان برکات کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں جو لفظ خیر فرمایا ہے۔ اس میں اجمال ہے کیونکہ یہاں یہ نہیں فرمایا کہ روزہ رکھنے میں کتنی بہتری ہے اور کس قسم کی بہتری ہے۔ یہ تفصیل احادیث میں آرہی ہے۔

تفصیل مضمون پنجم کہ نزول قرآن ماہ رمضان کی لیلۃ القدر میں ہوا۔

شهر رمضان الذین انزل فیه القرآن هدی للناس وبینت من الهدی والفرقان

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں ہیں۔ اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

تفسیر

اس آیت میں قرآن کی چار صفات ہیں۔ انزال قرآن۔ ہدایت للناس۔ بینت ہدایت اور فرقان۔ مگر اس کی تفصیل نہیں ہے کہ انزال قرآن کیسے ہوا۔ لوگوں کے لئے وہ ہدایت کیسے ہے۔ بینت کیسے ہے۔ اور فرقان کیسے ہے؟ لہٰذا یہ آیت تفصیل کی محتاج ہے۔ اور یہ پہلے عرض کرچکا ہوں کہ قرآن مجید کی بعض آیات مجمل ہوتی ہیں اور ان کی تفصیل یا تو اسی جگہ موجود ہوتی ہے اور یا دوسرے

مقام پر موجود ہوتی ہے۔ اور یا نبی کریم ﷺ نے احادیث میں وہ تفصیل بیان فرمائی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ فہم قرآن کے لئے احادیث نبویہ کا ہونا ضروری ہے ورنہ قرآن مجید کی وہ آیات مہمل رہ جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان میں جو ہدایت رکھی ہے اس سے لوگ محروم ہوجائیں گے اور حجیت حدیث کا تفصیلی بیان اس کتاب کے آخر میں موجود ہے اسے ملاحظہ کرلیا جائے اب ہم پہلی صفت انزال قرآن کی تفصیل عرض کرتے ہیں۔ لفظ قرآن مصدر ہے جیسا کہ کفران رجحان اس کے اصلی معنی جمع کرنا ہے۔ اور قرآن کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انبیاء سابقین علیہم الصلوات والسلام کی تمام کتابوں کا خلاصہ لب لباب اور نچوڑ ہے۔ اور اب یہ اس کتاب کا نام ہے جو حضرت محمد ﷺ پر اتاری گئی ہے (راغب) اور نقل متواتر سے ہم تک پہنچائی گئی ہے۔ اور انشاء اللہ العزیز آئندہ باقی انسانوں تک بھی اسی طرح پہنچائی جائے گی۔ اور اس پر مصدر کا اطلاق بطور مبالغہ ہے۔ اور یہ زید عدل کے قبلہ سے ہے یعنی کثرت سے پڑھی جانے والی کتاب۔ یعنی اس کتاب کے مضامین کو انبیاء سابقین علیہم الصلوات والسلام علماء اور صلحاء بھی پڑھتے آئے ہیں۔ اور امام الانبیاء علیہ السلام اور آپ کی امت اس کو پڑھتی آئی ہے اور تاقیامت پڑھتی رہے گی۔ اب اس کا نزول کیسے ہوا اس کی تفصیل معارف القرآن (مولفہ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی جاتی ہے۔

وحی نبوت کی ابتدا

صحیحین اور دوسری مفید روایات سے ثابت اور جمہور سلف وخلف کا اس پر اتفاق ہے کہ وحی کی ابتدا سورہ علق یعنی اقراء سے ہوئی ہے اور اس سورہ کی ابتدائی پانچ آیتیں مالم یعلم تک سب سے پہلے نازل ہوئیں۔ بعض حضرات نے

سورہ مدثر کو سب سے پہلی سورت قرار دیا ہے اور بعض نے سورہ فاتحہ کا نزول پہلے بتایا ہے۔ امام بغوی نے فرمایا کہ جمہور سلف و خلف کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ سب سے پہلے سورہ اقراء کی پانچ آیتیں نازل ہوئیں (کذاروی عن ابن عباس والزہری وعمرو بن دینار۔ در منثور) اور جن حضرات نے سورہ مدثر کو پہلی سورت فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اقراء کی پانچ آیتیں نازل ہونے کے بعد نزول قرآن میں ایک مدت تک توقف رہا جس کو زمانہ فترت کا کہا جاتا ہے اور وحی کی تاخیر و توقف سے رسول ﷺ کو سخت رنج و غم پیش آیا اس کے بعد اچانک پھر حضرت جبرئیل امین سامنے آئے اور سورہ مدثر کی آیتیں نازل ہوئیں اس وقت بھی آنحضرت ﷺ پر نزول وحی اور ملاقات جبرئیل سے وہ ہی کیفیت طاری ہوئی جو سورہ اقراء کے نزول کے وقت پیش آئی تھی جس کا بیان آگے آرہا ہے اس طرح فترت کے بعد سب سے پہلے سورہ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اس لحاظ سے اس کو بھی پہلی سورت کہہ سکتے ہیں اور سورہ فاتحہ کو جن حضرات نے پہلی سورت فرمایا ہے اس کی بھی ایک وجہ ہے کہ مکمل سورت سب سے پہلے سورہ فاتحہ ہی نازل ہوئی اس سے پہلے چند سورتوں کی متفرق آیات ہی کا نزول ہوا تھا (مظہری) صحیحین کی ایک طویل حدیث میں نبوت اور وحی کی ابتد کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر سلسلہ وحی رویائے صالحہ یعنی سچے خوابوں سے شروع ہوا جس کی کیفیت یہ تھی کہ جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے بالکل اسکے مطابق واقعہ پیش آتا اور اس میں کسی تعبیر کی بھی ضرورت نہ تھی، صبح کی روشنی کی طرح واضح طور خواب میں دیکھا ہوا واقعہ سامنے آجاتا تھا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کو مخلوق سے یکسوئی اور خلوت میں عبادت کرنے کا داعیہ قوی پیش آیا جس کے لئے آپ نے غار حرا کو منتخب فرمایا (یہ غار مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت البقیع سے کچھ آگے ایک پہاڑ پر ہے جس کو جبل النور کہا جاتا ہے اس کی چوٹی دور سے نظر آتی ہے) حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ اس غار میں جاکر راتوں رہتے اور عبادت کرتے تھے جب تک اہل و عیال کی خبرگیری کی ضرورت پیش نہ آتی وہیں مقیم رہتے تھے اور اس وقت کے لئے آپ ضروری توشہ لے جاتے تھے اور پھر توشہ ختم ہونے کے بعد حضرت خدیجہ ام المومنین کے پاس تشریف لاتے اور مزید کچھ دنوں کے لئے توشہ لے جاتے یہاں تک کہ آپ اسی غار حراء میں تھے کہ اچانک آپ کے پاس حق یعنی وحی پہنچی (غار حراء میں خلوت گزینی کی مدت میں علماء کا اختلاف ہے۔ صحیحین کی روایت ہے کہ آپ نے ایک ماہ یعنی پورے ماہ رمضان اس میں قیام فرمایا۔ ابن اسحق نے سیرت میں اور زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا کہ اس سے زیادہ مدت کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے اور یہ عبادت جو آپ غار حراء میں نزول وحی سے پہلے کرتے تھے اس وقت نماز وغیرہ کی تعلیم تو ہوئی نہ تھی، بعض حضرات نے فرمایا کہ نوح اور ابراہیم اور عیسی علیہم السلام کی شرائع کے مطابق عبادت کرتے تھے مگر نہ کسی روایت سے اس کا ثبوت ہے اور نہ آپ کے امی ہونے کی وجہ سے یہ احتمال صحیح ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اس وقت آپ کی عبادت محض مخلوق سے انقطاع اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ خاص اور تفکر کی تھی (مظہری)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وحی آنے کی صورت یہ ہوئی کہ فرشتہ یعنی جبرئیل امین آپؐ کے پاس آیا، اور آپ سے کہا اقراء یعنی

پڑھئے' آپؐ نے فرمایا ما انا بقاری یعنی میں پڑھنے والا نہیں ہوں (کیونکہ آپؐ امّی تھے' اور جبرئیل امین کے قول اقراء کی مراد آپؐ پر اس وقت واضح نہ تھی کہ کیا اور کس طرح پڑھوانا چاہتے ہیں کیا کوئی لکھی ہوئی تحریر دیں گے جس کو پڑھنا ہوگا اس لئے اپنے امی ہونے کا عذر کردیا) حضرت صدیقہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے اس جواب پر جبرئیل امین نے مجھے آغوش میں لے کر اتنا دبایا کہ مجھے اس کی تکلیف محسوس ہونے لگی اس کے بعد مجھے چھوڑ دیا اور پھر وہی بات کہی اقراء میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں تو پھر جبرئیل امین نے دوبارہ آغوش میں لے کر اتنا دبایا کہ مجھے اس کی تکلیف محسوس ہونے لگی پھر چھوڑ دیا اور تیسری مرتبہ کہا اقراء میں نے پھر وہی جواب دیا ما انا بقاری تو تیسری مرتبہ پھر آغوش میں دبایا پھر چھوڑ کر کہا' اقراء باسم ربک الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقراء وربک الاکرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم ○

قرآن کی یہ (سب سے پہلی پانچ) آیتیں لے کر آپؐ گھر واپس تشریف لائے آپؐ کا دل کانپ رہا تھا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر فرمایا زملونی زملونی مجھے ڈھانپو مجھے ڈھانپو (حضرت خدیجہ نے آپؐ پر کپڑے ڈالے) یہاں تک کہ یہ ہیبت کی کیفیت رفع ہوئی (یہ کیفیت اور کپکپی جبرئیل علیہ السلام کے خوف سے نہیں تھی کیونکہ آپؐ کی شان اس سے بہت بلند وبالا ہے بلکہ اس وحی کے ذریعہ جو نبوت و رسالت کی ذمہ داری آپؐ کو سونپی گئی اس کا بار گراں محسوس فرمانے اور ایک فرشتہ کو اس کی اصلی ہیئت میں دیکھنے سے طبعی طور پر یہ ہیبت کی کیفیت پیدا ہوئی)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ افاقہ کے بعد رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو غار حراء کا پورا واقعہ سنایا اور فرمایا کہ اس سے مجھ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہوگیا۔ حضرت خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہرگز ناکام نہ ہونے دیں گے کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ بوجھ میں دبے ہوئے لوگوں کا بوجھ اٹھالیتے ہیں۔ بے روزگار آدمی کو کسب پر لگادیتے ہیں ان کو شاید کتب سابقہ توریت و انجیل سے یا اس کے علماء سے یہ بات معلوم ہوئی ہوگی کہ جس شخص کے اخلاق و عادات ایسے کریمانہ ہوں وہ محروم و ناکام نہیں ہوا کرتا اس لئے اس طریقے سے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی)

اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ ابن نوفل کے پاس لے گئیں یہ زمانہ جاہلیت ہی میں بت پرستی سے تائب ہوکر نصرانی ہوگئے تھے (کیونکہ اس وقت کا دین حق یہی تھا) ورقہ ابن نوفل (لکھے پڑھے آدمی تھے عبرانی زبان بھی جانتے تھے اور عربی تو ان کی مادری زبان تھی) وہ عبرانی زبان میں بھی لکھتے تھے اور انجیل کو عربی زبان میں لکھتے تھے اور اس وقت وہ بہت بوڑھے تھے' بڑھاپے کی وجہ سے بینائی جاتی رہی تھی' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا کہ میرے چچا زاد بھائی ذرا اپنے بھتیجے کی بات تو سنو۔ ورقہ ابن نوفل نے آنحضرت ﷺ سے حال دریافت کیا تو آپ نے غار حرا میں جو کچھ دیکھا تھا بیان کردیا۔ ورقہ بن نوفل نے سنتے ہی کہا کہ یہ وہ ہی ناموس یعنی فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا کاش میں آپؐ کی نبوت کے زمانے میں قوی ہوتا' اور کاش کہ میں اس وقت زندہ ہوتا جبکہ آپؐ کی قوم آپ کو (وطن سے) نکالے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے (تعجب سے پوچھا) کیا میری قوم مجھے نکال دے گی' ورقہ نے کہا کہ بلاشبہ نکالے

گی کیونکہ جب بھی کوئی آدمی وہ پیغام حق اور دین حق لے کر آیا ہے جو آپؐ لائے ہیں تو ان کی قوم نے ان کو ستایا ہے اور اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو میں آپؐ کی پُرزور مدد کرونگا مگر ورقہ اس کے چند ہی روز کے بعد انتقال کرگئے اور اس واقعہ کے بعد وحی قرآن کا سلسلہ رک گیا (بخاری و مسلم) فترت وحی کی مدت کے متعلق سہیلی کی روایت یہ ہے کہ ڈھائی سال تک رہی اور بعض روایات میں تین سال کی مدت بیان کی گئی ہے (مظہری)

اقراء باسم ربک الذی خلق' باسم ربک میں لفظ اسم بڑھانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ قرآن جب بھی پڑھیں اللہ کا نام لے کر یعنی **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھ کر شروع کریں جیسا کہ خلاصہ تفسیر میں لکھا گیا ہے' دوسرا اشارہ اس میں اس عذر کے جواب کا ہے جو آپؐ نے پیش کیا تھا کہ میں قاری نہیں' باسم ربک کے لفظ سے اس طرف اشارہ کیا گیا کہ اگرچہ آپؐ اپنی موجودہ حالت کے اعتبار سے امی ہیں لکھے پڑھے نہیں مگر آپؐ کے رب کو سب قدرت ہے وہ امی شخص کو اعلی علوم اور خطابت کا سلیقہ اور فصاحت و بلاغت کا وہ درجہ سکھا سکتا ہے کہ جس کے سامنے بڑے بڑے لکھے پڑھے عاجز ہو جائیں جیسا کہ بعد میں اس کا ظہور ہوا (مظہری) اور اس جگہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے لفظ رب کو خصوصیت سے اختیار کرنے میں اس مضمون کی مزید تائید و تاکید ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ آپ کا پروردگار ہے ہر طرح کی تربیت کرتا ہے وہ امی ہونے کے باوجود آپ سے پڑھوا بھی سکتا ہے **الذی خلق** صفات الٰہیہ میں سے اس جگہ صفت تخلیق کو خصوصیت سے ذکر کرنے میں شاید یہ حکمت ہو کہ مخلوقات پر جیسے انعامات و احسانات حق تعالیٰ کے ہیں ان میں سب سے پہلا انعام اس کو وجود عطا کرنا ہے جو تخلیق ربانی کے ذریعہ عطا ہوتا ہے' اور اس جگہ خلق کا

مفعول یعنی جس چیز کو پیدا کیا وہ ذکر نہیں کی گئی اس میں اشارہ عموم کی طرف ہے کہ ساری ہی کائنات اس کی مخلوق ہیں۔

خلق الانسان من علق' الذی خلق میں پوری کائنات کی تخلیق کا بیان ہوا تھا خلق الانسان میں اشرف المخلوقات انسان کی تخلیق کا ذکر فرمایا کہ غور سے دیکھو تو پوری کائنات و مخلوقات کا خلاصہ انسان ہے' جہاں میں جو کچھ ہے اس کی نظائر انسان کے وجود میں موجود ہیں اسی لئے انسان کو عالم اصغر کہا جاتا ہے اور انسان کی تخصیص بالذکر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نبوت و رسالت اور قرآن کے نازل کرنے کا مقصد احکام الہیہ کی تنفیذ و تعمیل ہے وہ انسان ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ علق کے معنے منجمد خون کے ہیں انسان کی تخلیق پر مختلف دور گذرے اور گزرتے ہیں اس کی ابتداء مٹی اور عناصر سے ہے پھر نطفہ سے اس کے بعد علقہ یعنی منجمد خون بنتا ہے پھر مضغہ گوشت پھر ہڈیاں وغیرہ پیدا کی جاتی ہیں۔ علقہ ان تمام ادوار تخلیق میں ایک درمیانہ ہے اس کو اختیار کر کے اس کے اول و آخر کی طرف اشارہ ہو گیا۔

اقراء وربک الاکرم' یہاں لفظ اقراء کو مکرر لایا گیا ہے جس کی ایک وجہ خلاصہ تفسیر میں آچکی ہے اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ پہلا اقراء تو خود آپ کے پڑھنے کے لئے فرمایا تھا' یہ دوسرا تبلیغ و دعوت اور لوگوں کو پڑھانے کے لئے فرمایا اور اگر محض تاکید کے لئے تکرار ہو تو وہ بھی کچھ بعید نہیں۔ اور صفت و اکرام میں اس طرف اشارہ ہے کہ تخلیق عالم اور تخلیق انسان میں اللہ تعالیٰ کی اپنی کوئی غرض اور نفع نہیں بلکہ یہ سب بتقاضائے جودوکرم ہے' کہ بے مانگے کائنات کو وجود کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔

الذی علم بالقلم' تخلیق انسانی کے بعد اس کی تعلیم کا بیان ہے کیونکہ تعلیم

ہی وہ چیز ہے جو انسان کو دوسرے تمام حیوانات سے ممتاز اور تمام مخلوقات سے اشرف و اعلیٰ بناتی ہے پھر تعلیم کی عام صورتیں دو ہیں ایک زبانی تعلیم دوسرے بذریعہ قلم تحریر وخط سے۔ ابتدائے سورت میں لفظ اقراء میں اگرچہ زبانی تعلیم ہی کی ابتداء ہے مگر اس آیت میں جہاں تعلیم دینے کا بیان آیا ہے اس میں قلمی تعلیم کو مقدم کر کے بیان فرمایا ہے۔

تعلیم کا سب سے پہلا اور اہم ذریعہ قلم اور کتابت ہے'

ایک صحیح حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لما خلق اللہ الخلق کتب فی کتابہ فھو عندہ فوق العرش' ان رحمتی غلبت غضبی'** یعنی اللہ تعالیٰ نے ازل میں جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں جو عرش پر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ کلمہ لکھا کہ "میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی"

اور حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اول ما خلق اللہ القلم فقال لہ اکتب فکتب مایکون الی یوم القیمتہ فھو عندہ فی الذکر فوق عرشہ'** یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ لکھے' اس نے تمام چیزیں جو قیامت تک ہونے والی تھیں لکھدیں' یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے پاس عرش پر ہے (قرطبی)

قلم کی تین قسمیں

علماء نے فرمایا ہے کہ عالم میں قلم تین ہیں۔ ایک سب سے پہلا قلم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور تقدیر کائنات لکھنے کا اس کو حکم دیا'

دوسرے فرشتوں کے قلم جس سے وہ تمام ہونے والے واقعات اور ان کی مقادیر کو نیز انسانوں کے اعمال کو لکھتے ہیں۔ تیسرے عام انسانوں کے قلم جن سے وہ اپنے کلام لکھتے اور اپنے مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کتابت درحقیقت بیان کی ایک قسم ہے اور بیان انسان کی مخصوص صفت ہے (قرطبی) امام تفسیر مجاہد نے ابو عمرو سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں چار چیزیں اپنے دست قدرت سے خود بنائی اور ان کے سوا باقی مخلوقات کے لئے حکم دیا کن یعنی ہو جاوہ موجود ہو گئیں۔ یہ چار چیزیں یہ ہیں۔ قلم، عرش، جنت عدن، آدم علیہ السلام

علم کتابت سب سے پہلے دنیا میں کس کو دیا گیا۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ فن کتابت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو سکھایا گیا تھا اور سب سے پہلے انہوں نے لکھنا شروع کیا (کعب احبار) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سب سے پہلے یہ فن حضرت ادریس علیہ السلام کو ملا ہے اور سب سے پہلے کاتب دنیا میں وہی ہیں (ضحاک) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر شخص جو کتابت کرتا ہے وہ تعلیم منجانب اللہ ہی ہے۔

خط و کتابت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قلم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر یہ نہ ہوتا تو نہ کوئی دین قائم رہتا نہ دنیا کے کاروبار درست ہوتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں

کو ان چیزوں کا علم دیا جن کو وہ نہیں جانتے تھے اور ان کو جہل کی اندھیری سے نور علم کی طرف نکالا اور علم کتابت کی ترغیب دی کیونکہ اس میں بے شمار اور بڑے منافع ہیں جن کا اللہ کے سوا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔ تمام علوم و حکم کی تدوین اور اولین و آخرین کی تاریخ ان کے حالات و مقالات اور اللہ تعالیٰ کی نازل ہوئی کتابیں سب قلم ہی کے ذریعہ لکھی گئیں اور رہتی دنیا تک باقی رہیں۔ اگر قلم نہ ہو تو دنیا و دین کے سارے ہی کام مختل ہو جائیں۔

علمائے سلف و خلف نے ہمیشہ خط و کتابت کا بہت اہتمام کیا ہے۔

علمائے سلف و خلف نے ہمیشہ تعلیم خط و کتابت کا بڑا اہتمام کیا ہے جس پر ان کی تصانیف کے عظیم الشان ذخائر آج تک شاہد ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے اس دور میں علماء و طلباء نے اس اہم ضرورت کو ایسا نظرانداز کیا ہے کہ سیکڑوں میں دو چار آدمی مشکل سے تحریر کتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں فالی اللہ المشتکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتابت کی تعلیم نہ دینے کا راز

حق تعالیٰ جل شانہ نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو لوگوں کے فکروقیاس سے بالاتر بنانے کے لئے آپ کی جائے پیدائش سے لے کر آپ کے ذاتی حالات تک سب ایسے بنائے تھے کہ جن میں کوئی انسان اپنی ذاتی کوشش و محنت سے کوئی کمال حاصل نہیں کرسکتا۔ جائے پیدائش کے لئے عرب کا صحرا تجویز ہوا جو متمدن دنیا اور علم و حکمت کے گہواروں سے بالکل کٹا ہوا تھا

اور راستے اور مواصلات اتنے دشوار گزار تھے کہ شام و عراق اور مصر وغیرہ کے متمدن شہروں سے یہاں کے لوگوں کا کوئی جوڑ نہ تھا' اسی لئے عرب سب کے سب ہی امیین کہلاتے ہیں' ایسے ملک اور ایسے قبائل میں آپ پیدا ہوئے اور پھر حق تعالے نے ایسے سامان کئے کہ عرب کے لوگوں میں جو خال خال کوئی علم و حکمت اور خط و کتابت سیکھ لیتا تھا' آپ کو اس کے سیکھنے کا بھی موقع نہ دیا گیا' ان حالات میں پیدا ہونے والے انسان سے علم و حکمت اور اخلاق فاضلہ عالیہ کا کس طرح تصور ہو سکتا ہے۔ اچانک حق تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا اور علم و حکمت کا غیر منقطع سلسلہ آپ کی زبان مبارک پر جاری فرمادیا' فصاحت و بلاغت میں عرب کے بڑے بڑے شعراء وبلغاء آپ کے سامنے عاجز ہو گئے یہ ایک ایسا کھلا ہوا معجزہ تھا کہ ہر آنکھوں والا اس کو دیکھ کر یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے کمالات انسانی سعی و عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے غیبی عطیات ہیں' خط و کتابت کی تعلیم نہ دینے میں بھی یہی حکمت تھی (ماخوذ از قرطبی)

علم الانسان مالم یعلم'اس سے پہلی آیت میں تعلیم کے ایک خاص ذریعہ کا ذکر تھا جو عام طور پر تعلیم کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی قلمی تعلیم۔

ذریعہ علم صرف قلم نہیں بلکہ بے شمار ذرائع ہیں۔

اس آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اصل تعلیم دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے لئے ذرائع تعلیم بے شمار ہیں' کچھ قلم ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم دیا جس سے وہ پہلے ناواقف تھا' اس میں قلم یا کسی دوسرے ذریعہ تعلیم کا ذکر نہ فرمانے سے اس طرف اشارہ ہے

کہ حق تعالیٰ کی یہ تعلیم انسان کی ابتداء آفرینش سے جاری ہے کہ اول اس میں عقل پیدا کی جو سب سے بڑا ذریعہ علم ہے' انسان اپنی عقل سے خود بغیر کسی تعلیم کے بہت سی چیزیں سمجھتا ہے پھر اس کے پس و پیش میں اپنی قدرت کاملہ کے ایسے مناظر اور دلائل قدرت رکھدیئے جن کا مشاہدہ کرکے وہ اپنی عقل سے اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان سکے۔ پھر وحی اور الہام کے ذریعہ بہت سی چیزوں کا علم انسان کو عطا فرمایا اور بہت سی ضروری چیزوں کا علم انسان کے ذہن میں خود بخود پیدا فرمادیا جس میں کسی زبان یا قلم کی تعلیم کا دخل نہیں' ایک بے شعور بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے ساتھ ہی اپنی غذا کے مرکز یعنی ماں کی چھاتیوں کو پہچان لیتا ہے پھر چھاتی سے دودھ اتارنے کے لئے منہ کو دبانا (اس کو کس نے سکھایا اور کون سکھا سکتا تھا' پھر اس کو ایک ہنر رونے کا اللہ تعالیٰ نے اول ولادت ہی سے سکھادیا' بچے کا یہ رونا اس کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اس کو روتا ہوا دیکھ کر ماں باپ اس فکر میں پڑ جاتے ہیں کہ اس کو کیا تکلیف ہے۔ اس کی بھوک پیاس' سردی' گرمی کی سب ضروریات اسی رودینے سے ہی پوری ہوتی ہیں۔ یہ رونے کی تعلیم اس نومولود کو کون کرسکتا تھا اور کس طرح کرتا۔ یہ سب وہی علم ہے جو اللہ تعالیٰ ہر جاندار کے خصوصاً انسان کے ذہن میں پیدا فرمادیتا ہے۔ اس ضروری علم کے بعد پھر زبانی تعلیم پھر قلبی تعلیم کے ذریعہ اس کے علوم میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور مالم یعلم یعنی جس کو وہ نہیں جانتا تھا اس کے کہنے کی بظاہر کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ عادۃً تعلیم تو اسی چیز کی ہوتی ہے جس کو انسان نہیں جانتا اس کے فرمانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اس خداداد علم و ہنر کو انسان اپنا ذاتی کمال نہ سمجھ بیٹھے' مالم یعلم سے اشارہ فرمادیا کہ انسان پر ایک ایسا وقت بھی آیا ہے جب وہ کچھ نہیں جانتا

تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اخرجکم من ء بطون امھاتکم لا تعلمون شیئا" یعنی اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے بطن سے ایسی حالت میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے، معلوم ہوا کہ انسان کو جو بھی علم و ہنر ملا ہے اس کا ذاتی نہیں بلکہ سب خالق و مالک کا عطیہ ہے۔ (مظہری) اور بعض حضرات مفسرین نے اس آیت میں انسان سے حضرت آدم یا نبی کریم ﷺ کو مراد قرار دیا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں جن کو تعلیم دی گئی وعلم آدم الاسماء کلھا' اور نبی کریم ﷺ وہ آخری پیغمبر ہیں جن کی تعلیم میں تمام انبیاء سابقین کے علوم اور لوح و قلم کے علوم شامل ہیں کما قال **ومن علومک علم اللوح والقلم**

صفت ثانیہ ھدی للناس

ھدی مصدر ہے اور اسی طرح ہدایت بھی مصدر ہے۔ اور ہدایت کے تین معنی آتے ہیں۔ راستہ دکھانا اور منزل مقصود تک پہنچانا یا دل میں اتارنا اور یہاں اول معنی مراد ہے ثانی یا ثالث مراد نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن راستہ دکھاسکتا ہے۔ منزل مقصود تک نہیں پہنچاسکتا۔ منزل مقصود تک پہنچانا یا ہدایت دل میں اتارنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اور یہ ھدی ھاد کے معنی میں ہے یعنی قرآن ہدایت دکھانے والا ہے۔ اور اس پر ھدی کا اطلاق مبالغتہ کیا گیا ہے۔ یعنی یہ قرآن بے حد اور کثرت کے ساتھ ہدایت دکھانے والا ہے۔ اور اس مبالغہ کی وجہ یہ ہے کہ تمام انبیاء (علیہم الصلوات والسلام) پر اتاری ہوئی کتابوں کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ پس اسکا مقصد یہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک اور آپ کے بعد آج تک جتنے لوگوں نے ہدایت پائی اور انشاء اللہ تاقیامت پاتے رہیں گے یہ سب قرآن مجید کی

فیوضات و برکات ہیں۔ للناس۔ یہ لفظ اصل میں اناس ہے یہ اسم جمع ہے اسم جمع وہ ہوتی ہے کہ اس کا معنی تو جمع والا ہو مگر ان اوزان میں سے نہ ہو جو علماء صرفیین نے جمع کے لئے مقرر کئے ہیں۔ یہ یا تو نسیان سے بنا ہے اور یا انس سے بنا ہے۔ اصطلاح میں نسل آدم علیہ السلام کو انسان کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے قرآن نازل فرمایا ہے اور اس میں انس و محبت کے اصول رکھے ہیں تاکہ وہ انسان انہیں اپنائے اور حقیقی انسان بنے۔ اصل میں انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے اس کو ایسی تعلیم کی ضرورت ہے کہ جس پر وہ عمل کرکے اللہ تعالیٰ کی صفت عزیز و کریم کا مظہر بنے اور وہ تعلیم قرآن مجید میں ہے کیونکہ قرآن کریم انسان کو آپس میں محبت پیار اور انس کی تعلیم دیتا ہے۔

صفت ثالثہ بینت من الھدی

اس جملہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تیسری صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ قرآن مجید ہدایت کی بینات ہے۔ بینات بینۃ کی جمع ہے جو بیان سے بنا ہے اس کا معنی اظہار مافی الضمیر ہے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں ہر وہ چیز جس سے عقیدہ توحید کا تعارف ہو وہ بیان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہاں جمع (بینات) کا صیغہ لگایا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے تعارف کے لئے بہت سے نمونے اور دلائل پیش فرمائے ہیں۔ یہ دلائل عقلی بھی ہیں اور نقلی بھی ہیں۔ اور دلائل وحی بھی ہیں۔ اور اسی طرح عبادات (نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے تعارفی نمونے ہیں۔ اس لئے صیغہ جمع لگایا ہے ان دلائل کی تفصیل کچھ جلد اول میں بیان ہوگئی ہے۔ اور کچھ جلد ثانی میں

اور زکوۃ وغیرہ کی تفصیل جلد سادس اور سابع میں آئے گی اور روزہ کی تفصیل اس جلد ثالث میں بیان ہوگی۔

صفت رابعہ والفرقان

یہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی چوتھی صفت فرقان بیان فرمائی ہے۔ یہ فرقان فرق سے بنا ہے۔ فرق کے معنی جدا کرنا ہے۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ قرآن پر اس کا اطلاق اس لئے فرمایا کہ قرآن حق و باطل خیرو شر اور حلال و حرام میں فرق کرکے بتاتا ہے۔ اور یہ فرق دو قسم ہے ایک تو ظاہری طور پر اس کی تفصیل بیان کرنا ہے جو قرآن مجید میں مفصل موجود ہے۔ اور دوسرا فرق باطنی ہے۔ یعنی قرآن مجید کے بیان کردہ اصولوں پر عمل کرنے سے انسان میں ایک قوت ملکہ اور وجدان پیدا ہوتا ہے جس سے انسان وہ فرق معلوم کرلیتا ہے۔ جیسا کہ ایک ماہر ڈاکٹر یا طبیب انسان کے اندر کے مرض کو پہچان لیتا ہے اور ادویات کے خواص کو جانتا ہے۔

بہرحال سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے شروع والے جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا نزول ماہ رمضان میں ہوا ہے مگر یہ تفصیل نہیں کہ نزول رات کو ہوا یا دن کو۔ اور رات کو ہوا تو کس رات کو ہوا؟ پس قرآن مجید کی سورہ القدر میں فرمایا ہے کہ یہ نزول لیلتہ القدر میں ہوا چنانچہ اس کی پوری تفصیل معارف القرآن مولفہ مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

انا انزلنه فی لیلة القدر○ وما ادرک ما لیلة القدر○ لیلة القدر خیر من الف شهر○ تنزل الملئکته والروح فیها باذن ربهم من کل امر○ سلم هی حتی مطلع

الفجر○

ہم نے اس کو اتارا شب قدر میں اور تو نے کیا سمجھا کہ کیا ہے شب قدر شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے اترتے ہیں فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کے حکم سے ہر کام پر امان ہے وہ رات صبح کے نکلنے تک

خلاصہ تفسیر

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے (تحقیق شب قدر میں نازل ہونے کی سورہ دخان میں گزری ہے) اور (زیادت تشویق کے لئے فرماتے ہیں) آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے (آگے جواب ہے کہ) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے' کذا فی الخازن اور وہ رات ایسی ہے کہ) اس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی طرف) اترتے ہیں (اور وہ شب) سراپا سلام ہے (جیسا حدیث بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً" مروی ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ میں آتے ہیں اور جس شخص کو قیام و قعود ذکر میں مشغول دیکھتے ہیں تو اس پر صلوۃ بھیجتے ہیں یعنی اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور خازن نے ابن الجوزی سے اس روایت میں یسلمون بھی بڑھایا ہے یعنی سلامتی کی دعا کرتے ہیں اور یصلون کا حاصل بھی یہی ہے کیونکہ رحمت و سلامتی میں تلازم ہے اسی کو قرآن میں سلام فرمایا ہے اور امر خیر سے مراد یہی ہے' اور نیز روایات میں اس میں توبہ کا قبول ہونا' ابواب سماء کا مفتوح ہونا اور ہر مومن پر ملائکہ کا سلام کرنا آیا ہے۔ کذافی در منثور۔ اور ان امور کا بواسطہ

ملا ئکہ کے ہونا اور موجب سلامت ہونا ظاہر ہے یا امر سے مراد وہ امور ہیں جن کا عنوان سورہ دخان میں امر حکیم اور اس شب میں ان کا طے ہونا ذکر فرمایا ہے اور وہ شب قدر (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے (یہ نہیں کہ اس شب کے کسی حصہ خاص میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو)

معارف ومسائل

شان نزول:۔ ابن ابی حاتم نے مجاہد سے مرسلا" روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا حال ذکر کیا۔ جو ایک ہزار مہینے سے بہتر قرار دیا ہے۔ اور ابن جریر نے بروایت مجاہد ایک دوسرا واقعہ یہ ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد کا یہ حال تھا کہ ساری رات عبادت میں مشغول رہتا اور صبح ہوتے ہی جہاد کے لئے نکل کھڑا ہوتا دن بھر جہاد میں مشغول رہتا' ایک ہزار مہینے اس نے اسی مسلسل عبادت میں گزار دیئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ قدر نازل فرماکر اس امت کی فضیلت سب پر ثابت فرمادی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر امت محمدیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ (مظہری)

ابن کثیر نے یہی قول امام مالک کا نقل کیا ہے اور بعض ائمہ شافعیہ نے اس کو جمہور کا قول لکھا ہے۔ خطابی نے اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے مگر بعض محدثین نے اس میں اختلاف کیا ہے (ماخوذ ابن کثیر)

لیلتہ القدر کے معنے:۔ قدر کے ایک معنی عظمت و شرف کے ہیں۔ زہری وغیرہ حضرات علماء نے اس جگہ یہی معنی لئے ہیں اور اس رات کو لیلتہ القدر کہنے کی وجہ اس رات کی عظمت و شرف ہے۔ اور ابوبکر وراق نے فرمایا کہ اس رات کو لیلتہ القدر اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بے عملی کے سبب کوئی قدروقیمت نہ تھی اس رات میں توبہ و استغفار اور عبادت کے ذریعہ وہ

صاحب قدر و شرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنی تقدیر و حکم کے بھی آتے ہیں' اس معنے کے اعتبار سے لیلتہ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لئے جو کچھ تقدیر ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس حال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لئے مامور ہیں' اس میں ہر انسان کی عمر اور موت اور رزق اور بارش وغیرہ کی مقداریں مقررہ فرشتوں کو لکھوادی جاتی ہیں یہاں تک کہ جس شخص کو اس سال میں حج نصیب ہوگا وہ بھی لکھدیا جاتا ہے اور یہ فرشتے جن کو یہ امور سپرد کئے جاتے ہیں۔ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ چار ہیں۔ اسرافیل' میکائیل' عزرائیل' جبرئیل علیہم السلام (قرطبی)

سورہ دخان کی آیت **انآ انزلنہ فی لیلتہ مبرکہ انا کنا منذرین ○ فیھا یفرق کل امر حکیم○ امرا" من عندنا** میں یہ مضمون خود صراحت کے ساتھ آگیا ہے کہ اس لیلتہ مبارکہ میں تمام امور تقدیر کے فیصلے لکھے جاتے ہیں اور اس آیت کی تفسیر میں گزر گیا ہے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک لیلتہ مبارکہ سے مراد بھی لیلتہ القدر ہی ہے' اور بعض حضرات نے جو لیلہ مبارکہ سے نصف شعبان کی رات یعنی لیلہ البراءت مراد لی ہے تو وہ اس کی تطبیق اس طرح کرتے ہیں کہ ابتدائی فیصلے امور تقدیر کے اجمالی طور پر شب براءت میں ہوجاتے ہیں پھر ان کی تفصیلات لیلتہ القدر میں لکھی جاتی ہیں اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے ہوتی ہے جس کو بغوی نے بروایت ابوالضحی نقل کیا ہے اس میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سال بھر کے تقدیری امور کا فیصلہ تو شب براءت یعنی نصف شعبان کی رات میں کرلیتے ہیں پھر شب قدر میں یہ فیصلے متعلقہ فرشتوں کے سپرد کردئے جاتے ہیں

(مظہری) اور یہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ امور تقدیر کے فیصلے اس رات میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں جو امور تقدیر نافذ ہونا ہیں وہ لوح محفوظ سے نقل کرکے فرشتوں کے حوالے کردیئے جاتے ہیں اور اصل نوشتہ تقدیر ازل میں لکھا جاچکا ہے۔

لیلتہ القدر:۔

اتنی بات تو قرآن کریم کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شب قدر ماہ رمضان المبارک میں آتی ہیں مگر تاریخ کے تعین میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جو چالیس تک پہنچتے ہیں مگر تفسیر مظہری میں ہیکہ ان سب اقوال میں صحیح یہ ہے کہ لیلتہ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے مگر آخری عشرہ کی کوئی خاص تاریخ متعین نہیں بلکہ ان میں سے کسی بھی رات میں ہوسکتی ہے وہ ہر رمضان میں بدلتی بھی رہتی ہے۔ اور ان دس میں سے خاص طاق راتیں یعنی ۲۱۔ ۲۳۔ ۲۵۔ ۲۷۔ ۲۹ میں ازروئے احادیث صحیحہ زیادہ احتمال ہے۔ اس قول میں تمام احادیث جو تعیین شب قدر کے متعلق آئی ہیں جمع ہوجاتی ہیں جن میں ۱۲۔ ۲۳۔ ۲۵۔ ۲۷۔ ۲۹ راتوں میں شب قدر ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اگر شب قدر کو ان راتوں میں دائر اور ہر رمضان میں منتقل ہونے والا قرار دیا جائے تو یہ سب روایات حدیث اپنی اپنی جگہ درست اور ثابت ہوجاتی ہیں کسی میں تاویل کی ضرورت نہیں رہتی' اسی لئے اکثر ائمہ فقہاء نے اس کو عشرہ اخیرہ میں منتقل ہونے والی رات قرار دیا ہے۔ ابوقلابہ' امام مالک' احمد بن حنبل' سفیان ثوری' اسحاق بن راہویہ ابوثور' مزنی' ابن خزیمہ وغیرہ سب نے یہی فرمایا ہے اور ایک روایت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس کے موافق منقول ہے اور دوسری روایت میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہے کہ یہ رات منتقل ہونے والی نہیں بلکہ معین ہے (ابن کثیر)

صحیح بخاری میں حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے آیا ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا **تحروا لیلۃ القدر فی العشر الاواخر من رمضان**، یعنی شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **فاطلبوھا فی الوتر منھا** یعنی شب قدر کو رمضان کے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں طلب کرو (مظہری)

لیلۃ القدر کے بعض فضائل اور اس رات کی مخصوص دعا:

اس رات کی سب سے بڑی فضیلت تو وہی ہے جو اس سورت میں بیان ہوئی ہے کہ اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں یعنی تراسی سال سے زائد کی عبادت سے بہتر ہے پھر بہتر ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں، کتنی بہتر ہے کہ دوگنی چوگنی دس گنی سوگنی وغیرہ سبھی احتمالات ہیں۔

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شب قدر میں عبادت کے لئے کھڑا رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر میں وہ تمام فرشتے جن کا مقام سدرۃ المنتہی پر ہے جبرئیل امین کے ساتھ اترتے ہیں اور کوئی مومن مرد یا عورت ایسی نہیں جس کو وہ سلام نہ کرتے ہوں بجز اس آدمی کے جو شراب یا خنزیر کا گوشت کھاتا ہو

اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص شب قدر کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم و بد نصیب ہے۔ شب قدر میں بعض حضرات کو خاص انوار کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے مگر نہ یہ سب کو حاصل ہوتا ہے نہ رات کی برکات اور ثواب حاصل ہونے میں ایسے مشاہدات کا کچھ دخل ہے اس

لئے اس کی فکر میں نہ پڑنا چاہئے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر میں شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا کروں آپؐ نے فرمایا کہ یہ دعا کرو **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی** یا اللہ آپ بہت معاف کرنے والے ہیں اور معافی کو پسند کرتے ہیں۔ میری خطائیں معاف فرما۔ (قرطبی)

انآ انزلنه فی لیلة القدر' اس آیت میں تصریح ہے کہ قرآن کریم شب قدر میں نازل ہوا' اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ پورا قرآن لوح محفوظ سے اس رات میں اتارا گیا پھر جبرئیل امین اس کو تدریجاً" تیئس سال کے عرصہ میں حسب ہدایت تھوڑا تھوڑا لاتے رہے اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ابتدائے قرآن اس رات میں چند آیتوں سے ہو گیا باقی بعد میں نازل ہوتا رہا۔

تمام آسمانی کتابیں رمضان ہی میں نازل ہوئی ہیں:۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صحف ابراہیم علیہ السلام تیسری تاریخ رمضان میں' اور تورات چھٹی تاریخ میں اور انجیل تیرہویں تاریخ میں اور زبور اٹھارویں تاریخ رمضان میں نازل ہوئی ہیں اور قرآن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیسویں تاریخ رمضان میں اترا ہے۔ (مظہری)

تنزل الملئکة والروح' روح سے مراد جبرئیل امین ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل امین فرشتوں کی بڑی جماعت کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں' اور جتنے اللہ کے بندے مرد و عورت نماز یا ذکراللہ میں مشغول ہوتے ہیں سب کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ (مظہری)

من کل امر میں حرف من بمعنے باء ے جیسے **یحفظونه من امرالله** میں بھی من بمعنے باء استعمال ہوا ہے۔ معنے یہ ہیں کہ فرشتے لیلتہ القدر میں تمام سال کے اندر پیش آنے والے تقدیری واقعات لے کر زمین پر اترتے ہیں۔ اور بعض حضرات مفسرین مجاہد وغیرہ نے **من کل امر** کو سلام کے ساتھ متعلق کرکے یہ معنے قرار دئے ہیں کہ یہ رات سلامتی ہے "ہر شرو آفت اور بری چیز سے (ابن کثیر)

سلام" عبارت کی اصل **هی سلام** ہے۔ لفظ ھی حذف کردیا گیا' معنے یہ ہیں کہ یہ رات سلام اور سلامتی ہے اور خیر ہی خیر ہے اس میں شر کا نام نہیں (قرطبی) اور بعض حضرات نے تقدیر عبارت سلام ہو قرار دے کر اس کو **من کل امر** کی صفت بنایا اور معنی یہ ہوئے کہ یہ فرشتے ہر ایسا امر لے کر آتے ہیں جو خیرو سلام ہے۔ (مظہری)

هی حتی مطلع الفجر' یعنی لیلتہ القدر کی یہ برکات رات کے کسی خاص حصہ کی ساتھ مخصوص نہیں شروع رات سے طلوع فجر تک ایک ہی حکم ہے۔

فائدہ:۔ ان آیات میں لیلتہ القدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے اندر بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا۔ ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے وہ مراد ہیں جن میں شب قدر شامل نہ ہو اس لئے کوئی اشکال نہیں (کذا ذکرہ ابن کثیر عن مجاہد)

اختلاف مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شب قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں' کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شب قدر قرار پائے گی اس جگہ اسی رات میں شب قدر کے برکات حاصل ہونگے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ:۔ جس شخص نے شب قدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی اس نے بھی اس رات کا ثواب پالیا' اور جو شخص جتنا زیادہ کرے گا زیادہ ثواب پائے گا۔ صحیح مسلم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرلی تو آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا' اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی تو پوری رات جاگنے عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا

قرآن مجید کو لیلتہ القدر میں اتارنے کی حکمت

گزشتہ مضمون نزول قرآن کا خلاصہ اور لب لبابیہ ہے کہ چونکہ لیلتہ القدر میں افراد اور اقوام کی تقدیریں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ مگر یہ تفصیل نہیں بتائی کہ کن کی تقدیریں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ بس اس رات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا ہے۔ اور اس میں بتادیا ہے کہ کن افراد اور اقوام کی تقدیریں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ یعنی جو اس پر عمل کرے گا اس کی تقدیر بن جائے گی اور جو اس کی خلاف ورزی کرے گا اس کی تقدیر بگڑ جائے گی۔ مگر تقدیر دو قسم ہے دنیوی اور اخروی اب ہم پہلے ان لوگوں کے نمونے پیش کریں گے کہ جن لوگوں نے اس قرآن مجید پر عمل کیا اور ان کی دنیاوی اور اخروی تقدیر بن گئی اور جنہوں نے اس پر عمل نہ کیا وہ تباہ و برباد ہوگئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلے آیات قرآنیہ پیش کی جائیں گی۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک

فاولئک هم الفسقون○ (سورہ النور آیت ۵۵)

اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی اور ان کے لئے جس دین کو پسند کیا ہے اسے مستحکم کردے گا اور البتہ ان کے خوف کو بدل دے گا امن سے۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد ناشکری کرے وہی فاسق ہوں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انا فتحنا لک فتحا" مبینا" ○ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویھدیک صراطا" مستقیما"○ وینصرک اللہ نصر"ا عزیز"ا○ ھوالذی انزل السکینۃ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا" مع ایمانھم ط وللہ جنود السموت والارض ط وکان اللہ علیما" حکیما"○ لیدخل المومنین والمومنت جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ویکفر عنھم سیاتھم ط وکان ذالک عنداللہ فوز"ا عظیما" ○ ویعذب المنفقین والمشرکین والمشرکت الظآنین باللہ ظن السوء ط علیھم دآئرۃ السوء ج وغضب اللہ علیھم ولعنھم واعدلھم جھنم ط وسآء ت مصیر"ا ○ وللہ جنود السموت والارض ط وکان اللہ عزیز"ا حکیما" ○ انآ ارسلنک شاھد"ا ومبشر"ا ونذیر"ا○ لتومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ ط وتسبحوہ بکرۃ" واصیلا ○ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ○ یداللہ فوق ایدیھم ج فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ج ومن اوفی بما عھد علیہ اللہ فسیوء تہ اجر"ا عظیما○ سیقول لک المخلفون من الاعراب شغلتنآ اموالنا واھلونا فاستغفرلنا ج یقولون بالسنتھم ما لیس فی قلوبھم ط قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا" ان ارادبکم ضر"ا او اراد

بكم نفعا" ط بل كان الله بما تعملون خبير"ا ○ بل ظننتم ان لن ينقلب الرسول
والمومنين الى اهليهم ابد"ا وزين ذلك فى قلوبكم وظننتم ظن السوء وكنتم
قوما" بور"ا ○ ومن لم يومن بالله ورسوله فانآ اعتدنا للكفرين سعير"ا ○ ولله
ملك السموات والارض ط يغفر لمن يشآء ويعذب من يشآء ط وكان الله غفور"ا
رحيما" ○ سيقول المخلفون اذاانطلقتم الى مغانم لتاخذوها ذرونا نتبعكم ج
يريدون ان يبدلوا كلم الله ط قل لن تتبعونا كذلكم قال الله من قبل
فسيقولون بل تحسدوننا ط بل كانوا لا يفقهون الا قليلا" ○ قل للمخلفين
الاعراب ستدعون الى قوم الى باس شديد تقاتلونهم او يسلمون ج فان تطيعوا يوتد
الله اجر"ا حسنا وان تتولوا كما توليتم من قبل يعذبكم عذابا" اليما" ○ لي
على الاعمى حرج ولا على الاعرج حرج ولا على المريض حرج" ط ومن يطع ال
ورسوله يدخله جنت تجرى من تحتها الانهر ج ومن يتول يعذبه عذابا" اليما
لقد رضى الله عن المومنين اذيبايعونك تحت الشجرة فعلم مافى قلوبهم فا
السكينته عليهم واثابهم فتحا" قريبا" ○ ومغانم كثيرة" ياخذونها ط وك
الله عزيز"ا حكيما" ○ وعدكم الله مغانم كثيرة" تاخذونها فعجل لكم هـ
وكف ايدى الناس عنكم ج ولتكون اية للمومنين ويهديكم صراطا" مستقيما
○ واخرى لم تقدروا عليها قد احاط الله بها ط وكان الله على كل شىء" قدير"ا
○ ولو قاتلكم الذين كفروا لولواالادبار ثم لا يجدون وليا" ولا نصير"ا ○ سنة
الله التى قد خلت من قبل ولن تجد لسنة الله تبديلا" ○ وهوالذى كف ايديهم
عنكم وايديكم عنهم ببطن مكة من م بعد ان اظفركم عليهم ط وكان الله بما
تعملون بصير"ا ○ هم الذين كفروا وصدوكم عن المسجد الحرام والهدى
معكوفا" ان يبلغ محله ط ولو لا رجال" مومنون ونسآء" مومنت لم تعلموهم ان

تطؤهم فتصيبكم منهم معرة بغير علمج ليدخل اللّٰه فى رحمته من يشآء لوتزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم عذابا" اليما ○ اذ جعل الذين كفروا فى قلوبهم الحمية حمية الجاهلية فانزل اللّٰه سكينته على رسوله وعلى المومنين والزمهم كلمة التقوى وكانوآ احق بها واهلها ط وكان اللّٰه بكل شى ء" عليما ○ لقد صدق اللّٰه رسوله الرّءيا بالحق ج لتدخلن المسجد الحرام ان شآء اللّٰه امنين محلقين رء وسكم ومقصرين لا تخافون فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحا" قريبا" ○ هوالذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى باللّٰه شهيد"ا ○ محمد رسول اللّٰه ط والذين معه اشدآء على الكفار رحمآء بينهم ترهم ركعا" سجد"ا يبتغون فضلا" من اللّٰه ورضوانا" سيماهم فى وجوههم من اثر السجود ط ذلك مثلهم فى التورة ومثلهم فى الانجيل كزرع اخرج شطئه فازره فاستغلظ فاستوى على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار وعداللّٰه الذين امنوا وعملوا الصلحت منهم مغفرة" واجر"اعظيما" ○

بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تاکہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردے اور اپنی نعمت آپ پر تمام کردے اور تاکہ آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے اور تاکہ اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔ وہی تو ہے جس نے ایمانداروں کے دلوں میں اطمینان اتارا تاکہ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور آسمانوں اور زمین کے لشکر سب اللہ ہی کے ہیں اور اللہ خبردار حکمت والا ہے تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان پر سے ان کے گناہ دور کردے گا اور اللہ کے ہاں یہ بڑی کامیابی ہے اور تاکہ منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور عورتوں کو عذاب دے جو اللہ نے بارے میں

برا گمان رکھتے ہیں انہیں پر بری گردش ہے اور اللہ نے ان پر غضب نازل کیا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ ہی کے سب لشکر آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔ بیشک ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تاکہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت کرو اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرو بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کررہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کررہے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ پس (جو اس عہد کو) توڑ دے گا سو توڑنے کا وبال خود اسی پر ہوگا اور جو وہ عہد پورا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے سو عنقریب وہ اسے بہت بڑا اجر دے گا۔ عنقریب آپ سے وہ لوگ کہیں گے جو بدویوں میں سے پیچھے رہ گئے تھے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور اہل و عیال نے مشغول رکھا سو آپ ہمارے لئے مغفرت مانگئے وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے کہہ دو وہ کون ہے جو اللہ کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے بلکہ اللہ تمہارے سب اعمال پر خبردار ہے۔ بلکہ تم نے خیال کیا تھا کہ رسول اللہ اور مسلمان اپنے گھر والوں کی طرف کبھی واپس نہ لوٹیں گے اور تمہارے دلوں میں یہ بات اچھی معلوم ہوئی اور تم نے بہت برا گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ تھے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے سو ہم نے ایسے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے اور آسمانوں اور زمین کی حکومت اللہ ہی کے لئے ہے وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ عنقریب کہیں گے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے جب تم غنیمتوں کی طرف ان کے

لینے کے لئے جانے لگو گے کہ ہمیں چھوڑو ہم تمہارے ساتھ چلیں وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا حکم بدل دیں کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہ چلو گے اللہ نے اس سے پہلے ہی ایسا فرمایا ہے پس وہ کہیں گے کہ (نہیں) بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ وہ لوگ بات ہی کم سمجھتے ہیں ان پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہہ دو کہ بہت جلد تمہیں ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لئے بلایا جائے گا تم ان سے لڑو گے یا وہ اطاعت قبول کرے گی پھر اگر تم نے حکم مان لیا تو اللہ تمہیں بہت ہی اچھا انعام دے گا اور اگر تم پھر گئے جیسا کہ پہلے پھر گئے تھے تو تمہیں سخت عذاب دے گا نہ اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر ہی کچھ گناہ ہے اور نہ بیمار ہی پر کچھ گناہ ہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو نافرمانی کرے گا تو اسے سخت سزا دے گا۔ بے شک اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پھر اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اس نے ان پر اطمینان نازل کر دیا اور انہیں جلدی ہی فتح دے دی اور بہت سی نعمتیں بھی دے گا جنہیں وہ لیں گے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے اللہ نے تم سے بہت سی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کرو گے پھر تمہیں اس نے یہ جلدی دے دی اور اس نے تم سے لوگوں کے ہاتھ روک دیئے اور تاکہ ایمان لانے والوں کے لئے یہ ایک نشان ہو اور تاکہ تمہیں سیدھے راستہ پر چلائے اور بھی فتوحات ہیں کہ جو (اب تک) تمہارے بس میں نہیں آئیں البتہ اللہ کے بس میں ہیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر کافر تم سے لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑتے پھر نہ کوئی حمایتی پاتے نہ کوئی مددگار اللہ کا قدیم دستور پہلے سے یونہی چلا آتا ہے اور تو اس کے دستور

کو بدلا ہوا نہ پائے گا اور وہی ہے جس نے وادی مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کردیا تھا اور اللہ ان سب باتوں کو جو تم کررہے تھے دیکھ رہا تھا۔ وہ تو وحی میں جنہوں نے انکار کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو روکے رکھا اس سے کہ وہ اپنی قربانگاہ تک پہنچیں اور اگر کچھ مرد ایمان والے اور عورتیں ایمان والی نہ ہوتیں جنہیں تم نہیں جانتے تھے کہ تم انہیں پامال کردیتے پھر ان کی طرف سے تم پر ناوانستگی سے الزام آتا (تو تمہیں لڑنے سے نہ روکا جاتا)' تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے اگر وہ ٹل گئے ہوتے تو ہم ان میں سے جو کافر ہیں انہیں دردناک عذاب دیتے جب کہ کافروں نے اپنے دل میں سخت جوش پیدا کیا تھا جہالت کا جوش تھا پھر اللہ نے بھی اپنی تسکین اپنے رسول پر ایمان والوں پر نازل کردی اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور وہ اسی کے لائق اور قابل بھی تھے اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے بے شک اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا کردکھایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم امن کے ساتھ مسجد حرام میں ضرور داخل ہوگے اپنے سر منڈاتے ہوئے اور بال کتراتے ہوئے بے خوف و خطر ہوں گے پس جس بات کو تم نہ جانتے تھے اس نے اسے جان لیا تھا پھر اس نے اس سے پہلے ہی ایک فتح بہت جلدی کردی وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے ہر ایک دین پر غالب کرے اور اللہ کی شہادت کافی ہے محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں تو انہیں دیکھے گا کہ رکوع و سجود کررہے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہیں ان کی شناخت ان کے چہروں میں سجدہ کا نشان ہے [illegible] ان کا تورات میں ہے

اور انجیل میں ان کا وصف ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے قوی کردیا پھر موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی کسانوں کو خوش کرنے لگی تاکہ اللہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ دلائے اللہ نے ان میں سے ایمان داروں اور نیک کام کرنے والوں کے لئے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے)۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں تیس آیات نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی سورہ النور کی آیت پچپن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید پر عمل کرنے والوں کے ساتھ تین وعدے فرمائے ہیں۔ نمبرا وعدہ خلافت۔ نمبر۲ استحکام دین نمبر۳ اور امن۔ اور آیت کے آخر میں دو شرطیں بیان فرمائی ہیں کہ یہ تین وعدے ان کے ساتھ ہیں جو میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور آخر میں فرمایا ہے کہ جو عہد شکنی کرے گا تو اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوگی۔ اور باقی آیات سورہ الفتح کی ہیں۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم ﷺ کی امت سے سورہ النور والی آیت میں جو مواعید ثلاثہ فرمائے ہیں ان کی تکمیل اور ایفا کا ذکر ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہجری ۶ میں نبی کریم ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ ادا کررہے ہیں تو آپؐ نے اسے اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھا۔ اور جب اسے صحابہ کے سامنے بیان فرمایا تو انہوں نے بھی اسے اللہ تعالیٰ کا حکم ہی سمجھا۔ تو پھر سارے عمرہ ادا کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ تمام شہر مدینہ میں اور اس کے مضافات میں اعلان کرادیا گیا کہ آپ ﷺ عمرہ کرنے جارہے ہیں سب تیار ہو جاؤ چنانچہ آپؐ کے ساتھ چودہ سو افراد تیار ہوگئے۔ اور مدینہ سے روانہ ہوکر جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین نے روک دیا۔ پھر نبی کریمؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان

کے پاس سفیر بناکر بھیجا کہ ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اور حضرت عثمان ﷺ جب مکہ پہنچے تو انہیں مذاکرات میں دیر لگی۔ ادھر یہ بات مشہور ہوگئی کہ مشرکین نے حضرت عثمان ﷺ کو شہید کردیا ہے تو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کیا اور فرمایا کہ اب ہم مشرکین سے جنگ لڑیں گے کیونکہ انہوں نے ہمارا سفیر شہید کرایا ہے اور آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے بیٹھے اور تمام صحابہ سے بیعت علی الموت لی اور تمام صحابہ نے آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ شہادت عثمان ﷺ کی یہ خبر غلط تھی اور حضرت عثمان ﷺ جب واپس تشریف لائے اور مشرکین کا وفد بھی آیا اور انہوں نے آپ ﷺ سے صلح کی پیش کش کی کہ آپؐ اس سال واپس تشریف لے جائیں اور آئندہ سال آکر عمرہ ادا کریں اور ہمارے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کریں۔ تو آپؐ نے اسے پسند فرمایا اور ان کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ فرمایا تھا اس کی چار صورتیں تھیں بعض کے ساتھ تو کوئی معاہدہ ہی نہیں تھا اور بعض کے ساتھ معاہدہ تو تھا مگر اس کی مدت متعین نہیں کی تھی اور بعض کے ساتھ معاہدہ تھا مگر اسکی مدت دس سال سے کم تھی۔ اور مشرکین مکہ کے ساتھ دس سال تک جن نہ کرنے کا معاہدہ تھا اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس صلح سے خوش نہیں تھے مگر آپؐ کے فیصلہ کے سامنے سب نے سرتسلیم خم کیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح نازل فرمائی اور اس میں مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اس صلح میں تمہاری فتح ہے کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ نے مختلف قبائل سے جو علیحدہ علیحدہ معاہدے فرمائے تھے ان کی وجہ سے ہجری ۵ میں غزوہ احزاب کے موقعہ پر مشرکین عرب کا جو محاذ قائم ہوا تھا وہ ٹوٹ گیا اور یہ بڑی فتح تھی۔ اور اسی

طرح اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں نبی کریم ﷺ کو اور آپؐ کی امت کو اور بھی بہت سی فتوحات کی بشارات سنائی ہیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ پہنچے تو ہجری ۷ میں غزوہ خیبر درپیش آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وہاں فتح عطا فرمائی اور اس کے بعد آپؐ نے ہجری ۷ میں فوت شدہ عمرہ کی قضا کی۔ اور اس کے بعد مشرکین مکہ نے جو وعدہ شکنی کی تو نبی کریم ﷺ ہجری ۸ میں ان پر حملہ کیا تو مکہ فتح ہوگیا۔ اور اس کے بعد فتح مکہ کے ساتھ ہی حنین والوں نے آپ ﷺ پر حملہ کا پروگرام بنایا تو آپؐ نے ان کا بھی مقابلہ کیا اور فتح ہوئی۔ اور اس کے بعد دنیا کی اس وقت کی سب سے بڑی حکومت روم نے مدینہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا اور آپ ﷺ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تبوک محاذ پر پہنچے تو وہ بھی مقابلہ نہ کرسکے۔ اور پورے جزیرہ عرب پر نبی کریم ﷺ اور آپؐ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حکومت قائم ہوگئی۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے صحابہ کو مکمل طور پر رومیوں پر اور ایرانیوں پر فتح عطا فرمائی تھی اور لیلتہ القدر میں اترنے والے قرآن مجید پر عمل کرنے کی بدولت ان کی یہ تقدیر بنی تھی تفصیل کے لئے حیات صحابہ مولفہ حضرت مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆

حضورؐ کے نفقہ کی کیفیت

حضرت عبداللہ ہوزنیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت بلالؓ سے جو حضورؐ کے موذن ہیں حلب میں ملا۔ میں نے عرض کیا اے بلال! مجھ سے بیان کیجئے کہ حضورؐ کے نفقہ کی کیا صورت تھی' حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ آپؐ کے پاس کچھ نہیں تھا مگر میں ہی وہ آدمی تھا کہ آپؐ کی طرف سے اس کام کے لئے جب سے کہ اللہ پاک نے آپؐ کو مبعوث فرمایا اور وفات دی مامور تھا۔ جب آپؐ کے پاس کوئی مسلمان آتا اور آپؐ اس کو محتاج دیکھتے مجھے حکم دیتے میں جاتا اور ادھار لیتا چادر خریدتا اور کچھ کھانے کی چیز لیتا اسے چادر اڑھاتا اور کھانا کھلاتا یہاں تک کہ مشرکین میں سے ایک آدمی میرے سامنے آیا اور اس نے کہا' اے بلال میرے پاس بڑی گنجائش ہے لہذا تم سوائے میرے اور کسی سے ادھار نہ لیا کرو' چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا ایک دن کی بات ہے کہ میں نے وضو کیا پھر میں نماز کے لئے اذان دینے کھڑا ہوا میں نے دیکھا کہ وہی مشرک تاجروں کی جماعت کے ساتھ ہے جب اس نے مجھے دیکھا کہا اے حبشی! میں نے کہا میں حاضر ہوں وہ مجھ سے بڑی ترشروئی سے پیش آیا اور اس نے بہت بڑی اور سخت باتیں کہیں اور کہا کیا تمہیں پتہ ہے کہ تمہارے وعدے اور مہینہ کے ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں میں نے کہا مدت قریب آگئی ہے اس نے کہا کل چار راتیں باقی ہیں میں تمہیں اس قرضہ کے عوض میں پکڑ لوں گا جو میرا تمہارے اوپر ہے۔ میں نے تمہیں جو کچھ دیا تمہاری بزرگی اور شرافت یا تمہارے

صاحبؓ کی بزرگی اور شرافت کی وجہ سے نہیں دیا تھا میں نے تو تمہیں اس لئے دیا ہے تاکہ تم میرے غلام ہوجاؤ اور میں تم کو نقصان پہنچاؤں میری بکریاں اسی طرح چراؤ جیسا کہ پہلے چرایا کرتے تھے' حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ اس بات نے میرے جی میں وہ رنج و ملال پیدا کیا جو انسانوں کے نفس میں ہونا چاہیے میں وہاں سے گیا اور میں نے نماز کے لئے اذان دی اور جب میں عشا کی نماز سے فارغ ہوگیا اور حضور ﷺ اپنے اہل کی طرف لوٹ گئے تو میں نے آپؐ کے پاس داخلہ کی اجازت چاہی مجھے اجازت ملی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں اس مشرک نے جس کا میں نے آپؐ سے تذکرہ کیا تھا کہ میں اس سے ادھار لیتا ہوں اس نے آج ایسا ایسا کہا ہے' آپؐ کے پاس بھی وہ مال نہیں کہ جو آپؐ میری طرف سے قرض ادا کریں اور نہ میرے پاس ہے اور وہ مجھے رسوا کرے گا لہٰذا آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں بعض ان قبائل میں چلا جاؤں جو اسلام لائے ہیں جب تک اللہ پاک اپنے رسول کو وہ دے دے کہ آپؐ میری جانب سے ادا کرسکیں چنانچہ میں آپؐ کے پاس سے اپنے مکان آیا میں نے اپنی تلوار لی اور چھوٹا نیزہ اور بڑا نیزہ اور اپنے دونوں جوتے لئے اور سر کے نیچے رکھے اور آسمان کے اس کنارے کی طرف جدھر صبح طلوع ہوتی ہے منہ کرکے لیٹ گیا جب کبھی سو جاتا چوکنا ہوکر اٹھتا یہی دیکھتا کہ ابھی رات ہے تو پھر سو جاتا' یہاں تک کہ صبح کاذب لکڑی کی طرح ظاہر ہوئی اور میں نے چلنے کا ارادہ کیا اچانک میں نے سنا کہ کوئی پکار رہا ہے اے بلال! رسول ﷺ کے پاس چل! چنانچہ میں چلا اور آپؐ کے پاس آیا' پس اچانک چار اونٹنیاں جن پر ان کا بوجھ لدا ہوا تھا' میں نے آپؐ کے یہاں دیکھیں میں آپؐ کے پاس آیا اور میں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی حضورؐ نے مجھ سے فرمایا خوش ہوجاؤ' اللہ پاک تمہارے پاس تمہارے قرضہ کی ادائیگی کا سامان لے

آیا' پس میں نے اللہ پاک کی تعریف کی آپؐ نے فرمایا کیا تم ان چاروں اونٹنیوں پر جو بیٹھی ہوئی تھیں گذرے نہیں؟ میں نے عرض کیا جی ہاں مَیں نے وہ دیکھی ہیں ' آپؐ نے فرمایا کہ وہ اونٹنیاں بھی اور جو کچھ ان پر ہے سب تیرا ہے مَیں نے دیکھا کہ ان پر کپڑے اور غلے لدے ہوئے ہیں جو فدک کے رئیس نے آپؐ کے لئے بطور ہدیہ بھیجا تھا اور فرمایا تم اے بلال! انہیں لے لو اور اپنا قرضہ ادا کردو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا میں نے ان اونٹنیوں پر سے بوجھ اتارا پھر میں نے ان کے آگے چارا ڈالا اور پھر صبح کی نماز کی اذان کا ارادہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے میں بقیع کی طرف گیا اور اپنے دونوں کانوں میں میں نے انگلی دے کر بلند آواز سے کہا جس کو حضورؐ سے قرض کا مطالبہ کرنا ہے آجائے' چنانچہ میں سامان بیچتا رہا اور قرض ادا کرتا رہا' اور اسی کام کو کر رہا تھا یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر روئے زمین میں کوئی قرض باقی نہ رہا۔ اور میرے پاس دو اوقیہ یا ڈیڑھ اوقیہ بچ رہے اس کے بعد میں مسجد چلا گیا اور دن کا اکثر حصہ جا لیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضورؐ مسجد میں تن تنہا تشریف فرما ہیں میں نے آپؐ کو سلام کیا آپؐ نے فرمایا جو کچھ تمہاری جانب تھا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے ہر وہ شے جو رسول اللہ ﷺ کے ذمہ تھی ادا کرادی اب کوئی قرض نہیں رہا آپؐ نے فرمایا کچھ بچ رہا؟ میں ے عرض کیا جی ہاں دو دینار' آپؐ نے فرمایا دیکھو' ان دونوں سے بھی مجھے راحت پہنچاؤ' جب تک کہ تم انہیں خرچ کرکے مجھے راحت نہ پہنچاؤ گے میں اپنے گھر میں داخل نہ ہوں گا حسن اتفاق کہ ہمارے پاس کوئی نہ آیا لہٰذا آپؐ نے وہ رات صبح تک مسجد میں گذاری اور دوسرے دن بھی شام تک مسجد میں رہے جب دن آخر ہو چلا تو دو سوار آئے میں ان دو دیناروں کو لے کر گیا میں نے ان دونوں کو کپڑے پہنائے اور ان کو کھانا کھلایا جب آپؐ عشاء کی نماز سے فارغ ہوگئے آپؐ نے مجھے

بلایا اور دریافت فرمایا کہ جو تمہارے پاس تھے کیا ہوئے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ پاک نے آپؐ کو ان سے راحت دی' آپؐ نے اللہ اکبر کہی اور اللہ کی تعریف فرمائی آپؐ کو یہ ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ آپؐ کی وفات ہوجائے اور آپؐ کے پاس وہ دینار رہیں پھر میں آپؐ کے پیچھے ہولیا آپؐ اپنی ازواج کے پاس تشریف لائے ایک ایک بیوی کو سلام کیا یہاں تک کہ آپؐ اپنی شب باشی کے مقام پر پہنچے پس اے عبداللہ! یہ وہ گذر اوقات ہے جس کو تو نے مجھ سے پوچھا!

نبی ﷺ کا مال تقسیم کرنا اور اس کی کیفیت

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس کثیر مال کو جانتی ہوں جو نبی اکرم ﷺ کے پاس آپؐ کی وفات تک آیا آپؐ کے پاس رات کے کچھ حصہ میں ایک تھیلی آئی جس میں آٹھ سو درہم تھے اور ایک پرچہ تھا۔ آپؐ نے اس کو میرے پاس بھیج دیا اور اس رات آپؐ کے رہنے کی باری میرے ہی یہاں تھی آپؐ عشاء کی نماز پڑھ کر مکان پر واپس آئے آپؐ کا انتظار کرتی رہی ۔ آپؐ بہت دیر میں تشریف لائے پھر آپؐ مصلے کی طرف لوٹ گئے (اور نماز شروع کردی) آپؐ ساری رات اسی طرح کرتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کو صبح کی نماز کے لئے بلایا گیا آپؐ نے صبح کی نماز پڑھی اور واپس تشریف لائے اور مجھ سے دریافت فرمایا وہ درہم کی تھیلی کہاں ہے؟ جس نے ساری رات مجھے فتنہ میں ڈالے رکھا آپؐ نے اس تھیلی کو لیا اور اس کو تقسیم کردیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج رات تو آپؐ نے ایسی چیز کی جو آپؐ نہیں کیا کرتے تھے' آپؐ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھتا اور مجھے ان درہم کا خیال آتا پس میں آکر انہیں دیکھتا اور پھر لوٹ کر جاتا اور نماز پڑھتا۔

حضرت ابو موسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علاء بن حضرمیؓ نے بحرین سے رسول اللہ ص کے پاس اسی ہزار بھیجے' آپؐ کے پاس اس سے قبل اور اس کے بعد اتنا مال نہیں آیا آپؐ نے اس کے متعلق حکم دیا اور یہ مال چٹائی پر ڈال دیا گیا نماز کے لئے اذان دی گئی' حضورؐ تشریف لائے کھڑے ہو کر مال کی طرف جھکے' لوگ آئے اور آپؐ نے ان کو دینا شروع کر دیا ان دنوں گنتی اور ترازو کا رواج نہیں تھا۔ آپؐ مٹھی بھر بھر کر دے رہے تھے آپؐ کے پاس حضرت عباسؓ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے یوم بدر میں اپنا فدیہ اور حضرت عقیلؓ کا فدیہ ادا کیا ہے اور عقیلؓ کے پاس مال نہیں تھا آپؐ مجھ کو اس مال سے دیجئے' آپؐ نے فرمایا لیجئے' انہوں نے اپنے اس کمبل میں جو کالے رنگ کا اور دھاری دار تھا بھرا' پھر واپس ہونے کا ارادہ کیا لیکن اس کے اٹھانے کی طاقت نہ تھی حضورؐ کی طرف سر اٹھایا اور کہا یا رسول اللہ! اسے میرے اوپر لاد دیجئے' یہ دیکھ کر حضورؐ مسکرا دیئے اور آپؐ فرما رہے تھے خبردار ہو ان وعدوں میں ایک کا جو اللہ پاک نے مجھ سے کیا تھا پورا کر دیا اور دوسرے وعدے کو میں نہیں جانتا۔ **قل لمن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم اللّٰہ فی قلوبکم خیر"ا یوتکم خیرا" مما اخذ منکم ویغفر لکم** (سورہ انفال رکوع (۱) ترجمہ:۔ آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ انؐ سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالی کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہو گا تو جو کچھ تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا۔"

یہ اس سے بہتر ہے جو مجھ سے لیا گیا اور مجھے علم نہیں کہ مغفرت کے بارے میں کیا معاملہ کیا جائے

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مال تقسیم کرنا اور تقسیم میں مساوات کا لحاظ کرنا

حضرت سہل بن ابی حثمہؓ وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کا بیت المال موضع سخ میں تھا' ہر آدمی جانتا تھا اس کی کوئی پہرہ داری نہیں کرتا تھا' آپ سے عرض کیا گیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! آپ بیت المال پر کسی ایسے کو کیوں نہیں مقرر کر دیتے جو اس کی حفاظت کرے؟ آپ نے فرمایا اس پر کسی قسم کا خطرہ نہیں؟ میں نے عرض کیا کیوں؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس پر تالا لگا ہوا ہے اور جو کچھ اس میں ہوتا تھا سب دے دیا کرتے تھے اس میں کچھ باقی نہ رہتا تھا۔ جب حضرت ابو بکرؓ موضع سخ سے مدینہ منتقل ہوئے بیت المال کو بھی منتقل کر دیا اور جس گھر میں آپ رہتے تھے اسی میں بیت المال بنایا' آپ کے پاس قبلہ کی کانوں سے اور جہینہ کی کانوں سے بہت سا مال آیا' اور ابو سلیم کی کان بھی خلافت ابو بکرؓ میں فتح ہوئی وہاں سے بھی آپ کے پاس صدقہ کا مال آیا ان سب کو حضرت ابو بکرؓ نے بیت المال میں رکھا آپ ان لوگوں پر جماعت جماعت کر کے تقسیم کرتے تھے مثلاً" سو انسان کو اتنا اور اتنا' آپ لوگوں کے درمیان تقسیم کرنے میں آزاد اور غلام' مذکر اور مونث چھوٹے اور بڑے سبھی میں برابری کرتے تھے' اونٹ اور گھوڑے اور ہتھیار خریدتے ان سب کو اللہ کے راستے میں دے ڈالتے' اک سال آپ نے اونی کنارے دار چادریں خریدیں جن کو دیہات سے خرید کر لائے تے سردیوں میں مدینہ کی بیواؤں پر انہیں تقسیم کیا جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات ہو گئی اور دفن کر دیئے گئے تو حضرت عمرؓ نے امینوں کو بلایا اور ان کو لے کر حضرت ابو بکرؓ کے بیت المال میں داخل ہوئے' آپ کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوف' عثمان بن عفان رضی اللہ

تعالٰی عنہما تھے جب بیت المال کو کھولا تو نہ اس میں ایک دینار ملا اور نہ ایک درہم، ہاں مال کے نشانات تھے، زمین کریدی اس میں صرف ایک درہم ملا ان حضرات نے حضرت ابوبکرؓ کے لئے رحم کی دعا کی، مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے ایک آدمی درہم کا وزن کرنے والا تھا اور یہی آدمی حضرت ابوبکرؓ کے پاس جو مال آتا اس کا وزن کرتا تھا۔ وزن کرنے والے سے دریافت کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس جو مال آیا اس کی کتنی تعداد ہوگی؟ اس نے کہا دو لاکھ

اسماعیل بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے مال تقسیم کیا اس میں تمام لوگوں میں برابری کا لحاظ رکھا، حضرت عمرؓ نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ اصحاب بدر میں اور دیگر لوگوں میں مساوات کر رہے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا دنیا بلاغ ہے (یعنی بقدر زیست) اور بہترین بلاغ درمیانی درجہ کا ہے اصحاب بدر کو فضیلت ان کے اجر کی حیثیت سے ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے لوگوں نے کلام کیا کہ مال کی تقسیم میں لوگوں کی فضیلت کا لحاظ رکھیں آپ نے فرمایا کہ لوگوں کی فضیلت اللہ کے پاس ہے یہ گذر بسر کی چیز ہے اس میں برابری بہتر ہے اسلمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے لوگوں کے درمیان تقسیم میں مساوات برتی آپ سے عرض کیا گیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ! اگر آپ مہاجرین اور انصار کو فضیلت دیتے تو اچھا تھا حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں لوگوں سے خریداری کا معاملہ کرتا ہوں (یعنی برابر تولنا) اور سن لو کہ یہ معاش ہے اس میں ترجیح دینے کی بہ نسبت برابری بہتر ہے عمر بن عبداللہؒ غفرہ کے آزاد شدہ غلام کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پہلی تقسیم کی تو حضرت عمر بن خطابؓ نے آپ سے عرض کیا کہ مہاجرین اولین کو اور جنہوں نے اسلامی کارناموں میں سبقت کی ہے ان کو فضیلت دیجئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ کیا میں ان سے ان کی

سبقت اعمالی کو خیر لوں؟ لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے تقسیم میں ان کے درمیان مساوات برتی'

عمر مولی غفرہؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی تو بحرین سے مال آیا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جس کسی کا رسول اللہ ص کے ذمہ کچھ ہو یا آپؐ نے اس سے کوئی وعدہ کیا ہو وہ کھڑا ہو اور لے' یہ سن کر حضرت جابرؓ نے کھڑے ہوکر یہ کہا کہ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اگر میرے پاس بحرین سے مال آئے گا تو میں تجھے اس طرح اور اس طرح دوں گا یعنی تین دفعہ آپؐ نے اپنے ہاتھوں کی لپوں سے اشارہ کیا تھا' حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا اپنے دونوں ہاتھوں سے اس میں سے لپ بھرو' چنانچہ وہ پانچ سو درہم ہوئے تو آپ نے فرمایا ان کو ایک ہزار اور گن دو اور لوگوں کے درمیان دس دس درہم تقسیم کئے اور فرمایا کہ یہ وہ وعدہ ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے کیا تھا جب اگلا سال ہوا آپ کے پاس اس سے بھی زیادہ مال آیا آپ نے لوگوں کے درمیان بیس بیس درہم تقسیم کئے اور جب اس میں سے کچھ بچ رہا تو خادموں کو پانچ پانچ درہم آپ نے دیئے اور فرمایا کہ تم لوگوں کے لئے خادم ہیں جو تمہاری خدمت کرتے ہیں اور تمہاری تدبیر میں لگے رہتے ہیں ہم نے ان کو بھی عطیہ دیا لوگوں نے عرض کیا کہ اگر آپ مہاجرین اور انصار کو زیادہ دیتے تو اچھا تھا' چونکہ وہ لوگ اسلام لانے میں سابق ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے ان کے لئے ایک مرتبہ ہے آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا اجر اللہ تعالی پر ہے' یہ گذر اوقات کی چیز ہے اس میں ترجیح سے برابری بہتر ہے' اپنی تمام خلافت میں حضرت ابوبکرؓ اسی طرح کرتے رہے۔

حضرت عمرؓ کی تقسیم اور سبقت اسلامی اور خاندان نبوتؐ کا لحاظ

عمر مولی غفرہؒ کی جو روایت ابھی گذری ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوگئی اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو اللہ پاک نے ان کے زمانہ میں فتوحات کثیرہ کی اور ان کے پاس حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ سے زیادہ مال آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کی اس مال کے بارے میں ایک رائے تھی اور میرے لئے ایک دوسری رائے ہے' میں ان لوگوں کو جو سرکار دو عالم ﷺ سے لڑے ان لوگوں کی طرح نہیں کرسکتا جو آپؐ کے ساتھ جنگ میں شریک رہے چنانچہ مہاجرین اور انصار کو ترجیح دی پس جو لوگ ان حضرات میں سے بدر میں حاضر تھے' ان کے لئے پانچ پانچ ہزار مقرر کیا اور جو لوگ اہل بدر سے پہلے اسلام لائے تھے ان کے لئے چار چار ہزار اور حضور ﷺ کی ہر بیوی کے لئے سوائے حضرت صفیہؓ اور جویریہؓ کے بارہ بارہ ہزار ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھ چھ ہزار' انہوں نے اس کے لینے سے انکار کردیا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے دیگر ازواج کے لئے ہجرت کی وجہ سے وہ رقم مقرر کی ہے انہوں نے کہا کہ نہیں' آپ نے ان کے لئے ہجرت کی وجہ سے نہیں مقرر کی ہے آپ نے تو ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہونے کی وجہ سے مقرر کی ہے اور اس معاملہ میں ہم اور وہ ازواج برابر کی شریک ہیں حضرت عمرؓ نے اس بارے میں غور کیا اور ان سب کو برابر کردیا' حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے لئے حضورؐ کی رشتہ داری کی وجہ سے بارہ ہزار مقرر کئے اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لئے چار ہزار حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لئے پانچ پانچ ہزار' ان دونوں حضرات کو ان کے باپ کے ساتھ ملالیا چونکہ رسول اللہ ﷺ سے قرابت تھی اور اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کے لئے تین ہزار

مقرر کیا تو حضرت عبداللہ نے عرض کیا اے ابا جان! اسامہ بن زید کے لئے آپ نے وہ مقرر کیا اور میرے لئے تین ہزار؟ ان کے باپ میں کون سی فضیلت تھی جو آپ میں نہیں ہے؟ اور ان میں کون سی فضیلت ہے جو مجھ میں نہیں ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ان کے باپ حضور ﷺ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب تھے اور وہ خود رسول اللہ ﷺ کو تم سے زیادہ محبوب تھے' اور جو مہاجرین بدر میں شہید ہوئے ان کی اولاد کے لئے دو دو ہزار مقرر کئے حضرت عمرؓ کے پاس سے عمر بن سلمہؓ کا گذر ہوا آپ نے فرمایا کہ اے غلام ان کے لئے ایک ہزار کا اضافہ کر یہ سن کر محمد بن عبداللہؓ نے عرض کیا کس وجہ سے آپ ان کو ہم لوگوں سے زیادہ دے رہے ہیں؟ جو ہمارے باپ دادوں کے لئے فضیلت تھی وہ ان کے باپ کے لئے نہیں' حضرت عمرؓ نے فرمایا میں ان کے لئے ابی سلمہؓ کی وجہ سے دو ہزار مقرر کئے اور حضرت ام سلمہؓ کی وجہ سے ایک ہزار کا اضافہ اور کیا اگر تیرے لئے بھی ام سلمہؓ جیسی ماں ہوتی تو تیرے لئے بھی ایک ہزار کا اضافہ کرتا۔ اور عثمان بن عبداللہ بن عثمانؓ کے لئے جو حضرت طلحہ بن عبیدؓ اللہ کے بھتیجے ہیں آٹھ سو مقرر کئے اور حضرت نضر بن انسؓ کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے آپ سے حضرت طلحہؓ نے فرمایا آپ کے پاس عثمان کا بیٹا تو اسی جیسا آیا۔ آپ نے اس کے لئے آٹھ سو مقرر کئے اور آپ کے پاس انصاری لڑکا آیا اس کا نام دو ہزار والوں کی فہرست میں آپ نے لکھا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اس انصاری کے باپ سے یوم احد میں ملا اس کے باپ نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا تھا میرا خیال یہ ہے کہ حضورؐ شہید کردیئے گئے تو اس کے باپ نے تلوار سونتی اور اپنا نیزہ درست کیا اور کہا اگر محمد ﷺ قتل کردیئے گئے ہیں تو اللہ پاک زندہ ہے اسے وفات نہیں یہ کہہ کر وہ

لڑا اور شہید کردیا گیا اور فرمایا یہ بکری چراتا ہے کیا تم لوگوں کا ارادہ ہے کہ ان دونوں کو برابر کردوں؟۔ حضرت عمرؓ اسی طرح اپنی زندگی بھر تقسیم کرتے رہے۔

حضرت انس بن مالکؓ اور ابن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مہاجرین کا نام پانچ ہزار والوں کی فہرست میں لکھا اور انصار کا چار ہزار والوں کی فہرست میں اور جو لوگ کہ مہاجرین کی اولاد میں سے بدر میں حاضر نہیں ہوئے تھے ان کا نام بھی چار ہزار والوں کے فہرست میں لکھا انہیں میں سے سے عمر بن ابی سلمہ بن عبدالاسد مخزومی' اسامہ بن زید اور محمد بن عبداللہ بن جحش اسدی اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم تھے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے عرض کیا کہ ابن عمرؓ ان لوگوں میں سے نہیں وہ تو ایسے اور ایسے ہیں یہ سن کر ابن عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر میرا حق ہو تو آپ مجھے دیجئے ورنہ مجھے نہ دیجئے حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے فرمایا اس کا نام پانچ ہزار کی فہرست میں لکھو اور میرا نام چار ہزار کی فہرست میں' حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا میرا یہ ارادہ نہیں تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں اور تو پانچ ہزار پر جمع نہیں ہوں گے۔

حضرت زید بن اسلمؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے لوگوں کے لئے وظیفہ مقرر کیا حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے آپ کے پاس حضرت طلحہؓ اپنے بھتیجے کو لے کر آئے حضرت عمرؓ نے اس کے لئے اس سے کم مقرر کیا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا اے امیرالمومنین! آپ نے اس انصاری کو میرے بھتیجے پر فضیلت دی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں' اس لئے کہ میں نے اس انصاری کے والد کو دیکھا کہ یوم احد میں اپنی تلوار کو اس طرح

ڈھال بنائے ہوئے تھا جس طرح اونٹ (کجاوہ کے کپڑوں سے) ڈھک جاتا ہے۔

ناشرہ بن سمیؒ یزنی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یوم جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے آپ فرمارہے تھے' بے شک اللہ عز و جل نے مجھے اس مال کا خازن اور اس کا تقسیم کنندہ بنایا ہے پھر فرمایا بلکہ اللہ ہی اس کو تقسیم کرتا ہے میں سب سے پہلے خاندان نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ابتداء کروں گا پھر ان لوگوں کے ساتھ جو لوگوں میں زیادہ شریف ہیں چنانچہ آپ نے ازواج النبی ﷺ کے لئے دس دس ہزار مقرر کئے مگر حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن کے لئے اتنا نہیں مقرر کیا' حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ ہم ازواج کے درمیان مساوات برتتے تھے پس حضرت عمرؓ نے بھی ان کے درمیان مساوات برتی' اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں مہاجرین اولین حضرات کے ساتھ وظیفہ کی ابتدا کروں گا' اس لئے کہ ہم لوگ شہروں سے سختی اور ظلم کے ساتھ نکالے گئے پھر ان میں سے اشرف کے لئے وظیفہ مقرر کیا انہیں مہاجرین میں سے اہل بدر کے لئے پانچ ہزار' اور انصار میں سے جو غزوہ بدر میں حاضر تھے ان کے لئے چار ہزار او جو جنگ احد میں حاضر تھے ان کے لئے تین ہزار' اور فرمایا جس نے ہجرت میں جلدی کی ہے اس کے لئے عطیہ نے جلدی کی اور جس نے ہجرت میں دیر کی اس کے لئے عطیہ دیر کے پس ہرگز کوئی آدمی بجز اپنے اونٹ بٹھانے کی جگہ کے اور کسی کو ملامت نہ کرے (یعنی جیسا بویا ہے ویسا کاٹے گا) اور میں تم لوگوں سے خالد بن ولیدؓ کی معزولی کا عذر بیان کرتا ہوں' میں نے ان کو حکم دیا تھا کہ اس مال کو کمزور مہاجرین کے لئے روکیں' انہوں نے شریفوں کو' چکنی چپڑی بات کرنے والوں کو اور دیگر فقراء کو دیا لہٰذا میں نے ان سے ولایت لے

لی' اور ابو عبیدہؓ کو ولی بنادیا یہ سن کر ابو عمرو بن حفصؓ نے کہا خدا کی قسم! اے عمر بن خطاب! تم نے کیا عذر بیان کیا؟ تم نے اس شخص کو کام سے علیحدہ کیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے کام پر لگایا تھا اور تم نے وہ تلوار میان میں رکھ دی جس کو رسول اللہ ص نے سونتا تھا اور تم نے وہ جھنڈا گرادیا جس کو آپؐ نے کھڑا کیا تھا اور تم نے چچیرے بھائی سے حسد کا معاملہ کیا حضرت عمرؓ نے جواب دیا تم قریبی رشتہ دار نو عمر ہو اور اپنے چچیرے بھائی کے معاملہ میں تمھیں غصہ آگیا ہے۔

حضرت عمرؓ کا عطیات کے لئے محکمہ مقرر کرنا

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں حضرت ابو موسی اشعریؓ کے پاس سے حضرت عمرؓ کے پاس آٹھ لاکھ درہم لے کر حاضر ہوا مجھ سے دریافت کیا کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے کہا آٹھ لاکھ درہم' فرمایا بڑی اچھی بات ہے' میں نے کہا جی ہاں چنانچہ حضرت عمرؓ نے وہ رات اس طرح گذاری کہ آپ کو قطعاً" نیند نہ آئی جب صبح کی نماز کے لئے اذان دی گئی تو ان کی بیوی نے ان سے کہا آج رات آپ سوئے نہیں؟ فرمایا کہ عمر کو کیسے نیند آجاتی' لوگوں کے پاس وہ مال آگیا کہ اس جیسا ان کے پاس جب سے کہ ظہور اسلام ہوا ہے نہیں آیا' عمر کو یہ خطرہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ عمر ہلاک ہوجائے اور یہ مال اس کے پاس رہ جائے اور اس مال کو اس مال کو اس کے مصرف پر نہ لگایا ہو جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے کچھ اصحابؓ رسول اللہؐ آپ کے پاس جمع ہوئے آپ نے ان سے فرمایا کہ آج رات لوگوں کے پاس وہ مال آیا ہے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک اتنا مال نہیں آیا' میری ایک رائے ہے تم لوگ اس بارے میں مجھے مشورہ

دو' میری رائے ہے کہ میں لوگوں کو کیل سے ناپ ناپ کر دوں' صحابہ کرامؓ نے کہا اے امیر المومنین ایسا نہ کیجئے لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے اور مال کثیر ہوتا رہے گا آپ تو لوگوں کو لکھ کر دیجئے پس جب کبھی لوگ زیادہ ہوں اور مال زیادہ ہو آپ اسی تحریر کے مطابق ان کو دیتے رہیے گا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے مشورہ دو کہ نمبر اول میں ان میں سے کنہیں رکھوں؟ صحابہ کرامؓ نے کہا اس کا آپ کو اختیار ہے اس کام کے آپ ولی ہیں' اور بعض حضرات نے اس طرح کہا کہ امیر المومنین اس کو زیادہ جانتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا میں کسی اور طرح تقسیم نہ کروں گا لیکن اس طرح کہ پہلے حضورؐ کے ساتھ ابتدا کروں پھر جو آپؐ کے زیادہ قریب ہو اور اسی طرح سے سلسلہ بہ سلسلہ چنانچہ رجسٹر اسی طرح تیار کیا گیا ابتدا بنی ہاشم اور بنی مطلب کے ساتھ کی اور ان سب کو دیا اس کے بعد بنی عبد شمس کو ان کے بعد بنی نوفل بن عبد مناف کو' بنی عبد شمس کو بنی نوفل پر اس سبب سے مقدم رکھا کہ یہ ہاشم کے ماں جائے بھائی تھے'

جبیر بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مسلمانوں سے رجسٹر اور عملہ کے مقرر کئے جانے میں مشورہ کیا' حضرت علیؓ نے آپ سے کہا جو کچھ مال ہر سال آپ کے پاس جمع ہو اسے تقسیم کر دیا کیجئے اور اس میں سے کچھ نہ روکئے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ تمام لوگوں کے لئے مال کثیر کی ضرورت ہو گی' اور اگر لوگوں کا شمار نہ کیا جائے گا جس سے یہ پہچان ہو جائے کہ کس نے لیا ہے اور کس نے نہیں لیا ہے؟ تو ڈر یہ ہے کہ اس کام میں گڑبڑ ہو جائے گی۔ یہ سن کر ولید بن ہشام بن مغیرہؓ نے کہا' اے امیر المومنین! میں ملک شام گیا میں نے وہاں کے بادشاہوں کو دیکھا کہ انہوں نے رجسٹر اور اس کام کے لئے کارندے مقرر کئے ہیں لہٰذا آپ بھی رجسٹر اور کارندے مقرر کیجئے'

چنانچہ حضرت عمرؓ نے ان کی بات تسلیم کرلی' اور عقیل بن ابی طالبؓ مخرمہ بن نوفلؓ جبرین مطعم کو بلایا یہ لوگ قریش کے نسب سے اچھی طرح واقف تھے ان لوگوں کو حکم دیا کہ تم لوگوں کے نام علی حسب مراتب لکھو' چنانچہ ان لوگوں نے نام لکھے ابتداء بنی ہاشم کے ساتھ کی اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کا اور ان کی قوم کا نام لکھا' پھر حضرت عمرؓ کا اور ان کی قوم کا' ان کی خلافت کی وجہ سے' جب حضرت عمرؓ نے اسے دیکھا فرمایا کہ خدا کی قسم! اسی طراح میں پسند کرتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ کی قریب رشتہ داری کو مقدم رکھو' اور اس کے بعد پھر جو ان سے قریب سے قریب ہو اسی طرح ترتیب رکھتے چلے آؤ یہاں تک کہ تم عمر کو اس جگہ رکھو جہاں اللہ نے رکھا ہے'

اسلم کی حدیث میں ہے حضرت اسلمؒ کہتے ہیں کہ بنو عدی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں یا حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہیں؟ اور حضرت ابوبکرؓ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہیں اور ان لوگوں نے کہا کہ یہ بات ہم نے یوں کہی کہ کاش کہ آپ اپنے آپ کو اسی جگہ رکھتے جس جگہ اس قوم نے آپ کو رکھا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا واہ رے بنی عدی! تم لوگوں کا ارادہ ہے کہ میری پیٹھ پر سوار ہو کر کھاؤ اور میں اپنی نیکیوں کو تمہاری وجہ سے غارت کردوں؟ خدا کی قسم! ایسا نہیں ہوگا' تم جاؤ جب تمہاری پکار ہوگی جب آنا' اگرچہ رجسٹر تمہارے نام سے پہلے ہی بھر جائے' یعنی تمہارا نام سب کے آخر میں لکھا جائے میرے لئے دو ساتھی ہیں (حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ) جو ایک طریقہ پر چلے گر میں نے ان دونوں کے خلاف کیا تو مجھ سے اختلاف برتا جائے گا خدا کی قسم! جو کچھ فضیلت ہم نے دنیا میں حاصل کی اور جو کچھ اللہ پاک سے آخرت میں اپنے عمل پر ثواب کی امید رکھ رہے ہیں وہ سب حضرت محمد ﷺ

کے طفیل میں ہے۔ آپؐ ہی ہمارے لئے شرف و برگزیدگی ہیں اور آپؐ کی قوم تمام عرب میں اشرف ہے' پھر سلسلہ بہ سلسلہ آپؐ کے قریبی رشتہ دار' تمام عرب نے حضورؐ کی وجہ سے شرافت پائی اور اگرچہ ہمارا بعض بہت آباؤ اجداد کے بعد آپؐ کے خاندان سے جاکر ملتا ہے اور ہم عرب کے اور آپؐ کے نسب سے ملنے میں بہت بڑا فاصلہ ہے پھر ہم آپؐ سے مل کر حضرت آدم علیہ السلام تک چند ہی باپوں کا فاصلہ رکھتے ہیں خدا کی قسم! اگر عجم کے رہنے والے باعمل ہوں اور ہم لوگ بے عمل' پس وہی قیامت کے ہم سے زیادہ حضورؐ کے قریب ہیں' لہٰذا کوئی آدمی رشتہ داری کو نہ دیکھے اور اسی چیز کے لئے عمل کرے جو اللہ کے پاس ہے' بات اسی طرح پر ہے جس نے عمل میں کوتاہی کی نسب کے ذریعہ سبقت نہیں کر سکتا'

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ کی رائے کی طرف تقسیم کے بارے میں حضرت عمرؓ کی مراجعت

عمر بن عبداللہ مولی غفرہ کی روایت جو پہلے گذر چکی اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے دن نکلے' اللہ کی تعریف اور ثناء کے بعد فرمایا کہ مجھے تم میں سے بعض کہنے والے کی بات پہنچ گئی ہے کہ اگر عمر یا امیر المومنین مرجائے تو ہم فلاں کو ان کی جگہ قائم کرکے اس سے بیعت کریں' اور (سن لو) حضرت ابو بکرؓ کی خلافت اچانک واقع ہوئی ہاں خدا کی قسم! اچانک ہی واقع ہوئی تھی اور ہم لوگوں سے ابو بکرؓ جیسی مثال کیسے ہو سکتی ہے کہ ہم اس مثال کی طرف گردن اونچی کرکے دیکھیں؟ جس طرح ہے گردن بلند کرکے ہم حضرت ابو بکرؓ کی طرف دیکھا کرتے تھے بے شک حضرت ابو بکرؓ نے ایک رائے قائم کی اور حضرت ابو بکرؓ

کی رائے یہ تھی کہ مال برابر تقسیم کیا جائے' اور میری رائے یہ ہوئی کہ میں تقسیم مال میں فضیلت کا لحاظ رکھوں اگر میں اس سال زندہ رہ گیا تو میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے کی طرف رجوع کروں گا اس لئے کہ ان کی رائے میری رائے سے بہتر ہے۔

حضرت عمرؓ کا مال عطا کرنا

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے بیت المال میں لوگوں پر مال تقسیم کرنے کے بعد کچھ مال بچ رہا تو حضرت عباسؓ نے حضرت عمرؓ کو اور لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم لوگوں میں حضرت موسیٰ کے چچا زندہ ہوتے تو کیا تم لوگ ان کا اکرام نہ کرتے؟ لوگوں نے کہا ہاں ضرور ان کا اکرام کرتے' حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں اس بچے ہوئے مال کا زیادہ مستحق ہوں' میں تمہارے نبی اکرم ﷺ کا چچا ہوں' یہ سن کر حضرت عمرؓ نے لوگوں سے پوچھا' چنانچہ ان سب نے یہ بقیہ مال جو بچ رہا تھا ان کے حوالہ کردیا'

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک ڈبہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا اس کے بارے میں آپ کے ساتھیوں نے سوچ بچار کیا کہ یہ کسے دیا جائے گا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تم لوگ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ میں اس کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیج دوں؟ اس لئے کہ حضورؐ حضرت عائشہؓ کو بہت محبوب رکھتے تھے ۔ ساتھیوں نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے اسے کھولا حضرت عائشہؓ سے کہا گیا کہ یہ ڈبہ آپ کے پاس حضرت عمرؓ نے بھیجا ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا حضور علیہ السلام کے بعد ابن خطابؓ پر فتوحات نہیں ہوئیں؟ (جو آج ہدیہ بھیجا ہے) اے میرے اللہ!

مجھے ان کے عطیہ کے لئے اگلے سال تک باقی نہ رکھ۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکرؓ نے صدقہ کی وصولیابی کا عامل بنایا جب میں وصولیابی کرکے واپس آیا حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوچکی تھی حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کیا تم ہمارے پاس سواریاں بھی لائے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا سواری کی اونٹنیاں ہمارے پاس لے آنا اور مال تمہارا ہے میں نے کہا وہ مال بہت کثیر ہے فرمایا اگرچہ کتنا ہی کثیر ہو اور وہ سب تیرا ہے' اور وہ مال چار ہزار تھا' لہٰذا میں اہل مدینہ میں سب میں زیادہ مال دار ہوگیا۔

عبداللہ بن عبیدؓ بن عمیر فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے سامنے اپنی عطایا وصول کر رہے تھے اچانک حضرت عمرؓ نے سر جو اٹھایا ایک آدمی پر نظر پڑی جس کے چہرہ پر تلوار کا نشان تھا اس سے آپ نے دریافت کیا اس نے بتایا کہ اس آدمی کو وہ زخم ایک غزوہ میں لگا ہے جس میں وہ شریک تھا آپ نے فرمایا اس کے لئے ایک ہزار شمار کردو چنانچہ اس آدمی کو ایک ہزار درہم دیئے گئے پھر تھوڑی دیر تک مال الٹ پلٹ کرتے رہے پھر فرمایا اس آدمی کو ایک ہزار دے دو چنانچہ اس آدمی کو دوبارہ ایک ہزار دیئے گئے اسی طرح چار مرتبہ فرمایا ہر مرتبہ اس آدمی کو ایک ہزار درہم دیئے گئے وہ آدمی آپ کی کثرت عطا سے حیاء کرکے باہر چلاگیا' راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس آدمی کے متعلق دریافت کیا' آپ سے کہا گیا کہ وہ آدمی ہم لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی کثرت عطا سے حیاء کرکے چلا گیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا سن لو خدا کی قسم! اگر وہ ٹھہرا رہتا تو میں اس کو برابر دیئے چلا جاتا جب تک کہ مال میں اک درہم بھی باقی رہتا' یہ ایسا آدمی ہے جس کو اللہ کے راستہ میں تلوار لگی جس کی وجہ سے اس

کا چہرہ نشان زدہ ہو گیا ہے۔

حضرت علیؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک سال میں تین مرتبہ عطایا تقسیم کیں پھر آپ کے پاس اصبہان سے مال آگیا آپ نے فرمایا صبح ہی صبح چوتھی عطا لینے کے لئے جمع ہو جاؤ میں تم لوگوں کا خازن نہیں ہوں چنانچہ آپ نے رسی تک تقسیم کی' چنانچہ بعض قوم نے اسے لیا اور بعض نے واپس کر دیا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا بیت المال کے تمام مال کو تقسیم کر دینا

حضرت سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہؓ بن ارقم سے فرمایا مسلمانوں کے بیت المال کو ہر ماہ اک مرتبہ تقسیم کردیا کرو پھر فرمایا مسلمانوں کے مال کو ہر جمعہ میں ایک مرتبہ تقسیم کردیا کرو پھر فرمایا بیت المال کو ہر دن میں ایک مرتبہ تقسیم کردیا کرو قوم میں سے کسی آدمی نے کہا اے امیر المومنین! مسلمانوں کے کچھ مال کو باقی رکھئے تاکہ کسی مصیبت میں کام آئے یا کسی آواز پر یعنی باہر سے طلب کی جانے والی امداد پر صرف کیجئے راوی کہتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اس کہنے والے کو جواب دیا کہ تیری زبان پر شیطان بول رہا ہے' اللہ پاک نے مجھے اس امر کی دلیل کی تلقین کی اور اس امر کی شرارت سے مجھے بچالیا' میں اس کے لئے اسی طرح تیاری کروں گا جس طرح اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے تیاری کی تھی اور وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنی ہے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں عراق سے حضرت عمرؓ کے پاس مال آیا آپ

نے اس کو تقسیم کرنا شروع کردیا ایک آدمی نے کھڑے ہوکر آپ سے عرض کیا' اے امیرالمومنین! اس مال سے آپ کچھ روک لیں ایسا نہ ہو کسی دشمن سے مقابلہ پڑے یا مصیبت کے لئے روک لیں کہ کبھی آجائے۔ فرمایا تجھے کیا ہوا؟ خدا تجھے قتل کردے' یہ جملہ تیری زبان سے شیطان نے ادا کرایا ہے۔ اللہ پاک نے مجھ اس کی دلیل کی تلقین کی ہے خدا کی قسم! کل کے ڈر سے میں آج کے دن اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا' لیکن میں ان کے لئے وہی تیاری کروں گا جو ان کے لئے حضورؐ نے کی تھی۔

سلمہ بن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس مال لایا گیا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا اے امیرالمومنین! اگر آپ اس مال کو بیت المال میں کسی مصیبت کے لئے یا کسی حادثہ کے لئے جو پیش آئے روک لیتے تو اچھا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ ہے جس کو شیطان کے سوا کسی نے نہیں پیش کیا' اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی حجت کی تلقین کی اور اس کلمہ کے فتنہ سے مجھ کو بچالیا' اگلے سال کے آنے والے خطرات سے موجودہ سال میں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کردوں؟ میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کو تیار رکھتا ہوں اللہ پاک فرماتا ہے۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا" ○ ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ (سورہ طلاق ع ۱) "جو اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ پاک اس کے لئے نکاسی کی سبیل پیدا کردیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوگا" (اور تم مجھ کو ایسی بات کا حکم دیتے ہو) جو میرے بعد آنے والوں کے لئے فتنہ بن جائے۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ کی طرف لکھا!۔

"اما بعد! تمہیں واضح ہونا چاہیے سال میں کوئی ایسا دن ہونا چاہیے جس میں بیت المال میں ایک درہم بھی باقی نہ رہے یہاں تک کہ بالکل صاف کردیا جائے تاکہ اللہ پاک جان لے کہ میں نے ہر حق والے کی طرف اس کا حق ادا کردیا ہے۔"

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ کے پاس لکھا کہ لوگوں کو ان کا عطیہ اور ان کا رزق دے دو حضرت حذیفہؓ نے جواب میں لکھا کہ عطایا اور رزق دینے کے بعد بہت کچھ بچ رہا ہے' حضرت عمرؓ نے پھر لکھا یہ انہیں لوگوں کا حصہ ہے جو اللہ پاک نے لوگوں کو بطور عطیہ دیا ہے اس میں عمر کا اور آل عمر کا کچھ ساجھا نہیں اس کو بھی لوگوں کے درمیان تقسیم کردو۔"

حضرت علی بن ربیعہ والبیؒ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس ابن نباج نے آکر کہا اے امیرالمومنین! بیت المال سونے اور چاندی سے پر ہوگیا ہے' فرمایا اللہ اکبر اور ابن نباج پر ٹیک لگاکر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ مسلمانوں کے بیت المال پر پہنچے اور فرمایا

ھذا جنائی و خیارہ فیہ ---- وکل جان یدہ الی فیہ

ترجمہ:۔ یہ میرا تازہ میوہ ہے اور اس کا پسندیدہ اس میں ہے اور ہر میوہ چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف ہے اے ابن نباج! کوفہ کے عام لوگوں کو میرے پاس لے آؤ راوی کہتے ہیں چنانچہ تمام لوگوں میں ندا دی گئی اور جو کچھ مسلمانوں کے بیت المال میں تھا آپ نے سب دے ڈالا اور آپ کہتے جارہے تھے اے سونے! اے چاندی! میرے غیر کو دھوکہ دے' لو' لو' یہاں تک کہ ایک دینار اور ایک درہم بھی نہیں باقی بچا' پھر اس بیت المال کے صاف کیے جانے کا حکم دیا اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی'

مجمع تیمی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ بیت المال میں جھاڑو لگاتے اور اس میں نماز پڑھتے اور اس کو سجدہ گاہ بناتے' تاکہ وہ حصہ آپ کے لئے بروز قیامت گواہی دے۔

حضرت معاذ بن علاء کے دادا فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ مجھے تمہاری اس فئے (مال غنیمت) سے تمہاری اس شیشی کے سوا کچھ نہیں ملا جو مجھے ایک دھقان نے ہدیہ دی تھی' پھر بیت المال میں تشریف لائے اور جو کچھ اس میں تھا تقسیم کردیا' اس کے بعد کہنا شروع کیا وہ آدمی فلاح پاگیا جس کے پاس ایک ٹوکری ہو جس میں سے وہ ہر دن ایک مرتبہ کھالے۔

عنترہ شیبانی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ جزیہ اور خراج میں ہر پیشہ ور کے پیشہ سے تیار شدہ چیز کو لیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ سوئی والے سے سوئی اور سوئے والے سے سوا اور تاگے والے سے تاگا اور رسی بنانے والے سے رسی لیا کرتے پھر ان کو لوگوں کے درمیان تقسیم کردیتے' ار بیت المال میں ایک رات کے لئے بھی مال نہ چھوڑتے تھے یہاں تک کہ اس کو تقسیم کردیتے' ہاں اگر کسی کام میں مشغول ہوتے تو پھر صبح ہی صبح اس مال کو تقسیم کرتے اور آپ کہا کرتے اے دنیا! تو مجھ کو دھوکا نہ دے اور میرے غیر کو دھوکا دے اور یہ شعر پڑھتے:۔

هذا جنائی و خیاره فیه--- وکل جان یده الی فیه

عنترہؓ فرماتے ہیں میں حضرت علیؓ کی خدمت میں ایک دن حاضر ہوا آپ کے پاس قنبر نے آکر کہا اے امیر المومنین! آپ ایک ایسے آدمی ہیں کہ کچھ باقی ہی نہیں چھوڑتے آپ کے گھر والوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے' اور میں

نے آپ کے لئے کچھ چھپا رکھا ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ قنبر نے کہا چلئے اور دیکھ لیجئے وہ کیا ہے' راوی کہتے ہیں قنبر نے آپ کو ایک کوٹھری میں داخل کیا جس میں ایک بڑی لگن سونے اور چاندی کے برتنوں سے بھری ہوئی تھی جب اس کو حضرت علیؓ نے دیکھا فرمایا تجھے تیری ماں گم کرے! تو نے تو ارادہ کیا تھا کہ میرے گھر میں بڑی آگ داخل کردے پھر آپ نے ان کو تولا اور ہر شریف کو اس کا حصہ دیا' اس کے بعد فرمایا:۔

هذا جناتی و خیاره فیه--- وکل جان یده الی فیه

اے دنیا! مجھ کو دھوکا نہ دے میرے غیر کو دھوکا دے ۔

حضرت عمرؓ کی رائے کہ مسلمانوں کا حق مال میں کیا ہے؟

۲ حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو سنا کہ آپ کہہ رہے تھے کہ تم لوگ اس مال کے لئے جمع ہو اور غور کرو کس کے لئے تم اس کو دیکھتے ہو؟ اس کے بعد ان حضرات سے فرمایا میں نے تم لوگوں کو حکم دیا تھا کہ اس مال کے لئے جمع ہو اور غور کرو کہ اس میں کس کا حق ہے؟ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے چند آیات پڑھی ہیں میں نے سنا کہ اللہ پاک فرماتا ہے:۔ **ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القری فللہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اتکم الرسول فخذوہ ۔ وما نھکم عنہ فانتھوا ۔ واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب○ للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ھم الصدقون○** (سورہ حشر رکوع ۱)

ترجمہ:۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ اسی طور پر اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے

کافر لوگوں سے دلوا دے جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور آپ کے قرابت داروں کا' سب یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ مال فئے تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجاوے اور رسولؐ تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز کے لینے سے تم کو روک دیں تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو' بے شک اللہ تعالی مخالفت کرنے پر سخت سزا دینے والا ہے اور ان حاجت مند مہاجرین کا بالخصوص حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً و ظلماً) جدا کردیئے گئے اور اللہ تعالی کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دین کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں" خدا کی قسم یہ تنہا انہیں لوگوں کے لئے نہیں ہے:۔

والذین تبووا الدار والایمان من قبلہم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون○ (سورہ حشر ۱۳)

ترجمہ:۔ ان لوگوں کا بھی حق ہے جو دارالاسلام یعنی مدینہ میں ان مہاجرین کے آنے کے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ انصار اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" خدا کی قسم! تنہا یہ انہیں لوگ کے لئے نہیں ہے۔ **والذین جاء و من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا والاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک**

رؤف رحیم○ (سورہ حشر رکوع ۱)

ترجمہ:۔ اور ان لوگوں کا بھی اس مال فئے میں حق ہے جو ان کے بعد آئے جو ان مذکورین کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب! آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔" خدا کی قسم مسلمانوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کے لئے اس مال میں حق نہ ہو خواہ وہ اس سے دیا جائے یا نہ دیا جائے حتی کہ عدن کے چرواہے تک کا بھی حق ہے۔

مالک بن اوس بن حدثانؓ اسی قصہ میں جس کا تذکرہ چل رہ ہے فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے یہ آیہ تلاوہ فرمائی:۔ **انما الصدقات للفقراء والمسکین والعاملین علیھا والمؤلفة قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل۔ فریضة من اللہ۔ واللہ علیم حکیم**○ (سورہ توبہ رکوع ۸)

ترجمہ:۔ صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا منظور ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالی بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔" پھر فرمایا یہ ان لوگوں کے لئے ہے۔

انما غنمتم من شئی فان للہ خمسه وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعن واللہ علی کل شئی قدیر○ (سورہ انفال رکوع ۵)

ترجمہ:۔ اور اس بات کو جان لو کہ جو شے بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو

اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا ہ اور ایک حصہ آپؐ کے قرابت داروں کا ہے اور ایک حصہ یتیموں کا ہے اور ایک حصہ غریبوں کا ہے اور ایک حصہ مسافروں کا ہے اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ محمد ﷺ پر فیصلہ کے دن یعنی جس دن کہ بدر میں دونوں جماعتیں مومنین و کفار کی باہم مقابل ہوئی تھیں نازل فرمایا تھا اور اللہ ہی ہرشے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔" پھر یہ آیہ تلاوہ فرمائی:۔

للفقراء المهاجرين الذين اخرجو۔ الى اخر الايه ترجمہ اوپر گذر چکا ہے۔
پھر فرمایا یہ لوگ مہاجرین ہیں پھر یہ آیہ تلاوہ فرمائی۔

والذين تبووا الدار والايمان من قبلهم الى اخر الايه ترجمہ اوپر گذر چکا ہے
پھر یہ آیہ تلاوہ فرمائی **والذين جاؤا من بعدهم يقولون الى اخره** ترجمہ اوپر گذر چکا ہے" فرمایا پس یہ آیہ تمام لوگوں کو شامل ہے اور کوئی مسلمان باقی نہیں بچا مگر اس کے لئے اس مال میں حق ہے سوائے ان غلاموں کے جن کے تم مالک ہو، اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ کوئی مسلمان باقی نہ بچے گا مگر اس کے پاس اس کا حق پہنچے گا یہاں تک کہ بسر اور حمیر کے چرواہوں کے پاس بھی ان کا حق پہنچے گا اگرچہ اس مال کے لئے ان کی پیشانی پر پسینہ بھی نہ آیا ہو۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت سعدیؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک دن حضرت طلحہؓ کے پاس گئی یعنی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے پاس میں نے ان کی طبیعت پر کچھ گرانی محسوس کی میں نے ان سے دریافت کیا تمہیں کیا ہوگیا؟ شائد آپ کو ہماری جانب سے کوئی شک کی بات پہنچی ہے جس کی وجہ سے ہم نے آپ کو مشقت میں ڈال دیا؟

حضرت طلحہؓ بن عبیداللہؓ نے فرمایا نہیں تم مسلمان آدمی کے لئے بہترین زوجہ ہو، لیکن بات یہ ہے کہ میرے پاس بہت مال جمع ہوگیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ میں اس میں کیا کروں؟ سعدیؓ نے کہا کہ اس سے آپ کو کیا رنج منانا؟ اپنی قوم کو بلائیے اور ان کے درمیان میں تقسیم کردیجئے اسی وقت غلام کو آواز دے کر حکم دیا کہ میری قوم کو میرے پاس بلا لاؤ راوی کہتے ہیں کہ میں نے خازن سے پوچھا کہ کتنا تقسیم کیا؟ خازن نے بتایا چار لاکھ ۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہؓ نے اپنی زمین سات لاکھ میں بیچی اس مال نے آپ کے پاس ایک رات گذاری حضرت طلحہؓ کی ساری رات اس مال کے ڈر سے بیداری میں کٹی، یہاں تک کہ صبح ہوتے ہی اس کو تقسیم کردیا۔

حضرت طلحہؓ کی بیوی سعدیؓ کہتی ہیں کہ میرے پاس حضرت طلحہؓ تشریف لائے میں نے ان کو رنجیدہ دیکھ کر کہا مجھے کیا ہوا کہ میں آپ کو ترشرو دیکھ رہی ہوں؟ کیا آپ کو ہماری کسی بات نے شک میں ڈالا ہے؟ فرمایا خدا کی قسم! نہیں تمہاری کسی بات سے میں شک میں نہیں تم تو بہترین رفیقہ ہو لیکن مجھے اس مال سے رنج ہے جو میرے پاس جمع ہوگیا ہے سعدیؓ نے کہا کہ آپ اپنے گھر والوں اور اپنی قوم کی طرف آدمی بھیجئے اور ان میں تقسیم کردیجئے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا میں نے خازن سے پوچھا کتنا مال تقسیم کیا ہے؟ اس نے بتایا چار لاکھ، ان کی آمدنی ہر دن پوری ایک ہزار کی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگ حضرت طلحہؓ کو طلحہ فیاضؓ" کہا کرتے تھے۔

☆☆☆

حضرت زبیر بن عوامؓ کا مال کو تقسیم کرنا

سعید بن عزیزؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوامؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو آپ کو یومیہ خراج ادا کرتے تھے آپ اس کو ہر رات تقسیم کردیتے پھر اپنے مکان میں اس حالت میں تشریف لے جاتے کہ ان کے پاس کچھ نہ ہوتا تھا۔

مغیث بن سمیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوامؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو آپ کو یومیہ خراج ادا کرتے تھے آپ ان کے خراج میں سے اپنے گھر میں ایک درہم نہ داخل کرتے تھے ۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زبیرؓ یوم جمل میں ٹھہرے تو مجھ کو بلایا میں آپ کے برابر میں کھڑا ہوگیا' انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! آج کے دن سوائے ظالم یا مظلوم کے کوئی نہ مارا جائے گا اور میرا اپنے متعلق جہاں تک خیال ہے میں آج کے دن مظلوم ہوکر شہید کیا جاؤں گا اور بے شک میرے نزدیک سب سے بڑی قابل توجہ چیز میرا قرضہ ہے کہ کیا تیرا خیال ہے کہ ہمارے قرضہ کی ادائیگی سے ہمارا مال بچے گا؟ اس کے بعد فرمایا اے میرے بیٹے! ہمارے مال کو بیچ کر میرا قرضہ ادا کرنا۔ اور تہائی مال کی وصیت کی اور اس تہائی میں سے تہائی کی اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ کے لئے کہ تہائی میں سے تہائی یہ لیں گے' پس اگر ہمارے مال سے قرضہ ادا کرنے کے بعد کچھ بچ رہے تو اس کا تہائی تیری اولاد کے لئے ہے' ہشام راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ کی بعض اولاد حضرت زبیرؓ کی بعض اولاد کے برابر کی تھی یعنی خبیبؓ اور عبادؓ حضرت زبیرؓ کے اس دن نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں' حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے مجھے اپنے قرضہ کے بارے میں وصیت کرنی شروع کی اور کہہ رہے تھے اے میرے بیٹے! اگر تو اس میں سے کسی شے کے ادا کرنے سے عاجز ہوجائے تو اس پر میرے مولی سے مدد طلب کرنا' حضرت عبداللہ کہتے

ہیں پس خدا کی قسم! میں ان کے اس مقصد کو نہ سمجھ سکا' چنانچہ میں نے پوچھا اے ابا جان! آپ کا مولی کون ہے؟ فرمایا' اللہ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں پس خدا کی قسم! جب کبھی میں اپنے ابا جان کے قرض کے کسی رنج میں مبتلا ہوا تو میں نے کہا اے زبیرؓ کے مولی! ان کے قرضہ کو ادا کرا' جبھی وہ قرضہ ادا ہو جاتا' حضرت زبیرؓ اس جنگ میں شہید کئے گئے نہ کوئی دینار چھوڑا اور نہ کوئی درہم مگر دو زمینیں چھوڑیں ان میں سے اک غابہ ہے اور گیارہ گھر مدینہ میں چھوڑے اور دو گھر بصرہ میں اور ایک گھر کوفہ میں اور ایک گھر مصر میں اس کے باوجود جو قرضہ ان پر ہوا آدمی ان کے پاس مال لاتا اور اس کو آپ کے پاس امانت رکھتا حضرت زبیرؓ فرماتے امانت نہیں لیکن اسے بطور قرض کے میرے پاس رکھ جاؤ اس لئے کہ مجھے امانت کے ضائع ہونے کا ڈر ہے چونکہ امانت کا استعمال جائز نہیں اور باوجود حفاظت کے ضائع ہو جانے پر تاوان نہیں اس لئے بطور قرض لے لیا کرتے تھے اور پھر خیرات کر دیا کرتے تھے اس لئے قرض کی بہتات ہو گئی تھی حضرت زبیرؓ کبھی کسی امارت کے والی نہیں ہوئے اور نہ خراج کی وصولیابی کے اور نہ کسی چیز کے۔ ہاں غزوات میں جناب رسول اللہ ﷺ کے اور حضرت ابوبکرؓ کے اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہمراہ رہے' حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ان پر جو قرضہ تھا اس کا جو میں نے حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ تھا راوی کہتے ہیں حضرت حکیمؓ بن حزام کی حضرت عبداللہ بن زبیر سے ملاقات ہوئی کہنے لگے اے میرے برادر زادہ! میرے بھائی پر کتنا قرضہ ہے حضرت عبداللہؓ چھپا گئے اور کہا ایک لاکھ' حضرت حکیمؓ نے کہا خدا کی قسم! میرا خیال نہیں کہ تمہارا مال اس قرضہ کے لئے کفایت کر سکے' تب ان سے حضرت عبداللہؓ نے فرمایا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے بائیس لاکھ قرض ہے حضرت

حکیمؓ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے اگر تمہیں اس بارے میں کچھ تنگی محسوس ہو تو مجھ سے بھی مدد لینا حضرت زبیرؓ نے غابہ کو ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدا تھا آپ کے بیٹے نے اس کو سولہ لاکھ میں فروخت کیا اس کے بعد کھڑے ہو کر کہا جس کسی کا حضرت زبیرؓ پر قرض ہو وہ ہم سے غابہ پر ملے چنانچہ ان کے پاس حضرت عبداللہ بن جعفرؓ آئے ان کا حضرت زبیرؓ پر چار لاکھ قرض تھا حضرت عبداللہؓ سے کہا اگر تم چاہو تو اس قرضہ کو تمہارے لئے چھوڑ دوں حضرت عبداللہؓ نے کہا نہیں ابن جعفرؓ نے کہا اگر تم موخر کرانا چاہو تو میں موخر کردوں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا نہیں ابن جعفرؓ نے کہا تو میرے لئے جاگیر کاٹ دو حضرت عبداللہؓ نے کہا آپ کے لئے اس جگہ سے اس جگہ تک ہے ' راوی کہتے ہیں چنانچہ اس ٹکڑے کو حضرت عبداللہؓ نے بیچا اور ابن جعفرؓ کا قرض پورا پورا ادا کردیا اور ساڑھے چار حصے اس زمین کے اور بچ رہے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت معاویہؓ کے پاس تشریف لائے ان کے پاس عمرو بن عثمانؓ اور منذر بن زبیرؓ اور ابن زمعہؓ تھے ان سے حضرت معاویہؓ نے پوچھا تم نے غابہ کی کیا قیمت لگائی ہے؟ کہا ہر حصہ ایک لاکھ کا پوچھا کتنا باقی رہ گیا کہا ساڑھے چار حصے منذر بن زبیرؓ نے کہا ایک لاکھ میں ایک حصہ تو میں لیتا ہوں' عمرو بن عثمانؓ نے کہا ایک حصہ ایک لاکھ میں لیتا ہوں ابن زمعہؓ نے کہا کہ ایک لاکھ میں ایک حصہ میں لیتا ہوں حضرت معاویہؓ نے پوچھا کہ اب کتنی بچی ہے؟ فرمایا ڈیڑھ حصہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چھ لاکھ میں بیچا' راوی کہتے ہیں جب ابن زبیرؓ اپنے باپ کے قرضہ سے فارغ ہوگئے تو حضرت زبیرؓ کے اور بیٹوں نے کہا کہ ہمارے درمیان ہماری میراث تقسیم کردیجئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا خدا کی قسم! ابھی میں تمہارے درمیان تقسیم نہ کروں گا۔ جب

تک کہ میں چار سال موسم حج میں آواز نہ دے لوں' کہ جس کسی کا حضرت زبیرؓ پر قرض ہے وہ ہمارے پاس آئے ہم اس کا قرضہ ادا کریں۔ چنانچہ ہر سال موسم حج میں آواز دی جب چار سال گذر گئے تو ان کے درمیان تقسیم کیا راوی کہتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے چار بیویاں تھیں تہائی نکالنے کے بعد ہر ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے تو تمام مال حضرت زبیرؓ کا پانچ کروڑ دو لاکھ درہم تھا ان تمام کا مجموعہ جو آپ کے ورثا میں تقسیم کیا گیا تین کروڑ چوراسی لاکھ تھا اور جس تہائی کی آپ نے وصیت کی ایک کروڑ بانوے لاکھ تھی پس یہ سب پانچ کروڑ چھیتر لاکھ ہوا اور وہ قرضہ جو اس سے پہلے ادا کیا گیا بائیس لاکھ تھا اس صورت میں تمام قرضہ اور وصیت اور میراث پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوا اور ہم نے یعنی ابن کثیر نے اس بات کی تفصیل اس وجہ سے لکھی ہے کہ صحیح بخاری میں اس بارے میں وہ روایت نقل کی گئی جس میں نظر ہے مناسب یہ ہے کہ اس پر متنبہ حاصل کیا جائے'

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا مال کو تقسیم کرنا

حضرت مسورؓ کی صاحبزادی ام بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں بیچی اور اس کو بنی زہرہ اور مسلمان فقیروں اور مہاجرین اور ازواج النبی ﷺ میں تقسیم کیا جب حضرت عائشہؓ کے پاس اس میں سے مال بھیجا انہوں نے دریافت کیا یہ مال کس نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے' یہ مال لے جانے والے کہتے ہیں کہ میں نے ساری بات کہہ سنائی (کہ زمین بیچی ہے اور مال تقسیم کیا ہے) حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضورؐ نے فرمایا ہے تم پر میرے بعد سوائے صبر کرنے

والوں کے کوئی مہربانی نہ کرے گا اللہ پاک ابن عوفؓ کو جنت کی سلسبیل سے سیراب کرے اور ایک روایت میں حضورؐ کے الفاظ اس طرح ہیں میرے بعد تم پر سوائے بھلے لوگوں کے اور کوئی مہربانی نہ کرے گا۔

حضرت جعفر بن برقانؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے تیس ہزار باندیاں آزاد کیں'

حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح او معاذؓ بن جبل اور حذیفہؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت مالک الدارؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے چار سو دینار لئے اور ان کو ایک تھیلی میں رکھ کر غلام سے کہا' انہیں حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کے پاس لے جاؤ۔ پھر انہیں تھوڑی دیر کے لئے گھر میں مہلت دینا تاکہ تم دیکھ لو کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ غلام اسے لے کر ان کی خدمت میں گیا اور کہا کہ امیرالمومنین آپ کے لئے فرما رہے ہیں کہ ان کو اپنی بعض ضروریات میں صرف کرلیں' حضرت ابو عبیدؓ نے دعا دی کہ اللہ ان کو اپنے سے ملائے اور ان پر رحم کرے' اس کے بعد فرمایا اے باندی! ادھر آ' یہ سات تو فلاں کے پاس لے جا اور یہ پانچ فلاں کے پاس' اور یہ پانچ فلاں کے پاس' یہاں تک کہ وہ سارے دینار ختم کردیئے'' وہ غلام حضرت عمرؓ کے پاس لوٹ آیا اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور غلام نے دیکھا کہ اسی جیسی تھیلی حضرت معاذ بن جبلؓ کے لئے تیار کر رکھی ہے' چنانچہ غلام سے کہا کہ اسے حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس لے جاؤ اور ان کے گھر میں بھی تھوڑی دیر ٹھہرنا تاکہ تم دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ وہ غلام انہیں لے کر حضرت معاذؓ کے پاس گیا اور کہا کہ امیر

المومنین نے آپ سے کہا ہے کہ اس کو اپنی بعض ضروریات پر صرف کیجئے' حضرت معاذؓ نے دعا دی کہ اللہ تعالی ان پر رحم کرے اور انہیں اپنے سے ملائے اور کہا اے جاریہ! یہاں آ' فلاں کے گر اتنا لے جا اور فلاں کے گھر اتنا' اتنے ئیں حضرت معاذؓ کی بیوی آگئی اس نے کہا اور ہم؟ خدا کی قسم ہم بھی مسکین ہیں' ہم کو بھی دیجئے اس تھیلی میں دو دینار رہ گئے تھے' ان دونوں کو اس بیوی کی طرف پھینک مارا' غلام نے حضرت عمرؓ کی طرف واپس آکر آپ کو اطلاع دی' حضرت عمرؓ اس بات سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔

حضرت اسلمؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم لوگ اپنی تمنا کا اظہار کرو' ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ کوٹھری بھر کر میرے پاس درہم ہوتے جس کو میں اللہ کے راستے میں خرچ کرتا' حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا کہ تم لوگ اپنی تمنا کا اظہار کرو' دوسرے نے کہا میری یہ آزو ہے کہ یہ گھر بھر کر سونا ہوتا اور میں اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا' حضرت عمرؓ نے پھر فرمایا کہ اپنی تمنا کا اظہار کرو' ایک اور ساتھی نے کہا کہ یہ گھر بھر کر موتی ہوتے یا اسی جیسی کسی اور چیز کی تمنا کی اور میں اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتا' حضرت عمرؓ نے پھر کہا کہ اپنی تمنا کا اظہار کرو' ساتھیوں نے کہا کہ اب ہم اس کے بعد اظہار تمنا نہ کریں گے حضرت عمرؓ نے فرمایا لیکن میں اس بات کا متمنی ہوں کہ یہ گھر بھر کر ابوعبیدہ بن جراح' معاذ بن جبل' حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسے آدمی ہوتے اور انہیں میں اللہ تعالی کی فرماں برداری کے لئے عامل بناتا راوی کہتے ہیں اس کے بعد حضرت حذیفہؓ کی طرف مال بھیجا اور لے جانے والے سے فرمایا کہ دیکھنا وہ کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ جب ان کے پاس

مال پہنچا تو انہوں نے فوراً" تقسیم کردیا اس کے بعد حضرت معاذ بن جبلؓ کے پس مال بھیجا۔ اور انہوں نے بھی لگے ہاتھوں تقسیم کردیا' پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کے پاس مال بھیجا اور کہا کہ دیکھنا وہ کیا کرتے ہیں؟ اور اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے تو جو تم سے بات کی تھی کہہ دی (او کما قال)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس بارہ ہزار دینار ایک مجلس میں آئے وہاں سے اٹھنے سے پہلے ہی ان سب کو تقسیم کردیا۔

حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک لاکھ کی رقم بھیجی ان پر ایک سال نہیں گذرا تھا کہ ان کے پاس ان میں سے کچھ نہیں تھا۔

حضرت ایوب بن وائل راسیؒ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو مجھ سے ابن عمرؓ کے ایک پڑوسی نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس چار ہزار حضرت معاویہؓ کے پاس سے اور چار ہزار ایک اور آدمی کے پاس سے اور دو ہزار ایک تیسرے آدمی کے پاس سے آئے اور چادریں آئیں' حضرت ابن عمرؓ بازار آئے کہ اپنی اونٹنی کے لئے ایک درہم کا ادھار چارا خریدیں' اور مجھے یہ معلوم تھا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے میں ان کی جاریہ کے پاس آیا اور میں نے اس سے کہا' میں تجھ سے اک بات پوچھنا چاہتا ہوں اور اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ تو مجھ سے سچ سچ کہہ دے' میں نے اس سے کہا' کیا یہ بات نہیں کہ چار ہزار تو حضرت معاویہؓ کی جانب سے آئے اور چار ہزار ایک اور آدمی کے پاس سے' اور دو ہزار ایک اور آدمی کے پاس سے آئے' اور چادریں آئیں' جاریہ نے

جواب دیا کہ ہاں بے شک یہ چیزیں آئیں' میں نے جاریہ سے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ اونٹ کے لئے چارا ایک درم کا ادھار خرید رہے ہیں' جاریہ نے کہا صبح ہونے سے پہلے ہی اسے تو تقسیم کرچکے' اور اس کے بعد چادر لی اور اسے اپنی پیشت پر ڈالا اس کے بعد چلے گئے اس کے بعد اس چادر کو منہ پر ڈال کر واپس آگئے وہ پڑوسی کہتا ہے کہ تب میں نے جاکر تاجروں سے کہا' اے تاجروں کے گروہ! تم دنیا کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ ابن عمرؓ کے پاس گذشتہ رات دس ہزار کھرے درہم آئے آج صبح وہ اپنے سواری کے جانور کے لئے ایک درہم کا چارا ادھار طلب کر رہے ہیں'

حضرت نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس کچھ اوپر اور بیس ہزار درہم آئے اپنی اس مجلس سے جب کھڑے ہوئے جب ان سب کو دے ڈالا' اور اس کے علاوہ اور بھی دیا' راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ برابر عطیات کرتے رہتے یہاں تک کہ جو کچھ ان کے پاس تھا ختم ہوگیا اور جب ان کے پاس بعض وہ لوگ آئے جن کو یہ عطیہ دیا کرتے تھے تو بعض ایسے لوگوں سے ادھار لیتے جن کو انہوں نے عطیہ دیا ہوتا اور اس سے اسے دیتے' میمونؒ کہتے ہیں کہ کہنے والا ان کو بخیل کہتا تھا خدا کی قسم اس نے جھوٹ بولا۔ اس چیز میں یہ ہرگز بخیل نہیں تھے جو انہیں نفع پہنچانے والی تھی۔ (یعنی صدقہ و خیرات)

حضرت اشعث بن قیسؓ کا مال تقسیم کرنا

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میرا ایک کندی آدمی پر قرض تھا اور میں اس کے پاس صبح ہی صبح جاتا ایک دن مجھے فجر کی نماز حضرت اشعث بن قیسؓ کی مسجد میں ملی اور میں نے نماز پڑھی جب امام نے سلام پھیرا ہر انسان کے آگے ایک جوڑا

کپڑا اور ایک جوڑا جوتا اور پانچ درہم رکھے' میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں اس مسجد کے نمازیوں میں سے نہیں ہوں' پھر بھی میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت اشعث بن قیسؓ مکہ سے تشریف لائے ہیں۔ (یہ ان کا عطیہ ہے)

حضرت عائشہؓ بنت حضرت ابوبکرؓ کا مال تقسیم کرنا

حضرت ام درہؓ کہتی ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک لاکھ آئے انہوں نے ان کو تقسیم کردیا اور ان کا اس دن روزہ تھا'' میں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کیا تمہارے لئے اس چیز میں جو آپ نے خرچ کی اس کی گنجائش نہ تھی کہ ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں؟ جس سے روزہ افطار کرلیتیں؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اگر تو مجھے یاد دلا دیتی تو میں ایسا بھی کرلیتی۔

ام المومنین حضرت سودہ بنتؓ زمعہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سودہؓ کے پاس ایک بڑا تھیلا درہموں سے بھر کر بھیجا حضرت سودہؓ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا دراہم ہیں' انہوں نے فرمایا اس تھیلے میں تو یہ کھجور سے دکھائی دیتے ہیں اور ان کو تقسیم کردیا۔

ام المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کا مال تقسیم کرنا

حضرت برہؓ بنت رافع بیان کرتی ہیں کہ جب بیت المال سے عطیات

نکالے گئے حضرت عمرؓ نے حضرت زینبؓ کے پاس جتنا ان کے لئے مقرر کر رکھا تھا بھیجا' جب یہ مال ان کے پاس پہنچا فرمانے لگیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ کی مغفرت کرے' میرے علاوہ میرے اور بھائی اس کے تقسیم کرنے پر مجھ سے زیادہ قوت رکھتے ہیں' لوگوں نے کہا یہ تو سارا آپ کے لئے ہے' کہنے لگیں سبحان اللہ! اور اس مال سے ایک کپڑے کے ساتھ چھپ گئیں اور فرمایا اس عطیہ کو رکھو اور اس پر کپڑا ڈال دو' پھر مجھ سے کہا اے برہ! اپنا ہاتھ اس میں داخل کرو اور اس میں سے ایک مٹھی لو اور اسے بنی فلاں کو اور بنی فلاں کو دے آؤ جو حضرت زینبؓ کے رشتہ دار اور یتیم تھے یہاں تک کہ اس میں کپڑے کے نیچے کچھ باقی رہ گیا' برہؓ نے حضرت زینبؓ سے عرض کیا اے ام المومنین! اللہ آپ کی مغفرت کرے خدا کی قسم! اس میں ہمارا بھی حق ہے حضرت زینبؓ نے فرمایا جا جو کچھ کپڑے کے نیچے ہے تیرا ہے برہؓ کہتی ہیں کہ میں نے اس کپڑے کے نیچے پچاسی درہم پائے پھر حضرت زینبؓ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یہ دعا مانگی کہ اے بار الہا! اس سال کے بعد مجھ کو حضرت عمرؓ کا عطیہ نہ ملے چنانچہ ان کی وفات ہو گئی۔

محمد بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زینب بنت جحشؓ کا وظیفہ بارہ ہزار درہم تھا۔ ایک سال کے علاوہ آپ نے نہیں لیا اور لینے کے بعد کہہ رہی تھیں اے میرے اللہ! سال آئندہ مجھے یہ مال نہ پائے اس لئے کہ یہ فتنہ ہے اس کے بعد اپنے رشتہ داروں اور حاجت مندوں میں تقسیم کردیا' حضرت عمرؓ کو جب یہ بات پہنچی فرمایا یہ ایسی بیوی ہیں جن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے اور ان کی خبرگیری کے لئے آمادہ ہوئے اور سلام کہلا کر بھیجا اور کہا کہ جو کچھ آپ نے خرچ کیا ہے اس کی اطلاع مجھے مل گئی اور ان کے پاس ایک ہزار درہم بھیجے کہ

ان کو اپنے خرچہ کے لئے رکھ چھوڑیں' حضرت زینبؓ نے ان درہموں کے ساتھ بھی وہی معاملہ برتا (یعنی تقسیم کردیئے)

شیر خواروں کے لئے وظیفہ مقرر کرنا

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کئی تاجر ساتھی آئے اور عید گاہ کے قریب ٹھہر گئے حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہا کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ ان لوگوں کی آج کی رات چوری سے حفاظت کرو؟ چنانچہ حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کی پہرہ داری کی یہ دونوں نماز پڑھتے رہے جو کچھ اللہ پاک نے ان کے حصہ میں لکھا تھا' حضرت عمرؓ نے ایک بچہ کے رونے کی آواز سنی اس طرف متوجہ ہوئے اور اس کی ماں سے کہا اللہ سے ڈر اور اپنے بچہ کے ساتھ سلوک کر' پھر اپنی جگہ لوٹ آئے' تھوڑی دیر کے بعد پھر بچہ کے رونے کی آواز سنی اس بچہ کی ماں کے پاس تشریف لے گئے اور پھر اسی طرح کہہ کر اپنی جگہ واپس آئے جب رات کا آخری حصہ ہوا پھر اس بچہ کے رونے کی آواز سنی' اس کی ماں کے پاس آئے اور فرمایا تیرا ناس ہو جائے' میرا خیال یہ ہے کہ تو بہت بری ماں ہے' کیا ہوا کہ تیرے بچہ کے لئے میں نے شروع رات سے قرار ہی نہیں دیکھا؟ اس عورت نے جواب دیا اے اللہ کے بندے! تو نے مجھے آج ساری رات بڑی ڈانٹ پلائی' میں اس کو دودھ چھڑانے پر پھسلا رہی ہوں اور یہ مانتا نہیں دریافت فرمایا کس لئے؟ عورت نے کہا اس لئے کہ عمرؓ دودھ پیتے بچوں کا وظیفہ نہیں مقرر کرتے ہیں حضرت عمرؓ نے پوچھا اس بچہ کی عمر کتنی ہے؟ عورت نے کہا اتنے اتنے مہینہ کی' حضرت عمرؓ نے فرمایا تیرا ناس ہو جائے اتنی جلدی اس کا دودھ مت چھڑا اس کے بعد آکر

فجر کی نماز پڑھائی حضرت عمرؓ کے رونے کی وجہ سے ان کی قرأت لوگوں کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی' جب سلام پھیرا تو فرمایا ہائے عمر کی خرابی! مسلمانوں کے کتنے بچے مار ڈالے' پھر ایک منادی کو حکم دیا جس نے یہ منادی کی کہ لوگ اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کریں میں نے جتنے بچے اسلام میں پیدا ہوئے سب کا وظیفہ مقرر کردیا ہے' اور اطراف عالم میں یہ بات لکھ کر بھیج دی کہ میں نے ہر اس بچہ کا جو اسلام میں پیدا ہوا ہے وظیفہ مقرر کردیا ہے۔

بیت المال سے اپنے اور رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں احتیاط

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے مال کو اپنی طرف سے یتیم کے مال کا مرتبہ دے رکھا ہے اگر مجھے اس سے بے پروائی ہوتی ہے تو میں اس سے بچاؤ حاصل کرتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہوتی ہے تو بھلائی کے طریقہ پر اسے کھاتا ہوں اور ایک دوسری روایت میں حضرت عمرؓ سے ہے کہ میں نے اللہ کے مال کو یتیم کے مال کے مرتبہ میں اتار رکھا ہے:۔ **من کان غنیا" فلیستعفف ومن کان فقیرا" فلیاکل بالمعروف** (سورہ نساء رکوع ۱) ترجمہ:۔ جو آدمی بے پرواہ ہو وہ پرہیز حاصل کرے اور جو محتاج ہو وہ شرعی طریقہ کے مطابق اسے کھائے۔"

حضرت عمرانؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو جب ضرورت ہوتی تو بیت المال کے خزانچی کے پاس آتے' اور اسے سے ادھار لیتے پس بسا اوقات آپ پر ادائیگی دشوار ہوجاتی' آپ کے پاس بیت المال والا آتا اور آپ سے تقاضا کرتا اور وہ آپ سے چمٹ کر مطالبہ کرتا اس کے لئے حضرت عمرؓ کچھ تدبیر کرتے اور بسا اوقات جب آپ کا عطیہ نکلتا تو اس سے اس خرچ کی ادائیگی

کرتے،

ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ تجارت کرتے تھے اور آپ خلیفہ المسلمین تھے، اور آپ نے تجارتی سامان ملک شام بھیجا اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پاس چار ہزار قرض لینے کے لئے آدمی بھیجا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے قاصد سے کہا کہ انؓ سے کہنا کہ اس قرضہ کو بیت المال سے لیں پھر بیت المال میں اس کو لوٹا دیں جب حضرت عمرؓ کے پاس قاصد آیا اور آپ کو حضرت عبدالرحمنؓ کے قول کی اطلاع دی تو یہ بات حضرت عمرؓ پر بڑی گراں گذری، حضرت عبدالرحمنؓ سے جب حضرت عمرؓ ملے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا تو نے کہا تھا کہ اس کو بیت المال سے لے لیں؟ پس اگر میں تمہاری آمد سے قبل مرجاتا تو تم لوگ کہتے، امیر المومنین نے مال لے لیا۔ اس مال کو ان کے لئے چھوڑ دو اور میں اس مال کے عوض قیامت کے دن پکڑا جاتا میرا بیت المال سے لینے کا ارادہ نہیں، لیکن میرا ارادہ یہ تھا کہ اس کو میں کسی حریص اور تیرے جیسے بخیل آدمی سے لوں، تو اگر میں مر بھی جاؤں تو وہ میرے مال سے وصول کرلے۔

حضرت براء بن معرورؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ ایک دن نکل کر ممبر پر آئے اور آپ بیمار ہو رہے تھے، اور آپ کے لئے کسی نے شہد تجویز کیا تھا اور بیت المال میں شہد کی کپی تھی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ مجھے اجازت دو تو میں اسے لے لوں نہیں تو وہ میرے لئے حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کو اس کی اجازت دے دی۔

حضرت حسنؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس مال آیا اس کی اطلاع آپ کی صاجزادی حضرت حفصہؓ کو پہنچی حضرت حفصہؓ تشریف لائیں اور کہا اے امیر المومنین آپ کے اقرباء کا بھی اس مال میں حق ہے اور اللہ عزوجل نے اقربین

کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا اے میری پیاری بیٹی! میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے لیکن یہ مسلمانوں کی فئے اور ان کا مال ہے تو نے اپنے باپ کو کھوٹ میں مبتلا کرنا چاہا ہے؟ جا چلی جا' سنا کہ حضرت حفصہؓ دامن کھینچتی ہوئی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہؓ بن ارقم کو دیکھا کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے امیر المومنین! ہمارے پاس جلولا کے زیوروں میں سے کچھ زیور ہیں اور چاندی کا برتن ہے اگر آپ کو کسی دن فرصت ہو آپ انہیں دیکھ لیجئے اور جو آپ چاہیں ہمیں حکم دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جب تم مجھے فارغ دیکھنا مجھے اطلاع دے دینا۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن ارقم ایک دن آئے اور عرض کیا کہ آج تو میں آپ کو فارغ دیکھ رہا ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں تم میرے لئے اپنے چمڑے کا بستر بچھاؤ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس مال کے لئے حکم دیا اور وہ مال اس پر ڈالا گیا' اس کے بعد آپ تشریف لائے اور اس مال کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ اے میرے اللہ! تو نے اس مال کا تذکرہ کیا ہے اور فرمایا ہے:۔

زین للناس حب الشھوٰت من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث۔ ذلک متاع الحیوۃ الدنیا۔ واللہ عندہ حسن الماب○ (سورہ آل عمران رکوع ۲۔ پ ۳)

ترجمہ:۔ اکثر لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی مثلاً" عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے۔ نمبر (یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے یا دوسرے مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی لیکن یہ سب استعمالی

چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔"
یہاں تک کہ اس آیہ سے فارغ ہوئے فرمایا' اور تو نے فرمایا ہے:۔

لکیلا تاسوا علی مافاتکم ولا تفرحوا بما اتکم۔ واللہ لا یحب کل مختال فخور○ (سورہ حدید رکوع ۳)

ترجمہ:۔ یہ بات اس لئے بتلادی ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر اتنا رنج نہ کرو اور تاکہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالی کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔" اور ہم میں اس کے سوا اور کسی بات کی استطاعت نہیں کہ ہم اسے دیکھ کر خوش ہوں جس کو تو نے ہمارے لئے مزین فرمایا اے میرے اللہ! تو ہم کو ان لوگوں میں سے کردے جو اسے حق میں خرچ کریں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس کی شرارت سے' راوی کہتے ہیں کہ اتنے میں حضرت عمرؓ کے ایک صاحبزادے کو کوئی اٹھا کر لایا جنہیں عبدالرحمنؓ بن بہیہ کہا جاتا ہے انہوں نے کہا اے ابا جان! ایک انگوٹھی مجھے ہبہ کردیجئے حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنی ماں کے پاس جاوہ تجھے ستو پلائے گی راوی کہتے ہیں پس خدا کی قسم اس بچہ کو کچھ نہیں دیا۔

اسمٰعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ بحرین سے حضرت عمرؓ کے پاس مشک اور عنبر آیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم! میں پسند کرتا ہوں کہ میں کوئی ایسی عورت پاتا جو اچھا تولنا جانتی اور میرے لئے اس خوشبو کو تولتی یہاں تک کہ میں مسلمانوں کے درمیان اسے تقسیم کرتا حضرت عمرؓ سے ان کی بیوی عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیلؓ نے کہا میں تولنا اچھا جانتی ہوں مجھے دیجئے میں آپ کے لئے تولدوں؟ آپ نے فرمایا "نہیں" بیوی نے پوچھا "کس لئے"؟ آپ نے فرمایا "مجھے ڈر ہے کہ تو اسے لے اور اس طرح کرے" اور حضرت عمرؓ نے اپنی

انگلیاں کان کے بالوں کے پاس لگائیں اور اس کے ذریعہ اپنی گردن پر ہاتھ پھیرے پس تجھے مسلمانوں سے کچھ زیادہ مل جائے۔

حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک بچی دیکھی جو بہت ہی نازک اور دبلی تھی آپ نے فرمایا یہ کون بچی ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا یہ بھی آپ کی ایک بیٹی ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ میری کون سی بیٹی ہے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا میری بیٹی ہے' حضرت عمرؓ نے فرمایا کس وجہ سے اس کی یہ حالت ہے جو میں اسے دیکھ رہا ہوں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ آپ کے عامل اس پر خرچ نہیں کرتے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں خدا کی قسم یہی بات ہے؟ تجھے تیرا بچہ کس قدر پیارا ہے؟ اے آدمی! تو خود اپنی اولاد پر وسعت کر۔

حضرت عاصم بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میری شادی حضرت عمرؓ نے کرائی آپ نے مجھ پر اللہ کے مال سے ایک ماہ تک خرچ کیا پھر آپ نے میرے پاس اپنے غلام پیرفاءؒ کو بھیج کر بلایا جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا خدا کی قسم! والی بننے سے پہلے میں یہی خیال کرتا تھا کہ یہ مال میرے لئے حلال نہیں مگر جتنا کہ اس میں میرا حق ہے اور اس مال کی حرمت جب کہ میں اس کا والی ہوا۔ کہیں زیادہ بڑھ گئی ہے لہٰذا تم میری امانت مجھے لوٹاؤ میں نے تم پر اللہ کے مال سے ایک ماہ تک خرچ کیا ہے اور اس سے زیادہ میں خرچ کرنے والا نہیں ہاں میں اپنے اس مال کی قیمت سے جو موضع غابہ میں ہے تمہاری امداد کرتا رہوں گا لہٰذا تم اس کے پھل توڑو اور اسے بیچو پھر اپنی قوم میں سے کسی تاجر آدمی کے پاس جاؤ اور اس کے برابر کھڑے رہو جب وہ کوئی چیز خریدے تم اس سے شرکت کرلو' اور اسی سے اپنا اور اپنے اہل کا خرچہ اٹھاؤ۔

مالک بن اوس بن حدثانؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہ روم کا ایلچی حضرت عمرؓ

کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ کی بیوی نے کسی سے ایک دینار ادھار لیا اور اس سے عطر خریدا اور اس کو شیشے کے برتنوں میں بند کیا اور اس ایلچی کے ہاتھ اسے روم کے بادشاہ کی بیوی کے پاس بھیجا' جب یہ قاصد ملکہ روم کے پاس پہنچا اس نے ان برتنوں کو خالی کیا اور ان کو جواہرات سے بھرا اور ایلچی سے کہا اسے حضرت عمر بن خطابؓ کی بیوی کے پاس لے جاؤ۔ جب آپ کی بیوی کے پاس وہ برتن آئے ان کو بستر پر الٹ دیا اتنے میں حضرت عمرؓ داخل ہوئے اور پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ کی بیوی نے آپ کو خبردی' حضرت عمرؓ نے وہ جواہرات لئے اور ان کو بیچا اور اپنی بیوی کو ایک دینار دیا اور باقی کو مسلمانوں کے بیت المال میں رکھ دیا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اونٹ خریدا اور اسے چراگاہ میں لے کر آیا جب وہ موٹا ہوگیا تو میں اسے لے کر گیا حضرت عمرؓ بازار میں داخل ہوئے دیکھا کہ ایک موٹا اونٹ ہے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ آپ سے بیان کیا گیا کہ عبداللہ بن عمرؓ کا ہے حضرت عمرؓ نے یہ سن کر کہنا شروع کیا عبداللہ بن عمرؓ کے کیا کہنے ہیں' واہ واہ امیرالمومنین کا بیٹا ہے' میں بھاگا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہا اے امیرالمومنین! کیا بات ہے؟ پوچھا یہ اونٹ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ اونٹ میں نے خریدا تھا اور اس کو میں نے چراگاہ میں بھیج دیا تھا اور چراگاہ میں بھیجنے سے میرا مقصد وہی تھا جو تمام مسلمانوں کا ہوتا ہے' حضرت عمرؓ نے فرمایا لوگوں نے کہا ہوگا کہ امیرالمومنین کے بیٹے کا اونٹ چراؤ امیرالمومنین کے بیٹے کے اونٹ کو پانی پلاؤ' لہٰذا اے عبداللہ! اپنا اصل مال لو اور منافع سارا مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کرو۔

حضرت محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا ایک داماد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا' اور آپ سے سوال کیا کہ بیت المال سے کچھ اسے دیں آپ نے اسے اونٹ دیا اور فرمایا تیرا ارادہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے خائن بادشاہ ہو کر ملوں؟ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اسے اپنے ذاتی مال سے دس ہزار درہم دیئے۔

حضرت عنترہؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کی خدمت میں کوفہ کے موضع خورنق میں حاضر ہوا آپ پر ایک پرانی چادر تھی اور آپ سردی سے کانپ رہے تھے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! اللہ پاک نے آپ کے لئے اور آپ کے گھر والوں کے لئے اس مال سے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا میں خدا کی قسم تم مسلمانوں کے مال سے کچھ کم کرنا نہیں چاہتا' یہ چادر بھی وہ ہے جسے میں اپنے گھر سے لے کر نکلا تھا یا یوں فرمایا کہ مدینہ سے لے کر چلا تھا۔

مال کا رد کرنا

نبی اکرم ﷺ کا اس مال کو رد فرمانا جو آپؐ پر پیش کیا گیا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ پاک نے اپنے نبی ﷺ کے پاس فرشتوں میں سے ایک فرشتہ اور اس کے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام کو بھیجا اس فرشتہ نے حضورؐ سے آکر کہا' اللہ پاک نے آپ کو ان دونوں باتوں کے درمیان اختیار دیا ہے یا تو آپؐ بندے اور نبی ہوں اور اگر آپؐ کا جی چاہے تو بادشاہ اور نبیؐ ہوں آپؐ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف اس طرح التفات فرمایا جیسا کہ آپؐ سے اس معاملہ میں رائے لینا چاہتے ہیں۔

حضرت جبریل نے آپ ؐ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ؐ تواضع اختیار کیجئے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بلکہ میں تو بندہ اور نبی ہونا چاہتا ہوں راویؓ فرماتے ہیں اس قول کے بعد حضور ﷺ نے کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا یہاں تک کہ اللہ عزو جل سے جاملے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام صفا پہاڑی پر تھے' حضورؐ نے فرمایا اے جبریل اس ذات کی قسم! جس نے تم کو حق دے کر بھیجا ہے آج شام کو محمدؐ کے گھرانے میں اتنا آٹا بھی نہیں جسے کوئی پھانک لے اور نہ کوئی مٹھی جو کی ہے ابھی آپ ؐ کی یہ بات ختم ہونے نہ پائی تھی کہ آپ ؐ نے آسمان سے ایک دھماکے کی آواز سنی جس آواز نے آپ ؐ کو گھبرادیا آپ ؐ نے فرمایا کیا اللہ پاک نے قیامت کے قائم ہونے کا حکم دے دیا؟ حضرت جبریل نے فرمایا نہیں لیکن جب اللہ پاک نے آپ ؐ کی وہ بات سنی' حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا ہے وہ آپ ؐ کی طرف آرہے ہیں اتنے میں حضرت اسرافیل آئے اور کہا اللہ پاک نے جو کچھ آپ ؐ نے فرمایا ہے سن لیا ہے اور مجھے آپ ؐ کی خدمت میں زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر بھیجا ہے اور مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں آپ ؐ پر یہ بات پیش کروں کہ آپ ؐ کے لئے تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد اور یاقوت اور سونے اور چاندی سے بدل دوں' اگر آپ ؐ چاہیں تو ایسا کردوں؟ اب آپ ؐ کو اختیار ہے آپ ؐ نبی اور بادشاہ ہونا چاہتے ہیں یا آپ ؐ یہ چاہتے ہیں کہ نبی اور بندے رہیں؟ حضرت جبریل نے آپ ؐ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ؐ تواضع اختیار کیجئے تب آپ ؐ نے فرمایا میں تو نبی اور اللہ کا بندہ رہنا چاہتا ہوں اور یہ جملہ آپ ؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب

نے مجھ پر یہ بات پیش کی کہ میرے لئے مکہ کے پتھریلے میدان کو سونے سے بدل دیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے رب! مجھے یہ نہیں چاہیے لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھروں اور ایک دن بھوکا رہوں اور یہ جملہ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔ جب میں بھوکا رہوں گا تو آپؐ سے گڑگڑا کر مانگوں گا اور آپؐ کو یاد کروں گا اور جب میرا پیٹ بھرے گا تو میں آپؐ کا شکر کروں گا آپؐ کی تعریف کروں گا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ! اللہ پاک تم کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے مکہ کی پتھریلی زمین کو سونے سے بدل دوں' راوی کہتے ہیں کہ آپؐ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا اے رب! مجھے یہ نہیں چاہیے ایک دن میرا پیٹ بھرا رہے تاکہ تیری تعریف کرو اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ تجھ سے مانگوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جنگ احزاب میں مشرکین میں سے ایک آدمی مارا گیا کفار نے آپؐ کی خدمت میں یہ کہلا بھیجا کہ اس کی لاش ہماری طرف بھیج دیجئے ہم مسلمانوں کو بارہ ہزار دیں گے آپؐ نے فرمایا نہ تو اس مشرک کے جس میں بھلائی ہے اور نہ اس کے جسم کی قیمت میں امام احمد کی روایت میں اس طرح ہے کہ آپؐ نے فرمایا انہیں ان کا مردار حوالہ کر دے بدترین مردار ہے اور اس کی دیت بھی خبیث ہے لہٰذا آپؐ نے اس کو عوض کوئی قیمت نہیں لی حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ نوافل یا ابن نوفل غزوہ خندق میں اپنے گھوڑے پر سے گرا اور مرگیا ابو سفیانؓ نے حضورؐ کے پاس اس کی لاش کے معاوضہ میں سو اونٹ بھیجے آپؐ نے لینے سے انکار کردیا اور فرمایا اس

لاش کو لے جاؤ اس کا معاوضہ بھی خبیث ہے اور یہ مردار بھی خبیث ہے۔

حضرت عروہؓ بیان کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام یمن گئے اور ایک جوڑا ذی ریزن کا حمیر کے بادشاہوں کا لباس خریدا اور اس کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں قبل اسلام مدینہ میں حاضر ہوئے اور اس کو ہدیہ آپؐ کے لئے پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کو واپس کردیا اور فرمایا کہ ہم مشرک کا ہدیہ نہیں قبول کرتے چنانچہ حکیم نے اس کو واپس کردیا اور فرمایا کہ ہم مشرک کا ہدیہ نہیں قبول کرتے چنانچہ حکیم نے اس جوڑے کو بیچا تو رسول اللہ ﷺ نے اس جوڑے کو خریدے جانے کا حکم دیا وہ جوڑا آپؐ کے لئے خرید لیا گیا آپؐ نے اسے زیب تن فرمایا پھر مسجد میں تشریف لے گئے حکیم کہتے ہیں میں نے کبھی کسی کو ایسا حسین جیسا کہ آپؐ اس جوڑے میں نظر آرہے تھے نہیں دیکھا بعینہ آپؐ ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے چودھویں کا چاند' جب میں نے آپؐ کو اس حالت میں دیکھا میں اپنے آپؐ کا مالک نہ رہا اور بے ساختہ میرے منہ سے نکلا: اشعار

ما تنظر الحکام بالحکم بعد ما
بدا واضح ذو غرہ وحجول
اذا واضحوہ المجدا ربی علیھم
بمتفرغ ماء النباب سجیل

۱۔ حکم دینے والا اس کے بعد کیا حکم دیں گے جب کہ ایسا چمکدار ظاہر ہوا جس کی پیشانی اور ہاتھ پیر سبھی چمک رہے ہیں۔

۲۔ جبکہ آپؐ کو غور سے دیکھیں آپؐ کی بزرگی اور شرافت لوگوں پر اور زیادہ بڑھتی جاتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے) جیسے صاف شفاف بہتا ہوا پانی آپؐ پر ڈالا گیا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے۔

حضرت حکیم حزامؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ زمانہ جاہلیت میں مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھے جب آپؐ نے نبوت کا دعوی کیا تو مدینہ چلے گئے تھے حکیم بن حزام موسم حج میں آئے اور ایک جوڑا ذی یزن کا پچاس درہموں میں بیچا جارہا تھا اسے انہوں نے حضورؐ کے ہدیہ کے لئے خریدا' اور اسے لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ آپؐ اسے لے لیں' آپؐ نے انکار فرمادیا عبیداللہ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ آپؐ نے یہ بھی کہا کہ میں مشرکین سے کوئی چیز نہیں قبول کرتا' لیکن اگر تمہارا جی کرے تو میں اس کو قیمتاً" تم سے لے لوں' حکیمؓ کہتے ہیں چنانچہ میں نے آپؐ کو وہ دے دیا' جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے اسے پہنا' میں نے آپؐ کو وہ پہنے ہوئے ممبر پر دیکھا پس میں نے کبھی بھی کوئی چیز اتنی حسین نہیں دیکھی جتنا کہ میں نے آپؐ کو اس دن اسے جوڑے میں حسین دیکھا اس کے بعد آپؐ نے یہ جوڑا حضرت اسامہؓ بن زید کو دے دیا حکیمؓ نے وہ جوڑا جب اسامہؓ پر دیکھا تو کہا اے اسامہ! تم حلہ ذی یزن استعمال کرتے ہو؟ حضرت اسامہؓ نے کہا جی ہاں! میں اس ذی یزن سے بہتر ہوں اور میرا باپ ذی یزن کے باپ سے بہتر ہے اور میری ماں اس کی ماں سے بہتر' حکیمؓ کہتے ہیں اس کے بعد میں مکہ چلا گیا اور مکہ والوں کو اسامہؓ کے قول سے تعجب دلاتا تھا۔

عامر بن طفیل نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک گھوڑا بطور ہدیہ بھیجا اور عامر نے آپؐ کی طرف لکھا کہ میرے ایک دنبل نکل آیا ہے آپؐ اپنے پاس سے میرے لئے دوا بھیج دیجئے آپؐ نے وہ گھوڑا واپس کردیا اس لئے کہ عامر اسلام نہ لایا تھا' اور آپؐ نے اس کی طرف ایک ڈبہ شہد کا بھیجا اور فرمایا کہ اس سے علاج کر'

حضرت کعب ابن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ملاعب الاسنہ ہدیہ لے کر آپؐ کی خدمت میں آیا رسول اللہ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا اس نے اسلام لانے سے انکار کردیا آپؐ نے فرمایا میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا۔

حضرت عیاض بن حمار مجاشعیؓ نے حضورؐ کو کوئی ہدیہ یا اونٹنی دینا چاہا آپؐ نے دریافت کیا تم اسلام لے آئے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں' آپؐ نے فرمایا مجھے مشرکین کے ہدیہ کے قبول کرنے سے منع کردیا گیا ہے۔ (یہ بعد میں اسلام لے آئے تھے)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں میں خطبہ دیا' اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا سب سے بڑی دانائی کی بات تقویٰ ہے" اس کے بعد راویؓ نے پوری حدیث ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ جب صبح ہوئی تو صبح ہی صبح بازار تشریف لے گئے آپؐ سے حضرت عمرؓ نے دریافت کیا آپؐ نے کہاں کا ارادہ کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بازار کا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اب تو آپؐ کے ذمہ وہ کام آگیا ہے جو آپؐ کو بازار میں مشغول نہ ہونے دے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سبحان اللہ! کیا مجھے میرے بال بچوں سے بھی روک دے گا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم قاعدہ شرعی کے مطابق تمہارے لئے حصہ مقرر کردیں گے فرمایا اے عمرؓ! بڑے افسوس کی بات ہے بیشک مجھے ڈر ہے شاید کہ میرے لئے اس مال سے کھانے کی کچھ بھی گنجائش نہ ہو راوی کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے پورے دو سال اور تیسرے سال کے بعض حصہ میں آٹھ ہزار درہم بیت المال سے اپنے اوپر صرف کئے جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا فرمانے

لگے کہ میں نے عمرؓ سے کہا تھا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میرے لئے اس مال میں سے کسی چیز کی گنجائش نہیں لیکن وہ مجھ پر غالب آگئے اچھا جب میں مرجاؤں تو میرے مال سے آٹھ ہزار درہم لے کر ان کو بیت المال میں واپس کردینا' راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کے پاس وہ آٹھ ہزار درہم لائے گئے فرمایا اللہ ابوبکرؓ پر رحم کرے وہ اپنے بعد والوں پر بہت سخت مشقت ڈال گئے'

ابوبکر بن حفص بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور وہ انہیں حالات میں مبتلا تھے جس میں میت مبتلا ہوتی ہے اور آپ کی جان سینہ میں تھی تو حضرت عائشہؓ نے اس شعر کو پڑھ کر اپنے آپ کو تسلی دی

لعمرک مایغنی الثراء عن الفتی

اذا حشرجت یوما" وضاق بها الصدر

ترجمہ:۔ تیری عمر کی قسم! تر زمین (یعنی مکان) جو ان کو اس وقت بے پروائی نہیں بخش سکتی جس دن کہ جان گلے میں بول رہی ہو اور سینہ روح کے روکنے سے تنگ آگیا ہو'

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عائشہؓ کی طرف اس طرح دیکھا جیسا کہ آپ غصہ میں ہوں اور اس کے بعد فرمایا اے ام المومنین! بات اس طرح نہیں' اور لیکن وجاء ت سکرت الموت بالحق ذلک ماکنت منہ تحید ○ (سورہ ق ع ۲)

ترجمہ:۔ اور موت کی سختی قریب آ پہنچی یہ موت وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا میں نے تجھ کو فلاں باغ دیا تھا اور میرے نفس میں اس سے کچھ کھٹک ہے تم اسے میراث میں لوٹا دینا' حضرت عائشہؓ نے فرمایا بہت اچھا چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اس کو لوٹا دیا' اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں نے جب سے کہ میں

مسلمانوں کے امر کا والی ہوا ہوں' ان کا ایک دینار اور ایک درہم نہیں کھایا' ہاں ہم نے ان کے موٹے آٹے سے اپنے پیٹ میں ڈالا ہے۔ اور ان کے موٹے کپڑے سے اپنی پیٹھ ڈھانکی ہے میرے پاس مسلمانوں کے فدئے (مال غنیمت) میں سے نہ تھوڑا ہے اور نہ بہت سوائے اس حبشی غلام کے اور پانی لانے والے اونٹ کے' اور سوائے اس پرانی چادر کے جب میں مرجاؤں تو ان کو حضرت عمرؓ کے حوالہ کردینا اور ان سے برائت چاہ لینا چنانچہ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی کیا جب قاصد حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا حضرت عمرؓ یہاں تک روئے کہ ان کے آنسوؤ زمین پر بہنے لگے اور فرمایا اللہ حضرت ابوبکرؓ پر رحم کرے انہوں نے اپنے بعد والوں پر مشقت ڈال دی اور یہ کلمہ دو مرتبہ فرمایا' اے غلام! اس سامان کو اٹھالے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا سبحان اللہ! حضرت ابوبکرؓ کے خاندان سے آپ حبشی غلام اور سچائی کی اونٹنی اور پرانی چادر جس کی قیمت پانچ درہم ہے سلب کر رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں بتاؤ کہ کیا کروں؟ حضرت عبدالرحمن نے فرمایا انہیں ان کے ہی بال بچوں کو واپس کردیجئے حضرت عمرؓ نے فرمایا قسم اس ذات کی جسے محمد ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے ایسا میری خلافت میں کبھی بھی نہ ہوگا راوی کہتے ہیں یا اسی طرح کی اور دوسری قسم کھائی اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نے تو ان کو مرتے وقت اپنے پاس سے نکال دیا اور میں ان کو ان کی عیال کی طرف لوٹا دوؤں؟ میری موت بھی اس سے زیادہ قریب ہے (یعنی مجھے بھی مرنا ہے)۔

حضرت عمر بن خطابؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کے پاس کچھ عطیہ بھیجا حضرت عمرؓ نے اسے واپس کردیا حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کیوں اسے واپس کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپؐ نے مجھ سے یوں نہیں فرمایا تھا کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے بھلائی اس بات میں ہے کہ کسی سے کوئی چیز نہ لیں، آپؐ نے فرمایا کہ یہ بات میں نے سوال کرے کو کہی تھی لیکن جو کچھ کہ بلا سوال کے آئے وہ وہ رزق ہے جو اللہ پاک نے تم کو دیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے میں کبھی کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کروں گا اور جب کبھی میرے پاس کوئی چیز بغیر مانگے آئے گی اسے ضرور لوں گا ۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسی اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہ بنتؓ زید بن عمرو بن نفیل کے لئے ایک پتلا بچھونا ہدیہ دیا میرا خیال یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ اور ایک بالشت کا ہوگا جب حضرت عمرؓ بیوی کے پاس تشریف لائے اس کو دیکھ کر پوچھا تمہارے پاس یہ کہاں سے آیا ہے؟ بیوی نے کہا مجھے ابو موسی اشعریؓ نے بطور ہدیہ دیا ہے حضرت عمرؓ نے وہ لیا اور اس سے بیوی کے سر پر اتنا مارا کہ ان کا سر پھوڑ دیا، اس کے بعد فرمایا کہ میرے پاس ابو موسی اشعریؓ کو لاؤ اور ان کو تھکاؤ، چنانچہ حضرت ابو موسی کو تھکا دیا گیا اور وہ کہہ رہے تھے کہ امیر المومنین! مجھ پر جلدی نہ کیجئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تمہیں اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا کہ تم میری عورت کے پاس ہدیہ بھیجو؟ پھر اس کو انہوں نے لیا اور اسے ان کے سر پر مارا اور فرمایا یہ لو ہمیں اس بچھونے کی کوئی حاجت نہیں ۔

حضرت لیث بن سعدؒ فرماتے ہیں مقوقس نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے

اس بات کا سوال کیا کہ عمرو بن عاصؓ اس کے ہاتھ مقطم پہاڑ کی چٹان ستر ہزار دینار میں بیچ دیں؟ حضرت عمرو بن عاصؓ کو اس بات سے بڑا تعجب ہوا اور فرمایا کہ میں اس بارے میں امیرالمومنین کو لکھوں گا چنانچہ اس بات کو حضرت عمرؓ کے پاس لکھا حضرت عمرؓ نے ابن عاصؓ کے پاس جواب میں لکھا کہ مقوقس سے پوچھو تمہیں اتنی قیمت جو وہ دے رہا ہے کس لئے دینا چاہتا ہے؟ اس حصہ میں نہ تو کھیتی ہو سکتی ہے نہ اس سے پانی حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ اس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے چنانچہ انہوں نے مقوقس سے پوچھا اسے کہا ہم اس چٹان کی تعریف کتابوں میں پاتے ہیں کہ اس میں جنت کا پودا ہے حضرت ابن عاصؓ نے یہ بات حضرت عمرؓ کے پاس لکھی ابن عاصؓ کے پاس حضرت عمرؓ نے لکھا ہم سوائے مومنین کے جنت کا پودا اور کسی کے لئے نہیں جانتے ہیں، تمہارے پاس جو مسلمان ہیں ان کے لئے اسے قبرستان بنا دو اور اسے کسی چیز کے بدلہ مت بیچو۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت اسلمؒ فرماتے ہیں کہ جب عام رما (ایک مشہور قحط سالی کا نام ہے) ہوا اور زمین خشک ہوگئی حضرت عمرؓ نے ابن عاصؓ کی طرف لکھا بیہقی نے یہ روایت پوری ذکر کی جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابُو عبیدہؓ بن جراح کو بلایا (جس کام کے لئے کہا) حضرت ابو عبیدہؓ اس کام کے لئے گئے جب واپس ہوئے حضرت عمرؓ نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے، حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ اے ابن خطابؓ میں نے تمہارے لئے یہ کام نہیں کیا، میں نے تو اللہ کے لئے یہ کام کیا ہے اور اس بارے میں میں کچھ بھی نہ لوں گا حضرت عمرؓ نے

فرمایا کہ ہم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے بہت سے کاموں میں بھیجا ہے اور ہم کو عطیات دیئے ہیں ہم نے ان کا لینا برا سمجھا آپؐ ہم لوگوں پر انکار کیا لہذا اے آدمی! اسے قبول کرلے اور اسکے ذریعہ اپنے دین اور دنیا میں مدد حاصل کر چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے اسے قبول کرلیا ۔

حضرت سعید بن عامرؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت عبداللہ بن زیادؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعید بن عامرؓ کو ایک ہزار دینار دیئے' سعیدؓ نے کہا مجھے ان کی کچھ حاجت نہیں آپؐ اسے دیجئے جو مجھ سے زیادہ اس کا محتاج ہو حضرت عمرؓ نے فرمایا ذرا ٹھہرو یہاں تک کہ میں تم سے وہ بیان کروں جو حضورؐ نے فرمایا ہے پھر تمہیں اختیار ہے خواہ قبول کرنا اور خواہ نہ قبول کرنا حضورؐ نے مجھ پر کچھ پیش کیا میں نے بھی یہی بات جو تم نے کہی کہی تھی اس پر آپؐ نے فرمایا جو آدمی کوئی چیز بغیر سوال اور بغیر طمع نفس کے دے جائے پس بیشک یہ اللہ کی جانب سے رزق ہے چاہیے کہ اسے قبول کرلے اور رد نہ کرے حضرت سعیدؓ نے کہا کیا آپؐ نے خود اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ چنانچہ اس کو قبول کرلیا'

حضرت زید بن اسلمؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعیدؓ سے کہا اہل شام تمہیں کیوں زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ موصوف سعیدؓ نے کہا میں ان کی مراعات کرتا ہوں اور ان کی غم خواری کرتا ہوں حضرت عمرؓ نے ان کو دس ہزار دیئے حضرت سعیدؓ نے رد کردیا اور کہا کہ میرے پاس کئی ایک غلام اور کئی ایک گھوڑے ہیں اور میں بڑے آرام سے ہوں اور میرا تو یہ ارادہ ہے

کہ میرا عمل مسلمانوں کے لئے صدقہ ہو' حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا نہ کرو یعنی قبول کرلو بیشک رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس سے کم مال دیا میں نے اسی جیسی بات جو تم نے کہی آپؐ سے عرض کی حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ جب اللہ پاک تم کو کوئی ایسا مال دے کہ تم نے اس کا سوال نہ کیا ہو اور نہ تمہارے نفس میں اس کی طرف لالچ ہو تو اُسے لے لو پس بیشک وہ اللہ کا رزق ہے جو تمہیں اسنے وہ رزق دیا ہے۔ حضرت اسلمؓ فرماتے ہیں کہ اہل شام میں سے ایک آدمی نہایت پسندیدہ تھا اس سے حضرت عمرؓ نے دریافت کیا تجھے اہل شام کس وجہ سے دوست رکھتے ہیں؟ اس نے کہا میں ان کی طرف سے جہاد کرتا ہوں اور ان کی غمخواری کرتا ہوں یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اس کے لئے دس ہزار پیش کئے اور فرمایا اسے لے اور اس کے ذریعہ اپنے غزوہ میں مدد حاصل کر اس آدمی نے جواب دیا میں اس سے بے پرواہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن سعدیؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت عبداللہ بن سعدیؓ سے روایت ہے کہ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ان کے پاس آئے حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کیا یہ خبر جو مجھے پہنچی ہے اسی طرح ہے کہ تم لوگوں کے کاموں کے والی بنتے ہو اور جب تمہیں عمل کی عطا دی جاتی ہے تو تم اس سے کراہیت کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا بیشک یہی بات ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کس وجہ سے تم نے یہ ارادہ کیا؟ میں نے کہا میرے پاس گھوڑے بھی ہیں اور غلام بھی ہیں اور میں بڑے آرام سے ہوں اور میں یہ ارادہ کرتا ہوں کہ میری یہ تمام خدمات مسلمانوں کے لئے صدقہ ہوں حضرت عمرؓ نے فرمایا عطایا لینے سے انکار نہ کیا کرو میں نے بھی تمہاری

طرح ارادہ کیا تھا نبی اکرم ﷺ مجھے عطیہ دیتے اور میں کہتا کہ آپؐ یہ اسے دے دیجئے جو مجھ سے زیادہ محتاج ہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپؐ نے مجھے دیا اور میں نے کہا کہ آپؐ مجھ سے زیادہ محتاج کو یہ دے دیجئے، حضورؐ نے فرمایا اسے لے اس سے مال داری حاصل کر اور اسے صدقہ کر جو کچھ کہ تیرے پاس اس مال سے اس طرح آئے کہ تجھے نہ اس کا لالچ ہو اور نہ تو نے اس کا سوال کیا ہو تو اسے لے لے اور جو اس طرح پر نہ آئے اس کے پیچھے اپنے آپؐ کو مت ڈال۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہؓ نے بیان کیا کہ مجھے حضرت عمرؓ نے صدقہ پر عامل بنایا جب میں اس کی وصول یابی کر کے انہیں ادا کر چکا تو انہوں نے مجھے میرے کام کی محنت دینی چاہی میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ کام اللہ کے لئے کیا ہے اور میری اجرت اللہ تعالیٰ پر ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا جو کچھ میں تجھے دے رہا ہوں اسے لے لے میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک کام کیا آپؐ نے مجھے دیا میں نے بھی تیری جیسی بات کہی اس پر آپؐ نے فرمایا جب میں تجھے کوئی چیز بغیر اس بات کے کہ تو مجھ سے سوال کرے دوں پس کھالے اور صدقہ کر۔

حضرت حکیم بن حزامؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے حکیم بن حزامؓ کو یوم حنین میں کچھ عطیہ دیا حضرت حکیمؓ نے اسے کم سمجھا آپؐ نے اور زیادہ دیا حکیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ کا کون سا عطیہ بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا پہلا، اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا اے حکیم! یہ مال سبز و شیریں ہے جس نے اس کو سخاوت نفس اور اپنے اچھے کھانے کے لئے لیا اس کے لئے اس مال میں

برکت دی جائے گی اور جس نے اس کو طمع نفس کے ساتھ اور برے کھانے کے لئے لیا اس کے لئے اس میں برکت نہ دی جائے گی اور یہ اس آدمی کی طرح ہو گا جو کھاتا ہے اور چھکتا نہیں اور اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے حکیمؓ نے عرض کیا خواہ آپؐ سے لے یا رسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایا خواہ مجھ سے لے حکیمؓ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا میں کبھی بھی آپؐ کے بعد کسی کے مال میں ادنیٰ کمی بھی نہ پیدا کروں گا راوی کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے کبھی امارت کے کام کو اور کسی عطیہ کو مرتے دم تک قبول نہیں کیا راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ میں تجھے حکیم بن حزامؓ کے خلاف گواہ بناتا ہوں کہ میں انہیں ان کے اس حق کے لئے جو ان کا اس مال میں ہے بلاتا ہوں اور وہ انکار کر دیتے ہیں حکیمؓ نے کہا بیشک خدا کی قسم! میں آپؐ کے مال میں اور آپؐ کے غیر کے مال میں کبھی کوئی کمی نہ کروں گا۔

حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپؐ نے مجھے دیا دوبارہ پھر میں نے آپؐ سے سوال کیا آپؐ نے مجھے دیا سہ بارہ میں نے آپؐ سے پھر سوال کیا آپؐ نے مجھے دیا اور فرمایا اے حکیم! یہ مال سبز و شیریں ہے اور پہلی جیسی روایت ذکر کی۔ یہاں تک کہ راوی نے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ حکیمؓ کو بلاتے کہ ان کو عطیہ دیں یہ انکار کر دیتے اور اس میں سے کچھ قبول نہ کرتے ان کے بعد حضرت عمرؓ نے انہیں بلایا تاکہ انہیں دیں انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا حضرت عمرؓ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! تم حکیمؓ پر گواہ ہو جاؤ میں ان کے سامنے ان کا حق پیش کرتا ہوں جو اللہ پاک نے ان کے حصے میں اس فدئے میں سے لکھ دیا ہے اور یہ اس کے لینے سے

انکار کرتے ہیں حکیمؓ نے حضورؐ کے بعد مرتے دم تک کسی سے کچھ نہیں لیا۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ حکیم بن حزامؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے ان کی وفات تک کچھ نہیں قبول کیا۔ اور حضرت عمرؓ سے ان کی وفات تک کچھ نہیں قبول کیا اور نہ حضرت عثمانؓ سے اور نہ حضرت معاویہؓ سے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت عامر بن ربیعہؓ کا جاگیر کو رد کرنا

حضرت زید بن اسلمؒ حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس عرب کا ایک آدمی ٹھہرا' عامرؓ نے اس کی بڑی خاطر تواضع کی اور اس کے بارے میں حضورؐ سے کلام کیا اس کے بعد حضرت عامرؓ کے پاس یہ آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک وادی بطور جاگیر لی ہے عرب میں کوئی وادی اس سے افضل نہیں ہے میں ارادہ کر رہا ہوں کہ تمہارے لئے ایک ٹکڑا اس میں سے دے دوں جو تمہاری اور تمہارے بعد والوں کی تمہارے بعد ملکیت ہوجائے حضرت عامرؓ نے فرمایا مجھے تمہاری جاگیر کی کوئی حاجت نہیں آج ایک سورت اتری ہے جس نے ہم لوگوں کو دنیا سے غافل کردیا ہے۔ اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون○

ترجمہ:۔ لوگوں کے لئے ان کا حساب قریب آگیا ہے اور وہ غفلت میں روگرداں ہیں۔"

حضرت ابوذر غفاریؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت ابوذرؓ کے بھائی کے بیٹے عبداللہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں

اپنے چچا کے ہمراہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا میرے چچا نے حضرت عثمانؓ سے کہا میرے لئے ربذہ میں رہنے کی اجازت دے دیجئے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا بہت اچھا اور میں تمہارے لئے صدقہ کے چوپایوں میں سے کچھ چوپایوں کا حکم دے دوں جن کا دودھ صبح اور شام تمہارے کام آئے چچا نے کہا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ابوذرؓ کے لئے اس کا اونٹوں کا گلہ کافی ہے اس کے بعد کھڑے ہوئے اور کہا تم اپنی دنیا میں لگے رہو اور ہمیں اور ہمارے رب اور ہمارے دین کو چھوڑ دو۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے مال کو لوگ تقسیم کر رہے تھے اور حضرت عثمانؓ کے پاس حضرت کعبؓ بیٹھے ہوئے تھے حضرت عثمانؓ نے کعبؓ سے کہا تم اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہو جس نے یہ مال جمع کیا؟ وہ آدمی اس میں سے صدقہ بھی کرتا تھا اور جہاد میں بھی دیا کرتا تھا اور اسی طرح کے کئی ایک کام کیا کرتا تھا کعبؓ نے کہا میں ان کے لئے بھلائی کی امید رکھتا ہوں یہ سن کر حضرت ابوذرؓ کو غصہ آگیا اور کعبؓ پر ڈنڈا پکڑا اور فرمایا اے یہودی کے بیٹے! تجھے پتہ نہیں قیامت کے دن یہ مال والا اس بات کو ضرور پسند کرے گا کاش کہ بچھو اس کے دل کے کالے نقطہ پر ڈنک لگاتے (یعنی دنیا میں یہ مصیبت جھیلتا اور سارا مال بلا خیرات کئے ہوئے نہ مرتا) ابو شعبہؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابوذرؓ کے پاس آیا اور ان کو خرچ دینا چاہا حضرت ابوذرؓ نے فرمایا ہمارے پاس بکریاں ہیں جسے ہم دودھ لیتے ہیں۔ اور گدھے ہیں جو سامان ڈھو لیتے ہیں اور ایک خادمہ ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور ایک عبا ہمارے لباس سے بچ رہی ہے مجھے یہی ڈر لگا ہوا کہ اس بچے ہوئے پر کہیں مجھ سے حساب نہ ہو۔

حضرت ابوبکرؒ بن منذر روایت کرتے ہیں کہ حبیب بن مسلمہ امیر شام نے

حضرت ابوذرؓ کے پاس تین سو دینار بھیجے اور کہا اس سے اپنی حاجت میں مدد لیجئے حضرت ابوذرؓ نے لانے والے سے کہا اسی کے پاس لوٹا لیجا اسے ہمارے سوا کوئی اور نہ ملا تھا جسے اللہ کے بارے میں دھوکا دیتا' ہمارے پاس ایک سایہ ہے جس میں ہم پناہ پکڑتے ہیں اور ایک ریوڑ بکریوں کا ہے جو شام کو ہمیں دودھ دیتا ہے اور ایک ہماری خادمہ ہے جو اپنی خدمت سے ہم پر صدقہ کرتی ہے اس کے باوجود میں زیادتی سے ڈرتا ہوں۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حارث کو ایک قریشی آدمی نے جو ملک شام میں رہتا تھا یہ خبر دی کہ حضرت ابوذر غفاریؓ کو بڑی تنگ دستی پیش آرہی ہے حارث نے ان کے پاس تین سو دینار بھیجے حضرت ابوذرؓ نے فرمایا اللہ کے بندے نے کسی ایسے کو نہ پایا جو میری بہ نسبت زیادہ کمزور حال ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے جس نے سوال کیا اور اس کے پاس چالیس ہوں تو ایسے آدمی نے بڑے اصرار کے ساتھ سوال کیا ابوذرؓ کے پاس تو چالیس درہم اور چالیس بکریاں اور دو ماہن ہیں ابوبکر بن عیاش راوی کہتے ہیں کہ ماہن خادم کو کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ابو رافعؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت ابو رافعؓ حضرتؐ کے غلام فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو رافع! تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم محتاج ہو جاؤ گے؟ میں نے عرض کیا پس کیوں نہ میں ابھی سے محتاجگی کا اقدام کروں؟ آپؐ نے فرمایا ضرور ایسا کرو فرمایا تمہارا مال کتنا ہے؟ میں نے عرض کیا چالیس ہزار ہے اور میں اسے اللہ عزوجل کے لئے دینا چاہتا ہوں آپؐ نے فرمایا نہیں بعض دو اور بعض کو روکے رکھو اور اپنی اولاد کی اصلاح کرو میں نے عرض کیا کیا ان کا ہمارے اوپر یا

رسول اللہ! حق ہے؟ جس طرح کہ ہمارا ان پر حق ہے آپؐ نے فرمایا ہاں لڑکے کا حق باپ پر یہ ہے کہ باپ اسے کتاب اللہ پڑھائے اور عثمان بن عبدالرحمنؒ نے کہا کتاب اللہ سکھائے اور تیراندازی اور تیرنا سکھائے یزید کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اس کو اچھے اخلاق کا وارث بنائے۔ حضرت ابو رافعؓ نے عرض کیا کہ میری محتاجگی کب ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا میرے بعد ابو سلیمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو رافعؓ کو دیکھا کہ وہ آپؐ کے بعد اس درجہ محتاج ہوگئے تھے کہ بیٹھ جاتے تھے اور کہا کرتے تھے کون ہے جو شیخ کبیر نابینا پر صدقہ کرے؟ کون ہے جو ایسے آدمی پر صدقہ کرے جس کو حضورؐ نے اطلاع دے دی تھی کہ وہ آپؐ کے بعد محتاج ہوجائے گا؟ کون ہے جو صدقہ کرے پس تحقیق کہ اللہ کا ہاتھ اوپر ہے اور دینے والے کا ہاتھ درمیان میں اور مانگنے والے کا ہاتھ سب میں نیچے اور جس آدمی نے باوجود دولت مندی کے سوال کیا اس کے لئے ایک داغ اور علامت ہوگی جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن پہچانا جائے گا۔ مال دار کے لئے صدقہ حلال نہیں' اور نہ ہٹے کٹے تندرست کے لئے راوی کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے چار درہم دیئے انہوں نے ایک درہم واپس کردیا دینے والے نے کہا کہ اے اللہ کے بندے میرے صدقہ کو مجھ پر واپس نہ کر۔ حضرت ابو رافعؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو منع کردیا ہے کہ میں بچے ہوئے مال کا خزانہ جمع کروں' ابو سلیمؒ کہتے ہیں اس کے بعد میں نے حضرت ابو رافعؓ کو دیکھا کہ وہ دولت مند ہوگئے یہاں تک کہ ان کا عاشران کے لئے پیداوار کا دسواں حصہ لایا' حضرت ابو رافعؓ فرمایا کرتے تھے کاش کہ ابو رافع اپنی فقیری میں یا جب کہ وہ فقیر تھا وفات پاجاتا یہ اپنے غلام کو اتنے ہی مال پر مکاتب بناتے تھے جتنے میں اسے خریدا ہوتا (مکاتب

وہ غلام جو مولی کی مقرر کردہ رقم کو قسط وار یا یکمشت ادا کرکے آزاد ہو جائے)

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پوتے عبدالعزیزؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کے پاس ایک لاکھ درہم اس کے بعد بھیجے کہ حضرت عبدالرحمنؓ نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کردیا تھا اس رقم کو حضرت عبدالرحمن نے واپس کیا اور اس کے لینے سے انکار کردیا اور فرمایا کیا میں اپنے دین کو اپنی دنیا کے عوض بیچ دوں؟ اور مدینہ سے مکہ چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروقؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت میمونؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو جاسوس مقرر کیا حضرت معاویہؓ کا ارادہ ہوا کہ ابن عمرؓ کے دل کی بات معلوم کریں آیا وہ جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں یا نہیں؟ حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا اے ابو عبدالرحمن آپؓ کو کس چیز نے منع کیا کہ آپؓ نکلیں اور ہم لوگ آپؓ سے بیعت کریں؟ آپؓ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ ہیں اور امیرالمومنین کے صاحبزادے آپؓ تمام لوگوں میں سے اس کام کے زیادہ مستحق ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیا تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے جو تم کہہ رہے ہو؟ حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا ہاں سب کا اتفاق ہے مگر چند لوگوں کا نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر تین موٹے عجمی آدمی ہجر کے رہنے والے بھی باقی رہ جائیں گے تو مجھے بیعت خلافت کی حاجت نہیں راوی کہتے ہیں کہ اس سے حضرت عمرو

بن عاصؓ نے جان لیا کہ ان کا جنگ کا ارادہ نہیں حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا کیا آپ کو اس بات کی رغبت ہے کہ آپ ایسے آدمی سے بیعت کریں جس کی بیعت پر عنقریب تمام آدمی جمع ہونے والے ہیں؟ اور وہ (ہونے والا امیر) آپ کے لئے زمینیں اور وہ مال لکھ دے جس کے بعد آپ اور آپ کی اولاد آپ کے بعد محتاج نہ رہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تجھ پر بڑا افسوس ہے تو میرے پاس سے چلا جا اور پھر میرے پاس نہ آنا تیرے لئے خرابی ہو بیشک میرا دین تمہارے دینار اور تمہارے دراہم پر نہیں اور میں یہ امید کرتا ہوں کہ میں دنیا سے اس طرح پر جاؤں کہ میرے دونوں ہاتھ سفید اور صاف ہوں'

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ
کا مال کو رد کرنا

محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ اہل سواد کے ایک دہقان نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے اس بارے میں بات چیت کی کہ وہ اس دہقان کی حاجت کے بارے میں حضرت علیؓ سے بات چیت کریں چنانچہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے حضرت علیؓ سے اس کی حاجت کے بارے میں گفت و شنید کی حضرت علیؓ نے دہقان کی حاجت پوری کردی تو اس دہقان نے حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس چالیس ہزار کی رقم بھیجی لوگوں نے حضرت عبداللہؓ سے کہا کہ یہ اس دہقان نے بھیجی ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے وہ واپس کردی اور فرمایا ہم اپنے احسان کو بیچتے نہیں ہیں -

حضرت عبداللہ بن ارقم کا مال کو رد کرنا

حضرت عمرو بن دینارؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہؓ بن ارقم کو بیت المال پر عامل بنایا اور ان کو اس کی اجرت میں تین لاکھ کی رقم دی انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا ایک روایت میں اس طرح ہے راوی کہتے ہیں کہ مجھے یہ اطلاع ملی کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو ان کے عمل کے جائزے میں تیس ہزار دیئے انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا اور فرمایا میں نے یہ کام اللہ کے لئے کیا ہے

حضرت عمروؓ بن نعمان بن مقرن کا مال کو رد کرنا

حضرت معاویہؓ بن قرہ فرماتے ہیں کہ میں عمرو بن نعمان بن مقرنؓ کے پاس ٹھہرا ہوا تھا جب رمضان کا مہینہ آیا ان کے پاس ایک آدمی درہموں کی تھیلی لایا اور اس نے کہا امیر مصعب بن زبیرؓ نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ ہم نے کوئی قاری نہیں چھوڑا مگر اس کے پاس میری جانب سے کچھ نہ کچھ عطیہ پہنچا ہے آپ بھی اس سے مدد حاصل کیجئے جواب میں فرمایا مصعبؓ سے کہہ دینا خدا کی قسم! ہم نے قرآن اس لئے نہیں پڑھا تھا کہ ہم اس سے دنیا کمائیں اور اس رقم کو اسے واپس کردیا۔

حضرت ابوبکرؓ کی دونوں صاحبزادیاں
حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ کا مال کو رد کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ قتیلہ بنت عزہ بن عبد اسعد جو بنی مال بن حسل سے ہیں اپنی بیٹی حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر کے پاس ہدیہ میں کئی گوہ

(وہ جانور جسے ضب کہتے ہیں اور عندالاحناف حلال نہیں) اور روٹی کی ٹکیاں اور گھی لائیں اور یہ مشرکہ تھیں حضرت اسماءؓ نے ان کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کردیا اور اپنے گھر میں داخلہ سے منع کیا اس پر حضرت عائشہؓ نے آنحضرتؐ سے سوال کیا اللہ عزّ و جل نے یہ آیہ اتاری **لاینھا کم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجواکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللّٰہ یحب المقسطین** (سورہ ممتحنہ)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں میں سے نہیں نکالا اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔"

آپؐ نے حضرت اسماءؓ کو حکم دیا کہ ان کا ہدیہ قبول کرلیں اور ان کو گھر میں آنے دیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی اور اس کے پاس کچھ تھا جو مجھے بطور ہدیہ دینا چاہتی تھی مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ میں اس سے ہدیہ کو قبول کروں کیوں کہ مجھے اس پر رحم آیا تو حضور اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کیوں نہ تو نے اس کے ہدیہ کو قبول کرلیا؟ اور مکافات کردیتی یعنی بدلہ دے دیتی میرا خیال یہ ہے کہ اے عائشہ! تو نے اسے حقیر سمجھا اے عائشہ! تواضع اختیار کر بے شک اللہ پاک تواضع کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور متکبرین سے بغض رکھتا ہے

سوال کرنے سے پرہیز کرنا

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ تنگی سے ہم لوگوں کی حالت نہایت سخت خراب ہوگئی میرے گھر والوں نے مجھ سے کہا کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آؤں اور آپ سے کچھ سوال کروں چنانچہ میں آپ کی طرف متوجہ ہوا پس وہ پہلی بات جو میں نے آپ سے سنی آپ فرما رہے تھے جو اللہ پاک سے غنا طلب کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ بے پرواہ کردے گا اور جو اللہ پاک سے طالب عفت ہوگا اللہ پاک اسے پرہیزگار کردے گا اور جس نے ہم سے سوال کیا ہم اس سے جو کچھ بھی میسر آئے گا بچا کر نہ رکھیں گے حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے آپ سے کچھ سوال نہ کیا اور واپس چلا گیا تو دنیا ہماری طرف جھک پڑی۔

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے صبح اس حالت میں کی کہ بھوک کی شدت سے انہیں پیٹ پر پتھر باندھنا پڑا ان کی عورت نے یا ان کی کنیز نے ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور آپ سے کچھ سوال کرو دیکھو آپ کے پاس فلاں آیا تھا اور اس نے آپ سے مانگا تو آپ نے اسے دیا چنانچہ میں بھی آپ کے پاس آیا اور حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے میں نے آپ کی یہ بات سنی کہ آپ فرما رہے تھے جو عفت کا طالب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پرہیزگار بنا دیتے ہیں اور جو مستغنی چاہے اللہ پاک اسے بے پرواہ کر دیتا ہے اور جو ہم سے سوال کرے گا ہم اسے دیں گے یا اس کے ساتھ غم خواری کریں گے اس لئے کہ جس میں کچھ بھی برداشت کا مادہ ہے اور جو ہم سے بے پرواہی چاہے گا وہ آدمی ہمیں اس سے زیادہ محبوب ہے جو ہم سے سوال نہ کرے۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں چنانچہ میں لوٹ آیا اور میں نے آپ سے کچھ سوال نہیں کیا اللہ پاک ہم کو برابر رزق دیتا رہا یہاں تک کہ میں

نہیں جانتا کہ انصار کے گھرانوں میں کوئی آدمی ہماری بہ نسبت زیادہ مال دار ہو۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضور ﷺ نے ایک وعدہ کر رکھا تھا جب قریظہ فتح ہوا آپؐ کی خدمت میں اس غرض سے میں حاضر ہوا کہ آپؐ نے جو مجھ سے وعدہ کیا اسے وفا کردیں میں نے آپؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص طالب استغنا ہوگا اللہ پاک اسے غنی کردے گا اور جو شخص قناعت اختیار کرنا چاہے اللہ پاک اسے قانع بنادے گا یہ سن کر میں نے اپنے جی میں کہا اب میرے لئے ضروری ہے کہ میں آپؐ سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی میرے لئے اس بات کا ضامن ہوجائے کہ وہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کرے گا میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں میں نے عرض کیا کہ میں کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کروں گا چنانچہ یہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہیں کرتے تھے'

ابن ماجہ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا راوی کہتے ہیں کہ حضرت ثوبانؓ کا کوڑا اگر وہ سوار ہوتے اور نیچے گر جاتا تو کسی سے یہ بھی نہ کہتے کہ مجھے یہ کوڑا اٹھادو یہاں تک کہ خود گھوڑے سے اترتے اور اس کو لیتے۔ اعمال اسلام پر بیعت کے سلسلہ میں حضرت ابی امامہؓ کی حدیث میں حضرت ثوبانؓ کی اس بات پر بیعت کا تذکرہ گذر چکا ہے کہ یہ کسی سے کسی چیز کا سوال نہ کریں گے حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو مکہ میں لوگوں کے بڑے سے بڑے مجمع میں دیکھا کہ یہ سوار ہیں اور ان کا کوڑا گر گیا ہے اور بسا اوقات کسی آدمی کے کندھے پر جا پڑا اس کو وہ آدمی لیتا اور ان کو

وہ دینا چاہتا یہ نہ لیتے یہاں تک کہ یہ خود اترتے اور اس کو لیتے۔ابن ابی ملیکہؓ فرماتے ہیں بسا اوقات اونٹ کی نکیل کی رسی حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ سے گرجاتی تو اپنے ہاتھ سے اپنی اونٹنی کو مارتے اور اس کو بٹھاتے اس نکیل کی رسی کو پکڑتے' لوگوں نے عرض کیا آپؐ نے ہم سے کیوں نہیں کہہ دیا ہم اسے پکڑا دیتے' حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میرے حبیب ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔

دنیا کے وسعت دیئے جانے پر خوف

خوف نبی اکرم ﷺ

حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کی آٹھ سال کے بعد نماز جنازہ اس طرح پڑھی گویا کہ آپؐ زندہ اور مردہ لوگوں کو رخصت کر رہے ہیں اس کے بعد آپؐ ممبر پر تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا میں تم لوگوں سے پہلے تمہارا پیشرو ہوں اور میں تم لوگوں پر گواہ ہوں اور میری تم سے ملنے کی وعدہ گاہ حوض کوثر ہے اور میں اپنی اس جگہ کھڑا ہوا اسے دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم لوگوں پر اس بات کا خطرہ نہیں کہ تم شرک کرو گے لیکن میں تم لوگوں پر دنیا کا خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ تم لوگ دنیا کی طرف مائل ہوجاؤ گے حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں یہ میری وہ آخری زیارت تھی جو میں نے آپؐ کو دیکھا تھا۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک دن تشریف لے گئے اور شہدائے احد پر نماز جنازہ پڑھی پھر پہلی جیسی حدیث نقل کی اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں خدا کی قسم اپنے حوض کی طرف اس

وقت دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں مرحمت کی گئی ہیں یا یوں فرمایا کہ زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں اور میں بیشک خدا کی قسم! تم پر اس بات کا خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد شرک کرو گے لیکن مجھے تم لوگوں پر اس بات کا خوف ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔

حضرت عمرو بن عوف انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کو بحرین اس لئے روانہ فرمایا کہ وہاں سے جزیہ وصول کریں چنانچہ یہ وہاں سے جزیہ کا مال وصول کرکے لائے انصار کو حضرت ابو عبیدہؓ کی آمد کا پتہ چلا تو سبھی فجر کی نماز میں حضورؐ کے ساتھ جمع ہوگئے جب آپؐ نماز پڑھ کر واپس ہوئے تو یہ حضرات آپؐ کے سامنے آئے آپؐ نے جب انھیں دیکھا تو مسکرا دیئے پھر فرمایا میرا گمان ہے کہ تم لوگوں نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہؓ بحرین سے کچھ لائے ہیں؟ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کو بشارت دیتا ہوں اور تم لوگ اس چیز کی امید رکھو جو تمھیں خوش کرے گی پس خدا کی قسم! میں فقر کا تم لوگوں پر اندیشہ نہیں کرتا لیکن مجھے اندیشہ ہے تو اس بات کا کہ دنیا تمھارے اوپر پھیل جائے گی جس طرح کہ تم سے پہلوں پر دنیا پھیلی اور تم بھی دنیا کی طرف مائل ہو جاؤ گے جس طرح کہ پہلے لوگ اس کی طرف مائل ہوئے پس یہ دنیا تم کو ہلاک کر دے گی جیسا کہ ان لوگوں کو ہلاک کر دیا۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک ایسا اعرابی کھڑا ہوا جس کی طبیعت میں سختی کے آثار تھے اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو قحط سالی کھا گئی آپؐ نے فرمایا مجھے اس کے علاوہ اور چیز سے تم لوگوں پر اندیشہ ہے جس وقت کہ دنیا تمھارے

اوپر بھی بھی پھرے گی پس اے کاش! کہ میری امت سونا استعمال نہ کرے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ممبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہم لوگ آپؐ کے ارد گرد بیٹھے آپؐ نے فرمایا بیشک وہ چیز کہ جس سے میں تم لوگوں پر خطرہ محسوس کرتا ہوں یہ ہے کہ اللہ پاک تم پر دنیا کی تازگی اور زینت کھول دے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا میں دولت کا فتنہ تمہارے لئے زیادہ خطرناک پاتاہوں بہ نسبت فقر کے فتنہ کے تم لوگ تنگدستی کے فتنہ میں مبتلا کیئے گئے تم نے صبر کیا اور بے شک دنیا سبز و شیریں ہے

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحابؓ میں کھڑے ہوکر فرمایا فقیری سے تم لوگ ڈرتے ہو (راوی کو شک ہے کہ آپؐ نے فقر فرمایا ہے یا لفظ عوز اس کے معنی بھی کم مائگی کے ہیں) یا دنیا نے تم کو مبتلائے رنج کر رکھا ہے؟ بے شک اللہ پاک تمہیں فارس و روم پر فتح دے گا اور دنیا تمہارے اوپر بھی پھرے گی یہاں تک کہ میرے بعد اگر تم لوگ کج رفتار ہوئے تو کج رفتاری پر سوائے اس دنیا کے کوئی دوسری چیز نہ لگائے گی۔

حضرت عمرؓ کا وسعت دنیا پر خوف و گریہ

حضرت مسور بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ قادسیہ کے مال غنیمت میں سے حضرت عمرؓ کے پاس کچھ غنیمتیں آئیں، حضرت عمرؓ ان کو پلٹ رہے تے اور دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے آپؐ کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ تھے فرمانے لگے اے امیر المومنین! یہ تو خوشی اور سرور کا دن ہے؟ آپؐ نے

جواب دیا ہاں! لیکن بات یہ ہے جس قوم کو جب کبھی یہ دیا گیا وہ عداوت اور بغض کی وارث ہوئی۔ ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی خدمت میں کسریٰ کے خزانے لائے گئے تو آپؓ سے حضرت عبداللہ بن ارقم زہریؓ نے اشارہ کیا جس سے مقصد یہ تھا کہ آپؓ اسے بیت المال میں کیوں نہیں رکھ دیتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے بیت المال میں نہ رکھو میں اسے تقسیم کروں گا اور آپؓ رو پڑے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین! آپؓ کو کس چیز نے رلایا؟ خدا کی قسم! یہ دن تو شکر خوشی اور فرحت کا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے کہ جب کبھی اللہ پاک نے کسی قوم کو دی اللہ نے ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس کسریٰ کا ساز و سامان لاکر رکھ دیا گیا لوگوں میں سراقہؓ بن مال بن جعشم بھی تھے راوی کہتے ہیں حضرت عمرؓ نے ان کی طرف کسریٰ بن ہرمز کے دونوں کنگن ڈال دیئے انہوں نے وہ دونوں کنگن اپنے ہاتھ میں پہنے وہ دونوں کنگن ان کے کندھے تک پہنچ گئے جب حضرت عمرؓ نے حضرت سراقہؓ کے دونوں ہاتھوں میں کنگن دیکھے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ کسریٰ بن ہرمز کے دونوں کنگن بنی مدلج کے اعرابی سراقہ بن مالک بن جعشمؓ کے ہاتھ میں ہیں اس کے بعد فرمایا اے میرے اللہ مجھے خوب علم ہے کہ تیرے رسول پاکؐ کو یہ بات زیادہ محبوب تھی کہ کہیں سے کوئی مال آئے اس کو تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کریں اور تو نے ان باتوں کو حضورؐ سے بچائے رکھا یہ محض تیری آپؐ کے ساتھ مراعات تھی اور تجھے آپؐ کو منتخب کرنا تھا اس کے بعد فرمایا اے میرے اللہ میں جانتا ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ بات پسند تھی کہ کہیں سے مال آتا اور وہ اس کو تیرے راستہ میں

اور تیرے بندوں پر خرچ کرتے تو نے ان سے اس مال کو پھیرے رکھا چونکہ تیری نظر عنایت اور تیری پسندیدگی ان پر تھی اے میرے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ یہ مال کی فراوانی تیری جانب سے عمر کی آزمائش نہ ہو اس کے بعد آپ نے یہ آیہ تلاوہ فرمائی **ایحسبون انما نمدھم بہ من مال و بنین ○ نسارع لھم فی الخیرات۔ بل لا یشعرون○** ترجمہ:۔ "یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں یہ بات ہرگز نہیں بلکہ یہ لوگ اس کی وجہ نہیں جانتے۔"

حضرت ابو سنانؓ دولی روایت کرتے ہیں کہ یہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور آپ کے پاس مہاجرین اولین کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی' حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر ایک سفط طلب کیا یہ ایک قسم کا تھیلا یا برتن ہے اس کو عراق قلعہ سے لایا گیا تھا اس میں انگوٹھی بھی تھی اس انگوٹھی کو آپ کے پاس کسی بچہ نے لے کر منہ میں ڈال لیا حضرت عمرؓ نے اس کے منہ سے وہ انگوٹھی نکالی اس کے بعد رو پڑے حاضرین میں سے بعض نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ روتے کیوں ہیں؟ اللہ پاک نے آپ کو فتح دی اور آپ کو آپ کے دشمن پر غالب کیا اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کیں اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے جب کسی قوم پر دنیا فتح کی جاتی ہے اللہ پاک قیامت تک ان میں عداوت اور بغض ڈال دیتا ہے میں تو اسی بات سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نماز سے فارغ ہوتے تو لوگوں کے لئے بیٹھ جاتے جس کسی کو کوئی ضرورت ہوتی آپ سے کہتا اور اگر کسی کو کوئی ضرورت نہ ہوتی تو آپ کھڑے ہو جاتے اس کے بعد آپ نے چند نمازیں لوگوں کو پڑھائیں لیکن معمول کے خلاف کی ایک نماز کے بعد بھی نہ بیٹھے میں نے

حضرت یرفاءؓ سے پوچھا کیا امیر المومنین کو کوئی تکلیف ہے؟ یرفاءؓ نے کہا امیر المومنین کو کوئی شکایت نہیں چنانچہ میں بیٹھ گیا اتنے میں حضرت عثمان بن عفانؓ تشریف لائے اور بیٹھ گئے' یرفاء گھر سے نکلے اور کہا اے ابن عفانؓ اٹھو اور اے ابن عباسؓ اٹھو چنانچہ ہم لوگ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے سامنے مال کے چند ڈھیر ہیں ان میں سے ہر ڈھیر پر پترے رکھے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے اہل مدینہ کا جائزہ لیا تو میں نے تم دونوں کو پایا کہ تم تمام اہل مدینہ میں سے کثیر خاندان والے ہو اس مال کو تم دونوں لے لو اور اسے بانٹ لو اور جو بچ رہے اسے لوٹا دو یہ سن کر حضرت عثمانؓ تو اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہی رہے اور میں نے اپنے دونوں گھٹنوں پر ٹیک لگائی اور میں نے کہا اگر نقصان ہوگا تو کیا وہ ہمیں ملے گا؟ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ سخت پتھر کی آواز ہے کیا یہ مال اس وقت اللہ کے پاس نہیں تھا جب محمد ﷺ اور آپؐ کے اصحابؓ کھال بھون کر کھایا کرتے تھے میں نے عرض کیا بیشک خدا کی قسم! یہ اللہ کے پاس اس وقت بھی تھا جب حضورؐ زندہ تھے لیکن اگر حضورؐ کے زمانہ میں فتح کیا جاتا تو آپؐ اس مال میں جو تم کر رہے ہو اس کے خلاف کرتے یہ سن کر حضرت عمرؓ کو غصہ آیا اور فرمایا کہ اچھا اگر فتح ہوتی تو آپ کیا کرتے؟ میں نے کہا آپؐ کھاتے اور ہم کو کھلاتے یہ سن کر حضرت عمرؓ اس درد کے ساتھ روئے کہ ان کی پسلیاں ایک دوسری پر چڑھ گئیں اور اس کے بعد فرمایا کہ مجھے پسند ہے کہ میں معاملہ خلافت سے برابر سرابر چھوٹ جاؤں نہ مجھے اس سے کوئی نفع ہو اور نہ کوئی خسارہ۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطابؓ نے بلایا میں ان کے پاس آیا ان کے سامنے ایک چمڑے کا دسترخوان جیسا تھا جس پر سونا پھیلا پڑا ہوا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا لے اور اسے اپنی قوم میں تقسیم کردے اللہ زیادہ جانتا ہے

کہ یہ نبی اکرم ﷺ سے اور حضرت ابوبکرؓ سے کیوں علیحدہ رکھا گیا؟ اور مجھے دیا گیا خدا جانے یہ مجھے خیر کے لئے دیا گیا ہے یا شر کے لئے؟ اس کے بعد حضرت عمرؓ رودیئے اور فرمایا سن لو! قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے ایسا نہیں ہے کہ اللہ پاک نے اپنے نبیؐ اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ شر کا ارادہ کیا ہو اور اسے روکا ہو اور عمرؓ کے ساتھ خیر کا ارادہ کیا اور اسے دیا ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے آدمی بھیج کر بلایا میں آپ کے پاس آیا جب میں دروازے پر پہنچا تو میں نے ان کے رونے کی آواز سنی میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون خدا کی قسم! امیرالمومنین کو ضرور کوئی سانحہ پیش آیا ہے میں اندر داخل ہوا اور میں نے حضرت عمرؓ کے دونوں شانے پکڑے اور میں نے عرض کیا اے امیرالمومنین! کوئی خطرہ کی بات نہیں کوئی خطرہ کی بات نہیں' حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں نہیں؟ بہت سخت خطرہ ہے اس کے بعد انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور کوٹھری میں داخل کیا میں نے دیکھا بہت سے بڑے بڑے گٹھر بعضے بعض کے اوپر رکھے ہوئے ہیں اور حضرت عمرؓ نے فرمایا اب آل خطاب اللہ کے نزدیک ذلیل ہوگئی اگر اللہ پاک چاہتا تو یہ مال میرے دونوں صاحب یعنی نبی اکرمؐ اور حضرت ابوبکرؓ کو دیتا اور وہ میرے لئے اس میں کوئی طریقہ مقرر کرجاتے کہ میں اس طریقہ کی پیروی کرتا میں نے عرض کیا آپ ہمارے پاس بیٹھئے ہم اور آپ ذرا سوچیں چنانچہ ہم لوگوں نے امہات المومنین کے لئے چار چار ہزار درہم اور مہاجرین کے لئے بھی چار چار ہزار درہم اور باقی لوگوں کے لئے دو دو ہزار درہم تجویز کئے اور ہم نے وہ مال تقسیم کیا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا وسعت دنیا پر خوف و گریہ

حضرت ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پاس کھانا لایا گیا اور یہ روزہ سے تھے کہنے لگے مصعب بن عمیرؓ شہید کئے گئے وہ مجھ سے کہیں بھلے تھے اور ان کے لئے ایک ایسی چھوٹی چادر کا کفن میسر آیا کہ اگر سر چھپایا جاتا تھا تو پیر کھل جاتے تھے اور اگر پیر چھپاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ راوی کہتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت حمزہؓ جو مجھ سے کہیں بھلے تھے شہید کئے گئے اس کے بعد ہمارے لئے دنیا میں وسعت دی گئی جو دی گئی یا یوں فرمایا کہ ہمیں دنیا سے وہ دیا گیا جو دیا گیا' اب ہمیں یہ خطرہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کی جزا ہم کو جلدی یہیں دے دی گئی ہو پھر انہوں نے رونا شروع کیا یہاں تک کہ وہ کھانا چھوڑ دیا۔

حضرت نوفل بن ایاسؓ ہزلی کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ہم لوگوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے اور بہترین جلیس تھے وہ ایک روز ہم لوگوں کو لے کر واپس ہوئے ہم ان کے گھر میں داخل ہوئے. وہ اندر گئے اور انہوں نے غسل کیا پھر ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے پھر ہمارے پاس ایک بڑا پیالہ جس میں روٹی اور گوشت تھا لایا گیا جب وہ پیالہ رکھا گیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ رونے لگے ہم نے ان سے کہا اے ابو محمد! آپ کیوں روتے ہیں؟ فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ اس حال میں وفات پاگئے کہ آپؐ نے اور آپؐ کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرا۔ اور میرا خیال ہے کہ ہم لوگوں کو اس چیز سے موخر رکھا گیا ہے جو اس سے بہتر تھی۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ہمارے یہاں

تشریف لائے اور کہنے لگے اے اماں جان! مجھے ڈر ہے کہ میرا مال مجھے تباہ و برباد نہ کردے میں قریش میں بڑا مال والا ہوں میں نے کہا اے میرے بیٹے! تو مال خرچ کردے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ میرے اصحابؓ میں سے بعضے وہ ہوں گے جو مجھے اس کے بعد نہ دیکھ سکیں گے جب میں انہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا' اس کے بعد حضرت عبدالرحمنؓ یہاں سے نکلے اور حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی ان سے جو کچھ حضرت ام سلمہؓ نے کہا تھا بیان کیا یہ سن کر حضرت عمرؓ حضرت ام سلمہ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا خدا کی قسم کیا میں بھی انہیں لوگوں میں سے ہوں جنہیں پھر آپؐ کی زیارت نصیب نہ ہوگی) حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا نہیں' اے عمر! تمہارے بعد میں کسی اور کو بری نہیں کرتی۔

حضرت خباب بن الارتؓ کا
وسعت دنیا پر خوف و گریہ

حضرت یحیٰی بن جعدہؓ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرامؓ حضرت خبابؓ کی عیادت کے لئے آئے اور انہوں نے کہا کہ اے ابو عبداللہ! خوش خبری حاصل کرو تم محمد ﷺ کے پاس حوض کوثر پر جاؤ گے حضرت خبابؓ نے اپنے گھر کے اوپر نیچے اشارہ کرکے کہا کہ اس کے ہوتے ہوئے کیسے (حوض کوثر کی امید کی جاسکتی ہے؟) حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ایک کے لیے اتنا کافی ہے جتنا کہ ایک سوار کی زاد راہ ہوتی ہے۔

حضرت طارق بن شہابؓ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرامؓ حضرت خبابؓ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور انہوں نے کہا اے عبداللہ! تمہارے بھائی

تمہیں مبارک ہوں کل تم ان کے پاس جاؤ گے (یعنی وفات پائے ہوئے صحابہؓ)
طارقؒ کہتے ہیں کہ حضرت خبابؓ رو پڑے اور کہنے لگے کہ مجھے موت سے کوئی
گھبراہٹ نہیں لیکن تم نے میرے لئے ایک قوم کی یاد تازہ کردی اور تم نے
انہیں میرا بھائی بتایا وہ حضرات تو وہ لوگ ہیں جو سب کے سب اپنا ثواب کما لے
گئے اور مجھے یہ ڈر ہے کہ جو کچھ تم ان اعمال کے ثواب کا تذکرہ کرتے ہو وہ
ثواب کہیں یہی نہ ہو جو ان کے بعد ہمیں دیا گیا ہے (یعنی وسعت دنیا)

حضرت حارثہ بن مضربؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت خبابؓ کے یہاں
داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے پیٹ پر سات داغ لئے تھے حضرت خبابؓ نے
فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ نہ فرمایا ہوتا کہ تم میں کوئی ہرگز موت کی تمنا
نہ کرے تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا' بعض آنے والوں نے آپ سے کہا آپ
حضورؐ کی صحبت کو اور آپؐ کی خدمت میں آنے کو یاد کیجئے' فرمایا مجھے اپنی اس
آمد پر جس میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس چیز سے ڈر ہے جو میرے
پاس باقی ہے یعنی یہ چالیس ہزار درہم میری کوٹھری میں پڑے ہوئے ہیں۔

ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ حضرت خبابؓ نے فرمایا کہ میں نے
اپنے آپ کو دیکھا جب میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا کہ میں ایک درہم کا بھی
مالک نہ تھا اور اب میری کوٹھری کے ایک کونہ میں چالیس ہزار درہم پڑے
ہوئے ہیں راوی کہتے ہیں اس کے بعد ان کا کفن لایا گیا جب اسے دیکھا تو رو
دیئے اور فرمایا حضرت حمزہؓ کے لئے کفن میسر نہ آیا سوائے ایک دھاری دار
چادر کے جو اتنی بڑی تھی کہ اگر سر ڈھانپا جاتا تو پیر کی جانب سے کھسک جاتی
اور اگر پیر کی جانب کھینچی جاتی تو سر کی جانب سے کھسک جاتی یہاں تک کہ وہ
چادر سر کی طرف کھینچی گئی اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈالی گئی' ابو وائل

شقیق بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت خبابؓ کی خدمت میں ان کے مرض میں آئے انہوں نے فرمایا اس تابوت (چھوٹے سے گھر) میں اسی ہزار درہم ہیں خدا کی قسم نہ تو میں نے ان کی تھیلی پر تاگا باندھا اور نہ میں نے سائل سے اسے روکا' اس کے بعد رو دیئے' ہم نے عرض کیا آپ کو کس نے رلایا؟ فرمایا میں اس بات پر روتا ہوں کہ میرے ساتھی چلے گئے اور دنیا نے انہیں کچھ نقصان نہیں پہنچایا اور ہم ان کے بعد باقی رہے اور ہم نے (متاع) دنیا کے لئے کوئی موضع سوائے مٹی کے نہ پایا۔ ادریسؒ کی روایت میں یہ بھی ہے مجھے تمنا تھی کہ یہ دنیا ایسی اور ایسی ہوتی یعنی مینگنی وغیرہ ہوتی حدیث قیسؒ میں ہے کہ پھر حضرت خبابؓ نے فرمایا کہ ہم سے پہلے ایسی قوم گذر گئی جنہوں نے دنیا سے کچھ نہ حاصل کیا ان کے بعد ہم باقی رہے یہاں تک کہ دنیا سے ہم نے وہ حاصل کیا ہے ہم میں سے بعض یہ بھی نہیں جانتا کہ اسے مٹی کے سوا اور کہاں رکھے؟ اور بے شک مسلمان آدمی کو ہر چیز میں جس میں وہ خرچ کرے اجر ملے گا بجز اس چیز کے جس کو مٹی میں لگایا'

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی محض اللہ کی ذات کے لئے ہمارا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ثابت ہو گیا پس بعض ہم میں سے گذر گیا اور چلا گیا اس نے اپنے اجر سے (دنیا میں) کچھ بھی نہ کھایا انہیں میں سے حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں جو یوم احد میں شہید کئے گئے صرف ایک چادر چھوڑی ہم لوگ جب اس چادر سے ان کا سر چھپاتے تو ان کے پیر کھل جاتے اور جب ان کے پیر ڈھانکتے تو ان کا سر کھل جاتا حضورؐ نے فرمایا سر ڈھانک دو اور ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈال دو' اور بعض ہم میں سے وہ ہیں کہ ان کے پھل خوب پکے اور وہ ان پھلوں کو جھاڑ رہے ہیں'۔

(یعنی ان کے لئے دنیا میں وسعت دی گئی)

حضرت سلمان فارسیؓ کا وسعت دنیا پر خوف وگریہ

بنی عبس کے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ ہوا۔ حضرت سلمانؓ نے ان چیزوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جو اللہ پاک نے مسلمانوں پر کسریٰ کے خزانوں سے فتوحات کی تھیں فرمایا بے شک اس اللہ پاک نے جس نے تم کو یہ خزانے دیئے اور یہ فتوحات تمہارے لئے کیں اور یہ نعمتیں تم کو دیں' بے شک اس نے کسریٰ کے خزانوں کو روکے رکھا جب کہ حضرت محمد ﷺ حیات تھے اور آپؐ کے صحابہؓ اس حالت میں صبح کرتے کہ نہ ان کے پاس دینار ہوتا نہ درہم اور نہ کوئی مد غلہ کا(مد تقریباً" چھ سو پچیس گرام کا ہوتا ہے) اس کے بعد اے بنی عبسی بھائی! یہ فتوحات ہوئیں عبسیؓ کہتے ہیں پھر ہمارا گذر ایک ایسے کھلیان پر ہوا جہاں غلہ برسایا جارہا تھا حضرت سلمانؓ نے پھر فرمایا بے شک وہ ذات جس نے تم کو یہ خزانے دیئے اور یہ فتوحات کیں اور یہ نعمتیں تم کو دیں بے شک اس نے کسریٰ کے خزانوں کو روکے رکھا جب کہ حضرت محمد ﷺ حیات تھے اور آپؐ کے صحابہؓ اس حالت میں صبح کرتے کہ نہ ان کے پاس دینار ہوتا نہ درہم اور نہ کوئی مد غلہ کا' اس کے بعد اے بنی عبسی بھائی یہ فتوحات ہوئیں۔

بنی عبس کے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں حضرت سلمانؓ کے ساتھ دجلہ کے کنارے چل رہا تھا حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے بنی عبسی بھائی! اور پانی پیو چنانچہ میں نے پانی پیا حضرت سلمانؓ نے فرمایا تمہارے اس پینے نے دجلہ

میں کیا کمی پیدا کی؟ میں نے عرض کیا کہ قریب کچھ نہ ہونے کے، حضرت سلمانؓ نے فرمایا اسی طرح پر علم ہے کہ اس سے لیا جاتا ہے اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی اس کے بعد فرمایا سوار ہو جاؤ اس کے بعد ہمارا گیہوں اور جو کے کھلیان پر گذر ہوا حضرت سلمانؓ نے فرمایا کیا تم اس کو دیکھ رہے ہو؟ یہ ہم لوگوں کے لئے فتح ہوا ہے اور اس کا دروازہ اصحاب محمد ﷺ پر بند رہا۔ (کیا) یہ ہمارے لئے خیر ہے اور ان کے لئے شر تھا؟ میں نے عرض کیا مجھے اس بات کا علم نہیں لیکن میرا گمان ہے کہ یہ ہمارے لئے شر ہے اور ان کے لئے خیر تھی، حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ کو تین دن لگاتار پیٹ بھر کر کھانا میسر نہ آیا، یہاں تک کہ آپؐ اللہ عز و جل سے جا ملے۔

حضرت ابو سفیانؒ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت سلمانؓ کے پاس عیادت کے لئے تشریف لائے حضرت سلمانؓ رو پڑے حضرت سعدؓ نے کہا آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ اپنے ساتھیوں سے ملیں گے اور حضورؐ کے حوض پر اتریں گے حضورؐ تو تم سے راضی ہو کر اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ موت سے گھبرا کر نہیں روتا ہوں اور نہ دنیا کے لالچ کی وجہ سے لیکن آنحضور ﷺ نے ہم لوگوں سے ایک وعدہ لیا تھا آپؐ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے ہر ایک کی گزر اوقات دنیا سے اتنی ہونی چاہئے جتنی کہ سوار کی زاد راہ ہوتی ہے، یہ دیکھئے یہ کالے سانپ میرے گرداگرد ہیں راوی کہتے ہیں ان کے کنارے لوٹا اور ایک کپڑے دھونے کا برتن اور اسی قسم کے دو ایک سامان تھے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ آپ ہم سے کوئی عہد لیجئے کہ جس پر ہم آپ کے بعد بھی عمل کرتے رہیں، فرمایا جب تم مبتلائے رنج ہو تو اپنے رنج میں خدا کو یاد کرو اور

جب تم فیصلہ دو تو اپنے فیصلہ کے وقت میں خدا کو یاد کرو اور اپنے ہاتھ سے جب تم تقسیم کر رہے ہے تو خدا کو یاد کرو (ا) حاکم کی روایت میں ہے (جس چیز کو انھوں نے سانپ بتایا تھا) وہ صرف ان کے پاس کپڑا دھونے کا برتن اور ایک پیالہ اور ایک لوٹا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے ان کی عیادت کے لئے حضرت سعد تشریف لائے انھیں دیکھا کہ یہ رو رہے تھے حضرت سعد نے ان سے کہا اے میرے بھائی! تم کیوں رو رہے ہوں؟ کیا تم رسول اللہ کے ساتھ نہیں رہے؟ کیا تم نے ایسا اور ایسا نہیں کیا ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں دو باتوں میں سے کسی ایک پر نہیں رو رہا نہ تو دنیا کے لالچ کی وجہ سے اور نہ آخرت کی کراہیت کی وجہ سے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ایک وعدہ لیا تھا میرا گمان یہ ہے کہ مجھ سے اس کی وفائیں کوتاہی ہوئی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ تم سے حضور رضی اللہ عنہ نے کیا وعدہ لیا تھا؟ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے وعدہ لیا تھا کہ تم میں سے ہر ایک کے لئے سوار کی زاد راہ کے برابر کافی ہے اور میرا گمان ہے کہ میں نے اس معاملہ میں حد سے تجاوز کیا ہے اور لیکن تم اے سعد! اللہ کے تقوی کا لحاظ رکھنا جب تم کوئی فیصلہ دینا جب تم کوئی تقسیم کرنا اور جب تمھیں کوئی رنج پیش آئے ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کچھ اوپر بیس درہم اور تھوڑا سا نفقہ اپنے پاس چھوڑا تھا۔

حضرت عامر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ بہت بھلے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی جب وفات کا وقت قریب آیا تو لوگوں کو ان میں گھبراہٹ کا اثر محسوس ہوا' چنانچہ لوگوں نے کہا کہ کس چیز نے اے عبداللہ! تمھیں گھبراہٹ میں مبتلا کیا ہے؟ آپ

کے لئے تو بھلائی میں سبقت لے جانے والے بہت اعمال ہیں آپ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھلے سے بھلے غزوات میں اور بڑی سے بڑی فتوحات میں شریک رہے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے گھبراہٹ میں یہ بات ڈالے ہوئے ہے کہ ہمارے حبیب ﷺ نے جس وقت کہ آپ ہم سے جدا ہو رہے تھے ہم لوگوں سے ایک عہد لیا اور فرمایا تم میں سے ہر آدمی کے لئے سوار زاد راہ کے برابر کافی ہے یہی وہ چیز ہے جس نے مجھے گھبراہٹ میں ڈال رکھا ہے۔ جب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا مال جمع کیا گیا تو اس کی کل قیمت پندرہ درہم تھی۔ ایک روایت میں ہے پندرہ دینار تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک دینار تھی۔ اور باقی حضرات کی روایت میں ہے کچھ اوپر دس درہم تھے' حضرت علی بن بذیمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا اثاثہ جو بیچا گیا اس کی قیمت چودہ درہم تھی۔

حضرت ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ قریشی کا خوف

حضرت ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہاشم بن عتبہ کے پاس عیادت کے لئے آئے اور یہ بیمار تھے' دیکھا کہ یہ رو رہے ہیں' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ماموں جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا درد نے آپ کو بیقرار کر رکھا ہے یا لالچ دنیا ہے؟ فرمایا یہ دونوں باتیں نہیں' لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں سے ایک عہد لیا تھا جس پر میں عمل نہ کرسکا پوچھا کہ وہ کیا عہد ہے؟ فرمایا میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ تمام مال میں سے ایک خادم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک سواری کافی ہے آج میں نے

اپنے آپ کو اس حال میں پاتا ہوں کہ میں نے بہت کچھ جوڑ رکھا ہے' سمرہ بن سہم رضی اللہ عنہ اپنی قوم کے ایک آدمی سے جن کا نام نہیں بیان کیا نقل کرتے ہیں کہ میں ابوہاشم رضی اللہ عنہ بن عتبہ کے پاس آیا اتنے میں ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور راوی نے اوپر جیسی روایت ذکر کی۔ رزین نے بھی یہی روایت اس اضافہ کے ساتھ ذکر کی جب ان کی وفات ہوگئی جو کچھ یہ چھوڑ کر مرے تھے اسے حاضر کیا گیا تو اس کی کل قیمت تیس درہم ہوئی اور میرا خیال یہ ہے کہ اس سامان میں وہ بڑا پیالہ بھی تھا جس میں یہ آٹا گوندھتے تھے اور اسی میں کھاتے بھی تھے۔

حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا وسعت دنیا پر خوف و گریہ

مسلم بن اکیس مولی عبداللہ میں عامر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض ان حضرات نے جو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس گئے بیان کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابو عبیدہ کو روتا ہوا پایا تو دریافت کیا اے ابوعبیدہ کس چیز نے آپ کو رلایا؟ حضرت ابو عبیدہ نے فرمایا میں اس لئے روتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ان فتوحات کا تذکرہ فرمایا جو اللہ پاک مسلمانوں پر فتح کرے گا اور ان کے مال غنیمت کا بھی تذکرہ کیا یہاں تک کہ آپ نے ملک شام کی فتح کا بھی تذکرہ فرمایا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو عبیدہ اگر تم کچھ دنوں زندہ رہے تو تمہارے لئے تین خادم کافی ہیں ایک جو تمھاری خدمت کے کام انجام دے اور ایک خادم جو تمھارے ساتھ سفر میں رہے اور ایک خادم جو تمھارے گھر والوں کی خدمت کرے اور انکے پاس آیا جایا کرے اور گھوڑوں میں سے

تمھارے لئے تین کافی ہیں ایک تمھارے کوچ کے لئے اور ایک تمھاری باربرداری کے لئے اور ایک تمھارے غلام کے لئے پھر آپ ﷺ کے اس فرمان کے بعد میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا گھر غلاموں سے بھرا ہوا ہے اور جب اصطبل پر نظر جاتی ہے تو وہ اونٹوں اور گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ سے کیونکر ملوں گا اور حضور ﷺ نے ہم لوگوں کو وصیت فرمائی تھی کہ تم میں سے مجھے زیادہ محبوب اور تم میں سے میری طرف زیادہ قریب وہ آدمی ہو گا جو مجھ سے اسی حال میں ملے جس حال پر کہ میں اسے چھوڑ کر جارہا ہوں۔ (۵)

☆☆☆

صحابہؓ کی دنیاوی تقدیر قرآن پر عمل کرنے سے بنی

"آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کی کس طرح غیبی تائیدات کے ساتھ امداد کی گئی تھی جبکہ ان حضرات نے اسباب مادی کو ترک کردیا اور اسباب روحانی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور حضرات صحابہ کرامؓ کی ہمت اقوام کو ہدایت وار دعوت دینے میں نبی ﷺ جیسی ہمت تھی' اور یہ حضرات دعوت و جہاد کے سلسلہ میں حضورؐ ہی کے اخلاق اور عادات کے ساتھ متصف تھے"

ملائکہ کے ذریعہ مدد

حضرت سہل بن سعدؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابو اسیدؓ نے جب کہ ان کی بینائی چلی گئی تھی' فرمایا۔ اے میرے بھتیجے! خدا کی قسم! اگر میں اور تو مقام بدر میں ہوتے پھر اللہ میری بینائی کو واپس کرتا تو میں تجھ کو وہ گھاٹی دکھاتا جس میں سے فرشتے ہمارے اوپر نکلے' اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

عروہؓ نے بیان کیا کہ حضرت جبریل علیہ السلام یوم بدر میں حضرت زبیرؓ کی ہیئت میں اترے اور زرد رنگ کے عمامہ کا شملہ سامنے کندھے پر ڈالے ہوئے تھے۔

عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ حضرت زبیر بن عوامؓ پر زرد رنگ کا عمامہ تھا جس کے شملہ کو وہ کندھے پر ڈالے ہوئے تھے تو سارے فرشتے زرد عمامہ باندھے ہوئے اترے۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فرشتوں کے لباس یوم بدر میں سفید

عمامے تھے جن کے شملوں کو اپنی پشت پر چھوڑ رکھا تھااور یوم حنین میں سبز عمامے تھے اور سوائے غزوہ بدر کے اور کسی غزوہ میں فرشتے نہیں لڑے۔ یہ صرف تعداد میں اضافہ کرتے تھے اور امداد کرتے تھے کسی کو قتل نہیں کرتے تھے۔

حضرت عکرمہؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابو رافع رسول اللہ ﷺ کے غلام نے بیان کیا کہ میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا غلام تھااور اسلام ہمارے اہل بیت میں داخل ہوچکا تھا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ اسلام لائے اور ام فضلؓ اسلام لائیں اور میں اسلام لایا۔ اور حضرت عباسؓ اپنی قوم سے ڈرتے تھے اور ان کے خلاف کو مکروہ سمجھتے تھے اور اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔ یہ مالدار تھے لیکن ان کا مال ان کی قوم میں بٹا ہوا تھا۔ ابولہب جنگ بدر سے پیچھے رہااور اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیج دیا۔ اسی طرح پر بہت سے کفار نے کیا کہ جب کوئی آدمی ان میں سے پیچھے رہا تو اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیج دیا۔ تو جب ابولہب کے پاس اس کے ان قریشی ساتھیوں کی مصیبت کی خبر آئی (اللہ اسے ذلیل اور رسوا کرے اور ہم مسلمانوں نے اپنے میں قوت اور عزت پائی۔ اور ابورافعؓ نے بیان کیا ہے کہ میں ایک کمزور آدمی تھا' پیالے بنایا کرتا تھا جس کو میں زمزم والے حجرہ میں تراشا کرتا تھا۔ پس خدا کی قسم! میں اس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے پیالے تراش رہا تھا اور میرے پاس ام فضلؓ بیٹھی ہوئی تھیں اور ہم اس خبر سے جو ہمارے پاس آئی تھی خوش ہورہے تھے کہ اچانک ہمارے سامنے ابولہب آیا۔ اپنے دونوں پیر شرارت کے مارے کھینچتا ہوا یہاں تک کہ وہ حجرہ کی طناب کی طرف بیٹھ گیااور اس کی پشت میری پشت کی طرف تھی' پس اس حال میں کہ وہ بیٹھا ہوا تھا اچانک ایک شخص نے کہا یہ ابوسفیان آگئے۔

اس کہنے والے کا نام مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب ہے۔)

ابو رافعؓ کہتے ہیں۔ تو ابولہب نے کہا۔ میرے پاس آؤ۔ میری عمر کی قسم تیرے پاس صحیح خبر ہے۔ ابو رافعؓ کہتے ہیں کہ ابوسفیان اس کے پاس بیٹھ گئے اور تمام لوگ ان کے پاس کھڑے تھے۔ ابولہب نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھے بتا کہ ان لوگوں کی بات کیسی رہی؟ ابوسفیان نے کہا۔ خدا کی قسم! بات اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم اس قوم سے ملے اور ہم نے ان کو اپنے کندھے دے دیئے کہ وہ جس طرح پر ہم کو چاہیں قتل کریں اور جس طرح پر ہم کو چاہیں قید کریں اور خدا کی قسم! اس کرنے کے باوجود میں نے لوگوں پر ملامت نہیں کی، ہم ایسے آدمیوں سے ملے جو سفید رنگ کے تھے چتکبرے گھوڑے پر تھے آسمان و زمین کے درمیان، خدا کی قسم! انہیں کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی اور ان کے مقابلہ کے لئے کوئی شے کھڑی نہیں ہوسکتی ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس خیمہ کا سرا جو میرے ہاتھ میں تھا اٹھایا پھر میں نے کہا یہ خدا کی قسم! ملائکہ تھے ابورافعؓ فرماتے ہیں تو ابولہب نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور میرے چہرے پر بڑی زور سے مارا، ابورافعؓ فرماتے ہیں کہ میں اس کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہوگیا اس نے مجھے اٹھایا اور زمین پر دے مارا پھر میرے اوپر چڑھ بیٹھا اور مجھے مارنا شروع کیا، اور میں کمزور آدمی تھا تو ام فضلؓ خیمہ کی لکڑی کی طرف اٹھیں اور اسے لیا اور اس کے ساتھ ابولہب پر اس طرح مارا جس کی وجہ سے اس کے سر میں بری طرف شگاف پڑگیا اور کہا تو نے اسی وجہ سے اسے کمزور سمجھا ہے کہ اس کا مالک اس سے غائب ہے اس کے بعد وہ ذلیل ہوکر کھڑا ہوا اور پیٹھ پھیر کر چل دیا پس خدا کی قسم! ابولہب صرف سات رات زندہ رہا یہاں تک کہ اللہ پاک نے اس مسور کی برابر طاعون کی گلٹی نکالی اور اس کو ہلاک کردیا۔ یونس راوی

نے ابن اسحاق سے اتنا زیادہ اور بیان کیا ہے کہ اس کے بیٹوں نے اس کے مرنے کے بعد تین دن تک اسے دفن نہیں کیا جب تک کہ اس میں بدبو نہیں آگئی۔ ہم نے اس کو دفن نہیں کیا اور قریش اس عدسہ کی بیماری سے جو ابولہب کی لگی تھی اس طرح بچتے تھے جیسا کہ طاعون سے بچتے ہیں یہاں تک کہ قریش کے کسی آدمی نے کہا کہ تم دونوں پر بڑا افسوس ہے کیا تمہارے لئے حیا نہیں رہی کہ تم دونوں کا باپ گھر میں سڑ رہا ہے اور تم اسے دفن نہیں کرتے ہو تو اس کے دونوں بیٹوں نے کہا ہم اس زخم کے سرایت کرنے کا اندیشہ کرتے ہیں۔ تو اس شخص نے کہا۔ تم دونوں چلو میں تم دونوں کی اس کے اٹھانے میں امداد کروں گا۔ پس خدا کی قسم! لوگوں نے اسے غسل نہیں دیا مگر ان دونوں لڑکوں نے دور سے اس پر پانی ڈالا اس کے قریب نہیں جاتے تھے۔ پھر اس کو مکہ کی اوپر کی جانب اٹھا کر لے چلے اور اسے ایک دیوار کے سہارے ڈال کر پھر اس پر پتھر ڈال دیئے۔

عوف بن عبدالرحمن جو ام برشین کے غلام ہیں ان سے روایت ہے۔ یہ ان صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں جو حنین کی لڑائی میں حاضر تھے جبکہ یہ کافر تھے۔ کہا کہ ہم اور رسول اللہ ﷺ آمنے سامنے ہوئے تو آپؐ کا لشکر ہمارے مقابلہ میں اتنی دیر بھی نہ ٹھہر سکا جتنی دیر میں بکری کا دودھ نکالا جاتا ہے تو ہم آپؐ کے پاس اپنی تلواریں آپؐ کے سامنے سونت کر آئے یہاں تک کہ جب ہم نے آپؐ کو گھیر لیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے اور آپؐ کے درمیان بڑے خوبصورت چہرے والے لوگ ہیں اور انہوں نے یوں کہا کہ آنے والوں کے چہرے قبیح ہو جائیں پس لوٹ جاؤ چنانچہ ہم اسی کلام سے شکست کھا گئے۔

عبدالرحمن مولی ابن برشن نے بیان کیا کہ مجھ سے اس آدمی نے کہا جو

یوم حنین میں مشرکین کے ساتھ تھا کہ جب ہم اور اصحاب رسول اللہ ﷺ یوم حنین میں ایک دوسرے کے سامنے آئے وہ ہمارے مقابلہ میں اتنی دیر بھی نہ ٹھہر سکے جتنی دیر میں بکری دوہی جاتی ہے--- بیان کرنے والے نے کہا جب ہم انہیں تتر بتر کر چکے ہم ان کے نقش قدم پر ان کا پیچھا کئے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہم ایک سفید خچر والے کے پاس پہنچے' اور اچانک وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ ہم آپؐ کے پاس ایسے لوگوں سے ملے جو سفید رنگ کے حسین چہرے والے تھے ان لوگوں نے ہم سے کہا۔ تمہارے چہرے قبیح ہوجائیں تم لوٹ جاؤ۔ چنانچہ ہم شکست کھاگئے اور مسلمان ہمارے کندھوں پر سوار ہوئے۔ پس وہ بات ہوگئی کہ ہمارے چہرے ذلیل ہوگئے۔

جبیر بن مطعم ؓ نے بیان کیا کہ ہم حضور کے ساتھ جنگ حنین میں تھے لوگ لڑ رہے تھے اچانک میں نے کالے کمبل جیسی ایک چیز دیکھی جو آسمان سے اتر رہی ہے یہاں تک کہ وہ ہماری اور قوم کے درمیان آگئی پس اچانک وہ چیونٹیاں تھیں جو پھیلی ہوئی تھیں اور جنہوں نے ساری وادی کو بھردیا تھا اس کے بعد سوائے قوم کے شکست کھانے کے اور کچھ نہ ہوا۔ ہم اس بات میں شک نہیں کرتے وہ کہ چیونٹیاں ملائکہ تھے۔

عبداللہ بن فضل نے بیان کیا کہ آں حضرت ﷺ نے یوم احد میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کو جھنڈا دیا حضرت مصعبؓ شہید کردیئے گئے تو اس جھنڈے کو ایک فرشتہ نے لیا جو حضرت مصعبؓ کی صورت میں تھا تو آخری دن میں حضورؐ نے اس سے کہنا شروع کیا کہ اے مصعب! آگے بڑھ۔ تو آپؐ کی طرف فرشتے نے التفات کیا اور کہا میں مصعبؓ نہیں ہوں تو آپؐ نے جان لیا کہ یہ فرشتہ ہے اور اس کے ذریعہ امداد کی گئی ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ گویا میں اس غبار کو دیکھ رہا ہوں جو بنی غنم کی گلی میں حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے سے بلند ہوا ہے جبکہ حضورؐ بنی قریظہ کی طرف جا رہے تھے اس قصے میں ایک لمبی حدیث بیان کی ہے' اس میں ہے کہ حضورؐ نے اور آپؐ کے اصحاب نے ہتھیار اتار دیئے تو حضرت جبریل علیہ السلام حضورؐ کے پاس آئے۔ آپؐ حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف نکلے اور حضرت جبریل اپنے گھوڑے کے سینہ کی طرف ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت جبریل کہتے ہیں کہ ابھی تک ہم نے ہتھیار نہیں اتارے اور غبار ان کی پیشانی پر لگا ہوا تھا۔ حضرت جبریل نے کہا' آپ بنی قریظہ کی طرف چلئے۔ راوی کہتے ہیں کہ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں تھکن ہے۔ کاش۔ کہ آپؐ انہیں ایک دن کی مہلت دے دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت جبریل نے کہا ان کی طرف چلئے میں اپنے اس گھوڑے کو ان لوگوں پر ان کے قلعہ میں گھسادوں گا پھر اس قلعہ کو زمین کے برابر کردوں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر حضرت جبریل چلے اور وہ فرشتے جو آپؐ کے ساتھ تھے چلے یہاں تک کہ غبار انصار بنی غنم کی گلیوں میں اڑتا ہوا دکھائی دیا۔

فرشتوں کا مشرکین سے لڑنا اور ان کو گرفتار کرانا

سہیل بن عمروؓ نے بیان کیا کہ میں نے یوم بدر میں ایسے لوگ دیکھے جو سفید تھے چتکبرے گھوڑوں پر سوار آسمان و زمین کے درمیان تھے' ان پر علامتیں لگی ہوئی تھیں وہ کفار کو قتل کرتے اور گرفتار کرتے تھے۔

حضرت براءؓ وغیرہ نے بیان کیا کہ ایک انصاری آدمی حضرت عباسؓ کو گرفتار کرکے لایا تو حضرت عباسؓ نے فرمایا۔ اس نے مجھ کو گرفتار نہیں کیا

ہے۔ مجھے تو قوم میں سے ایک آدمی نے گرفتار کیا ہے اس کے حلیہ سے میں یہ بات بیان کر سکتا ہوں تو حضورؐ نے فرمایا کہ اے انصاری تیری مدد اللہ پاک نے بزرگ فرشتہ کے ساتھ کی ہے۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ایک انصاری حضرت عباسؓ کو قید کر کے لایا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس نے خدا کی قسم مجھے قید نہیں کیا ہے۔ مجھ کو تو ایک ایسے آدمی نے قید کیا ہے جس کے سر کے بال دونوں طرف پڑے ہوئے تھے اور تمام لوگوں میں سے اس کا چہرہ زیادہ حسین تھا' جو چتکبرے گھوڑے پر تھا میں اسے ان لوگوں میں نہیں دیکھتا ہوں' اس انصاری نے کہا۔ میں نے اس کو یا رسول اللہ قید کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ چپ رہ! تیری اللہ نے ملک کریم کے ذریعہ مدد کی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ وہ شخص جس نے حضرت عباسؓ کو قید کیا تھا ابو یسر کعبؓ بن عمرو بنی سلمہ کا بھائی ہے' ابو یسرؓ چھوٹے قد کے انسان تھے اور حضرت عباسؓ بڑے جسیم اور قد آور آدمی تھے تو حضورؐ نے ابویسرؓ سے فرمایا۔ اے ابویسر۔! تم نے عباسؓ کو کیسے قید کر لیا؟ تو ابویسرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ! ان کے اوپر میری امداد ایک ایسے آدمی نے کی ہے کہ نہ میں نے اسے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں اس کی صورت ایسی اور ایسی تھی ۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ تیری امداد ان پر بزرگ فرشتہ نے کی۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا۔ کہ مسلمانوں میں سے کوئی آدمی کسی ایسے مشرک کے پیچھے بھاگ رہا تھا جو اس مسلمان سے آگے تھا' اچانک اپنے اوپر کوڑے کی آواز سنی اور سوار کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ اے خیزوم آگے بڑھ' (خیزوم حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے) اچانک مسلمان نے دیکھا کہ جو مشرک اس کے آگے تھا چت گرا پڑا ہے' اس کی ناک کٹی ہوئی تھی

اور تمام چہرہ کوڑے کی مار سے پھٹا ہوا تھا اور وہ سارا نیلا پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد یہ انصاری آئے اور اس کو حضورؐ سے بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ یہ مدد تیسرے آسمان سے آئی تھی۔ چنانچہ آج کے دن ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔ بنی غفار کے ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا چچا کا بیٹا ایک پہاڑ پر چڑھ گئے جہاں سے ہمیں بدر دکھائی دیتا تھا اور ہم دونوں مشرک تھے۔ ہم واقعہ کا انتظار کر رہے تھے کہ کس کی شکست ہوتی ہے۔ کہ ہم لوٹ میں اس کے ساتھ شریک ہوں جو لوٹ رہا ہے۔ کہا۔ اس حال میں کہ ہم پہاڑ پر تھے اچانک ہمارے قریب ایک ابر آیا ہم نے اس میں گھوڑے کی ہنہناہٹ کی آواز سنی اور ایک کہنے والے کو سنا کہ کہہ رہا تھا۔ "اے خیزوم آگے بڑھ" راوی کہتے ہیں اس واقعہ سے میرے چچا کے لڑکے کے دل کی جھلی پھٹ گئی اور وہ اسی جگہ مر گیا اور میں بھی ہلاکی کے قریب تھا لیکن میں نے اپنے آپ کو سنبھالا۔

حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ کے لئے گئے چنانچہ دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی۔ میں نے آپؐ کو سنا آپؐ فرمارہے تھے۔ **یامالک یوم الدین ایاک نعبد وایاک نستعین۔** اتنے میں میں نے دیکھا کہ کفار پچھاڑے جانے لگے فرشتے ان کو سامنے سے بھی مار رہے تھے اور پیچھے سے بھی مار رہے تھے۔

حضرت سہلؓ نے بیان کیا کہ اے میرے بیٹے! ہم لوگوں نے یوم بدر میں اپنے آپ کو دیکھا ہم میں سے کوئی ایک بھی مشرک کے سر کی طرف اشارہ کرتا اس کا سر اس کے جسم سے گر پڑتا تھا اس سے قبل کہ وہاں تلوار پہنچے۔

ابو واقد لیثی بیان کرتے ہیں کہ میں مشرکین میں سے ایک آدمی کے پیچھے

بھاگا کہ اسے ماروں اتنے میں اس کا سر اس سے پہلے ہی گر پڑا کہ اس تک میری تلوار پہنچے۔ تو میں نے یقین کر لیا کہ میرے غیر نے اس کو قتل کیا ہے۔

حضرت سہل بن ابی خثمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبرزہ حارثیؓ تین سر یوم بدر میں حضورؐ کی خدمت میں اٹھا کر لائے، تو جب انہیں آپؐ نے دیکھا فرمایا۔ تیرا داہنا ہاتھ کامیاب ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! لیکن دو کو تو میں نے ہی قتل کیا ہے مگر تیسرا نہیں۔ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو سفید رنگ کا خوبصورت اچھے چہرہ والا تھا اس نے اس کے سر کو مارا ہے آپؐ نے فرمایا "یہ فلاں ہے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کے لئے آپؐ نے فرمایا۔

محمود بن لبید نے بیان کیا کہ حارث بن صمہؓ نے بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے جب آپؐ ایک گھاٹی میں تھے مجھ سے پوچھا کیا تو نے عبدالرحمن بن عوف کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میں نے ان کو پہاڑ کے دامن میں دیکھا ہے اور ان کے اوپر مشرکین کا لشکر ہے میں نے توجہ کی اور آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ کی طرف چلا آیا حضورؐ نے فرمایا۔ سنو! فرشتے ان کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ میں حضرت عبدالرحمنؓ کی طرف واپس آیا یہ مجھے سات قتل کئے ہوؤں کے درمیان ملے۔ میں نے ان سے کہا۔ خدا کرے تمہارا ہاتھ کامیاب ہو۔ کیا ان سب کو تم نے مارا ہے۔؟ کہا کہ اس کو تو ارطاہ بن شرجیل نے مارا اور ان دو کو میں نے قتل کیا ہے اور ان چار کو ایک ایسے شخص نے قتل کیا ہے کہ میں نے اس کو نہیں دیکھا۔ میں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا مکہ کے کچھ لوگوں پر گذر ہوا تو مکہ کے لوگوں نے آپؐ کی گدی پر انگلی سے کچوکا مارتے ہوئے کہا یہ وہی ہے جو دعوی کرتا ہے کہ یہ نبی ہے اور اس کے ساتھ

جبریل علیہ السلام ہے تو حضرت جبریل نے اپنی انگلی سے ایک کچو کا مارا جو ناخن کی مانند ان کے جسموں میں لگا اور وہ ایسا زخم بنا کہ اس میں سے اتنی بدبو اٹھ کھڑی ہوئی کہ کوئی ان کے قریب جانے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ انا کفیناک المستھزئین۔ (سورہ ۱۵ آیہ ۹۵ ترجمہ۔)

بے شک ہم آپ کی طرف سے مذاق اڑانے والوں کے لئے کافی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انا کفیناک المستھزئین سے مراد ولید بن مغیرہ اسود بن عبد یغوث اسود بن عبدالمطلب ابو زمعہ جو بنی اسد بن عبدالعزی میں سے تھے اور حارث بن عیطل سہمی اور عاصی بن وائل سہمی تھے۔

آپؐ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ ان کی شکایت حضرت جبریل سے حضورؐ نے کی تو آپؐ نے حضرت جبریل کو ولید بن مغیرہ کو دکھایا۔ تو حضرت جبریل نے اس کے ہاتھ کی رگ کی طرف اشارہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم نے تو کچھ نہیں کیا۔ حضرت جبریل نے کہا میں نے آپؐ کی طرف سے اس کے لئے کفایت کی۔ پھر آپؐ نے حارث بن عیطل سہمی کو بتایا۔ تو حضرت جبریل نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا تو آپؐ نے فرمایا تم نے کچھ بھی نہیں کیا تو حضرت جبریل نے کہا آپؐ کی طرف سے میں اس کے لئے کافی ہو گیا پھر آپؐ نے حضرت جبریل کو عاص بن وائل کو بتایا۔ حضرت جبریل نے اس کے پیر کے تلوے کی طرف اشارہ کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ حضرت جبریل نے کہا آپؐ کی طرف سے میں اس کے لئے کافی ہو گیا۔ اس کے بعد ولید بن مغیرہ ایک خزاعی آدمی کے پاس سے گذرا جو اپنے تیروں کے جانچ کر رہا تھا ولید کی رگ ابجل پر تیر لگا اور اس کو کاٹ دیا اور اسد بن مطلب اندھا ہو گیا۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ اسی طرح اندھا ہوگیا اور بعض کہتے ہیں کہ ایک درخت کے نیچے ٹھہرا اور اس نے کہنا شروع کیا۔ اے میرے بیٹو! تم مجھ سے کیوں نہیں دور کرتے ہو میں تو ہلاک ہونے والا ہوں میری آنکھ میں تو کانٹ چبھویا جارہا ہے۔ بیٹوں نے کہنا شروع کیا۔ ہم کچھ نہیں دیکھتے ہیں۔ وہ اسی طرح فریاد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہوگئیں اور اسود بن عبدا یغوث کے سر میں زخم پڑ گئے اور وہ اسی سے مرگیا۔ اور حارث عیطل کے پیٹ میں صفراء کی زیادتی ہوگئی یہاں تک کہ اس کا پاخانہ اس کے منہ سے نکا اور وہ مرگیا اور عاصی بن وائل اسی طرح پر تھا کہ اس کے پیر میں شبرقہ گھاس کا کانٹا لگا جس سے وہ سوج گیا اور مرگیا۔

حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ ایک آدمی حضورؐ کے اصحاب میں سے جن کی کنیت ابو معلق تھی یہ اپنے اور غیر کے مال کی تجارت کرتے تھے اور ان میں عمل اور پرہیزگاری زیادہ تھی۔ یہ ایک مرتبہ نکلے ان سے ایک چور ملا جو ہتھیاروں سے لیس تھا۔ اس نے کہا۔ تو اپنا سامان رکھ دے میں تجھے قتل کرنے والا ہوں ابو معلقؓ نے کہا۔ تو مال لے لے چور نے کہا میں تو تیرے خون کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا تو تو مجھے اتنی مہلت دے کہ میں نماز پڑھ لوں۔ چور نے کہا۔ نماز پڑھ لے جتنا تیرا جی کرے۔ تو انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور یہ دعا مانگی۔

یا ودود یا ذالعرش المجید یا فعالا" لما یرید اسئلک بعزتک التی لا ترام و ملکت اللذی لا یضام وبنورک اللذی ملاء ارکان عرشک ان تکفینی شر ھذا الص یا مغیث اغثنی

ترجمہ۔ اے بہت زیادہ دوست رکھنے والے اے بزرگ عرش

والے اے ہر اس چیز کے کرنے والے جس کا تو ارادہ کرتا ہے۔ تیری ایسی عزت کا واسطہ دے کر میں تجھ سے عزت کا سوال کرتا ہوں۔ جس کے لئے کمزوری نہیں اور تیرے ایسے ملک کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس کے لئے ختم ہونا نہیں اور تیرے ایسے نور کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے عرش کے ہر گوشہ کو بھر دیا ہے۔ اس بات کا کہ تو اس چور کی شرارت سے میرے لئے کافی ہو جا۔ اے فریاد رس۔ میری مدد کر۔

اس کلمہ کو تین مرتبہ کہا۔ پس اس نے دیکھا کہ ایک سوار اس کے سامنے ہے جو نیزہ کو اپنے گھوڑے کے دونوں کانوں کے درمیان اٹھائے ہوئے ہے اس نے چور کے نیزہ مارا اور اسے قتل کردیا۔ اس کے بعد یہ تاجر کی طرف متوجہ ہوا۔ تو تاجر نے کہا۔ تو کون ہے؟ اللہ نے تیرے ذریعہ میری مدد کی۔ اس سوار نے کہا۔ "میں چوتھے آسمان والوں میں سے ایک فرشتہ ہوں۔ جب تو نے پہلی مرتبہ دعا کی تو آسمان کے دروازوں کے لئے کھڑکھڑاہٹ سنی گئی پھر جب تو نے دوسری مرتبہ دعا کی تو میں نے آسمان والوں میں ایک شور سنا۔ جب تو نے تیسری مرتبہ دعا کی تو کہا گیا یہ ایک بے چین کی دعا ہے تو میں نے اللہ سے سوال کیا کہ مجھے اس کے قتل کا متولی بنادے پھر اس نے کہا بشارت حاصل کر اور تو جان لے جس شخص نے وضو کیا اور چار رکعتیں پڑھیں اور اس دعا کے ساتھ دعا مانگی اس کی دعا قبول کی جائے گی خواہ وہ غم زدہ ہو یا نہ ہو۔

لیث بن سعد نے بیان کیا کہ مجھے یہ روایت پہنچی کہ حضرت زید بن حارثہؓ نے کسی آدمی سے ایک خچر طائف سے کرایہ پر لیا۔ کرایہ پر لے چلنے والے نے ان سے شرط لگائی کہ جہاں چاہے گا وہ اتار دے گا۔ راوی کہتے ہیں۔ ان کو لے

کر وہ ایک ویرانہ میں پہنچا اور ان سے کہا اتر جا۔ پس جب یہ اترے تو اس ویرانہ میں بہت سے مقتول پڑے ہوئے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب اس نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو حضرت زیدؓ نے اس سے کہا کہ مجھے چھوڑ کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں۔ اس نے کہا نماز پڑھ لے تجھ سے پہلے ان لوگوں نے بھی نماز پڑھی ہے ان کو ان کی نماز نے نفع نہیں دیا۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نماز سے فارغ ہوگیا تو وہ میرے پاس آیا تاکہ مجھے قتل کرے تو میں نے دعا کی اور کہا یا ارحم الراحمین ایسا ہی تین مرتبہ کہا اچانک میں نے دیکھا کہ ایک سوار اپنے گھوڑے پر سوار ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کا نیزہ ہے اور اس نیزے کے سرے پر آگ کے شعلے ہیں اس نیزہ سے اس کو مارا اور اس کی پشت سے نیزہ پار کردیا۔ اور وہ شخص مرگیا اور گر پڑا۔ پھر اس سوار نے مجھ سے کہا جب تو نے پہلی مرتبہ دعا کی یا ارحم الراحمین۔ میں ساتویں آسمان پر تھا اور جب تو نے دوسری مرتبہ یا ارحم الراحمین تو میں آسمان دنیا پر تھا اور جب تو نے تیسری مرتبہ یا ارحم الراحمین کہا تو تیرے پاس آگیا۔

صحابہ کرامؓ کا ملائکہ کی زیارت کرنا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے کسی شخص کی آواز سنی تو آپؐ جلدی سے جھپٹے اور اس کی طرف نکل کر گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں بھی آپؐ کے پیچھے چلی کہ دیکھوں۔ پس اچانک وہ شخص اپنے ترکی گھوڑے کی گردن کی ٹیک لگائے ہوئے تھا اور وہ دحیہ کلبی تھے جہاں تک میں نے خیال کیا تھا اور وہ پگڑی باندھے ہوئے تھے اپنے عمامہ کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھے۔ پھر جب حضورؐ داخل ہوئے تو میں

نے کہا کہ میں جلدی سے جھپٹی اور میں نکلی کہ اسے دیکھوں کون ہے تو وہ دحیہ کلبی تھے آپ نے فرمایا کیا تو نے اسے دیکھا؟ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا۔ یہ جبریل علیہ السلام تھے۔ مجھے حکم دیا ہے کہ میں بنی قریظہ کی طرف نکلوں۔

سعید بن مسیب سے بنی قریظہ کے قصہ میں روایت ہے اور اس حدیث میں یہ ہے کہ پس نبی ﷺ نکلے اور آپ کا گزر ایک ایسی مجلس پر ہوا جو آپ کے اور بنی قریظہ کے درمیان تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس سے کوئی گذرا ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ ہمارے پاس سے دحیہ کلبی گذرے ہیں جو سرخی مائل خچر پر تھے اور ان کے نیچے دیبا کی چادر تھی آپ نے فرمایا یہ دحیہ نہیں تھے لیکن یہ جبریل تھے یہ بنی قریظہ کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کے قلعوں میں زلزلہ ڈال دیں اور ان کے دلوں میں رعب

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ ایک انصاری کی عیادت کے لئے تشریف لے چلے جب اس کے مکان کے قریب ہوئے تو انصاری کو سنا کہ وہ گھر کے اندر کسی سے بات کر رہا ہے۔ آپ نے اس سے اجازت لی اور اندر داخل ہوئے تو کسی کو نہیں دیکھا۔ تو اس سے حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں نے تجھے سنا ہے کہ تو اپنے غیر سے بات کر رہا تھا' اس نے کہا یا رسول اللہ! کاش کہ لوگوں کے اس کہنے کی وجہ سے کہ میری موت بخار سے ہوگئی ہے آپ نہ رکتے اور سیدھے اندر تشریف لے آتے تو عجیب بات دیکھتے' میرے پاس ایک آدمی داخل ہوا میں نے آپ کے بعد کسی آدمی کو ایسی بزرگ مجلس والا اور اتنی اچھی حدیث والا بہ نسبت اس کے نہیں دیکھا' آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت جبریل علیہ السلام تھے اور تم میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی ایک اللہ پاک پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو پورا کرے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ میں اپنے باپ کے ساتھ حضورؐ کے پاس تھا اور آپؐ کے پاس ایک آدمی آپؐ سے سرگوشی کر رہا تھا۔ گویا کہ آپؐ میرے باپ سے اعراض کرنے والے تھے تو ہم آپؐ کے پاس سے چلے آئے۔ مجھ سے میرے باپ نے کہا تو نے اپنے چچیرے بھائی کی طرف نہیں دیکھا وہ تو جیسے مجھ سے اعراض کر رہے ہیں۔ میں نے کہا۔ اے ابا جان! حضورؐ کے پاس ایک آدمی تھا جس سے حضورؐ سرگوشی کر رہے تھے حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ شام کے وقت پھر ہم حضورؐ کے پاس گئے تو میرے باپ نے کہا یا رسول اللہ! میں نے عبداللہؓ سے ایسا ایسا کہا ہو تو اس نے مجھے بتایا کہ آپؐ کے پاس کوئی آدمی تھا جس سے آپؐ سرگوشی کر رہے تھے۔ تو کیا آپؐ کے پاس کوئی آدمی تھا؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ اے عبداللہ! کیا تو نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں' آپؐ نے فرمایا۔ یہ جبریل تھے اور انہیں کی وجہ سے تمہاری طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ .... طبرانی کی روایت میں اس طرح ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہؓ کو حضورؐ کے پاس کسی حاجت کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کو دیکھا تو واپس چلے آئے اور آپؐ سے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے بعد حضورؐ نے ان سے پوچھا کیا تم نے اس آدمی کو دیکھا ہے کہا ہاں۔ آپؐ نے فرمایا یہ جبریل علیہ السلام تھے۔ سن لو! کہ عبداللہ انتقال نہیں کریں گے یہاں تک کہ ان کی بینائی جاتی رہے گی۔ اور انہیں علم دیا جائے گا۔

عرباں بن ساریہؓ سے روایت ہے اور یہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بہت بوڑھے تھے اور یہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ ان کی وفات ہو جائے۔ یہ دعاء کرتے تھے "اے میرے اللہ! میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میری ہڈیاں پتلی

پڑ گئی ہیں تو ایک نوجوان جو لوگوں میں سے زیادہ خوبصورت تھا اور اس کے اوپر سبز لباس تھا۔ اس نے کہا یہ کیا دعا ہے جس کے ساتھ تم دعا مانگتے ہو؟ تو میں نے کہا اے میرے بھتیجے! تو پھر میں کس طرح دعا مانگوں؟ اس نے کہا کہہ اے میرے اللہ! عمل کو اچھا کرو اور اجل تک پہنچا دے۔ میں نے کہا تو کون ہے تجھ پر اللہ رحم کرے؟ اس نے کہا میں جبریل ہوں جو کہ مومنوں کے دلوں سے رنج کو دور کرتا ہوں۔

صحابہ کرامؓ کو ملائکہ کا سلام کرنا اور ان سے مصافحہ کرنا

مطرف بن عبداللہ، عمرانؓ بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرانؓ نے فرمایا۔ اے مطرف! تو جان لے کہ ملائکہ مجھے سلام کیا کرتے تھے۔ میرے سرہانے اور بیت اللہ کے پاس اور باب الحجر کے پاس جب میں نے داغ لگوایا تو یہ بات مجھ سے جاتی رہی پس جب یہ اچھے ہوگئے تو ان سے ملائکہ نے بات کی انہوں نے کہا اے مطرف! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میری طرف وہ بات لوٹ آئی جس کو میں نے گم کردیا تھا۔ اے مطرف میرے مرنے تک میری اس بات کو چھپائے رکھنا۔

مطرف نے بیان کیا کہ حضرت عمران بن حصینؓ نے مجھ سے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ مجھے سلام کیا جاتا تھا۔ جب میں نے زخم پر داغ لگوالیا تو فرشتوں کا سلام کرنا ختم ہوگیا۔ میں نے ان سے پوچھا کیا آپ کے سر کی طرف سے آپ کو سلام کی آواز آئی تھی یا آپ کے دونوں پیروں کی طرف سے؟ کہا پیروں کی طرف سے نہیں بلکہ سر کی طرف سے۔ میں نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ آپ

اس وقت تک وفات نہ پائیں گے یہاں تک کہ یہ بات دوبارہ ہونے لگے اس کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ مجھے سلام کرنا پھر لوٹ آیا ہے مطرف بیان کرتے ہیں کہ پھر کچھ دنوں زندہ رہے اور اس کے بعد وفات پاگئے۔

قتادہؒ سے روایت ہے کہ فرشتے حضرت عمران بن حصینؓ سے مصافحہ کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے داغ لگوایا۔ جب داغ لگوایا تو وہ مصافحہ سے رک گئے۔

ملائکہ کے ساتھ خطاب کرنا

سلمہ بن عطیہ اسدی نے بیان کیا کہ حضرت سلمانؓ ایک آدمی کے پاس اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور وہ جانکنی کی حالت میں تھا تو انہوں نے فرمایا۔ اے فرشتے اس کے ساتھ نرمی کر' راوی کہتے ہیں کہ اس آدمی نے کہا کہ یہ فرشتہ کہتا ہے کہ میں ہر مومن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔

ملائکہ کے کلام کا سننا

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ میں ضرور مسجد میں داخل ہوں گا اور نماز پڑھوں گا اور ضرور اللہ پاک کی ایسی تعریف کروں گا کہ جس کے ساتھ کسی نے تعریف نہیں کی ہے۔ تو جب وہ نماز سے فارغ ہوگئے اور بیٹھے کہ اللہ کی حمد و ثناء کریں تو انہوں نے ایک بلند آواز اپنے پیچھے سے سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ **اللھم لک الحمد کلہ ولک الملک کلہ وبیدک الخیر کلہ والیک یرجع الامر کلہ علانیتہ وسرہ**

لک الحمد انک علی کل شئی قدیر۔ اغفرلی ما مضی من ذنوبی واعصمنی فیما بقی من عمری وارزقنی اعمالا" زاکیہ ترضی بھا عنی و تب علی۔ ترجمہ:۔ اے میرے اللہ! تیرے ہی لئے تعریف ہے اور تیرے ہی لیے ملک ہے تمام کا تمام، اور تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے ساری بھلائی اور تیری ہی طرف سارے امور لوٹیں گے ظاہر بھی اور باطنی بھی۔ تیرے ہی لئے تعریف ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے، میرے لئے ان گناہوں کو بخش دے جو ہو چکے اور میری عمر کے باقی حصہ میں مجھے بچا اور مجھے پاک عملوں کی توفیق دے اور ان اعمال پر مجھ سے راضی ہو جا اور میری توبہ قبول فرما۔۔۔ تو حضرت ابیؓ حضورؐ کے پاس آئے اور آپؐ سے بیان کیا آپؐ نے فرمایا۔ یہ جبریل تھے۔

صحابہ کرامؓ کی زبان پر ملائکہ کا بولنا

حضرت ابو سعید خدریؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ جس نے حضرت عمرؓ سے بغض رکھا بے شک اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے حضرت عمرؓ سے محبت رکھی پس بے شک اس نے مجھ سے محبت کی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے عرفات کی شام میں تمام لوگوں کے ساتھ عام طور سے اظہار فخر کیا ہے اور حضرت عمرؓ کے ساتھ خاص طور سے اور بے شک بات یہ ہے کہ جب اللہ نے کوئی نبی بھیجا تو اس نبی کی امت میں صاحب الہام ضرور ہوا ہے اور اگر میری امت میں کوئی صاحب الہام ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! محدث یعنی صاحب الہام کیسا ہوتا ہے۔؟ آپؐ نے فرمایا کہ ملائکہ اس کی زبان پر بات کرتے ہیں۔

انس بن حلیس نے بیان کیا۔۔۔ کہ ہم بھر سیر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے ان

کے پیٹھ پھرا لینے اور شکست کھانے کے بعد۔ ہماری طرف ان کے قاصد نے قلعہ پر سے جھانکا اور کہا کہ بادشاہ تم سے کہتا ہے کہ کیا تمہارے لئے اس شرط سے مصالحت کی طرف رغبت ہے کہ ہمارے لئے وہ حصہ ہو جو دجلہ سے ہمارے پہاڑ تک ہے اور تمہارے لئے وہ حصہ جو تم سے دجلہ سے ملا ہوا ہے تمہارے پہاڑ تک۔۔۔؟ کیا تم ابھی چھکے نہیں ہو؟ خدا تمہارے پیٹوں کو چھکائے نہیں' تو تمام لوگوں سے پہلے ہی ابو مفزر اسود بن قطبہ بولے اور ان کو اللہ پاک نے اس چیز کے ساتھ گویا کیا جس کو یہ خود نہیں جانتے تھے اور نہ ہم تو وہ قاصد واپس چلا گیا اور ہم نے ان کو دیکھا کہ وہ لوگ مدائن کی طرف چل دیئے تو ہم نے پوچھا کہ ابو مفزر! تم نے اس قاصد سے کیا کہہ دیا؟ تو ابو مفزر نے کہا کہ اس خدا کی قسم! جس نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نہیں جانتا کہ میں نے کیا کہا؟ مگر یہ کہ میرے اوپر اطمینان اتر آیا تھا اور مجھے امید ہے کہ میں نے وہی بات کہی ہوگی کہ وہ بہتر ہے اور لوگ نوبت بہ نوبت ان کے پاس آکر ان سے پوچھتے رہے یہاں تک کہ اس بات کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی سنا اور ہمارے پاس آئے اور دریافت کیا اے ابو مفزر! تم نے کیا کہا؟ پس خدا کی قسم! وہ لوگ تو بھاگے جا رہے ہیں۔ ابو مفزر نے ان سے بھی ویسے ہی کہہ دیا۔ جیسے ہم سے کہا تھا۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ نے لوگوں کو منادی کی پھر لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا اور ہمارے گو پھنئے ان پر پتھر برسا رہے تھے' چنانچہ اس شہر میں کوئی آدمی نہ دکھائی دیا۔ اور نہ ہماری طرف کوئی نکلا۔ مگر ایک شخص جس نے امن کے لئے آواز دی اور ہم نے اسے امن دیا اس نے کہا تمہیں کس چیز نے اس سے منع کیا کہ کوئی اس میں باقی رہ جائے؟ تو ہمارے آدمی اس کی فصیلوں پر چڑھ گئے اور ہم نے اس کو فتح کر لیا۔ ہم نے اس میں نہ

کوئی چیز پائی اور نہ کوئی آدمی پایا۔ مگر وہ قیدی جن کو ہم نے گرفتار کیا جو اس میں قلعہ سے باہر تھے ہم نے ان قیدیوں سے اور اس آدمی سے پوچھا کس وجہ سے یہاں کے لوگ بھاگ گئے؟ تو انہوں نے بتایا تمہارے پاس بادشاہ نے قاصد بھیجا تھا تم سے صلح کی باتیں کرنا چاہتا تھا تو تم نے اسے یہ جواب دیا ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان کبھی صلح نہ ہوگی یہاں تک کہ ہم افریذین کا شہد کوئی ترنج کے ساتھ ملا کر کھائیں۔ تو بادشاہ نے کہا تھا ہائے ہماری خرابی۔ بے شک ملائکہ ان کی زبانوں پر بات کرتے ہیں وہ عرب کی طرف سے ہمیں جواب دے رہے ہیں اور ہمارا رد کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ بات ہے کہ اس آدمی کے بارے میں میرے اوپر یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ اس کی زبان پر ملائکہ گویائی کر رہے ہیں۔ ہمیں ان کی جنگ سے رکنا چاہیے اور تم سب آخری شہر کی طرف بھاگ جاؤ۔

صحابہ کرامؓ کے قرآن کو سننے کے لئے ملائکہ کا اترنا

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ اپنے اصطبل میں ایک رات قرآن پڑھ رہے تھے اچانک ان کے گھوڑے نے چکر لگا اور بدکنا شروع کیا۔ انہوں نے پھر پڑھا پھر گھوڑے نے دوسری مرتبہ بدکنا شروع کیا انہوں نے پھر پڑھا تو گھوڑے نے پھر بدکنا شروع کیا تو میں ڈرا ایسا نہ ہو کہ یحییٰ کو روند دے۔ میں اس گھوڑے کی طرف کھڑا ہوا میں نے دیکھا کہ میرے سر پر ایک سائبان سا ہے جس میں چراغ جیسے ہیں اور وہ فضاء میں اوپر چڑھ گیا یہاں تک کہ میں نے اس کو نہیں دیکھا۔ حضرت اسید کہتے ہیں کہ میں صبح ہی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

گذشتہ شب وسط شب میں اپنے اصطبل میں قرآن کی قرات کر رہا تھا اچانک میرا گھوڑا بدکنے لگا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ اے ابن حضیر (اسی طرح اور اسی وقت) پڑھ' میرا گھوڑا پھر بھی بدکا تو حضورؐ نے فرمایا اے ابن حضیر! اسی طرح پڑھ' ابن حضیرؓ کہتے ہیں۔ میں نے تیسری رات بھی پڑھا وہ گھوڑا پھر بدکا تو حضورؐ نے فرمایا اے ابن حضیر! اسی طرح پڑھا کر میں نے کہا کہ میں نماز سے فارغ ہوا اور یحیٰ اس گھوڑے کے قریب تھا میں اس بات سے ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ گھوڑا اسے روند دے۔ تو میں نے ایک ابر جیسی چیز دیکھی جس میں چراغوں کی سی روشنی تھی۔ وہ فضا میں چڑھ گئی یہاں تک کہ پھر میں نے اسے نہیں دیکھا تو حضورؐ نے فرمایا۔ یہ ملائکہ تھے تیرا قرآن سننے آئے تھے اگر تو پڑھتا رہتا تو ملائکہ اس حالت میں صبح کرتے کہ ان کو سب دیکھتے اور وہ کسی سے نہ چھپتے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ میں نے جو توجہ کی تو وہ چراغوں جیسے آسمان اور زمین کے درمیان معلق تھے حضرت اسید بن حضیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ میں اس بات کی طاقت نہ رہی تھی کہ میں پورا کرسکوں۔ آپؐ نے فرمایا یہ ملائکہ تھے' یہ قرآن کی قرات سننے کے لئے اترے تھے' سن لو! اگر تو پڑھتا رہتا تو عجائبات دیکھتا۔ ایک روایت میں ہے یہ ملائکہ تھے۔ تیری آواز کی وجہ سے قریب آگئے تھے اور اگر تو پڑھتا رہتا تو لوگ صبح کرتے یہاں تک کہ ان کی طرف دیکھتے اور یہ ملائکہ ان سے نہ چھپتے۔

صحابہ کرامؓ کے جنازوں کو ملائکہ کا خود غسل دینا

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ حضرت حنظلہ بن ابی عامرؓ جو بنی عمرو بن عوف کے بھائی تھے وہ اور ابوسفیان بن حرب یوم احد میں مقابل ہوئے جب

ابو سفیان پر حضرت حنظلہؓ غالب آگئے تو ان کو شداد بن اسود نے دیکھا اور شداد کو ابن شعوب بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت حنظلہؓ ابو سفیان پر چڑھ بیٹھے ہیں تو شداد نے حضرت حنظلہؓ کو تلوار ماردی اور انہیں قتل کردیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھی یعنی حضرت حنظلہؓ کو ملائکہ غسل دے رہے ہیں۔ ان کی گھر والی سے پوچھو کیا بات ہے؟ میں نے ان کی گھر والی سے پوچھا۔ اس نے بیان کیا کہ جب انہوں نے غزوہ کی ندا سنی تھی یہ جنابت ہی میں نکل پڑے تھے حضورؐ نے فرمایا اسی وجہ سے ان کو ملائکہ نے غسل دیا ہے۔

محمود بن لبید نے بیان کیا کہ جب حضرت سعدؓ کی غزوہ خندق میں رگ اکحل پر زخم لگا پس وہ بیمار ہوگئے تو صحابہ کرامؓ نے ان کو وہاں سے ایک عورت کے پاس منتقل کردیا جن کو رفیدہ کہا جاتا ہے تو حضورؐ نکلے اور ہم سب آپؐ کے ساتھ چلے آپؐ نے چلنے میں یہاں تک تیزی کی کہ ہمارے جوتوں کے تسمے ٹوٹ گئے اور ہماری گردنوں سے ہماری چادریں گر گر جاتی تھیں اس بات کی آپؐ کے اصحابؓ نے آپؐ سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ۔! آپؐ نے تو چلنے میں ہم کو تھکادیا تو آپؐ نے فرمایا میں خوف کرتا ہوں کہ ہم سے پہلے کہیں ان کو غسل دینے کے لئے ملائکہ نہ پہنچ جائیں جیسا کہ حضرت حنظلہؓ کو غسل دیا ہے۔

عاصم بن عمر بن قتادہؓ نے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ سوگئے تو آپؐ کے پاس ایک فرشتہ آیا یا یوں کہا کہ جبرئیل آئے۔ جبکہ آپؐ جاگے اور کہا کہ آپؐ کی امت میں سے آج کی رات کس نے وفات پائی ہے؟ اس کی موت کی بشارت اہل آسمان کو دی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا مگر یہ کہ سعدؓ نے اس حالت میں شام کی تھی کہ انتہائی مریض تھے، آپؐ نے دریافت کیا کہ سعد کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتایا رسول اللہ! ان کی وفات ہوگئی اور ان کے

پاس ان کے گھر کے لوگ آئے اور ان کو اپنے گھر اٹھا لے گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے صبح کی نماز پڑھی پھر آپؐ نکلے اور آپؐ کے ساتھ لوگ تھے' لوگ چلتے چلتے تھک گئے یہاں تک کہ ان کے جوتوں کے تسمے ان کے پیروں سے ٹوٹ گئے اور ان کی چادریں ان کے کندھوں سے گری پڑتی تھیں' آپؐ سے ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ تو ہار گئے' راوی کہتے ہیں آپؐ نے فرمایا میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ ہم سے پہلے کہیں ان کی طرف ملائکہ نہ پہنچ جائیں جیسا کہ ہم سے پہلے حنظلہؓ کی طرف پہنچ گئے تھے۔

صحابہ کرامؓ کے جنازں کو ملائکہ کا گھیر لینا

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جب ان کے والد شہید کر دیئے گئے یہ چہرہ پر سے کپڑا ہٹاتے اور روتے تو ان کو لوگوں نے (رونے سے) منع کیا حضورؐ نے فرمایا تم اپنے والد کو رؤ یا نہ رؤو فرشتے برابر ان پر سایہ کئے رہے یہاں تک کہ تم نے ان کو اٹھایا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرشتے برابر اپنے پروں سے سایہ کئے رہے اس وقت تک جب تک کہ تم نے ان کے جنازہ کو اٹھالیا۔

سلمہ بن اسلم سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور ہم دروازہ پر تھے' ہم ارادہ کر رہے تھے کہ آپؐ کے پیچھے ہی ہم داخل ہوں رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوئے اس گھر میں کوئی نہ تھا سوائے حضرت سعدؓ کے اور انہیں کپڑے سے ڈھانک دیا گیا تھا۔ سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ آپؐ آہستہ آہستہ قدم رکھ رہے ہیں جب میں نے آپؐ سے ایسا دیکھا تو میں کھڑا ہو گیا اور آپؐ نے بھی میری طرف اشارہ کیا کہ ٹھہر جا تو میں کھڑا ہو گیا اور اپنی پشت کی جانب واپس آ گیا۔ آپؐ ذرا دیر بیٹھے اس کے بعد باہر تشریف

لائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور میں نے آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ قدم سنبھال سنبھال کر رکھ رہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ مجھے اس مجلس میں بیٹھنے کا موقع نہ ملا جب تک کہ میرے لئے ایک فرشتہ نے اپنا بازو نہیں سمیٹ لیا تو میں بیٹھ گیا۔ اور حضورؐ فرما رہے تھے۔ اے ابو عمر! تیرے لئے مبارک ہو اے ابو عمر! تیرے لئے مبارک ہو۔ اے ابو عمر! تیرے لئے مبارک ہو... (ابو عمر حضرت سعدؓ کی کنیت ہے)

حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سعد بن معاذؓ کے لئے ایسے ستر ہزار فرشتے اترے ہیں جو اس سے پہلے زمین پر کبھی نہیں چلے اور جس وقت حضرت سعد بن معاذؓ دفن کئے گئے تو حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ اگر قبر کے ضغطہ یعنی بھچن سے کوئی نجات پاتا تو اس سے سعدؓ ضرور نجات پاتے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سعد بن ابراہیم نے بیان کیا کہ جب حضرت کی چارپائی نکالی گئی تو منافقین میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ سعدؓ کا جنازہ کس قدر ہلکا ہے یا یوں کہا کہ سعد کی چارپائی کس قدر ہلکی ہے تو حضورؐ نے فرمایا سعد کے جنازہ پر حاضر ہونے کے لئے یا یوں فرمایا کہ سعد کی چارپائی کو کندھا دینے کے لئے ایسے ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے ہیں جو آج کے دن سے پہلے زمین پر نہیں چلے تھے۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن معاذؓ کی وفات ہو گئی اور یہ بھاری بھرکم آدمی تھے منافقین ان کے جنازہ کے پیچھے چل رہے تھے اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ ہم نے آج کے دن سے ہلکا جنازہ نہیں دیکھا اور یہ بھی کہا کہ کیا تم جانتے ہو ایسا کیوں ہے؟ یہ ان کے بنی قریظہ کے معاملہ میں فیصلہ دینے کی وجہ سے ہے تو اس بات کا تذکرہ حضورؐ سے کیا گیا۔ آپؐ نے

فرمایا۔ قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے جنازہ اس وجہ سے ہلکا تھا کہ ان کی چارپائی کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔

صحابہ کرامؓ کا رعب دشمنوں کے دلوں میں

معاویہ بن حیدہ قریشیؓ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جب آپؐ کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ سن لو! میں نے اللہ پاک سے سوال کیا ہے کہ مجھے بے پرواہ کردے اس طریقہ کے ذریعہ جو تمہیں روک دے اور اس رعب کے ذریعہ جس کو تمہارے دلوں میں ڈالے۔ تو معاویہ بن حیدہ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا کہ میں نے اتنی اتنی مرتبہ قسم کھائی ہے کہ میں آپؐ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ آپؐ کا اتباع نہ کروں گا تو آپؐ کا طریقہ مجھے ہمیشہ روکتا رہا اور ہمیشہ رعب میرے دل میں اترتا رہا-------- چنانچہ میں اب آپؐ کے سامنے کھڑا ہوں۔ (ایمان لانے کے لئے۔

سائب بن یسار سے روایت ہے کہ سائب نے کہا کہ ہم اس رعب کے بارے میں جو مشرکین کے دلوں پر یوم حنین میں ڈالا گیا ہے سوال کر رہے تھے کہ اس کی کیفیت کیا تھی؟ تو یزید بن عامرؓ نے فرمایا کہ ہمارے لئے کنکریاں لی جاتی تھیں اور ان کو طشت میں ڈال دیا جاتا تھا وہ آواز کرتی تھیں' یزید کہتے ہیں کہ ہم اپنے پیٹوں میں بھی اسی طرح پاتے تھے (یہ اس وقت کا قصہ ہے جب یہ اسلام نہ لائے تھے)۔

دشمنوں کی پکڑ

زید بن اسلم وغیرہ سے روایت ہے کہ سراقہ بن مالک' حضورؐ کی طلب

میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور یہ اس کے بعد کا قصہ ہے جب یہ تیر سے فال نکال چکے تھے کہ آپؐ کی طلب میں نکلیں یا نہ نکلیں' ان کے تیر کی تین مرتبہ کی فال میں یہ نکلا کہ یہ آپؐ کی طلب میں نہ نکلیں پھر بھی یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے اور آپؐ کے قریب آپہنچے' حضورؐ نے دعا کی کہ ان کے گھوڑے کے پیر دھنسا دیئے جائیں' چنانچہ دھنسا دیئے گئے تو انہوں نے کہا اے محمد! اللہ سے دعا کیجئے کہ میرا گھوڑا چھوڑ دیا جائے میں آپؐ کی تلاش میں آنے والوں کو واپس کردوں گا۔ آپؐ نے فرمایا اے میرے اللہ! اگر یہ سچا ہے تو اس کے لئے اس کا گھوڑا رہا کردیجئے' تو ان کے گھوڑے کے پیر زمین سے باہر نکل آئے--- ایک روایت میں اس طرح ہے کہ سراقہ نے کہا اے دونوں آدمیو! تم میرے لئے اللہ سے دعا کرو اور تم دونوں سے میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ اب اس کام کی طرف نہیں لوٹوں گا' ان دونوں حضرات نے اللہ سے دعا کی وہ دوبارہ آپؐ کی طرف لوٹا پھر اس کے گھوڑے کے پیر دھنس گئے سراقہ نے کہا اللہ سے میرے لئے دعا کرو اور میں تم دونوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب اس کام کی طرف نہیں لوٹوں گا اور ان دونوں حضرات کے لئے توشہ اور بوجھ کا وعدہ کیا تو ان دونوں حضرات نے فرمایا تو اپنے آپ کو ہم سے علیحدہ رکھ یہی کافی ہے' اس نے کہا کہ دونوں اپنے نفس سے بچائے گئے۔

ابو معبد خزاعی سے روایت ہے کہ سراقہ نے کہا اے محمد! اللہ سے دعا کیجئے کہ میرا گھوڑا رہا کردیا جائے' اور میں آپؐ سے واپس چلا جاؤں گا اور ان لوگوں کو واپس کردوں گا جو میرے پیچھے آرہے ہیں' چنانچہ آپؐ نے دعا کی اور سراقہ نے رہائی پائی اور لوٹ گیا' اور لوگوں کو پایا جو آپؐ کی تلاش میں پھر رہے تھے سراقہ نے کہا لوٹ جاؤ میں تمہارے لئے برات پیش کرتا ہوں کہ وہ اس جگہ

نہیں ہیں اور تم نقش قدم کے پہچاننے میں میری بصارت سے واقف ہو' تو یہ سب آپؐ کی طرف سے واپس ہو گئے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے راوی نے یہاں پر ہجرت کی حدیث نقل کی ہے اور اس میں کہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے پیچھے پھر کر دیکھا تو انہوں نے دیکھا ایک سوار ہے جو ان سے ملنا چاہتا ہے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! یہ سوار ہمارے قریب آگیا ہے راوی کہتے ہیں حضورؐ نے التفات کیا اور فرمایا اے میرے اللہ! اس کو پچھاڑ دے راوی کہتے ہیں کہ اس کو اس کے گھوڑے نے پچھاڑ دیا پھر گھوڑا ہنہناتا ہوا کھڑا ہو گیا تو سراقہ نے کہا اے اللہ کے نبی! جس چیز کے ساتھ آپؐ مجھے چاہیں حکم دیں آپؐ نے فرمایا اپنی جگہ ٹھہر! اور کسی کو مت چھوڑ جو ہماری طرف آئے (اسے واپس کر دے) راوی کہتے ہیں کہ سراقہ اول دن میں تو آپؐ کے خلاف کوشش میں تھے اور آخر دن میں آپؐ کے پہرہ دار ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ اربد بن قیس اور عامر بن طفیل مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ کے پاس پہنچے اور آپؐ بیٹھے ہوئے تھے تو یہ دونوں آپؐ کے سامنے بیٹھ گئے' عامر بن طفیل نے کہا کہ اے محمد! میرے لئے کیا کرو گے اگر میں اسلام لے آؤں؟ آپؐ نے فرمایا تیرے لئے وہ منافع ہیں جو اور مسلمانوں کے لئے ہیں اور تیرے اوپر وہ چیزیں ہیں جو اور مسلمانوں پر ہیں عامر بن طفیل نے کہا کیا یہ امر اپنے بعد میرے سپرد کر دیں گے؟ اگر میں اسلام لے آؤں؟ آپؐ نے فرمایا نہ یہ تیرے لئے ہے اور نہ تیری قوم کے لئے تیرے لئے تو گھوڑوں کی لگامیں ہیں اس نے کہا اب تو میں نجد کے گھوڑوں کی لگاموں میں لگوں گا میرے لئے اون کے خیمے کر دیجئے اور اپنے لئے

مٹی کے مکانات' یعنی جنگلات میں میری حکومت رہے اور آبادی میں آپ کی)
حضور ﷺ نے فرمایا ایسا نہیں ہو سکتا جب یہ دونوں آپ کے پاس سے لوٹے تو
عامر نے کہا سنو! اللہ کی قسم میں ضرور آپ کے خلاف اس مقام کو گھوڑے اور
پیادوں سے بھر دوں گا' تو حضور نے فرمایا تجھے اللہ روک دے گا' پس جب اربد
اور عامر نکل گئے تو عامر نے کہا۔ اے اربد! میں تیری طرف سے محمد کو باتوں
میں لگا کر غافل کردوں گا اور تو اسے تلوار ماردینا (العیاذ باللہ) اس کے بعد جب
تو محمد کو قتل کر چکے گا لوگ اس سے زیادہ کچھ نہ کریں گے کہ دیت پر راضی
ہو جائیں گے اور لڑائی کو مکروہ سمجھیں گے' ہم ان کو دیت دے دیں گے' اربد
نے کہا تو ایسا ہی کرلے پھر یہ دونوں آپ کی طرف واپس ہوئے' عامر نے کہا
اے محمد! میرے ساتھ کھڑے ہو میں تم سے بات کروں' اس کے ساتھ جناب
محمد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوگئے اور ایک دیوار کے سہارے دونوں بیٹھ گئے'
اور حضور بھی اس کے ساتھ بیٹھے رہے اس سے بات کرتے رہے اربد نے
تلوار سونتنی چاہی اور جب تلوار پر اپنا ہاتھ رکھا کہ تلوار کے قبضہ پر اپنا ہاتھ
پھیلائے تو تلوار کے سونتنے کی طاقت نہیں رہی اربد نے عامر کے کہنے کے
مطابق مارنے میں دیر لگادی اتنے میں حضور نے جو توجہ کی تو اربد کو دیکھا اور جو
کچھ وہ کر رہا تھا اسے دیکھا آپ ان دونوں کے پاس سے واپس چلے آئے۔ پس
جب عامر اور اربد آپ کے پاس سے چلے یہاں تک کہ حرہ راقم میں پہنچے تو
دونوں سواریوں پر سے اترے ان دونوں کی طرف حضرت سعد بن معاذؓ اور
حضرت اسید بن حضیرؓ نکلے اور ان دونوں سے کہا اے اللہ کے دشمنو! چلے جاؤ تم
پر خدا لعنت کرے عامر نے پوچھا اے سعد! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا یہ
اسید بن حضیرؓ عاتب ہیں۔ چنانچہ یہ دونوں وہاں سے چل دیے یہاں تک کہ

جب مقام رقم میں پہنچے تو اللہ پاک نے اربد پر ایک ایسی بجلی گرائی جس نے اسے قتل کردیا' اور عامر چلا گیا یہاں تک کہ جب جریم میں پہنچا تو اللہ پاک نے اس پر ایک دنبل بھیجا' یہ دنبل اس کے نکل آیا اس نے وہ رات تو بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں گذاری' اور اس دنبل پر جو اس کے حلق میں تھا ہاتھ پھیرتا تھا اور کہتا تھا یہ دنبل اس اونٹ کے دنبل کی طرح ہے جو سلولیہ کے گھر میں ہے اس کی خواہش تھی کہ اسی کے گھر میں مرے پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کو تیز چلایا یہاں تک کہ اسی گھوڑے پر واپسی پر مرگیا' تو اللہ پاک نے ان دونوں کے بارے میں یہ آیت اتاری **اللّٰہ یعلم ما تحمل کل انثی** سے **من دونہ من وال** تک (سورہ ۱۳ ع ۲) ترجمہ۔ "اللہ تعالٰی کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص انداز سے مقرر ہے وہ (تمام) پوشیدہ اور ظاہر (چیزوں) کا جاننے والا ہے) سب سے بڑا اور عالیشان ہے۔ تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب خدا کے علم میں برابر ہیں ہر شخص کی حفاظت کے لئے کچھ فرشتے مقرر ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی حفاظ کرتے ہیں واقعی اللہ تعالٰی کسی قوم کی اچھی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی صلاحیت کی حالت کو نہیں بدل دیتے اور جب اللہ تعالٰی کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کرلیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور کوئی اس کے یعنی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ پہرہ دار اللہ کے حکم سے آپؐ کی

حفاظت فرماتے ہیں اس کے بعد اللہ پاک نے اربد کا اور اس چیز کا تذکرہ کیا ہے جس کے ذریعہ وہ مارا گیا پس فرمایا ویرسل الصواعق ۱۰ اور اللہ گرنے والی بجلیاں بھیجتا ہے اس کو جس کسی پر چاہتا ہے گراتا ہے۔"

کنکریوں اور مٹی کے پھینکنے سے دشمنوں کو شکست

حارث بن بدل نے بیان کیا کہ میں جنگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کے لئے آیا آپؐ کے سارے صحابہؓ شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے مگر حضرت عباس بن عبدالمطلب اور ابوسفیان حارث رضی اللہ عنہ نہیں بھاگے تھے تو حضورؐ نے ہمارے چہروں پر زمین سے ایک مٹھی لی اور پھینک دی تو ہم شکست کھا گئے پس یہی خیال کیا کہ جا رہا تھا کہ ہر شجرو حجر ہماری تلاش میں ہے۔

عمر بن سفیان ثقفی وغیرہ نے بیان کیا ہے جنگ حنین میں مسلمان شکست کھا گئے حضورؐ کے ساتھ صرف حضرت عباس اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ باقی رہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے کنکریوں کی ایک مٹھی بھری اور اس کو کفار کے چہروں کی طرف پھینکا راوی کہتے ہیں پس ہم شکست کھا گئے پس ہمارے خیال میں یہی آ رہا تھا کہ ہر درخت اور ہر پتھر ایک سوار ہے جو ہماری طلب میں ہے سو میں اپنے گھوڑے پر جھول کی طرح سے پڑ گیا یہاں تک کہ طائف میں داخل ہوا۔

حکیم بن حزامؓ نے بیان کیا ہم نے سنا کہ ایک آواز آسمان سے زمین کی طرف آئی گویا کہ وہ طشت میں کنکری گرنے کی آواز ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کنکریوں کو پھینکا ہم شکست کھا گئے۔

نیز حکیم بن حزام نے کہا ہے کہ جب جنگ بدر ہوئی تو حضورؐ کو حکم دیا گیا'

آپؐ نے ایک مٹھی کنکری لی اور اس کو لے کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور انکو پھینکا اور فرمایا یہ چہرے ذلیل ہوجائیں پس ہم شکست کھاگئے تو اللہ پاک نے یہ آیہ اتاری۔ **وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (سورت ۸ ع ۲)** ترجمہ۔ جب آپؐ نے پھینکا تو آپؐ نے نہیں پھینکا، لیکن اللہ نے پھینکا ہے۔"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا مجھے ایک مٹھی کنکری دے حضرت علیؓ نے کنکریاں آپؐ کو دیں آپؐ نے وہ کنکریاں قوم کے چہروں پر پھینک دیں۔ پس ساری قوم میں کوئی ایک بھی نہ بچا مگر اس کی آنکھ کنکریوں سے بھر گئی تو اللہ پاک نے یہ آیہ اتاری **وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔**

یزید بن عامر سوائیؓ نے بیان کیا کہ حضورؐ نے ایک مٹھی زمین سے لی پھر مشرکین کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے چہروں پر پھینک دی اور آپؐ نے فرمایا لوٹ جاؤ تمہارے چہرے بگڑ جائیں، پس کوئی ایک بھی ایسا نہ بچا کہ اپنے بھائی سے ملے مگر وہ اپنی آنکھوں میں کنکری پڑ جانے کی شکایت کر رہا تھا۔

صحابہ کرامؓ کی نظروں میں دشمنوں کی قلت دکھانا

حضرت ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ کفار یوم بدر میں ہماری نظروں میں تھوڑے معلوم ہوتے تھے یہاں تک کہ میں نے اپنے اس ساتھی سے جو میری برابر میں تھا کہا کیا تو انہیں ستر کے قریب دیکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ سو کے قریب ہیں یہاں تک کہ ہم نے کافروں میں سے ایک آدمی کو پکڑا اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا ہم ایک ہزار تھے۔

پروا ہوا سے امداد کرنا

سعید بن جبیرؒ نے بیان کی کہ غزوہ خندق جب مدینہ میں واقع ہوا تو ابو سفیان بن حرب اور جو اس کے ساتھ قریش میں سے تھے اور کنانہ اور عینہ بن حصن میں سے اور جو ان کے تابع بن غطفان اور طلیحہ سے اور جو ان کے تابع بنی اسد اور ابی الاعور اور جو ان کے تابع بن سلیم اور بنی قریظہ میں سے تھے جن کا حضورؐ سے معاہدہ تھا انہوں نے آپؐ کا معاہدہ توڑا تھا اور مشکرین کی مدد کی تھی تو اللہ پاک نے ان کے بارے میں یہ آیہ اتاری **وانزل الذین ظاہروھم من اھل الکتاب من صیاصیھم** قلعوں سے نیچے اتار دیا۔"

یہ سب آئے تو حضرت جبریل تشریف لائے اور ان کے ساتھ ہوا تھی حضورؐ نے جب حضرت جبریل کو دیکھا آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا سنو! بشارت حاصل کرو، تو اللہ پاک نے کفار پر ہوا بھیجی ہے جس نے خیمے پھاڑ ڈالے اور ہانڈیاں الٹ دیں اور لوگوں کو ریت میں داب دیا اور خیمہ کی چوبیں توڑ دیں تو کفار اس طرح بھاگے کہ کوئی کسی کی طرف توجہ نہیں کر رہا تھا، تو اللہ پاک نے یہ آیتہ اتاری **اذ جاء تکم جنودا" فارسلنا علیھم ریحا" و جنودا" لم تروھا** (سورت ۳۳ ع ۲) ترجمہ:۔ جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوج بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی۔" اس کے بعد حضورؐ واپس تشرف لے آئے

حمید بن ہلال نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ اور بنو قریظہ کے درمیان ایک عہد تھا تو جس وقت لشکر جمع ہو کر آیا مع ان تمام لشکروں کے جس کو وہ لے کر آئے بنو قریظہ نے عہد توڑ دیا اور مشرکین کی آپؐ کے خلاف امداد کی اللہ پاک نے ایک لشکر بھیجا اور ہوا بھیجی کفار تو بھاگ گئے اور باقی لوگوں نے بنی قریظہ

کے قلعہ میں پناہ پکڑی پھر غزوہ بنی قریظہ کی پوری حدیث ذکر کی'

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ پروا ہوا اور شمالی ہوا جنگ احزاب کی رات میں چلیں پروا ہوا نے کہا چل! یہاں تک کہ حضور ﷺ کی مدد کر" شمال کی ہوا نے کہا کہ گرمی رات میں اثر نہیں کرتی ہے لہٰذا وہ ہوا جس سے حضورؐ کی مدد کی گئی وہ پروا تھی

دشمنوں کا دھنسنا اور ان کا ہلاک ہونا

حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جنگ احد میں کہا اے میرے اللہ! اگر محمدؐ حق پر ہوں تو مجھے دھنسادے' راوی کہتے ہیں چنانچہ اس آدمی کو زمین میں دھنسادیا گیا۔

نافع بن عاصم نے بیان کیا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا تھا وہ عبداللہ بن قمئہ بنی ہذیل کا ایک آدمی تھا' سو اللہ پاک نے اس پر ایک بکرے کو مسلط کردیا اس بکرے نے اسے یہاں تک سینگ مارا کہ اسے مار ڈالا۔

صحابہ کرامؓ کی بد دعا سے بینائی کا چلا جانا

عبداللہ بن مغفل مزنی نے بیان کیا کہ ہم حضورؐ کے ساتھ مقام حدیبیہ میں تھے۔ اس کے بعد راوی نے صلح حدیبیہ کی حدیث بیان کی اور اس حدیث میں ہے کہ ہم اسی طرح تھے کہ ہمارے اوپر تیس جوان جن پر ہتھیار تھے نکل آئے' اور ہمارے مقابلہ کے لئے تیار ہوگئے' ان پر حضورؐ نے بد دعا کی تو اللہ پاک نے ان کی بینائی لے لی ہم ان کی طرف کھڑے ہوئے اور ہم نے انہیں پکڑ لیا تو

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم عہد میں کسی کو لائے ہو یا تمہارے لئے کسی نے امن دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں' آپ نے انہیں چھوڑ دیا (پھر ان کی بینائی واپس آگئی) تو اللہ پاک نے یہ آیہ نازل فرمائی۔ **وھو الذی کف ایدیھم عنکم** سے **بما تعملون بصیرا**" تک (سورہ ۴۸ ع ۳) ترجمہ:۔ اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان کے (قتل سے) عین مکہ (کے قریب) میں روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔

زاذان سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک بات بیان کی ان کی کسی آدمی نے تکذیب کی اس سے حضرت علیؓ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو میں تیرے لئے بد دعا کروں گا اس نے کہا بد دعا کرو حضرت علیؓ نے اس کے لئے بد دعا کی وہ شخص ابھی جدا نہیں ہوا تھا کہ اسکی بینائی جاتی رہی۔

عمارؓ نے بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص سے کوئی بات کہی تھی اس نے آپ کی تکذیب کی ابھی وہ مجلس سے کھڑا نہ ہوا تھا کہ اندھا ہو گیا۔

زاذان سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ سے ایک بات کہی تو حضرت علیؓ نے فرمایا میں تو تجھے سمجھتا ہوں۔۔۔۔ کہ تو نے مجھ سے جھوٹ کہا ہے اس نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا اگر تو نے جھوٹ کہا ہے تو میں تیرے اوپر بد دعا کروں گا' اس نے کہا کر۔ حضرت علیؓ نے بد دعا کی ابھی وہ یہاں سے گیا نہیں تھا کہ اندھا ہو گیا۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ مروان نے حضرت سعید بن زیدؓ کے پاس کچھ لوگوں کو بھیجا جو ان سے اروابنت اویس کے معاملہ میں گفتگو کریں۔ اروی، نے حضرت سعیدؓ سے کسی معاملہ میں جھگڑا کیا تھا' حضرت سعیدؓ نے فرمایا

لوگ مجھے خیال کرتے ہیں کہ میں اس پر ظلم کرتا ہوں اور بے شک میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے جس نے بالشت بھر کسی کی زمین کو ظلماً" داب لیا اس شخص کو قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا اے میرے اللہ! اگر اروی جھوٹی ہو تو اسے وفات نہ دے یہاں تک کہ وہ آنکھوں کی اندھی ہو جائے اور اس کی قبر کو اس کے کنویں میں کردے' ابن عمرؓ فرماتے ہیں پس خدا کی قسم! اروی نہیں مری جب تک کہ اندھی نہیں ہو گئی یہ اپنے گھر میں چل رہی تھی اور یہ ڈر رہی تھی اور گھر کے کنویں میں گر پڑی اور یہی کنواں اس کے لئے قبر ہو گیا۔

ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزمؒ سے روایت ہے کہ اروی نے حضرت سعید بن زیدؓ کے خلاف مروان بن حکم کے پاس فریاد رسی کی تو حضرت سعیدؓ نے فرمایا اے میرے اللہ! وہ دعوی کر رہی ہے کہ میں نے اس پر ظلم کیا ہے اگر وہ جھوٹی ہے تو اس کی آنکھ کو اندھا کردے اور اسے اس کے کنویں میں ڈال دے اور میرے حق سے ایسا نور واضح کر جو مسلمانوں کے لئے اس بات کو واضح کردے کہ میں نے اس پر ظلم نہیں کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہی دونوں اسی جھگڑے میں تھے کہ اچانک وادی عقیق سے پانی کی ایک ایسی رو بہی کہ اس جیسی رو کبھی نہیں بہی تھی جس سے زمین کی وہ حد کھل گئی جس میں ان دونوں کا اختلاف تھا اور اس حد کے واضح ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت سعیدؓ سچے ہیں اور اروی کچھ مہینے نہ ٹھہری یہاں تک کہ اندھی ہو گئی یہ اسی اسی حالت میں اپنی اسی زمین میں پھر رہی تھی کہ اپنے کنویں میں گر پڑی' راوی کہتے ہیں کہ ہم لڑکے تھے لوگوں کو سنتے تھے کہ وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ تجھے اللہ اسی طرح پر اندھا کردے جیسا کہ اروی کو اندھا کیا تو ہم لوگوں کے اس کہنے

سے خیال کیا کرتے تھے کہ لوگوں نے اروی سے مراد وحشی جانور لیا ہوگا یعنی جنگلی پہاڑی بکرا' بعد میں معلوم ہوا کہ یہ وہی اروی ہے جس کو حضرت سعید بن زیدؓ کی بد دعا لگی تھی اور جو چیز لوگ بیان کرتے ہیں یہ وہی ہے کہ اللہ نے حضرت سعیدؓ کی دعا سن لی'

ابو رجاء عطاردی نے کہا نہ حضرت علیؓ کو برا کہو اور نہ اہل بیت میں سے کسی کو' اس لئے کہ کہ ہمارا ایک پڑوسی قبیلہ بلہجم میں سے تھا اس نے حضرت حسینؓ کے لئے کہا تھا کیا اس فاسق کی طرف نہیں دیکھتے ہو۔ خدا اسے قتل کرے۔ اللہ پاک نے دو ستارے اس کی دونوں آنکھوں کی طرف بھیجے اور اللہ نے اس کی دونوں آنکھوں کا نور مٹا دیا۔

صحابہ کرامؓ کی دعاؤں سے بینائی کا لوٹ آنا

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں قرات فرماتے اور قرات کے ساتھ آواز بلند کرتے' قریش کے کچھ لوگوں کو یہ بات بڑی ناگوار گذری تو وہ اس لئے کھڑے ہوئے کہ آپؐ کو پکڑ لیں اچانک ان لوگوں کے ہاتھ ان کی گردنوں سے چمٹ گئے اور وہ ایسے اندھے ہوگئے کہ انہیں کچھ نظر نہیں آتا تھا' تو یہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اے محمد! ہم تجھے اللہ اور رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہیں راوی کہتے ہیں قریش کے جتنے خاندان تھے سبھی سے حضورؐ کی رشتہ داری تھی تو حضورؐ نے دعا کی یہاں تک کہ ان کا یہ روگ کٹ گیا تو یہ آیہ اتری یس والقرآن سے ام لم تنذر ھم لا یومنون تک (سورہ یٰس کی شروع آیات) ترجمہ:۔ یٰس قسم ہے قرآن کی باحکمت کی کہ بیشک آپؐ منجملہ پیغمبروں کے ہیں اور سیدھے رستہ پر ہیں یہ قرآن خدائے زبردست

مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے کہ آپؐ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں ان میں سے اکثر لوگوں پر تقدیری بات ثابت ہو چکی ہے۔ سو۔ یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاویں گے ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک اڑ گئے ہیں جس سے ان کے سر اوپر کو الٹ رہے ہیں اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کردی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کردی جس سے ہم نے ہر طرف سے ان کو پردوں میں گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لاویں گے راوی کہتے ہیں کہ ان لوگوں میں سے کوئی ایک بھی اسلام نہیں لایا۔

قتادہ بن نعمانؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک کمان ہدیہ میں دی گئی وہ کمان آپؐ نے جنگ احد میں مجھے دی میں نے حضورؐ کے سامنے اس سے تیر اندازی کی یہاں تک کہ اس کا کنارہ ٹوٹ گیا' اور میں اپنے اس مقام سے جو آپؐ کے سامنے تھا نہیں ہٹا' میرے چہرہ پر تیر لگتے تھے جب کبھی آنے والے تیروں میں سے کوئی تیر آپؐ کی طرف جاتا ہوتا تو میں اپنا چہرہ اور اپنا سر اس طرف کردیتا تاکہ میں آپؐ کے چہرہ مبارک کو بچاؤں چونکہ کمان ٹوٹ چکی تھی میں تیر اندازی نہ کرسکتا تھا' ان تیروں میں سے آخری تیر سے (جو میری آنکھ پر لگا) میری آنکھ کی پتلی میرے رخسارے پر بہہ گئی اور ساری چور چور ہوگئی۔ میں نے اپنی آنکھ کے ٹکڑوں کو اپنی ہتھیلی میں لیا اور حضورؐ کے پاس آیا پس اس کو آپؐ نے دیکھا آپؐ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا۔ اے میرے اللہ! قتادہؓ نے تیرے نبی کے چہرہ کو اپنے چہرہ سے بچایا ہے تو اس چہرے کو دو اچھی آنکھوں والا کردے اور بینائی میں انتہائی تیزی پیدا کردے چنانچہ ان

کی دونوں آنکھیں نہایت اچھی ہوگئیں اور بینائی میں بھی تیز ہوگئیں۔

قتادہؓ سے روایت ہے کہ جنگ احد میں ان کی آنکھ زخمی ہوگئی تھی اور ان کے رخسارہ پر گر پڑی تھی حضورؐ نے اس آنکھوں کو لوٹایا اور یہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ صحیح ہوگئی۔

قتادہ بن نعمانؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں ان کی آنکھ میں زخم لگا تو ان کی پتلی ان کے رخسارہ پر لٹک گئی کچھ لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ دیں باقی حضرات نے کہا نہیں جب تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہ لے لیں آپؐ سے دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو اس کے بعد آپؐ نے حضرت قتادہؓ کو بلایا اور اپنی ہتھیلی مبارک اس آنکھ کے ڈھیلے پر رکھی پھر اس کو دبا دیا پھر یہ نہیں محسوس کیا جاسکتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ جاتی رہی تھی۔

حضرت عبیدہؓ نے بیان کیا کہ جنگ احد میں حضرت ابوذرؓ کی آنکھ زخمی ہوگئی اس آنکھ میں حضورؐ نے اپنے دہن مبارک کا لعاب لگادیا وہ آنکھ ان کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ اچھی ہوگئی۔

رفاعہ بن رافع نے بیان کیا کہ جنگ بدر میں مجھے تیر لگا اور اس نے میری آنکھ پھوڑ دی اس میں آپؐ نے اپنا لعاب مبارک لگادیا اور میرے لئے دعا فرمائی تو میری آنکھ میں کچھ بھی تکلیف نہیں رہی۔

ایک سلامانی اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی ماں کے ماموں حبیب بن فویک نے ان سے بیان کیا تھا کہ حبیب بن فویک کے والد ان کو لے کر حضورؐ کے پاس آئے ان کی یعنی میرے والد کی دونوں آنکھوں کی پتلیاں سفید تھیں جس کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا تھا

تو میرے باپ نے کہا کہ میں اپنے اونٹ کو چال سکھا رہا تھا کہ میرا پیر

سانپ کے انڈے پر پڑ گیا اور میری بینائی جاتی رہی آپؐ نے ان کی دونوں آنکھوں پر دم کیا تو وہ بینا ہو گئے راوی کہتے ہیں کہ یہ سوئی میں تاگا پرو لیتے تھے اور یہ اسی سال کے تھے اور ان کی آنکھ اسی طرح پر سفید تھی۔

سعید بن ابراہیم نے بیان کیا کہ زنیرہؓ روم کی رہنے والی تھیں (یعنی عیسائی) یہ اسلام لے آئیں تو ان کی بینائی جاتی رہی مشرکین نے کہا اسے لات و عزیٰ نے اندھا کر دیا ہے نیرہ نے کہا میں نے لات و عزیٰ کا انکار کر دیا تو اللہ پاک نے اسی وقت ان کی بینائی لوٹا دی۔ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ مجھ سے ام ہانی بنت ابی طالب نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکرؓ نے زنیرہ کو آزاد کر دیا جب یہ آزاد کی گئیں تو ان کی بینائی جاتی رہی' قریش نے کہا اس کی بینائی تو لات و عزیٰ لے گئے حضرت زنیرہؓ نے کہا بیت اللہ کی قسم! ان لوگوں نے غلط کہا نہ مجھے لات نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ عزیٰ تو اللہ پاک نے ان کی بینائی لوٹا دی۔

تکبیر و تہلیل سے دشمنوں کے بالاخانوں کا گرنا

ہشام بن عاص اموی نے فرمایا کہ میں اور ایک صاحب اور ہرقل شاہ روم کی طرف بھیجے گئے کہ ہم اس کو اسلام کی دعوت دیں یہاں تک کہ دمشق کے مقام غوطہ تک پہنچے تو جبلہ بن ایہم غسانی کے پس ہم ٹھہرے جب اس کے پاس گئے وہ اپنے تخت پر تھا اس نے ہمارے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ ہم اس سے کلام کریں ہم نے کہا خدا کی قسم! ہم قاصد سے بات نہ کریں گے ہم بادشاہ کی طرف بھیجے گئے ہیں اگر وہ ہم کو اجازت دیتا ہے تو ہم اس سے بات کریں گے ورنہ ہم قاصد سے بات نہ کریں گے' قاصد اس کی طرف واپس گیا اور اس کو اس بات کی خبر دی جبلہ نے کہا ہمارے پاس آنے کی اجازت دے دو چنانچہ ہم

گئے اور اس نے کہا کہو کیا کہتے ہو تو ہشام بن عاصؓ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور جبلہ پر کالے کپڑے تھے ہشام نے اس سے پوچھا کہ تم نے یہ کالے کپڑے کیوں پہن رکھے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں نے انہیں پہنا ہے اور قسم کھائی ہے کہ اس کو نہ اتاروں گا یہاں تک کہ تم لوگوں کو ملک شام سے نکال دوں ہم نے کہا تیری یہ مجلس! خدا کی قسم تجھ سے ہم اسے لے لیں گے اور انشاء اللہ تیرے بڑے بادشاہ کا ملک بھی لے لیں گے' اس بات کی ہم کو ہمارے نبی ﷺ نے خبر دی ہے' جبلہ نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو بلکہ وہ ایک ایسی قوم ہے جو دنوں کو روزہ رکھتی ہے اور راتوں میں عبادت کرتی ہے تو بتاؤ کہ تمہارا روزہ کس طرح ہے؟ ہم نے اس سے بتایا یہ سنکر اس کا سارہ چہرہ کالا ہو گیا' اور اس نے کہا تم چلو اور ہمارے ساتھ ایک قاصد شاہ روم کی طرف بھیجا جب ہم چلے اور اس کے شہر کے قریب ہوئے اس قاصد نے جو ہمارے ساتھ تھا کہا تمہاری یہ سواریاں بادشاہ کے شہر میں داخل نہیں ہو سکتیں' اگر تم چاہو تو ہم تم کو ترکی گھوڑوں اور خچروں پر سوار کرلیں ہم نے کہا خدا کی قسم! ہم تو اپنی سواری پر سوار ہو کر چلیں گے اس قاصد نے بادشاہ کے پاس کہلا کر بھیجا کہ وہ آپ کے یہاں کی سواری سے انکار کرتے ہیں بادشاہ نے ان کو حکم دیا کہ ہم اپنی ہی اونٹنیوں پر چلیں ہم اس شہر میں داخل ہوئے اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے تھے یہاں تک کہ ہم اس کے بالاخانے کے پاس جا پہنچے ہم نے اس کے نیچے اپنے اونٹ بٹھائے اور وہ ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ ہم نے کہا **لا الہ الا اللہ واللہ اکبر** تو اللہ جانتا ہے کہ اس کے بالاخانہ کا کچھ حصہ گر پڑا جیسا کہ وہ درخت کا گدا ہو جسے ہوا ادھر ادھر کرتی ہے راوی کہتے ہیں اس نے ہمارے پاس کہلا بھیجا کہ تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ تم ہم پر اپنے دین کا اس طرح کھلم کھلا

اظہار کرو اور یہ بھی کہلا بھیجا کہ ہم اندر آجائیں چنانچہ ہم اس کے پاس گئے وہ اپنے مسند پر تھا اور اس کے پاس روم کے فضلاء تھے اور اس کی مجلس میں ہر چیز سرخ تھی اس کے چاروں طرف سبھی سرخی تھی اور اس پر بھی سرخ کپڑے تھے ہم اس کے قریب بیٹھ گئے تو وہ ہنسا اور اس نے کہا اس میں تمہارا کوئی حرج نہیں تھا اگر تم مجھے وہ سلام کرتے جو تم آپس میں کرتے ہو اور اس کے پاس ایک شخص فصیح عربی جاننے والا اور بہت بولنے والا تھا ہم نے کہا ہمارے آپس کا سلام تمہارے لئے حلال نہیں اور وہ سلام جس کے ساتھ تو سلام کیا جاتا ہے ہمارے لئے حلال نہیں کہ ہم اس کے ساتھ تجھے سلام کریں اس نے پوچھا کہ تمہارے آپس کا سلام کس طرح پر ہے؟ ہم نے کہا السلام علیک' اس نے پوچھا کہ تم اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کرتے ہو؟ ہم نے کہا اسی سلام کے ساتھ اس نے پوچھا کہ تم کو سلام کا جواب کس طرح دیا جاتا ہے؟ ہم نے کہا اسی سلام کے ساتھ اس نے پوچھا کہ تمہارا سب سے بڑا کون سا کلام ہے؟ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر جب ہم نے اس کلمہ کو کہا اور اللہ خوب جانتا ہے تو اس کے بالاخانہ کا کچھ حصہ گر پڑا یہاں تک کہ اس نے اپنا سر اس کی طرف اٹھایا اور اس نے کہا یہ کلمہ جو تم نے کہا جس سے بالاخانہ کا کچھ حصہ گرا جب کبھی اس کلمہ کو تم اپنے اپنے گھر میں کہتے ہو تو کیا تم پر تمہارے بالاخانے گر جاتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں ہم نے ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ ایسا ہو مگر تیرے پاس اس نے کہا میں دوست رکھتا ہوں کہ جب کبھی تم یہ کلمہ کہو ہر شئے تمہارے اوپر گر پڑے اور میں اپنے ملک کا آدھا حصہ خراج میں ادا کردوں گا ہم نے پوچھا یہ کس لئے؟ اس نے کہا اس میں ملک کے لئے آسانی بھی ہے اور اس بات کے بھی مناسب ہے کہ یہ کام نبوت کا نہ ہو اور بہت ممکن ہے کہ لوگوں کا حیلہ ہو

پھر اس نے ہم سے جو کچھ اس کا ارادہ تھا پوچھا اور ہم نے اسے بتایا۔ اس کے بعد اس نے پوچھا تمہاری نماز کس طرح ہے؟ اور تمہارا روزہ کس طرح ہے؟ تو ہم نے اسے بتایا اس نے کہا کھڑے رہو اور ہمارے ٹھہرنے کے لئے اچھا مکان دیا اور ضیافت کی بہت کثرت کی' سو ہم تین دن ٹھہرے رہے اس کے بعد ہمارے پاس رات کو قاصد بھیجا ہم اس کے پاس گئے' ہم سے پھر ہماری بات کا اعادہ کرایا ہم نے دوبارہ وہ باتیں بیان کردیں۔ پھر اس نے ایک چیز منگائی جو چوکور تھی اور بہت بڑی تھی اور اس پر سنہرا کام بنا ہوا تھا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے اور ان خانوں پر ڈھکن تھے اس نے ایک خانہ اور اس کا قفل کھولا اور اس میں سے کالے رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا' ہم نے اسے پھیلایا اس میں ایک سرخ رنگ کی صورت بنی ہوئی تھی جس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں سرین موٹے تھے اور ایسی لمبی گردن ہم نے کبھی نہ دیکھی اور اس کے لئے ڈاڑھی نہ تھی اور اس کے سر پر بالوں کی دو چوٹیاں تھیں نہایت خوبصورت جسے اللہ نے اچھے سے اچھا پیدا کیا ہو اس نے کہا کیا تم پہچانتے ہو یہ کون ہے؟ ہم نے کہا نہیں کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے بال بہت تھے اس کے بعد اس نے دوسرا خانہ کھولا اور اس میں سے کالے رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایک سفید صورت تھی اور اس کے گھنگرالے بال تھے اس کی دونوں آنکھیں سرخ تھیں سر بڑا تھا ڈاڑھی اچھی تھی پھر ہرقل نے کہا تم اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ نوح علیہ السلام ہیں پھر ایک اور خانہ کھولا اور کالے رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایسے آدمی کی تصویر تھی جو بہت سفید تھا دونوں آنکھیں نہایت حسین تھیں کشادہ پیشانی تھی رخسارے لمبے تھے ڈاڑھی سفید تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ وہ مسکرا رہا ہے ہرقل نے کہا کیا

تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ ہم نے کہا نہیں کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر ایک اور خانہ کھولا اس میں ایک سفید رنگ کی صورت تھی اوراچانک خدا کی قسم رسول اللہ ﷺ کی صورت تھی اس نے کہا کیا تم انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں یہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں راوی کہتے ہیں اور ہم روئے بھی اور راوی کہتے ہیں کہ اللہ جانتا ہے کہ ہرقل تھوڑی دیر کے لئے کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیااور کہا اللہ کی قسم کیا یہ وہی ہیں؟ ہم نے کہا ہاں بیشک یہ وہی ہیں گویا کہ تو حضورؐ ہی کی طرف دیکھ رہا ہے پس وہ بہت دیر تک اس صورت کی طرف دیکھتا رہااور اس کے بعد کہا سن لو! کہ اس خانہ کو مجھے آخر میں کھولنا چاہیے تھا لیکن میں نے اس کی تمہارے لئے جلدی کی تاکہ میں جانچ لوں کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ پھر ایک اور خانہ کھولا اور اس میں سے کالے رنگ کا حریر نکالا اس میں سے ایک صورت نہایت سرخ سیاہی مائل تھی اس کے بال بہت گھنگرالے تھے دونوں آنکھیں اندر کو گھسی ہوئی تھیں تیز نظر والا رعب دار چہرہ والا دانت ایک دوسرے سے ملے ہوئے اوپر کا ہونٹ اس طرح پر چڑھا ہوا جیسے کہ غصہ والے کے ہوتے ہیں ہرقل نے کہا کہ کیا اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں؟ کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور اسی صورت کے برابر میں ایک صورت ان کے مشابہہ تھی مگر اس کے سر کے بال ایسے تھے جیسے کہ تیل لگا ہوا ہو کشادہ پیشانی آنکھ کی سیاہی کسی قدر ناک کی طرف مائل تھی ہرقل نے کہا کیا اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں اس نے کہا یہ ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں پھر ایک اور خانہ کھولا اس میں سفید رنگ کا حریر نکالا اس میں ایک آدمی کی صورت تھی جس کا رنگ گندم گوں تھا بال سیدھے تھے درمیانی قد والا تھااور ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے کہ غصہ میں ہو ہرقل نے کہا کیا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے

کہا نہیں کہا یہ حضرت لوط علیہ السلام ہیں پھر ایک خانہ کھولا اور اس میں سے سفید حریر نکالا اس میں ایک شخص کی صورت تھی جس کی سفید سرخی مائل تھی ناک لمبی تھی رخسارے ہلکے تھے اچھے چہرے والا تھا ہرقل نے پوچھا کیا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہا یہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں پھر ایک اور خانہ کھولا اور اس میں سے سفید حریر نکالا اس میں ایسی صورت تھی جو اسحاق علیہ السلام کے مشابہ تھی لیکن اس کے لب پر تل تھا ہرقل نے کہا کیا اسے پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں کہا کہ یہ یعقوب علیہ السلام ہیں پھر ایک خانہ اور کھولا اس میں سے کالے رنگ کا حریر نکالا جس میں ایک آدمی کی صورت تھی جو سفید رنگ کا اچھے چہرہ والا پتلی اور لمبی ناک والا' اچھے قد کا جس کے چہرہ پر نور بلند ہو رہا تھا اور اس کے چہرہ سے خشوع ٹپک رہا تھا کسی قدر سرخی مائل تھا کہا کیا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہا یہ اسماعیل علیہ السلام تمہارے نبی ﷺ کے دادا ہیں پھر ایک اور خانہ کھولا اس میں سے ایک سفید حریر نکالا اس کپڑے میں حضرت آدم علیہ السلام جیسی صورت تھی اور گویا کہ اس کا چہرہ سورج ہے اور کہا کیا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہا کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں پھر ایک اور خانہ کھولا اس میں سے سفید رنگ کا حریر نکالا جس میں ایک آدمی کی صورت تھی جو سرخ رنگ کا تھا پنڈیاں پتلی تھیں دونوں آنکھیں چندھیائی ہوئی تھیں پیٹ موٹا تھا درمیانی قد کا تھا تلوار لٹکائے ہوئے تھا پوچھا کیا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہا یہ داؤد علیہ السلام ہیں پھر ایک اور خانہ کھولا اور سفید حریر نکالا اس میں ایک انسان کی صورت تھی جس کے سرین موٹے تھے اور دونوں پیر لمبے تھے گھوڑے پر سوار تھا پوچھا کیا اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں اس نے کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں پھر ایک اور خانہ کھولا اور اس

میں سے کالے رنگ کا حریر نکالا جس میں سفید رنگ کی صورت تھی اچانک ایک جوان تھا ڈاڑھی نہایت سیاہ بال بہت' آنکھیں اچھی چہرہ خوبصورت اور پوچھا کیا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہا کہ یہ حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ہم نے پوچھا تمہیں یہ صورتیں کہاں سے ملیں اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ صورتیں انہیں صورتوں کے مطابق ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی ہوں گی اس لئے کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کی صورت حضورؐ جیسی دیکھی' اس نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا تھا کہ ان کی اولاد میں جتنے نبی ہوں گے ان سب کو دکھا دو تو اللہ پاک نے حضرت آدم علیہ السلام پر ان سب کی صورتیں اتاردیں۔ یہ سب صورتیں حضرت آدم علیہ السلام کے خزانے میں تھیں اس جگہ جدھر سورج غروب ہوتا ہے اس کو ذوالقرنین اس جگہ سے نکال لائے اور اسے دانیال کو دے دیا اس کے بعد ہرقل نے کہا سن لو! خدا کی قسم! میرے جی میں اپنے ملک سے نکل جانے کا بڑا اشتیاق ہے اور اس بات کا کہ تم میں سے زیادہ بداخلاق کا مرتے دم تک غلام رہتا' پھر اس نے ہم کو جائزہ دیا اور بہت ہی اچھا دیا اور ہم کو رخصت کیا پس جب ہم حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور ہم نے آپ سے وہ سب باتیں بیان کیں جو ہم کو اس نے دکھلائی تھیں وہ جو اس نے کہا اور میں دیا تو حضرت ابوبکرؓ رو دیئے اور فرمایا وہ مسکین ہے اگر اللہ پاک اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے تو پورا کردے گا اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے خبردی ہے بے شک یہ عیسائی اور یہودی حضرت محمد ﷺ کی پوری نعمت (یعنی حلیہ و اوصاف و اخلاق وغیرہ) اپنے پاس (کتابوں میں) پاتے ہیں۔

جبیر بن مطعم سے ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہشامؓ کہتے ہیں رومیوں

نے مجھ سے کہا غور سے دیکھ لیا ان میں حضورؐ کی صورت تجھے نظر آتی ہے؟ تو جب میں نے دیکھا پس اچانک حضور اکرم ﷺ کی صورت اور آپؐ کی صفات تھیں اور حضرت ابوبکرؓ کی صورت اور صفات تھیں' اور حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کی ایڑی پکڑے ہوئے تھے رومیوں نے مجھ سے پوچھا کیا اس نبی کی یہی صفت و صورت ہے میں نے کہا ہاں' رومیوں نے کہا ہاں یہ وہی ہیں اور آپؐ کی صورت کی طرف اشارہ کیا' میں نے کہا اے میرے اللہ! ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں' رومیوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں واقعی یہ تمہارے نبی ہیں اور یہ دوسرے آپؐ کے بعد خلیفہ ہیں' ایک روایت میں ہے کہ میں نے پوچھا یہ کون آدمی ہیں جو حضورؐ کے پیچھے کھڑے ہیں ہرقل نے کہا کہ اب تک کوئی نبی ایسا نہیں ہوا کہ جس کے بعد نبی نہ ہو مگر۔۔ یہی نبی ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور یہ جن کو تم نے پوچھا ہے آپؐ کے بعد ہونے والے خلیفہ ہیں' جب میں نے غور سے دیکھا تو واقعی وہ حضرت ابوبکرؓ کی صورت ہے۔

غسان و بلقان کے مشائخ بیان کرتے ہیں کہ حمص کی لڑائی میں اللہ پاک نے مسلمانوں کے صبر کرنے پر یہ انعام کیا کہ اہل حمص میں زلزلہ آگیا اور یہ اس طرح ہوا کہ مسلمان ان کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اتنی زور سے تکبیر پڑھی کہ اس تکبیر کی وجہ سے روم کے تمام شہروں میں زلزلہ آگیا' فصیلیں پھٹ گئیں' رومی گھبرا کر اپنے ان سرداروں اور رائے دہندہ لوگوں کے پاس پہنچے جن کو صلح کے وقت بلاتے تھے انہوں نے رومیوں کا کوئی جواب نہیں دیا اور اس گھبرانے پر انہیں ذلیل بتایا' مسلمانوں نے دوبارہ نعرہ تکبیر بلند کیا جس کی وجہ سے بہت سے مکانات اور دیواریں گر گئیں رومی گھبرا کر اپنے سرداروں اور اپنے اصحاب رائے کے پاس بھاگے اور کہا کیا تم لوگ اللہ کے عذاب کو نہیں

دیکھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا باقی تاریخ ابن جریر میں جیسا ذکر کیا گیا ہے'

آواز کا اطراف عالم میں پہنچنا

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ایک صاحب کو امیر کر دیا جن کو ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک روز حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے بلند آواز سے تین مرتبہ کہا یا ساریہ الجبل! ترجمہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف" پھر اس کے بعد لشکر سے قاصد آیا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! ہم شکست کھانے کے قریب تھے کہ ہم نے تین مرتبہ یہ آواز سنی یا ساریہ الجبل اے ساریہ! پہاڑ کی طرف اپنے لشکر کو ملا دے" چنانچہ ہم نے اپنے لشکر کی پشت پہاڑ کے قریب کر دی اور اللہ پاک نے ان کو شکست دے دی--- ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے کہا گیا کہ آپ ہی تو اس آواز کے ساتھ چلا رہے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ کا تذکرہ کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے اپنے خطبہ کے درمیان میں کہا یا ساریہ الجبل! اس کے بعد پھر خطبہ دینے لگے اور کہا جس نے بھیڑیئے کو چرایا ستم کیا" یعنی جس نے دشمن کو کھلایا پلایا اس نے ظلم کیا تو بعض لوگوں نے بعض کی طرف التفات کیا (یعنی یہ بات کیا ہوئی) حضرت علیؓ نے لوگوں سے کہا کہ وہ خود ہی اس کہنے کے متعلق بیان کریں گے جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے حضرت عمرؓ سے پوچھا تو فرمایا کہ میرے جی میں یہ بات واقع ہو گئی کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دے دی اور مشرکین پہاڑ کی طرف بھاگیں گے تو اگر مسلمان پہاڑ کی طرف ہٹ آئیں تو انہیں ایک ہی جانب لڑنا پڑے گا اور اگر آگے

بڑھتے ہیں تو ہلاک ہو جائیں گے تو میرے منہ سے وہ کلمہ نکل گیا جس کے متعلق تم کہتے ہو کہ تم نے اس کلمہ کو سنا' ایک ماہ کے بعد خوش خبری دینے والا آیا اس نے بیان کیا کہ لشکر والوں نے اس دن حضرت عمرؓ کی آواز سنی تھی ہم سب پہاڑ کی طرف چلے گئے اور اللہ نے ہماری فتح کردی۔ ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا کیا آپ نے حضرت عمرؓ کو نہیں سنا کہ وہ خطبہ دینے کی حالت میں ممبر پر کہہ رہے تھے یا ساریہ الجبل! حضرت علیؓ نے فرمایا تمہارے لئے بڑے افسوس کی بات ہے تم حضرت عمرؓ کو چھوڑو وہ جب کسی شے میں داخل ہوئے ہیں تو اس سے ضرور بری ہوئے ہیں۔

نصر بن ظریف بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرے جی میں یہ بات آئی کہ دشمن نے ساریہ کو پہاڑ کی طرف پشت پناہی پر مجبور کردیا ہے اور فرمایا پس شاید کہ کسی بندہ کو اللہ کے بندے میں سے میری یہ آواز پہنچ جائے گی--- ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ آئے اور حضرت عمرؓ کو ان پر بڑا اطمینان تھا حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا یہ چیز گراں گذرتی ہے کہ میں تمہارے بارے میں لوگوں کو ملامت کروں تم اپنے نفس پر کچھ ایسی باتیں کر لیتے ہو کہ لوگوں کو کھلم کھلا بات گھڑ لینے کا موقع ملتا ہے تم خطبہ دے رہے تھے اور تم نے بلند آواز سے کہا یا ساریہ الجبل! یہ کیا بات تھی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک میں خدا کی قسم! اس بات کا مالک نہیں رہ گیا تھا' میں نے لشکر کو دیکھا کہ پہاڑ کے پاس لڑ رہا ہے اور اس پر دشمن سامنے سے بھی آرہا ہے اور اس کے پیچھے سے بھی آرہا ہے پس مجھ سے ضبط نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے کہہ دیا ساریہ الجبل تاکہ مسلمانوں کا لشکر پہاڑ سے مل جائے کچھ دنوں لوگ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ساریہ کا قاصد ان کا خط لایا کہ کفار کی ہم

سے جمعہ کے دن لڑائی ہوئی ہم ان سے صبح کی نماز پڑھنے کے بعد لڑنے لگے یہاں تک کہ جمعہ کا وقت گیا' اور آفتاب کا کنارہ زوال پذیر ہوگیا کہ ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو پکار کر کہہ رہا تھا یا ساریہ الجبل! یہ آواز دو مرتبہ سنی تو ہم پہاڑ سے مل گئے اس کے بعد ہم برابر دشمنوں پر غالب ہوتے چلے آئے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو شکست دے دی اور ان کو قتل کردیا تو عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا یہ لوگ حضرت عمرؓ پر اس بات کا طعنہ دیتے ہیں؟ اس شخص کو چھوڑو اس کے لئے یہ جائز ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ سے دریافت کیا گیا کہ یہ کلام کیسا تھا؟ فرمایا خدا کی قسم! میں نے ساریہ کے لئے وہی بات کہی تھی جو میری زبان پر جاری کی گئی۔

عزہ بنت عاص بن ابی قرصافہ نے بیان کیا کہ رومیوں نے ابو قرصافہ کے ایک بیٹے کو گرفتار کرلیا تھا تو ابو قرصافہ جب نماز کا وقت آتا عسقلان شہر کی چہار دیواری پر چڑھتے اور پکار کر کہتے اے فلاں نماز کا وقت آگیا ہے ان کا بیٹا اس آواز کو سن لیا کرتا تھا حالانکہ وہ روم میں گرفتار تھا۔

صحابہ کرامؓ کا غیبی آوازیں سننا

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ رسول اکرم ﷺ وفات دیئے گئے تو اس میں اختلاف ہوا کہ آپ کو غسل کس طرح دیا جائے؟ صحابہ کرامؓ نے کسی کہنے والے کو سنا جس کو وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے جو کہہ رہا تھا کہ اپنے نبی ﷺ کو آپ کے پیراہن ہی میں غسل دو چنانچہ آپ اپنے پیراہن مبارک ہی میں غسل دیئے گئے--- ایک روایت میں ہے کہ کسی کہنے والے نے کہا اور یہ

نہ جانا گیا کہ وہ کون ہے؟ کہ آپؐ کو اس طرح غسل دو کہ آپؐ کے کپڑے آپؐ پر ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کا امیر جس نے سمندر کا سفر کیا حضرت ابو موسیٰؓ کو بنایا یہ رات کے وقت سمندر میں چلے جارہے تھے کہ کسی پکارنے والے نے ان کے اوپر سے انہیں پکار کر کہا کہ کیا میں تم کو وہ فیصلہ نہ سنادوں جس کے ساتھ اللہ نے اپنے لئے فیصلہ کر رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو اللہ کے لئے گرمی کے دنوں میں پیاسا رہے گا اللہ پر حق ہے کہ بڑی پیاس کے دن یعنی محشر میں اسے سیراب کرے گا۔

حضرت ابو موسیٰؓ اور ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم غزوہ کرنے کے لئے سمندر میں نکلے پس ہم چلے جارہے تھے اور ہوا ہمارے لئے مناسب تھی اور راستہ ہمارے لئے کھلا ہوا تھا ہم نے ایک آواز دینے والے کو سنا وہ کہہ رہا ہے اے کشتی والو! ٹھہر جاؤ میں تمہیں ایک خبر دوں یہاں تک کہ اس نے لگاتار سات آوازیں دیں' حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا کہ میں کشتی کے اول حصہ پر کھڑا ہوگیا اور میں نے کہا تو کون ہے اور تو کہاں ہے اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم کہاں ہیں؟ اور کیا ہم ٹھہرنے کی طاقت رکھتے ہیں؟ حضرت ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ مجھے اس آواز نے جواب دیا کیا میں تمہیں اللہ کا فیصلہ نہ بتادوں جس کا اللہ نے اپنے لئے فیصلہ دے دیا ہے؟ حضرت ابو موسی نے کہا بے شک ضرور بتا اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ جس نے اپنے آپ کو اللہ کے لئے گرم دنوں میں پیاسا رکھا اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اللہ اسے بروز قیامت سیراب کرے گا' پس حضرت ابو موسیٰؓ ایسی سخت گرمی کے دن کا ارادہ کرتے کہ جس میں آدمی ننگا ہوجائے' اور اس میں روزہ رکھتے۔

حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ حضرت ابن عباسؓ کی طائف میں وفات ہوگئی میں ان کے جنارہ پر حاضر ہوا' ایک چڑیا آئی کہ اس جیسی چڑیا نہیں دیکھی گئی تھی اور ان کی لاش میں داخل ہوگئی تو ہم نے غور کیا اور تأمل کیا کیا کہ کب نکلے گی تو یہ نہیں دیکھا گیا کہ ان کی لاش سے وہ چڑیا نکلی ہو' جب حضرت ابن عباسؓ دفن کردیئے گئے یہ آیہ ان کے قبر کے کنارے پر پڑھی گئی اور یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کس نے اس کی تلاوت کی یا ایتھا النفس المطمئنہ سے وادخلی جنتی سورہ ۸۹ کی آخری آیتیں ترجمہ:۔ اے اطمینان والی روح! اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر ادھر چل کر تو میرے خالص بندوں میں شامل ہو جا کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ سفید رنگ کی چڑیا تھی جس کو غرنوق کہا جاتا ہے۔۔۔ ایک روایت میں ہے کہ جب ان پر مٹی برابر کردی گئی تو ہم نے ایک آواز سنی وہ آواز تو ہم سن رہے تھے اور بولنے والے کو نہیں دیکھ رہے تھے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب ابن عباسؓ وفات پاگئے اور کفنوں میں داخل کردیئے گئے ایک سفید رنگ کا پرندہ اترا اور ان کے کفنوں میں داخل ہوگیا اور تلاش کیا گیا پس نہ پایا گیا تو عکرمہؓ نے جو حضرت ابن عباسؓ کے خادم تھے کہا کیا تم سب احمق ہوگئے ہو؟ یہ ان کی وہ بینائی ہے جس کا وعدہ حضورؐ نے کیا تھا کہ ان پر ان کی وفات کے دن لوٹا دی جائے گی' پھر جب ان کو قبر پر لائے اور ان کی لحد میں ان کو رکھا تو ایک کلمہ بولا گیا جس کو ہر اس شخص نے سنا جو ان کی قبر کے کنارے تھا اس کے بعد وہی آیہ ذکر کی۔

حروف قرآن پڑھنے کی فضیلت

عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من قرا حرفاً من کتاب اللّٰہ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر مثالھا لا اقول الم حرف۔ الف حرف۔ و لام حرف۔ ومیم حرف (رواہ الترمذی والدارمی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی کتاب سے ایک حرف پڑھا تو اسے اس کے بدلے نیکی ملے گی۔ اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے اور میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے۔ لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے یہ حدیث ترمذی اور دارمی نے نقل کی ہے۔ یہ حدیث مشکوۃ کتاب فضائل قرآن سے منقول ہے۔

قرآن مجید کی لفظی تلاوت کے فضائل وبرکات

عن عقبۃ بن عامر قال خرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ونحن فی الصفۃ فقال ایکم یحب ان یغدو کل الی بطحان اوالعقیمق فیاتی بنافتین کوما وین فی غیر اثم ولا قطع رحم۔ فقلنا یا رسول اللّٰہ کلنا نحب ذالک قال افلا یغدوا احدکم الی المسجد فیعلم او یقرا آیتین من کتاب اللّٰہ خیر" لہ من ناقتین وثلث

خیر" لہ من ثلث واربع خیر" لہ من اربع ومن اعدادھن من الابل (رواہ مسلم)

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ہم صفہ میں تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ روزانہ بطحان یا عقیق جائے (دونوں جگہ کے نام ہیں) اور بڑے بڑے کوہان والی دو اونٹنیاں لائے بسوائے گناہ اور قطع رحمی کے۔ تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب یہ چاہتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا پھر تم میں سے ہر ایک مسجد میں کیوں نہیں جاتا تاکہ سکھائے یا پڑھے دو آیتیں کتاب اللہ سے۔ یہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔ اور چار چار سے۔ اور ان آیتوں کی گنتی برابر اونٹ

عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المومن الذی یقرا القرآن مثل الاترجۃ ریحھا طیب وطعمھا طیب۔ ومثل المومن الذی لا یقرا القرآن مثل التمرۃ لا ریح لھا وطعمھا حلو۔ ومثل المنافق الذی لا یقرا القرآن کمثل الحنظلۃ لیس لھا ریح و طعمھامر مثل المنافق الذی یقرا القران مثل الریحانۃ ریحھا طیب وطعمھامر (متفق علیہ) وفی روایتہ المومن الذی یقرا القرآن ویعمل بہ کاالاترجۃ والمومن الذی لا یقرا القرآن ویعمل بہ کاالتمرۃ۔

یہ دونوں حدیثیں مشکوہ کتاب فضائل القرآن سے منقول ہیں

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال لیمو جیسے ہے کہ اس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ بھی اچھا ہے۔ اور جو مومن قرآن نہ پڑھتا ہو اس کی مثال کھجور جیسی ہے کہ اس کی خوشبو کچھ نہیں ہے مگر ذائقہ اچھا ہے۔ اور اس

منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو تو تمہ جیسی ہے کہ اس کی خوشبو نہیں ہے اور ذائقہ کڑوا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ دونوں قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ھدی اللناس فرمایا ہے مگر اس میں اجمال ہے تفصیل نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نہیں بتایا کہ کیسی ہدایت ہے اور حضرت محمد ﷺ نے ان دونوں حدیثوں میں مزید اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے۔ اس سے پہلی حدیث میں آپؐ نے قرآن مجید کے حروف پڑھنے کی فضیلت بیان فرمائی تھی اور ان دونوں حدیثوں میں قرآن مجید کی آیات پڑھنے کی فضیلت اور برکت بیان فرمائی ہے۔ اور ان دو حدیثوں میں سے پہلی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت پڑھنے کا ثواب ایک اونٹنی سے بہتر ہے۔ اور دو آیتوں کا ثواب دو اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ علی ہذا القیاس۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں اس پہلی حدیث کی تفصیل ہے کیونکہ پہلی حدیث میں اتنا فرمایا ہے کہ دو آیتیں دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں مگر یہ نہیں فرمایا کہ بہتری کتنی ہے اور کیوں ہے۔ اور حضرت ابوموسی والی حدیث میں اس کی کچھ تفصیل آگئی ہے مگر اس میں حضرت محمد ﷺ نے چار شخصوں کی چار مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلا شخص وہ ہے جو قرآن مجید کو پڑھے اور اس پر عمل بھی کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کی مثال لیموں جیسی ہے۔ یعنی جس طرح انسان لیموں کو ہاتھ میں لے کر جب سونگھتا ہے تو اسے خوشبو آتی ہے اور جب اسے استعمال کرتا ہے تو اس میں ہزاروں فوائد پاتا ہے۔ اور اسی طرح ایک انسان جب قاری قرآن کو

تلاوت کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور اس کی تلاوت کو سنتا ہے تو اس پر اس کی تلاوت کا خوشگوار اثر پڑتا ہے اور اس کا جی چاہتا ہے کہ میں بھی اسی طرح قرآن کو پڑھوں اور اپنے بچوں کو پڑھاؤں۔ اور اس سے متاثر ہو کر وہ جب اس قرآن مجید کو پڑھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے تو یہ بھی ہزاروں فوائد پاتا ہے جسکی تفصیل ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔اور دوسری مثال اس شخص کی ہے جو قرآن مجید کو پڑھنا نہیں جانتا مگر اس کے بیان کردہ عقائد کے مطابق چلتا ہے اور اس کے اوامر کی پیروی اور ممنوعات سے اجتناب کرتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی مثال کھجور جیسی ہے جس کی خوشبو تو نہیں ہے مگر اس کا ذائقہ اچھا ہے۔ اسی طرح جو آدمی قرآن مجید کو پڑھنا تو نہیں جانتا مگر اس پر عمل کرتا ہے تو اسے بھی اعمال کی برکتیں نصیب ہوں گی۔ کیونکہ یہ حروف اور آیات کی تلاوت کی نیکیوں سے تو محروم ہے مگر اعمال کی برکات و فضائل سے ضرور بہرور ہو گا۔ اور وہ پہلا شخص اعمال کے ساتھ ساتھ تلاوت حروف اور تلاوت آیات کا ثواب بھی پائے گا۔ اس لئے اس کا مرتبہ بڑا ہے۔ اور تیسری مثال اس منافق کی ہے جو قرآن مجید کو پڑھنا نہیں جانتا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی مثال تمہ جیسی ہے کہ اس کی خوشبو تو نہیں ہے مگر اس کا ذائقہ کڑوا ہے۔ اسی طرح منافق آدمی سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اور چوتھی مثال اس منافق کی ہے جو قرآن مجید کو پڑھتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی مثال پھول جیسی ہے جس کی خوشبو تو ہو مگر ذائقہ کڑوا ہو۔ یعنی جس طرح پھول کی خوشبو جب اڑتی ہے تو سارے ہی اس سے محظوظ ہوتے ہیں اور اس کے اندر کی کڑواہٹ کا اثر لوگوں تک نہیں پہنچتا۔ اسی طرح جب منافق قرآن مجید کو پڑھتا ہے تو اس کا اثر لوگوں تک تو پہنچے گا مگر اس کے اندر کی برائیوں کا اثر لوگوں تک نہیں پہنچتا اور

اسے بھی اس تلاوت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ کیونکہ وہ کافر ہے اور کافر کے اعمال ضائع ہیں پس خلاصہ یہ نکلا کہ آیات قرآنیہ کا ثواب جو اونٹنیوں سے زیادہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اونٹنیاں دنیاوی مال ہے جو فانی ہے اور آیات قرآنیہ کا یہ ثواب دنیاوی بھی ہے اور اخروی بھی ہے۔ جس کی تفصیل ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔

نماز میں قرآن مجید کی تلاوت ہزار درجہ زیادہ ہے۔

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ایحب احدکم اذا رجع الی اھلہ ان یجد فیہ ثلث خلفات عظام سمان قلنا نعم قال فثلث آیات یقرء بھن احدکم فی صلوتہ خیر" لہ من ثلث خلفات عظام سمان (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ جب وہ اپنی اہل کے پاس لوٹ کر جائے تو ان میں تین حاملہ بڑی فربہ اونٹنیاں پائے۔ تو ہم نے کہا کہ ہاں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آدمی قرآن مجید کی تین آیتیں نماز میں پڑھے تو وہ اس کے لئے تین بڑی فربہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال قراۃ القرآن فی الصلوۃ افضل من قراۃ القران فی غیر الصلوۃ وقراۃ القرآن فی غیر الصلوۃ افضل من التسبیح والتسبیح افضل من الصدقۃ والصدقۃ افضل من الصوم والصوم جنتہ من النار (رواہ البیہقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز میں قرآن پڑھنا خارج نماز میں قرآن پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور نماز سے خارج قرآن پڑھنا تسبیح سے اور تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح افضل ہے صدقہ

سے اور صدقہ روزے سے بہتر ہے اور روزہ آگ سے ڈھال ہے۔ (یہ حدیث امام بیہقی نے نقل کی ہے)

عن عثمان بن عبداللہ بن اوس الثقفی عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراۃ الرجل القرآن فی غیر المصحف الف درجۃ وقراتہ فی المصحف تضعف علی ذالک الی الفی درجۃ (رواہ البیہقی)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی نے اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا سوائے صحیفہ کے قرآن پڑھنا ایک ہزار درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور صحیفہ میں پڑھنے سے دو ہزار درجہ زیادہ فضیلت ہے۔ البیہقی نے یہ حدیث نقل کی ہے اور یہ تینوں احادیث مشکوۃ کتاب فضائل القرآن سے منقول ہیں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں احادیث قرآن مجید کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے کیونکہ اس جملہ میں یہ تو بتایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر ہدایت کی تفصیل نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں تلاوت قرآن پڑھنا تین اونٹنیوں سے بہتر ہے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس کی تفصیل آگئی ہے کہ نماز میں قراۃ قرآن غیر نماز سے تسبیح۔ تکبیر۔ صدقہ۔ اور روزے سے بھی بہتر ہے۔ مگر بہتری کی حد نہیں بتائی کہ کتنی بہتر ہے اور حضرت عثمان بن عبداللہ والی حدیث میں آپؐ نے وہ حد بتادی ہے کہ وہ ہزار درجہ بہتر ہے۔

قرآن مجید حفظ کرنے کی ترغیب اور فضیلت

عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تعاھدوا القرآن فوالذی نفسی بیدہ لھو اشد تفصیا من الابل فی عقلھا (متفق علیہ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبرگیری کرو قرآن کی۔ قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ جلدی نکلتا ہے اونٹ کی بنسبت رسی سے۔ عن ابن عمر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال انما مثل صاحب القرآن کما مثل صاحب الابل المعقلۃ ان عاھد علیھا امسکھا وان اطلقھا ذھبت (متفق علیہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب قرآن کی مثال بندھے ہوئے اونٹ کے مالک جیسی ہے اگر اس کی نگرانی کرتا رہے تو اسے روک لے گا اور اگر اسے چھوڑ دے گا تو وہ چلا جائے گا۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔

عن عثمان ابن عبداللّٰہ ابن اوس الثقفی عن جدہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قرآۃ الرجل القرآن فی غیرالمصحف الف درجۃ وقراتہ فی المصحف تضعف علی ذالک الی الفی درجۃ (بیھقی)

حضرت عثمان بن عبداللہ بن اوس ثقفی نے اپنے دادا سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا کہ سوائے مصحف کے آدمی کے قرآن پڑھنے کا ہزار درجہ ہے اور مصحف میں دیکھ کر پڑھنے کے دو ہزار درجے ہیں۔ (یہ حدیث بیہقی نے نقل کی ہے اور یہ تینوں مشکوۃ کتاب فضائل القرآن سے نقل کی گئی ہیں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اتنا فرمایا کہ قرآن سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ کونسی ہدایت ہے اور حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں اس کی تفصیل بتادی ہے۔ ان احادیث میں سے پہلی حدیث جو حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تعاھدوالقرآن یعنی قرآن کی خبرگیری اور نگرانی کرو۔ اس کے دو مقصد بن سکتے ہیں ایک یہ ہے کہ اگر کسی کو قران یاد ہے تو اسے ہمیشہ پڑھتا رہے ورنہ اس کو بھول جائے گا۔ اور دوسرا مقصد اس کا یہ بن سکتا ہے کہ اگر آدمی صرف ناظرہ قرآن پڑھ سکتا ہے تو بھی اسے ہمیشہ پڑھنا چاہئے ورنہ اسے بھول جائے گا۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا بھی یہی مقصد ہے اور تیسری حدیث جو حضرت عثمان والی ہے اس میں قرآن مجید کو حفظ کرنے کی فضیلت ایک ہزار درجہ اور ناظرہ پڑھنے کی فضیلت دو ہزار درجہ زیادہ بتائی ہے۔ اور ناظرہ کی فضیلت اس لئے زیادہ ہے کہ وہ قاری قرآن کو دیکھے گا بھی اور اسے کچھ تکلیف بھی اٹھانی پڑے گی۔ بخلاف حفظ کرنے والے کے کہ اس کے لئے حفظ کے بعد آسانی ہوجاتی ہے اور یہ ثواب اس ثواب کے علاوہ ہے جو ایک ایک حرف پڑھنے سے انسان کو نصیب ہوتا ہے۔

قرآن یاد کرکے بھلانا گناہ ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابئس لاحدهم

ان یقول نسیت ایه کیت وکیت بل نسی واستذکروالقرآن فانه اشد تضصیا من صدر والرجال من النعم (متفق علیه) وزاد مسلم بعقلها

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے لئے یہ بری بات ہے کہ وہ کہے کہ میں نے فلانی اور فلانی آیت کو بھلادیا ہے۔ بلکہ اسے کہنا چاہیئے کہ مجھ سے وہ بھلائی گئی ہے اور قرآن مویشیوں کی بنسبت لوگوں کے سینوں سے جلدی نکلتا ہے۔ یہ الفاظ امام بخاری اور مسلم کے اتفاق ہیں اور امام مسلم کی روایت میں یہ لفظ زیادہ ہے کہ اپنی رسی سے یعنی جس طرح مویشی کھلنے کے بعد رسی سے جلدی نکلتے ہیں اسی طرح قرآن روزانہ تلاوت نہ کرنے سے جلدی بھولتا ہے۔

عن سعد بن عبادہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من امراء یقرا القرآن ثم ینساہ الا لقی اللہ یوم القیمہ اجذم (ابوداؤد و دارمی)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی قرآن پڑھ کر بھلادے وہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔ یہ حدیث ابوداؤد اور دارمی نے نقل کی ہے (اور یہ دونوں حدیثیں مشکوۃ کتاب فضائل القرآن سے منقول ہیں)

تشریح

اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ دونوں قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی اللناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس جملہ میں قرآن مجید کو ہدایت فرمایا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کی ایک ایک آیت لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اگر کوئی آدمی قرآن مجید کی ایک آیت

یا کئی آیات یا سورتیں یا سارا ہی قرآن ایک دفعہ یاد کرکے بھول جائے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہدایت بھول گیا ہے۔ اس لئے جناب رسول اکرم ﷺ نے یہاں پہلی حدیث میں فرمایا کہ آدمی کو خود نہیں کہنا چاہئے کہ میں نے فلانی فلانی آیت کو بھلادیا ہے۔ کیونکہ یہ جرم ہے اور یہ آدمی یہ کہہ کر خود ہی اپنے اوپر الزام قائم کرتا ہے۔ بلکہ اسے کہنا چاہیئے کہ یہ فلانی فلانی آیت مجھ سے بھلوادی گئی ہے یعنی شیطان نے بھلوائی ہے۔ میں عن قریب اس کو یاد کرلوں گا۔ اور دوسری حدیث میں جناب رسول اکرم ﷺ نے اس کی سزا بیان فرمائی ہے کہ قیامت والے دن اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہوگا۔ یعنی حافظ قرآن کی تو اللہ تعالیٰ تک بڑی رسائی ہے اور قیامت کے دن بھی ہوگی۔ اب ایک آدمی اگر ایک آیت یا کئی آیتیں یا سارا قرآن یاد کرکے بھول جائے گا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس کی رسائی کٹ جائے گی اس لئے نبی کریم ﷺ نے ان احادیث میں قرآن کو یاد کرکے بھلادینے کا نقصان بیان فرمایا ہے لیکن اگر آدمی خود بھلائے گا تو یہ گناہ گار ہوگا اگر کسی عذر کی وجہ سے بھول جائے تو گناہ نہیں۔

اصل میں نسیان دو قسم ہے۔ ایک تو وہ ہے جو کسی عذر کی وجہ سے پیش آئے مثلاً بیماری وغیرہ اس میں آدمی کا کوئی قصور نہیں ہے کیونکہ اس میں اس کے فعل کو دخل نہیں ہے۔ یہ نسیان معاف ہے اور دوسری قسم یہ کہ انسان شیطانی وساوس میں مبتلا ہوکر اسے چھوڑ دے۔ اس پر مواخذہ ہے اور گرفت ہے یہاں یہی مراد ہے۔

قرآن مجید محبت اور حضور قلب سے پڑھنا چاہیئے

عن جندب بن عبداللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقرا والقران

مااستلفت علیه قلوبکم فاذا اختلفتم فقوموا عنه (متفق علیه)

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھتے رہو جب تک کہ تمہارے دل چاہیں اور جب تمہیں ناپسند معلوم ہو تو اس سے اٹھ جاؤ۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی اتفاقی ہے۔

تشریح

یہ حدیث بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا کہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ کس وقت تک ہدایت ہے اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس کی تشریح بیان فرمادی ہے کہ انسان اگر قرآن کو توجہ اور دل لگی سے پڑھے تو اس پر برکات اترتی ہیں اور اگر بے رغبتی سے پڑھے تو نہیں اترتی۔ کیونکہ اب آدمی کے دل میں اس کا ادب نہیں رہے گا۔

قرآن مجید کو بلند اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کا اختیار ہے۔

عن عقبہ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجاھر بالقرآن کالجاھر بالصدقہ والمسر بالقران کالمسر بالصدقہ (ترمذی نسائی ابوداؤد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن جہری پڑھنے والا صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور آہستہ پڑھنے والا مخفی صدقہ دینے والے کی طرح ہے۔ (یہ حدیث ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے (مشکوۃ)

تشریح

یہ حدیث بھی قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اتنا فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ اور اس سے پہلے احادیث میں اس کی تلاوت کرنے کی فضیلت بھی بیان فرمادی ہے۔ مگر یہ تفصیل نہیں آئی کہ آیا یہ تلاوت جہری ہونی چاہئے یا کہ سری ہونی چاہئے اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں اس کی وضاحت بیان فرمادی یہ کہ انسان اگر جہری تلاوت کرے تو بھی اس کو یہ برکات نصیب ہوں گی اور اگر آہستہ پڑھے تو بھی اسے یہ برکات نصیب ہوں گی۔ لیکن موقعہ محل دیکھنا چاہئے اگر جہری پڑھنے سے اس کا مقصد اوروں کو تلاوت قرآن کی ترغیب دلانا ہے اور وہ بھی خوشی سے سن رہے ہیں تو پھر جہری پڑھنا بہتر ہے اور اگر جہری پڑھنے سے اس کے دل میں ریا پیدا ہوتا ہے یا اوروں کو تکلیف ہوتی ہے اس کی عبادت یا نیند میں خلل پڑتا ہے تو قرآن مجید کو آہستہ پڑھنا بہتر ہے کیونکہ اس حدیث میں تلاوت قرآن کو صدقہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور صدقہ میں یہی تفصیل ہے جو اوپر عرض کی ہے۔

تلاوت قرآن مجید تجوید و ترتیل سے ہونی چاہئے

عن قتادۃ قال سئل انس کیف کانت قراۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کانت مدا مدا ثم قرا بسم اللہ الرحمن الرحیم یمد بسم اللہ ویمد بالرحمن ویمد بالرحیم ○ (بخاری)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ س پوچھا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی قراۃ کیسی ہوا کرتی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ کھینچ کر پڑھتے تھے پھر انہوں نے

بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی۔ لفظ اللہ کے لام پر اور رحمن کے میم پر اور رحیم کے ی پر مد کی یعنی یہ حروف دراز کرکے پڑھے۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔ (مشکوہ)

عن اللیث بن سعد عن ابن ابی ملیکہ عن یعلی ابن مملک انہ سال ام سلمۃ عن قراۃ النبی صلیٰ اللہ علیہ وسلم فاذا ھی تنعت قراۃ مفسرۃ" حرفا" حرفا (ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی)

حضرت لیث بن سعد نے ابن ابی ملیکہ سے اور اس نے حضرت یعلی بن مملک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے آپ کی قراۃ کو کھول کرکے اور حرف حرف کرکے بتلایا۔ یہ حدیث ترمذی ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم قراۃ ترتیل اور تجوید کے ساتھ پڑھتے تھے۔

عن جریج عن ابن ابی ملیکہ عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قراتہ یقول الحمد للہ رب العالمین ○ ثم یقف ثم یقول الرحمن الرحیم ○ ثم یقف (ترمذی)

حضرت جریج نے ابن ابی ملیکہ اور اس نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جدا جدا کرکے قراہ پڑھتے تھے۔ فرماتے الحمد للہ رب العالمین پھر ٹھہر جاتے تھے۔ پھر فرماتے تھے الرحمن الرحیم پھر ٹھہر جاتے تھے یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے (مشکوہ)

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں اتنا

فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے رشدوہدایت ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس سے ہدایت کیسے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قرآن کے ترجمان تھے انہوں نے اسکے مختلف طریقے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے بعض تو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ اور بعض بعد میں بیان ہوں گے۔ اور ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے جو ان احادیث میں ہے کہ قرآن مجید کے حروف اور الفاظ کی ادائیگی صحیح ہونی چاہئے۔ کیونکہ اگر ادائیگی غلط ہوگی تو آیت کا مفہوم بدل جائے گا اور بجائے ہدایت حاصل کرنے کے گمراہی حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ یہاں پہلی حدیث جو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نبی کریم ﷺ کی قراۃ کا طریقہ بتایا ہے کہ آپ قراۃ کھینچ کھینچ کر پڑھتے تھے یعنی حرف مدہ جو واؤ الف اور یا ہیں آپ ظاہر کرکے اور دراز کرکے پڑھتے تھے اور آگے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بطور مثال بیان فرمایا ہے اور دوسری حدیث جو حضرت لیث سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر حرف کو صاف۔ صاف کرکے اور اپنے اپنے مخارج سے نکالتے تھے اور تیسری حدیث جو حضرت جریج سے مروی ہے اس میں آپ کے آیات پر وقف کرنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ ہے اور اس کی پوری تفصیل فن تجوید میں موجود ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے آپ ﷺ نے صرف قواعد کلیہ بیان فرمادیئے ہیں۔ گویا آپ ﷺ نے کوزے میں سمندر بند کردیا ہے۔ پوری تفصیل لکھنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

قران مجید کی تلاوت خوش الحانی سے ہونی چاہئے

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ماأذن الله لشی ماأذن لنبی یتغنی بالقرآن (متفق علیه) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کی طرف اتنی توجہ

نہیں فرماتے جتنی توجہ کہ وہ نبی کی طرف فرماتے ہیں جب وہ قرآن حسن صورت سے پڑھ رہا ہوتا ہے۔ (اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے (مشکوہ))

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اذن اللہ لشئی ما اذن لنبی حسن الصوت بالقرآن یجھر بہ (متفق علیہ) مشکوہ

اور اسی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کی طرف اتنی توجہ نہیں فرماتے جتنی کہ وہ نبی کی طرف توجہ فرماتے ہیں کہ جب وہ قرآن مجید کو حسن صورت سے اور جہر سے پڑھ رہا ہوتا ہے۔ (اس حدیث کی صحت پر بخاری اور مسلم نے اتفاق کیا ہے)

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یتغنی بالقرآن (بخاری مشکوہ

اور اسی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن مجید کو خوش الحانی سے نہ پڑھے۔ (یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے)

عن البراء بن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زینوالقران باصواتکم (احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔

عن البراء بن عازب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول حسن القران باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا (دارمی مشکوہ)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ قرآن کو اپنی آوازوں سے خوبصورت بناؤ کیونکہ اچھی آواز سے قرآن کی خوبصورتی زیادہ ہوتی ہے۔ (دارمی نے یہ حدیث نقل کی ہے)۔

عن طاؤس مرسلاً قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الناس احسن صوتا للقران واحسن قراۃ قال من اذا سمعتہ یقرا اریت انہ یخشی اللہ قال طاؤس کان طلق کذالک (دارمی)

حضرت طاؤس نے مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے اچھی آواز والا قرآن کے لئے کون ہے اور اچھی قراۃ والا کون ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب اسے قرآن پڑھتے ہوئے سنے تو تیرا گمان ہو کہ اس کے دل میں خدا کا خوف ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں کل چھ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں یہ فرمایا کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر اس میں یہ نہیں بتلایا کہ اس سے کس طرح ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہدایت حاصل کرنے کے طریقے بیان فرمائے ہیں۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ارحم الراحمین ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے بڑی جاذبیت رکھی ہے۔ جب انسان اس کو حسن صوت سے پڑھے گا تو یہ اپنی قدرتی کشش کی وجہ سے اپنے سامعین کو خود بخود اپنی طرف کھینچ

لے گا۔ اور پھر وہ اسے پڑھیں گے اور انہیں پھر ہدایت نصیب ہوگی۔ چنانچہ یہاں پہلی اور دوسری حدیث جو دونوں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ خوش الحانی سے جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ بھی پوری توجہ کے ساتھ اس کی سماعت فرماتے ہیں۔ اور تیسری حدیث بھی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قرآن مجید کو خوش الحانی سے نہ پڑھے وہ ہماری امت میں سے نہیں ہے۔ یعنی جو آدمی خوش الحان ہو اور وہ اسے پڑھنا جانتا بھی ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ لوگوں کو تلاوت سنائے۔ کیونکہ یہ طرز تلاوت ایک طرح کی دعوت ہے اور اللہ پاک نے ایسے قاری کا سینہ اس دعوت کا مرکز بنایا ہے۔ اگر یہ قاری وہ قرآن لوگوں کو نہیں سنائے گا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہدایت سے محروم رکھتا ہے اس لئے ایسے آدمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نہیں ہے۔ اور چوتھی اور پانچویں دو حدیثیں جو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ہدایت برکات اور حسن کا خزانہ بنایا ہے۔ اور خوش الحانی کے ساتھ اسے پڑھنے سے اس کا حسن اور اجاگر ہوگا اور بڑھے گا۔ اور چھٹی حدیث میں پہلی پانچویں احادیث کی تفصیل آگئی ہے۔

یعنی پہلی حدیث میں جس خوش الحانی کا ذکر آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب قاری قرآن اس کی تلاوت کرے تو سامعین یہ محسوس کریں کہ اس کے دل میں خدا کا خوف ہے۔ کیونکہ اصل میں یہی آواز موثر ہوگی۔ اور ان سامعین پر بھی ایک رقت طاری ہوجائے گی۔ اور ان کے قلوب میں اس قرآن کی طرف میلان پیدا ہوگا۔

موسیقی کی طرز پر قرآن پڑھنا حرام ہے۔

عن حذیفة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقروا القرآن بلحون العرب واصواتها وایاکم ولحون اهل العشق ولحون اهلی الکتابین وسیجیئ بعدی قوم یرجعون بالقران ترجیع الغناء والنوح لا یجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب الذین یعجبهم شانهم (بیهقی ومشکوٰة)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن مجید کو عرب کے لہجوں اور آوازوں میں پڑھو اور اپنے آپ کو عشاق اور اہل کتاب کے لہجوں سے بچاؤ۔ اور میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن مجید کو گانے اور رونے کے طور پر پڑھے گی۔ اور حال یہ ہے کہ قرآن ان کے حلق سے نہیں اترے گا۔ ان کے دل فتنہ میں ڈالے ہوئے ہوں گے اور ان لوگوں کے دل جو ان کے اس طور کو پسند کریں گے۔ (بیہقی نے یہ حدیث نقل کی ہے)

تشریح

یہ حدیث بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے کیونکہ اس جملہ میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ اس سے ہدایت کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقے بتائے ہیں اور اس حدیث میں فرمایا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے خلاف اگر اس کی تلاوت کروگے تو بجائے ہدایت کے گمراہی آجائے گی۔ چنانچہ اس حدیث میں آپ نے پانچ چیزیں بیان فرمائی ہیں پہلی چیز یہ ہے کہ قرآن مجید کو عرب کے لب و لہجہ میں پڑھو۔ کیونکہ وہ لوگ تصنع اور بناوٹ سے کام نہیں لیتے سادہ تلاوت کرتے ہیں اور اس میں

جاذبیت زیادہ ہوتی ہے اور تلاوت سے یہی مقصد ہے کہ سامعین میں جاذبیت پیدا ہو۔ اور دوسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ اھل عشق کے لہجہ سے بچو کیونکہ وہ منظوم اور مقفہ کلام بیان کرتے ہیں جس میں وہ اوزان اور قافیہ کا لحاظ ہوتا ہے اورقرآن یہ شاعرانہ کلام نہیں ہے۔ اور تیسری بات یہ ارشاد فرمائی ہے کہ اہل کتاب کی طرز پر نہ ہو۔ کیونکہ وہ بے محل قرأت کرتے تھے جس سے کلام کا مفہوم بھی بدل جاتے تھے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا لا تقولوا راعنا۔ کیونکہ پھر وہی لوگوں کی زیر کو اشباہ سے پڑھتے تھے پھر یہ لفظ راعینا بنتا ہے اور اس کا معنی چرواہ کے آتے ہیں تو غلط تلفظ سے مفہوم بدل جاتا ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے اس سے روکا ہے۔ اور چوتھی چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ گانے کی طرز پر قرآن نہ پڑھو اس کا وجہ بھی یہی ہے کہ اس سے قرآن شاعرانہ کلام معلوم ہوگا۔ اور پانچواں ارشاد یہ فرمایا ہے کہ رونے کی طرف بھی قرآن نہ پڑھو کیونکہ یہ آواز مانوس اور جاذب نہیں ہے۔ اور حدیث کے آخر میں فرمایا ہے کہ ان ممنوع لہجوں میں پڑھنے والوں کے حلق سے قرآن نہیں اترے گا یعنی وہ لوگ چونکہ ریاکاری کے لئے پڑھتے ہیں اس لئے ان پر قرآن کا کوئی اثر نہیں ہوگا تو ظاہر بات ہے کہ پھر ان کے سامعین پر بھی کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یہاں مجھے اس حدیث کی مناسبت سے ایک واقعہ یاد آیا ہے جو عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ میں ابتدائی طالب علم تھا اور تقریر کرنے کا بڑا ہی شوق تھا۔ تو میں ایک بزرگ عالم دین کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا آپ مجھے تقریر کرنے کا کوئی ایسا ڈھنگ سکھائیں کہ جس سے لوگوں پر میری تقریر کا اثر ہو تو اس بزرگ عالم دین نے فرمایا کہ تم اپنے دل میں دین کا درد پیدا کرلو تو تمہاری تقریر موثر ہوگی۔ پس خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ درد اور اخلاص سے جو تلاوت

ہوگی تو وہ موثر ہوگی اور اگر ریاکاری سے ہوگی تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔

قرآن مجید کو عرب کی سات لغات میں پڑھا جاسکتا ہے۔

عن جابر قال خرج علینارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ونحن نقراالقران وفینا الاعرابی والعجمی فقال اقروا فکل حسن سیجیٔ اقوام یقیمونہ کما یقام القدح یتعجلونہ ولایتاجلونہ (ابوداؤد مشکوہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے اور ہم میں دہاتی اور عجمی بھی تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ پڑھو سب اچھا ہے۔ عن قریب قومیں آئیں گی جو قرآن کو درست کریں گی۔ جیساکہ تیر درست کیا جاتا ہے۔ وہ اس کا منافع جلدی چاہیں گے تاخیر نہیں کریں گے۔ یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی ہے۔

عن عمر بن الخطاب قال سمعت ھشام بن حکیم بن حزام یقرا سورۃ الفرقان علی غیر ماقراھا وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقرانیھا فکدت ان اعجل علیہ ثم امھلتہ حتی انصرف ثم لبیتہ بردائہ فجئت بہ رسول اللّٰہ فقلت یا رسول اللّٰہ انی سمعت ھذا یقرا سورۃ الفرقان علی غیر ماقرا تنی ھا فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارسلہ اقرا فقرا القراۃ التی سمعتہ یقرا فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھکذا انزلت ثم قال لی اقرا فقرات فقال ھکذا انزلت ان ھذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف فاقراوا ماتیسر منہ (متفق علیہ) مشکوہ)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ھشام بن حکیم بن حزام کو سنا کہ وہ سورۃ الفرقان کو اس طریقہ کے خلاف پڑھ رہا تھا جو میں پڑھتا تھا۔ اور

مجھے وہ سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی۔ اور قریب تھا کہ میں اس پر حملہ کردیتا۔ پھر میں نے اس کو مہلت دی یہاں تک کہ وہ فارغ ہوا تو میں نے اس کے گلے میں اس کی چادر ڈالی اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ اور میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اسے سنا ہے کہ یہ سورۃ الفرقان اس طریقہ کے خلاف پڑھتا ہے جو آپؐ نے مجھے پڑھائی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ اور اسے فرمایا کہ تو پڑھ۔ تو اس نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے اس سے پڑھتا سنا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورۃ اسی طرح اتاری گئی ہے۔ اور پھر مجھے فرمایا کہ تو پڑھ تو پھر میں نے وہ سورۃ پڑھی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ سورۃ اسی طرح اتاری گئی ہے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ یہ قرآن سات لغات میں اتارا گیا ہے۔ جو لغت آسان ہو وہ پڑھو۔ (یہ حدیث بخاری اور مسلم کی اتفاقی ہے۔)

عن ابن مسعود قال سمعت رجلا قرا وسمعت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقرا خلافھا فاخبرتہ فعرفت فی وجھہ الکراھیۃ فقال کلاکما محسن فلا تختلفوا فان من کان قبلکم اختلفوا فھلکوا (بخاری) (مشکوۃ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا تھا۔ تو میں اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور میں نے آپؐ کو بتایا۔ تو میں نے آپؐ کے چہرہ میں ناپسندیدگی پہچان لی تو آپؐ نے فرمایا کہ تم دونوں اچھا پڑھتے ہو۔ اختلاف نہ کرو۔ تم سے پہلے لوگ اختلاف کی وجہ سے ہی ہلاک ہوئے تھے۔ (یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔)

عن ابی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرا قراۃ انکرتھا علیہ ثم دخل اخر فقرا اقراۃ سوی قراۃ صاحبہ فلما قضینا الصلوۃ دخلنا جمیعا علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقلت ان ھذا قرا قراۃ انکرنھا علیہ ودخل اخر فقرا سوی قراۃ صاحبہ فامرھما النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقرا افحسن شامنھما فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاھلیۃ فلما رای رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ماقد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا" فکانما انظر الی اللّٰہ خرنا" فقال لی یا ابیّ ارسل الی ان اقرا القران علی حرف فرددت الیہ ان ھون علی امتی وفرد الی الثانیہ اقراہ علی حرفین فرددت الیہ ان ھون علی امتی فرد الی الثالثۃ اقراہ علی سبعۃ احرف ولک بکل ردۃ رددتکھا مسئلۃ تسئلنیھا فقلت اللھم اغفر لامتی اللھم اغفر لامتی واخرت الثالثۃ لیوم یرغب الی الخلق کلھم حتی ابراہیم علیہ السلام (مسلم) (مشکوۃ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا تو ایک آدمی آکر نماز پڑھنے لگا۔ اور اس نے قراۃ پڑھی۔ تو میں نے اس کا انکار کیا۔ اور پھر ایک اور آدمی داخل ہوا اور اس نے پہلے کے خلاف قراۃ پڑھی۔ اور جب ہم نے نماز پوری کی تو سارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے۔ تو میں نے کہا کہ اس نے قراۃ پڑھی ہے تو میں نے اس کا انکار کیا۔ اور پھر دوسرا آیا تو اس نے اپنے ساتھی کے خلاف قراۃ پڑھی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے قراۃ پڑھی تو آپؐ نے ان کی تحسین فرمائی۔ تو میرے دل میں تکذیب آئی جو جاہلیت کے اندر بھی نہیں آئی تھی۔ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھانپ لیا اس چیز کو جس نے مجھے ڈھانپ لیا تھا تو آپؐ نے میرے سینے میں مارا تو میرا پسینہ بہہ گیا گویا کہ خوف سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا ابیؓ میری طرف وحی آئی ہے کہ قرآن

کو ایک لغت پڑھو تو میں نے عرض کی کہ اے اللہ میری امت پر آسانی فرما۔ پھر میری طرف وحی بھیجی گئی کہ قرآن کو دو لغتوں میں پڑھو۔ میں نے پھر اپیل کی کہ اللہ میری امت پر آسانی فرما۔ تو پھر تیسری مرتبہ وحی آئی کہ قرآن کو سات لغات میں پڑھو۔ اور تیرے ہر سوال کے بدلے میں جو میں نے رد کیا ہے تجھے اجازت ہے جو تو سوال کرنا چاہے۔ تو میں نے کہا کہ اے اللہ میری امت کو بخش دے اے اللہ میری امت کو بخش دے۔ اور میں نے تیسری دعا موخر کرلی ہے اس دن کے لئے جب سب لوگ میری طرف رغبت کریں گے۔ یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی)

عن ابی بن کعب قال لقی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جبرئیل فقال یا جبرئیل انی بعثت الی امۃ امیین منھم العجوز والشیخ الکبیر والغلام والجاریۃ والرجل الذی لم یقرا کتابا فقط قال یا محمد ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف (ترمذی) وفی روایۃ الاحمد وابی داؤد قال لیس منھا الا شاف کاف (مشکوۃ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہے۔ ان میں سے بوڑھیا۔ بوڑھے۔ غلام۔ لونڈیا اور ایسے مرد بھی ہیں جو پڑھنا بالکل نہیں جانتے۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ محمدؐ قرآن سات لغات میں اتارا گیا ہے۔ اور امام احمد اور ابی داؤد کی روایت میں ہے کہ ان میں سے ہر ایک کافی شافی ہے۔

عن ابن عباس قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اقرانی جبرئیل علی حرف فراجعتہ فلم اتزل استزیدہ ویزیدنی حتی انتھی علی سبعۃ احرف قال ابن شھاب بلغنی ان تلک السبعۃ الاحرف انما ھی فی الامر تکون واحد" الا تختلف فی حلال ولا حرام (مشکوۃ متفق علیہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے ایک لغت میں پڑھایا ہے تو میں نے لوٹایا اور مسلسل اس کو زیادہ کرتا رہا اور وہ بھی زیادہ کرتے رہے یہاں تک وہ سات لغات پر پہنچے۔ ابن شہاب (تابعی) نے کیا ہے کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ یہ سات لغات اصل میں ایک ہی ہیں ان سے حلال وحرام میں اختلاف نہیں ہوتا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں یہ بتایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر ہدایت کی تفسیر نہیں بیان فرمائی کہ وہ کس طرح ہدایت ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن حکیم سے ہدایت حاصل کرنے کے وہ طریقہ بیان فرمائے ہیں۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے تلفظات صحیح ہوں کیونکہ اگر تلفظات غلط ہوں گے تو معنی بدل جائے پھر مفہوم بھی غلط ہو جائے گا۔ مگر اب شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی قرات مختلف ہیں اس سے تو مفہوم بدل جاتا ہے۔ پھر ایک ہی لغت میں اس کی تلاوت ہونی چاہئے۔ پس ان احادیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہے کہ نہیں قرآن مجید سات لغات میں اتارا گیا ہے۔ ان میں سے جس بھی لغت میں انسان قرآن پڑھے اس کا مفہوم نہیں بدلتا۔ اور یہ سات لغات آسانی کے لئے رکھی گئی ہیں۔ کیونکہ بعض انسان ایک لغت استعمال کرسکتے ہیں اور دوسری نہیں کرسکتے۔ اگر ایک ہی لغت کی پابندی رکھی جاتی تو ہدایت کا یہ باب کار خیر محدود ہو جاتا۔

قرآن پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہئے نہ کہ لوگوں سے۔

عن عمران بن حصین انه مر علی قاص یقرا ثم یسال فاسترجع ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرا القران فلیسال اللہ فانه فسیجی اقوام یقراون القران یسالون به الناس (مشکوۃ۔ احمد۔ ترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک قصہ گو آدمی کے پاس سے گزرے جو قرآن پڑھ کر لوگوں سے سوال کرتا تھا تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمارہے تھے۔ جو قرآن پڑھے وہ اللہ سے مانگے عن قریب کچھ قومیں آئیں گی وہ قرآن پڑھ کر لوگوں سے مانگے گے۔

عن بریدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرا القران یتاکل به الناس جاء یوم القیمة ووجهه لیس علیه لحم (بیهقی مشکوہ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اس لئے قرآن پڑھے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں سے کھائے تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت نہیں ہو گا۔

تشریح

یہ تینوں حدیثیں بھی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت کے جملہ ھدی للناس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا گیا ہے۔ اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان قرآن پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرے تو پھر اللہ تعالیٰ اسے دینگے جو وہ مانگے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات

مقدس پر اس کا ایمان بن جائے گا اسے ہدایت آئے گی۔ اور اگر وہ مخلوق سے مانگے تو اسے ہدایت نصیب نہیں ہوگی۔ چنانچہ آگے حدیث میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صص یقول الرب تبارک وتعالی من شغلہ القران عن ذکری ومسئلتی اعطیتہ افضل ما اعطی السائلین وفضل کلام اللہ علی سائرالکلام کفضل اللہ علی خلقہ (ترمذی۔ دارمی۔ بیہقی۔ مشکوہ)

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ جس کو قرآن میرے ذکر اور مجھ سے مانگنے سے مشغول کردے تو میں مانگنے والوں کی بنسبت اسے اچھا دیتا ہوں۔ اور اللہ تعالی کے کلام کی فضیلت باقی کلاموں پر ایسی ہے جیسا کہ خود اللہ تعالی کی فضیلت اس کی مخلوق پر۔ یہ حدیث ترمذی دارمی اور بیہقی نے نقل کی ہے۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی ایک قاری قرآن کو بن مانگے دیتا ہے تو ظاہر بات ہے کہ اگر یہ مانگے گا تو اللہ تعالی اسے کیوں نہیں دیں گے لہٰذا تلاوت قرآن کے بعد اللہ تعالی سے انسان کو دعا وغیرہ مانگ لینا چاہیے۔

تلاوت قرآن سے دلوں کا زنگ دور ہوتا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا القلوب تصدا کما یصدا الحدید اذا اصابہ الماء قیل یا رسول اللہ وما جلاھا قال کثرۃ ذکر الموت وتلاوت القرآن (بیہقی) مشکوہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک دلوں کو زنگ لگتا ہے جس طرح کہ لوہے کو پانی پہنچنے سے زنگ لگتا ہے۔ تو

آپؐ سے عرض کیا گیا کہ انہیں صاف کرنے کی کیا صورت ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کرنا۔ بیہقی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

تشریح

یہ حدیث بھی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر ہدایت کی تفصیل بیان نہیں فرمائی کہ کیسی اور کونسی ہدایت ہے۔ اور نبی ﷺ نے وہ تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ان تفصیلات میں سے ایک یہ بھی ہے جو اس حدیث میں آئی ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت سے دل زنگ (کینہ۔ بغض و عداوت۔ ریا۔ شرک۔ کفر سے) پاک ہوجاتے ہیں اور یہی بہت بڑی ہدایت ہے۔

حافظ قرآن کے اخروی فضائل

عن عبدالرحمن بن عوف عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ثلثۃ تحت العرش یوم القیمۃ۔ القرآن یحاج العبادلہ ظھر وبطن۔ والامانۃ۔ والرحم تنادی الامن وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ (شرح السنۃ) مشکوہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن تین چیزیں عرش کے نیچے ہوں گی۔ ایک قرآن جو بندوں کی طرف سے جھگڑا کرے گا۔ اس کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ دوسری چیز امانت ہے۔ اور تیسری چیز رحم ہے۔ وہ دونوں پکاریں گے خبردار جس نے مجھ سے تعلق جوڑا ہے تو اللہ تعالی اس سے تعلق جوڑے گا۔ اور جس نے مجھ

سے تعلق توڑا ہے اللہ تعالیٰ اس سے تعلق توڑے گا۔ یہ حدیث شرح السنہ میں منقول ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقال لصاحب القرآن اقرا وارتق ورتل کما کنت ترتل فی الدنیا فان منزلک عند اخر آیۃ تقراھا (احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی (مشکوۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صاحب قرآن سے کہا جائے گا پڑھتا جا چڑھتا جا۔ اور جس طرح دنیا میں پڑھا کرتا تھا اسی طرح پڑھو۔ بے شک تیری منزل آخری آیت کے پاس ہے جو تو پڑھے گا۔ (یہ حدیث ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی اور مشکوہ میں موجود ہے)

عن معاذ الجھنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرا القران وعمل بمافیہ البس والداہ تاجا یوما القیمۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا (احمد۔ ابوداؤد۔ مشکوہ)

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا تو اس کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی دنیاوی سورج سے اچھی ہوگی اگر وہ تمہارے گھروں میں ہو۔ پس تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اس پر عمل کرے گا۔ یہ حدیث امام احمد۔ ابوداؤد۔ نے نقل کی ہے۔ (مشکوہ میں موجود ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت کے جملہ

ھدی للناس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ہدایت کے دو معنی ہیں۔ ایک راہ دکھانا اور دوسرا منزل مقصود تک پہنچنا۔ اور اس سے پہلے جو احادیث بیان ہوئی ہیں ان میں آخرت کی راہ دکھانے کی تفصیل آئی ہے۔ اور ان تین احادیث میں آخرۃ (جو منزل مقصود ہے) میں حافظ قرآن اور اس کے والدین جو کامیابی ہوگی اس کا بیان ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ قرآن کو اللہ تعالی کے ساتھ قرب حاصل ہوگا۔ اور اسے اور اس کے والدین کو اللہ تعالی کی طرف سے بڑے انعامات حاصل ہوں گے جن کا انسان دنیا میں تصور بھی نہیں کرسکتا۔ خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ قرآن دنیاوی رہنمائی بھی کرتا ہے اور اخروی بھی کرتا ہے۔

فضائل سورۃ الفاتحہ

عن سعید بن المصلی قال کنت اصلی فی المسجد فدعانی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم احبہ حتی صلیت ثم اتیتہ فقلت یا رسول اللہ انی کنت اصلی قال الم یقل اللہ استجیبو اللہ والرسول اذا دعاکم ثم قال الا اعلمک اعظم سورہ" فی القرآن قبل ان تخرج من المسجد فاخذ بیدی فلما اردنا ان نخرج قلت یارسول اللہ انک قلت لاعلمنک اعظم سورۃ" من القرآن قال الحمد للہ رب العالمین ○ ھی السبع المثانی ووالقرآن العظیم الذی اوتیتہ (بخاری) مشکوہ کتاب فضائل القرآن

حضرت سعد بن مصلی نے کہا کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ تو نبی کریم ﷺ نے مجھے بلایا تو میں نے آپ کو جواب نہ دیا یہاں تک کہ میں نماز سے

فارغ ہوا۔ تو پھر میں آپؐ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانوں جب وہ تمہیں بلائے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مسجد سے نکلنے سے پہلے میں تمہیں قرآن مجید کی بڑی سورہ نہ بتاؤں۔ پھر آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر جب ہم مسجد سے نکلنے لگے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں قرآن مجید کی بڑی سورۃ سکھاؤں گا۔ تو آپؐ نے فرمایا الحمد للہ رب العالمین الخ یہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دی گئی ہے۔ بخاری میں یہ حدیث موجود ہے۔

عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لابی بن کعب کیف تقرا فی الصلوه فقرا ام القران فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم والذی نفسی بیده ماانزلت فی التوراة ولا فی الانجیل ولا فی الزبور ولا فی الفرقان مثلها وانها سبع من المثانی والقرآن العظیم الذی اعطیته (ترمذی۔ مشکوه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم نماز میں کس طرح پڑھتے ہو تو اس نے ام القرآن پڑھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ کہ توراۃ۔ انجیل۔ زبور۔ اور فرقان میں کوئی ایسی سورۃ نہیں اتاری گئی۔ اور بے شک وہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں ہے۔

عن عبدالملک بن عمیر مرسلاً قال قال رسول اللّٰه صص فی فاتحه الکتاب شفاء" من کل داء (دارمی۔ بیهقی۔ مشکوه)

حضرت عبداللہ بن عمیر (تابعی) نے مرسل روایت کی ہے۔ کہ رسول

اللہ ﷺ نے کتاب کی فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہر بیماری کی دوا ہے۔ یہ حدیث دارمی۔ بیہقی۔ اور مشکوہ فضائل القرآن میں موجود ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں احادیث سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ اور ترجمان القران اور حامل وحی حضرت محمد ﷺ نے قرآن مجید سے استفادہ ہدایت کے طریقے بیان فرمائے ہیں۔ جن میں سے بعض کی تفصیل پہلے بیان ہوگئی ہے۔ اور کچھ باقی ہے جو بعد میں بیان کرنا ہے۔ اور ان طریقوں میں سے ایک طریقہ ایک سورہ کی الگ الگ فضیلت ہے جنہیں پڑھ کر انسان ہدایت حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ ان احادیث میں نبی ﷺ نے بزبان خود فضائل بیان فرمائے ہیں۔ وہ لکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ پہلی حدیث جو حضرت سعید بن معلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ نے فاتحہ کے چار نام بتائے ہیں۔ پہلا نام اس کا اعظم سورۃ ہے۔ اور اس کو اعظم اس لئے فرمایا کہ اس کی عظمت باقی سورتوں کی بنسبت زیادہ ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ فاتحہ قرآن مجید کی سورتوں میں سے ایک سورۃ ہے اس سے ان لوگوں کے نظریہ کی تردید ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ فاتحہ قرآن مجید کی سورۃ نہیں۔ یہ قرآن سے خارج ہے۔ یہ صرف ایک دعا ہے اور قرآن مجید الگ ہے۔ اور نبی ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا (الا اعلمنک اعظم سورۃ فی القرآن) ان لوگوں کو اس عبارۃ میں خوب غور کرنا چاہئے۔ اور نبی ﷺ نے اس کا دوسرا نام سورۃ الحمد فرمایا ہے۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالی کی حمد بیان کی گئی ہے۔ اور یہ قید احترازی نہیں بلکہ اس کی ایک صفت کو ملحوظ رکھ کر یہ نام آپ نے مقرر فرمایا ہے۔

کیونکہ بعض اور سورتیں بھی ایسی ہیں جن میں اللہ تعالی کی حمد بیان کی گئی ہے۔ اور انہیں بھی الحمد للہ سے شروع کیا گیا ہے۔ اور آپؐ نے تیسرا نام اس کا سبع مثانی بتایا ہے۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سبع کے معنی سات کے ہیں۔ اور اس کی آیات بھی سات ہیں۔ اور مثانی کے معنی تکرار اور دہرانے کے ہیں۔ اور اس سورہ کو مثانی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ سورۃ تکرار سے اور دہرا کر پڑھی جاتی ہے آپؐ کو سبع مثانی اور قرآن عظیم دیا اور اس سبع مثانی اور قرآن عظیم کا اطلاق پورے قرآن پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کی منزلیں سات ہیں یا سات لغات میں پڑھا جاتا ہے۔ اور بار بار پڑھا جاتا ہے۔

اشباہ:۔ جب اس سورۃ کے ناموں میں سے ایک نام سبع مثانی آیا ہے اور مثانی کے معنی تکرار ہے اور دہرا کے پڑھنے کے ہیں۔ تو اس کا مقصد یہ ہے کے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔ اور جو نہیں پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔ اور حدیث میں بھی تو موجود ہے۔ **لا صلوۃ لمن لم یقرا بفاتحہ الکتاب** اس کی نماز نہیں ہے جو فاتحہ الکتاب (قرآن) پڑھے۔ اور احناف امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتے تو ان کی نماز پھر نہیں ہوتی۔ **جواب اشباہ:۔** امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا لازم نہیں ہے کیونکہ قرآن، مجید کی سورہ المزمل میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ **فاقراو ما تیسر من القرآن** پڑھو جو قرآن میں سے آسان ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں قرآن مجید کی کوئی آیت یا سورہ متعین کرکے پڑھنا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ انسان جہاں سے چاہے اور جو آیت اور سورۃ آسانی سے پڑھے۔ نیز یہ بھی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ امام کی قراۃ پڑھنے سے مقتدی کی قراۃ بن جاتی ہے۔ جیسا کہ موطا امام محمد میں ہے **عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صل خلف الامام فان قراۃ الامان لہ قراۃ**

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراۃ اس کی قراۃ بن جاتی ہے (للہذا یہ اشباہ غلط ہے) اس کی پوری تفصیل خلاصہ جلد دوم میں گزر گئی ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

اور آپؐ نے چوتھا نام اس کا قرآن عظیم بتایا ہے۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ اس کی سات آیات ہیں اس لئے اس پر قرآن اطلاق صحیح ہے۔ اور عظیم اس کو اس لئے کہتے ہیں اس کی عظمت باقی سورتوں سے زیادہ ہے اور دوسری حدیث یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپؐ نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو اس سورۃ کا پانچواں نام ام القرآن بتایا۔ یعنی قرآن کی ماں اور مرکز اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سورۃ بھی پورے قرآن کا مرکز ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کے سارے مضامین اجمالاً" اس میں سمو دئیے گئے ہیں۔ گویا کہ یہ سورۃ متن ہے اور باقی قرآن مجید اس کی تفسیر اور تفصیل ہے۔ اور دوسری چیز اس حدیث میں آپؐ نے اس سورہ کی عظمت کی تفصیل بیان کی ہے کہ ایسی سورۃ کوئی اور توراۃ۔ انجیل۔ زبور۔ اور قرآن میں نہیں اتاری گئی۔ یعنی ایسی جامع سورۃ اور کوئی نہیں ہے۔ اور تیسری چیز آپؐ نے مضمون سابق کو ہی دہرایا ہے کہ یہ فاتحہ سبع من اور قرآن عظیم ہے۔ اور تیسری حدیث یہاں عبدالملک بن عمیر سے منقول ہے۔ یہ راوی اصل نہیں تابعی ہے۔ اس نے ایک راوی کا نام چھوڑ کر حدیث نقل کی ہے۔ ایسی حدیث کو مرسل کہتے ہیں۔ اس حدیث میں آپؐ نے فاتحہ کو شفاء من کل داء فرمایا ہے۔ یعنی قرآن مجید کی یہ فاتحہ ہر بیماری کی دوا ہے۔ اور یہ اس سورہ کا چھٹا نام ہے اور بعض تفاسیر میں اس سورہ کے نام سورہ الکنز اور سورہ المسئلہ بھی آئے

ہیں اور اس کے یہ سب نام اس کے فضائل ہیں۔

فضائل سورۃ البقرہ

عن ابی سعید الخدری ان اسید بن حضیر قال بینما ھو یقرا من الیل سورۃ البقرۃ وفرسہ مربوطہ عندہ اذ جالت الفرس فسکت فسکنت فقرا فجالت فسکت فسکنت ثم قراء فجالت الفرس فانصرف وکان ابنہ یحی قریبا" منھا فاشفق ان تصیبہ ولما اخرہ رفع راسہ الی السماء فاذا مثل الظلمہ فیھا امثال المصابیح فلما اصبح حدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اقرا یابن حضیرا قرا یابن حضیر قال فاشفقت یارسول اللہ ان تطا یحی وکان منھا قریبا" فانصرفت الیہ ورفعت راسی الی السماء فاذا مثل الظلہ فیھا امثال المصابیح فخرجت حتی لا اری ھا قال وتدری ماذاک قال لا قال تلک الملائکتہ دنت لصوتک ولو قرأت۔ لاصبحت ینظر الناس الیھا لا تتواری منھم (متفق علیہ مشکوہ فضائل القرآن)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس دوران کہ وہ رات کو سورہ البقرہ پڑھ رہے تھے اور اس کے قریب اس کا گھوڑا بندھا ہوا تھا تو اس نے شوخی کی تو یہ حضیر خاموش ہوگیا تو وہ بھی ٹھہر گیا۔ پھر اس نے پڑھنا شروع کیا تو اس نے پھر شوخی کی۔ پھر یہ حضیر خاموش ہوگیا تو وہ بھی ٹھہر گیا۔ اس نے پھر پڑھنا شروع کیا تو اس نے پھر شوخی کی۔ تو ابن حضیر پڑھنے سے ہٹ گیا کیونکہ اس گھوڑے کے قریب اس کا بیٹا یحی تھا۔ اور اسے اندیشہ ہوا کہ وہ اسے کچل دے گا۔ اور جب اس نے اس سورۃ کو پڑھنا موخر کیا اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس میں سایہ کی طرح

روشنی کے چراغ تھے۔ اور جب صبح ہوئی تو اس نے نبی ﷺ کو یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا ابن حضیر تم پڑھتے رہتے۔ ابن حضیر تم پڑھتے رہتے۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ مجھے اندیشہ ہوگیا تھا کہ وہ یحیٰ کو کچل دے گا۔ کیونکہ وہ اس کے قریب تھا۔ پھر میں اس کی طرف ہٹا اور میں نے آسمان کی طرف سر اٹھایا تو اس میں سایہ تھا اور اس میں چراغوں کے نمونے تھے۔ پھر میں ان کو دیکھنے کے لئے نکلا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ پتہ ہے کہ وہ کیا چیز تھی۔ تو ابن حضیر نے کہا کہ نہ مجھے پتہ نہیں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے۔ تیری آواز تلاوت سننے کے لئے آئے تھے۔ اگر تو پڑھتا رہتا تو وہ بھی صبح تک رہتے لوگ ان کو دیکھتے اور وہ ان سے نہ چھپتے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی اتفاق ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود انہ قال ان لکل شی سناما" وان سنام القرآن سورۃ البقرۃ وان لکل شئی" لبابا" وان لباب القرآن المفصل (دارمی' مشکوہ فضائل القرآن)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک اونچا حصہ ہوتا ہے۔ اور قرآن کا اونچا حصہ سورہ البقرہ ہے۔ اور ہر چیز کا خلاصہ ہوتا ہے اور قرآن کا خلاصہ سورہ مفصلہ ہیں۔ یہ حدیث دارمی نے نقل کی ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ دونوں سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں قرآن مجید کو ھدی للناس فرمایا گیا ہے۔ مگر یہ تفصیل نہیں کہ وہ قرآن کیسے ہدایت ہے۔ اور اس سے کیسے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے بعض کا بیان گزر گیا ہے۔ اور بعض کا بیان بعد میں

آئے گا۔ اور ان میں سے ایک سورہ البقرہ کی فضیلت ہے جو ان دو حدیثوں میں بیان فرمائی گئی۔ چنانچہ پہلی حدیث جو حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا مقصد یہ ہے جب کوئی آدمی سورہ البقرہ تلاوت کرتا ہے تو اللہ تعالی کے فرشتے اس کی سماعت کے لئے اس مجلس میں آتے ہیں۔ اور دوسرا اثر ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں قرآن مجید کی سورہ البقرہ کو سنام القرآن فرمایا گیا ہے۔ یعنی قرآن کا اونچا حصہ۔ اور اس کو سنام القرآن اس لئے کہا گیا ہے کہ قرآن مجید کے تمام مسائل اجمالاً اس میں موجود ہیں اور اس حدیث میں بعض سورتوں کو مفصل فرمایا ہے اس سے مراد محدثین نے لکھا ہے کہ سورۃ حجرات سے لے کر آخر قرآن تک ہے۔ اور ان سورتوں کو مفصل اس لئے فرمایا ہے کہ ان میں ان مسائل کی تفصیل ہے جو اور سورتوں میں بیان نہیں ہوئے۔ اور یہ فضائل بیان کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ لوگ اس سورۃ کو پڑھیں اور اس پر عمل کریں تو ان کو ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ مزید تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے۔

عن ابی هریره قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتجعلوا بیوتکم قبور" ان البیت الذی تقرا فیہ سورۃ البقرۃ لا یدخلہ الشیطان (ابن کثیر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ۔ جس گھر میں سورۃ البقرہ پڑھی جائے وہاں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ یہ روایت ابن کثیر میں ہے)

عن سهل بن سعد قال قال رسول اللہ صص وان لکل شئی سناما" وان سنام القرآن البقرہ وان من قراها فی بیتہ لیلتہ" لم یدخلہ الشیطان ثلث لیال ومن قراها فی بیتہ نهارا لم یدخلہ الشیطان ثلثہ ایام (ابن کثیر)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کے لئے بلندی ہوتی ہے اور قرآن کی بلندی سورہ البقرہ ہے۔ اور جو شخص رات کو یہ سورہ اپنے گھر میں پڑھے تو تین رات تک وہاں شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔ اور جو شخص دن کو یہ سورہ اپنے گھر میں پڑھے تو تین دن تک وہاں شیطان داخل نہیں ہوسکتا۔

عن جرید بن بن حازم عن عمہ جرید بن یزید ان اشیاخ اھل المدینہ حدثوہ ان رسول اللّٰہ صص قیل لہ الم تر ثابت بن قیس ابن شماس لم تزل دارہ البارحہ تزھر مصابیح قال فلعلہ قراء سورہ البقرۃ قال فسالت ثابتا″ فقال قرات سورۃ البقرہ (ابن کثیر)

جرید بن حازم نے اپنے چچا جرید بن یزید سے روایت کی ہے کہ مدینہ کے شیوخ نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کو پتہ ہے کہ آج رات ثابت بن قیس شماس کے گھر میں ساری رات چراغ چمکتے رہے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ شاید اس نے سورہ البقرہ پڑھی ہوگی۔ تو راوی نے کہا کہ میں نے ثابت سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ہاں میں نے سورہ البقرہ پڑھی تھی۔ یہ حدیث ابن کثیر میں ہے۔

ابن کثیر نے حضرت عتبہ بن ابی مرشد رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ حنین کے موقعہ پر اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ جنگ میں آگے نہیں بڑھ رہے تھے۔ تو آپؐ نے حضرت عباس کو حکم دیا تو انہوں نے ان کو پکارا اے بیعت رضوان والو۔ اور ایک روایت میں ہے انہوں نے فرمایا سورہ بقرہ والو تو وہ صحابہؓ پھر کافروں پر ٹوٹ پڑے۔ اور فتح ہوئی اور جنگ یمام کے موقعہ پر بھی جب صحابہ مسیلمہ کذاب کے

لشکر کے مقابلے سے فرار اختیار کررہے تھے۔ تو مہاجرینؓ اور انصارؓ نے انہیں پکارا اے سورہ البقرہ والو تو اللہ تعالی نے انہیں وہاں بھی فتح عطا فرمائی تھی یہاں تک تو پوری سورہ البقرہ کے فضائل نقل کئے ہیں۔ اور اب انشاء اللہ اس کی بعض خصوصی آیات کے فضائل نقل کریں گے۔ چنانچہ پہلے آیت الکرسی کے فضائل نقل کرتے ہیں۔

آیت الکرسی پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صص یا اباالمنذر اتدری ای آیتہ من کتاب اللہ تعالی معک اعظم۔ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال یا اباالمنذر اتدری ای آیتہ من کتاب اللہ تعالی اعظم معک قلت اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم قال فضرب فی صدری وقال لیھنک العلم یا اباالمنذر (مسلم) مشکوہ)

حضرت ابی بن کعب ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اب المنذر کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالی کی کتاب میں سے بڑی آیت تیرے پاس کونسی ہے ۔ تو میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ تو آپؐ نے پھر فرمایا اے ابوالمنذر کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالی کتاب میں سے تیرے پاس بڑی آیت کونسی ہے ۔ تو میں نے کہا کہ اللہ لا الہ الا ھوالحی القیوم الخ تو آپؐ نے میرے سینہ میں ہاتھ مارا اور فرمایا اے ابی تجھے تیرا علم مبارک ہو۔

عن ابی ھریرہ قال وکلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوۃ رمضان فاتانی آت فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ وقلت لارفعنک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی محتاج" وعلی عیال" ولی حاجۃ شدیدۃ" قال فخلیت عنہ فاصبحت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ھریرۃ مافعل

اسیرک البارحۃ قلت یارسول اللہ شکا حاجۃ شدیدۃ" وعیالاۃ فرحمتہ فخلیت سبیلہ فقال اما انہ قد کذبک وسیعود فعرفت انہ سیعود لقول رسول اللہ صص انہ سیعود فرصدتہ فجاء یحثو من الطعام فاخذتہ فقلت لارفعنک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال دعنی فانی محتاج" وعلی عیال" لااعود فرحمتہ فخلیت سبیلہ فاصبحت فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباھریرۃ ما فعل اسیرک قلت یارسول اللہ شکاحاجتۃ" شدیدۃ" وعیالا" فرحمتہ فخلیت سبیلہ۔ فقال اما انہ قد کذبک وسیعود فرصدتہ فجاء یحثو من الطعام فاخذتہ فقلت لارفعنک الی رسول اللہ صص وھذا آخر ثلث مراۃ انک تزعم لاتعود ثم تعود فقال دعنی اعلمک کلمات ینفعک اللہ بھا اذا اویت الی فراشک فاقرا آیۃ الکرسی۔ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم حتی تختم الآیتہ فانک لن یزال علیک من اللہ حافظ" ولا یقربک شیطان" حتی تصبح فخلیت سبیلہ فاصبحت فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما فعل اسیرک قلت زعم انہ یعلمنی کلمات ینفعنی اللہ بھا قال اما انہ صدقک وھو کذب وتعلم من تخاطب منذ ثلث لیال قلت لا قال ذاک الشیطان (بخاری۔ مشکوۃ کتاب فضائل القرآن)

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ماہ رمضان کی زکوۃ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ تو ایک آدمی آیا تو وہ اناج کی لپیں بھرنے لگا تو میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں نے اسے کہا کہ میں تجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا تو اس نے کہا کہ میں محتاج ہوں۔ میرا عیال ہے۔ اور بڑا سخت حاجت مند ہوں۔ تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب میں نے صبح کی تو نبی ﷺ نے فرمایا اے ابو ہریرہ رات کو تیرے قیدی نے کیاکیا۔ تو میں نے کہا

یارسول اللہ اس نے بڑی سخت حاجت اور عیال کی شکایت کی تھی تو مجھے اس پر رحم آیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا خبردار اس نے جھوٹ کہا ہے۔ اور وہ پھر آئے گا۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ وہ آئے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ آئے گا۔ میں نے پھر اس کا انتظار کیا۔ تو وہ آگیا اور غلے سے لپس بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور میں نے اسے کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے میں محتاج ہوں۔ میرا عیال ہے۔ پھر نہیں آؤں گا۔ مجھے اس پر رحم آیا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب میں نے صبح کی رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا اے ابوہریرہ تیرے قیدی نے کیا کہا تو میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ اس نے بڑی سخت حاجت مندی کی شکایت کی تھی اور عیال داری کی تو میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا خبردار اس نے تجھ سے جھوٹ کہا ہے۔ وہ پھر آئے گا۔ پھر میں اس کا انتظار کرتا رہا تو وہ پھر آگیا اور غلے کی لپس بھرنے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور میں نے کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔ اور تیسری تین باریوں میں سے یہ آخری بار ہے۔ تم کہتے ہو تم نہیں آؤ گے مگر پھر آجاتے ہو۔ تو اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تجھے چند کلمات بتادوں اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ذریعہ بڑا نفع دیں گے۔ جب تو اپنے بستر پر جائے تو آیت الکرسی پڑھا کر یہاں تک کہ آیت کو تو ختم کردے تو اللہ تعالیٰ کی طرف تجھ پر ایک نگران مقرر ہوگا۔ اور صبح تک شیطان تیرے قریب نہیں آسکے گا۔ جب میں نے صبح کی تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ تیرے قیدی نے کیا کہا۔ تو میں نے کہا اس نے کہا تھا کہ میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ذریعہ نفع دیں گے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس

نے سچ کہا ہے اور وہ ہے جھوٹا۔ پتہ ہے کہ تین رات سے تم جس سے مخاطب ہوتے رہے ہو وہ کون تھا۔ میں نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان تھا۔ (یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے)

عن عبداللہ بن ابی بن کعب ان اباہ اخبرہ انہ کان لہ جرن فیہ تمر قال فکان ابی یتعاھدہ فوجدہ ینقص قال فحرسہ ذات لیلۃ فاذا ھو بدابہ شبیہ الغلام المحتلم قال فسلمت علیہ فردالسلام قال فقلت ما انت۔ جنی ام انسی۔ قال جنی قال قلت ناولنی یدک قال فناولنی یدہ فاذا بدکلب وشعر کلب فقلت ھکذا خلق الجن۔ قال لقد علمت الجن مافیھم اشد منی قلت فما حملک علی ماصنعت قال بلغنی انک رجل" تحب الصدقۃ فاحببنا ان نصیب من طعامکم۔ قال فقال لہ ابی فما الذی یجیرنا منکم۔ قال ھذہ الایۃ الکرسی ثم غدا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدق الخبیث (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن ابی بن کعب سے روایت ہے کہ اس کے باپ نے اسے بتایا کہ اس کا ایک کھلیان تھا جس میں کھجوریں تھیں اس نے کہا کہ اس کے والد صاحب اس کی خبرگیری کرتے تھے تو اس کو کم پایا تو پھر انہوں نے ایک رات اس کی نگرانی کی تو اچانک دیکھا نوجوان بچے کی طرح ایک جانور ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے اس کو سلام دیا تو اس نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے کہا کہ میں نے کہا کہ تو کون ہے جن ہے یا انسان تو اس نے کہا کہ میں جن ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نے کہا کہ اپنا ہاتھ مجھے دے اس نے کہا کہ اس نے مجھے اپنا ہاتھ دیا تو وہ اچانک کتے کا ہاتھ تھا۔ اور اس پر بال بھی کتے جیسے تھے۔ تو میں نے کہا کہ جن ایسے ہی پیدا کئے گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں جانتا تھا کہ جنات کی طاقت مجھ سے زیادہ ہے میں نے کہا کہ تجھے اس پر کس نے آمادہ کیا ہے جو تو

نے کیا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے پتہ چلا تھا تو کہ ایک ایسا آدمی ہے جو صدقے کو پسند کرتا ہے تو ہم نے کہا چاہا کہ تیرے غلے میں سے اپنا حصہ لے لیں۔ اس نے کہا کہ اسے میرے باپ نے کہا کہ کونسی چیز ہے جو ہمیں تم سے بچائے۔ تو اس نے کہا کہ یہ آیت کرسی۔ پھر میرا باپ سویرے نبی ﷺ کے پاس گیا اور انہیں بتایا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس خبیث نے سچ کہا ہے۔ یہ حدیث ابن کثیر نے نقل کی ہے۔

عن ابی امامۃؓ قال قال رسول اللہ صص من قرا دبر کل صلوۃ مکتوبۃ آیۃ الکرسی لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت (ابن کثیر)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے تو اسکے لئے موت کے سوا دخول جنت سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ (یہ حدیث ابن کثیر نے نقل کی ہے)

تشریح

اس بحث میں کل چار احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا گیا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ اس سے ہدایت کیسے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ طریقے بتائے ہیں۔ اور ان طریقوں میں سے بعض طریقے ایسے ہیں جو پورا قرآن پڑھنے سے نصیب ہوتے ہیں۔ اور بعض طریقے ایسے ہیں کہ وہ پوری ایک سورۃ پڑھنے سے نصیب ہوتے ہیں۔ اور بعض طریقے ایسے ہیں کہ وہ ایک آیت پڑھنے سے بھی نصیب ہوجاتے ہیں جیسا کہ آیت الکرسی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں۔ ان سب کا مقصد اور لب لباب یہ ہے

کہ جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے اس میں انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان داخل نہیں ہو سکتا اور ظاہر بات ہے کہ آیت الکرسی پڑھنے والے کے دل میں بھی شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ ڈاکو بھی اس گھر میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ اور پڑھنے والے کے جیب وغیرہ سے بھی وہ نقدی نہیں نکال سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالی کی طرف سے قاری آیت الکرسی پر ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ اور اس کے مال متاع کی بھی نگرانی کرتا ہے۔ آیت الکرسی کی اور بھی بہت سی برکات ہیں جن پر بزرگوں کے تجربات شاہد ہیں۔

سورۃ بقرہ کی شروع کی چار آیات، آیت کرسی اور آخر کی تین آیات کو مشترکہ پڑھنے سے شیطان۔ جنون اور مصائب دور ہوتے ہیں۔

قال عبداللہ بن مسعود من قرا عشر آیات من سورۃ البقرۃ فی لیلۃ لم یدخل ذالک البیت شیطان" تلک الیلۃ اربع" من اولھا وایتہ الکرسی وایتان بعدھا وثلث آیات من اخرھا وفی روایۃ لم یقربہ ولا اھلہ یومئذ شیطان" ولا شئی" یکرہ ومایقران علی مجنون الا افاق (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو آدمی سورۃ بقرہ کی دس آیات رات کو پڑھے تو اس رات اس گھر میں شیطان داخل نہیں ہوتا چار آیتیں اس کے شروع والی۔ آیت الکرسی اور دو اس کے بعد والی۔ اور تین اس کے آخر والی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس دن شیطان اس کے اور اس کے اھل و عیال کے قریب نہیں جاتا۔ اور اسے کوئی ناگوار چیز بھی نہیں پہنچتی۔ اور اس کی دو آخری آیتیں پڑھنے سے مجنون کو افاقہ ہوتا ہے۔

تشریح

یہ اثر بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں یہ تو بتایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر ہدایت کی تفصیل نہیں بتائی۔ اور حضرت محمد ﷺ نے تفصیلات مبارکہ بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ اثر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آخر راوی نے نبی ﷺ سے یہ نقل کیا ہوگا اس میں چار چیزوں کا بیان ہے کہ سورہ بقرہ کی دس آیات اگر کوئی پڑھے تو اس کے گھر میں شیطان نہیں آتا۔ اور اس کے اور اس کی اھل کے پاس بھی شیطان نہیں آتا۔ اور اسے ناگوار چیز بھی نہیں پہنچتی۔ اور وہ ۹ آیتیں چار شروع والی اور آیت کرسی اور اس کے بعد والی۔ اور تین آخری۔ اور بقرہ کی یہ آخری دو آیتیں اگر مجنون پر پڑھی جائیں تو اسے بھی افاقہ ہوتا ہے۔ بہرحال یہ اثر بھی ھدی للناس کی تفسیر ہے۔

خواتیم سورۃ البقرہ میں دنیا اور آخرت کی تمام برکات ہیں۔

عن رویفع بن كلاعی قال قال رجل یارسول اللہ ای سورۃ من القران اعظم قال قل ھواللہ احد۔ قال فای آیتہ فی القرآن اعظم قال آیتہ الکرسی اللہ لا الہ الا ھوالحی القیوم الخ ، قال فای آیتہ یا نبی اللہ تحب ان تصیبک وامتک قال خاتمتہ سورۃ البقرہ فانھا من خزائن رحمہ اللہ تعالی من تحت عرشہ مثلھے اعطاھا ھذہ الامہ لم تترک خیر"ا من خیرالدنیا والاخرۃ الا اشتملت علیہ (دارمی۔ مشکوہ)

حضرت رویفع بن کلاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ ﷺ قرآن مجید کی سورتوں میں سے بڑی سورۃ کونسی ہے۔ تو آپؐ

نے فرمایا کہ قل ھواللہ احد تو پھر اس نے کہا کہ قرآن مجید کی آیات میں سے بڑی آیت کونسی ہے تو آپؐ نے فرمایا۔ آیت الکرسی۔ اللہ لا الہ الا ھوالحی القیوم الخ پھر اس نے عرض کیا کہ آپؐ کس آیت کو پسند کرتے ہیں کہ وہ آپؐ کو اور آپؐ کی امت کو وہ پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ خاتمہ سورۃ البقرہ۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانوں میں سے ہے۔ جو اس کے عرش کے نیچے ہیں۔ جو اس نے اس امت کو عطا فرمائے ہیں جو دنیا اور آخرت کی ہر قسم کی بھلائی پر مشتمل ہیں۔

عن عبداللہ قال لما اسری برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتھی بہ الی سدرۃ المنتھی وھی فی السماء السادسۃ الیھا ینتھی ما یعرج بہ من الارض فیقبض منھا والیھا ینتھی مایھبط بہ من فوقھا فیقبض منھا قال اذ یغشی السدرۃ ما یغشی قال فراش" من ذھب قال اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلثا اعطی صلوٰۃ الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ وغفر لمن لا یشرک باللہ من امتہ شیئا" المقحمات (مسلم۔ مشکوہ باب فی المعراج)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جب سیر کرائی گئی تو آپؐ کو سدرۃ المنتھی تک پہنچایا گیا۔ اور وہ چھٹے آسمان میں ہے۔ نیچے سے اوپر چڑھائی ہے جانے والوں کو وہیں تک لے جایا جاتا ہے۔ اور انہیں وہیں روک لیا جاتا ہے۔ اور اوپر سے نیچے آنے والوں کو بھی وہیں تک لایا جاتا ہے۔ اور انہیں وہیں روک لیا جاتا ہے۔ جب ڈھانپ لیا سدرۃ المنتھی کو جس نے ڈھانپا۔ بقول راوی یہ سونے کے پروانے ہیں۔ راوی نے کہا وہاں رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں دی گئیں۔ پانچ نمازیں۔ خواتیم سورہ البقرہ۔ اور آپؐ کی امت میں جو شرک نہیں کرے گا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

عن جبیر بن نصیر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان اللّٰہ ختم سورۃ البقرہ بایتین اعطیتھما من کنزہ الذی تحت العرش فتعلموھن وعلموھن نساء کم فانھا صلوۃ وقربان" ودعاء" (دارمی۔ مشکوہ)

حضرت جبیر بن نضیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کو دو آیتوں پر ختم فرمایا ہے۔ جو مجھے دی گئی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس خزانے سے ہیں جو عرش کے نیچے ہے۔ خود بھی انہیں پڑھو اور اپنی عورتوں کو بھی پڑھاؤ۔ کیونکہ وہ دعا ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چار حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ حدیثیں سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت کے جملہ ھدی للناس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا گیا ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ اس سے ہدایت کیسے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ طریقے تفصیلات بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے خواتیم سورۃ البقرہ بھی ہیں۔ یعنی امن الرسول سے آخر تک۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں آپؐ کو آپؐ کی امت کے لئے عطا فرمایا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان پر عمل کریں گے تو انہیں دنیا اور آخرت تمام بھلایاں نصیب ہوں گی۔ جیسا کہ نبی ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عملی نمونے سے پہلے پیش کر آئے ہیں۔

قیامت والے دن قرآن سورۃ البقرہ اور آل عمران اپنے قاری کی شفاعت کریں گی۔

عن ابی امامة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اقراوالقرآن فانہ یاتی یوم القیمة شفیعا" لاصحابہ اقرایو النھر اوین البقرۃ وسورۃ ال عمران فانھما تاتیان یوم القیمة کانھما غمامتان او غیابتان او فرقان من طیر صواف تحاجان عن اصحابھما اقراؤ سورۃ البقرۃ فان اخذھا برکتہ" وترکھا حسرۃ" ولا یستطیع البطلة (مسلم۔ مشکوۃ فضائل القرآن)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ قرآن پڑھو۔ وہ قیامت والے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے سفارش کرے گا۔ اور خصوصا" دو روشنی والیاں (بقرہ اور آل عمران) پڑھو۔ وہ قیامت کے دن بادل کے دو ٹکڑے یا دونوں سایہ کرنے والی یا دونوں پرندوں کی دو ٹکڑیاں صف باندھ کر آئیں گی جو اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا (شفاعت) کریں گی۔ اور خصوصا" سورۃ بقرہ پڑھو۔ بے شک اس کا لینا برکت ہے اور چھوڑنا افسوس ہے اور باطل پرست آدمی اس کے پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

عن نواس بن سمعان قال سمعت النبی صص یقول یوتی باالقرآن یوم القیمة واھلہ الذین کانوا یعملون بہ تقدمہ سورۃ البقرۃ وال عمران کانھما غمامتان او ظلتان سودا وان بینھما شرق" او کانھما فرقان من طیر صواق تحاجان عن صاحبھما (مسلم۔ مشکوہ)

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

آپؐ فرمار ہے تھے کہ قیامت والے دن قرآن اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا۔ اور سورۃ بقرہ اور ال عمران اس قرآن کے آگے بادلوں کی طرح یا کالے سہائے کی طرح ہوں گی۔ اور ان کے درمیان روشنی ہوگی۔ یا صف باندھے ہوئے پرندوں کی دو ٹکڑیوں کی طرح ہوگی اور اپنے پڑھنے والے کی طرف سے شفاعت کریں گی۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ حدیثیں بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر ہدایت حاصل کرنے کی تفصیل نہیں بتائی۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ تفصیلات مفصل بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے جو ان دو حدیثوں میں بیان فرمائی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو آدمی قرآن مجید کی تلاوت کرے گا۔ تو قرآن مجید قیامت کے دن اس کی شفاعت کرے گا۔ اور اسی طرح اگر سارا قرآن مجید کوئی نہ پڑھ سکے اور سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران کو ملاکر پڑھ لے تو یہ بھی اس کی شفاعت کریں گی اور یہ سورتیں اپنے پر سایہ کریں گی اور اس کے سامنے روشنی کریں گی۔ مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید اور یہ سورتیں کس طرح شفاعت اور سایہ وغیرہ کریں گی۔ اور یہ قیامت کے دن موجود کس طرح ہوں گی۔ یہ تو الفاظ ہیں جو پڑھنے کے بعد اڑ جاتے ہیں۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ ان الفاظ کے اجسام لطیفہ ہیں جو موجود ہیں جیسا کہ ریڈیو ٹیلی ویژن وغیرہ کی خبریں اس کا ثبوت ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو کثیف بناسکتے ہیں جیسا کہ وہ جراثیم لطیفہ سے انسان کو بناتا ہے اور ان الفاظ لطیفہ پر فنا نہیں اگرچہ ان پر

لاکھوں ایٹم بم کیوں نہ برسائے جائیں پس ثابت ہوا کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ جس طرح انسان کو موجود کریں گے اسی طرح اس کے اعمال کو بھی موجود کریں گے خواہ نیکی ہوں یا برے ہوں۔

سورہ آل عمران کی فضیلت

عن مکحول قال من قرا سورۃ ال عمران یوم الجمعۃ صلت علیہ الملائکۃ الی الیل (دارمی۔ مشکوہ)

حضرت مکحول ؓ نے فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے دن سورۃ آل عمران پڑھے تو فرشتے رات تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

سورۃ آل عمران کی آخری آیات کی فضیلت

عن عثمان بن عفان قال من قرا اخر ال عمران فی لیلتہ کتب لہ قیام لیلتہ (دارمی۔ مشکوہ)

حضرت عثمان بن عفان ؓ نے فرمایا کہ جو آدمی رات کے وقت سورۃ آل عمران کی آخری آیات پڑھے تو اس کے لئے رات کے قیام (تہجد) کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

تشریح

یہ دو حدیثیں بھی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت کے جملہ ھدی للناس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ مگر اس سے ہدایت حاصل کرنے کے طریقے مذکور نہیں ہیں۔ اور وہ طریقے حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ اور آپ ﷺ نے پورے

قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے طریقے الگ بیان فرمائے ہیں۔ اور سورتوں کے الگ اور بعض آیات کے الگ چنانچہ ان دو حدیثوں میں سورۃ آل عمران سے اور اس کی آخری آیات سے ہدایت حاصل کرنے کے طریقوں کا بیان ہے۔

سورۃ ھود اور سورۃ یوسف کی تلاوت دفع مصائب کے لئے اکسیر اور باعث برکات ہے۔

عن عقبہ بن عامر قال قلت یا رسول اللہ اقرا سورۃ ھود او سورۃ یوسف قال لن تقرا شیئا" ابلغ عنداللہ من قل اعوذ برب الفلق (احمد۔ نسائی۔ دارمی۔ مشکوہ)

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا میں سورۃ ھود یا سورۃ یوسف (دفع مصائب کے لئے) پڑھ لیا کروں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ **قل اعوذ برب الفلق** سے زیادہ پہنچانے والی کوئی چیز نہیں ہے جسے تم پڑھو **عن کعب ان رسول اللہ صص قال اقراو سورۃ ھود یوم الجمعہ (دارمی۔ مشکوہ)** حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن سورۃ ھود پڑھا کرو۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں اور یہ حدیثیں سورۃ بقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا گیا ہے۔ مگر تفصیل بیان نہیں فرمائی کہ کونسی ہدایت ہے۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ نے وہ تفصیل بیان فرمائی ہے۔ اس

تفصیل میں سے یہ بھی ہے جو ان دو حدیثوں میں آپؐ نے بیان فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سورۃ ھود اور سورۃ یوسف کی تلاوت سے انسان دنیاوی مصائب سے بھی بچ جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت بھی اترتی ہے جس طرح ھود علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام آخر میں مصائب سے بچ گئے تھے۔ اور ان پر خصوصی رحمتیں اتری تھیں۔ اور یہاں پہلی حدیث میں جو نبی ﷺ نے سائل کو فرمایا کہ قل اعوذ برب الفلق دفع مصائب کے لئے زیادہ ابلغ ہے۔ اس سے سورۃ ھود اور سورہ یوسف کی فضیلت کی نفی مقصود نہیں ہے اور جمعہ کے دن سورہ ھود پڑھنے کی تاکید فرمائی کیونکہ اس سورہ میں بھی قیامت سے زیادہ ڈرایا گیا ہے اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سورہ ھود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اور فکر آخرت پیدا ہونا یہ بڑی ہدایت ہے۔

سورہ کھف کی تلاوت سے سکون قلبی اور نور نصیب ہوتا ہے۔

عن البراء قال كان رجل" يقرا سورة الكهف والى جانبه حصان" مربوط" بشطنين فغشية سحابته" فجعلت تدنو وتدنو وجعل فرسه ينضر فلما اصبح الى النبى صص فذكر ذالك له فقال تلك السكينته تنزلت بالقرآن (متفق عليه مشكوه)

حضرت براء ؓ نے فرمایا کہ آدمی سورۃ کھف پڑھتا تھا اور اس کے قریب گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا تو اس کو بادل نے ڈھانپ لیا اور اس کے قریب ہونے لگا۔ اور قریب ہونے لگا۔ اور اس کے گھوڑے نے کودنا شروع کیا۔ اور جب صبح ہوئی تو وہ آدمی حضور ﷺ کے پاس آیا اور اس نے یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ تسلی تھی جو قرآن کی برکت سے اتری تھی۔

عن ابى سعيد ان النبى صلى الله عليه وسلم قال من قرا سورة الكهف فى يوم

الجمعۃ اضاء لہ النور مابین الجمعتین (بیھقی۔ مشکوہ فضائل القرآن)

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی جمعہ کے دن سورۃ کھف پڑھے تو دو جمعوں تک اس کے لئے روشنی ہو جاتی ہے۔

تشریح

یہ دو حدیثیں بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ کس طرح ہدایت ہے۔ اور اس سے کس طرح ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے سکون قلبی حاصل کرنے کا طریقہ بھی ہے کہ سورۃ کھف کی تلاوت سے انسان کو وہ نصیب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ایک صحابی کا عملی نمونہ بیان فرمایا گیا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی تصدیق فرمائی۔

فتنہ دجالی سے بچنے کے لئے سورۃ کھف کی شروع کی دس آیات پڑھنا مفید ہے۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ عشر آیات من اول سورۃ الکھف عصم من الدجال (مسلم۔ مشکوۃ فضائل القرآن)

حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی سورۃ کھف کی شروع والی دس آیات یاد کرلے گا تو وہ دجال سے بچالیا جائے گا۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صص من قرا ثلث آیات من اول الکھف عصم من فتنۃ الدجال (ترمذی۔ مشکوۃ)

حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی سورۃ کھف کی شروع والی تین آیات پڑھ لے گا تو وہ فتنہ دجال سے بچالیا جائے گا۔

تشریح

یہ دو حدیثیں بھی سورۃ بقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ ان میں انسان کو دجال سے بچنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ آدمی سورۃ کھف کی شروع والی آیات یاد کرلے گا تو وہ دجال سے بچالیا جائے گا۔ اور دوسری میں فرمایا ہے کہ جو سورۃ کھف کی شروع والی تین آیات پڑھ لے گا تو فتنہ دجال سے بچالیا جائے گا۔ یہاں بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض اور تضاد نظر آتا ہے۔ محدثین نے ان میں تطبیق یہ بیان فرمائی ہے کہ پہلی حدیث جس میں دس آیات کا ذکر ہے اس سے مراد دجال کی ملاقات ہے۔ اور دوسری حدیث جس میں تین آیات کا ذکر ہے اس سے مراد اس کا فتنہ ہے۔ یعنی اس دجال کی ملاقات کی آزمائش زیادہ سخت ہوگی۔ بنسبت اس کے فتنہ کے اس لئے اس کے فتنہ سے اور اس کی ملاقات سے بچنے کے لئے سورۃ کھف کی تین آیات یا دس کافی ہیں۔ اور اس کی ملاقات کی آزمائش چونکہ زیادہ سخت ہوگی اس لئے اس سے بچنے کے لئے تین آیتیں کافی نہیں بلکہ دس ضروری ہیں۔ اور فتنہ دجال کی مناسبت اصحاب کھف سے یہ ہے کہ اصحاب کھف کے دور کا بادشاہ مشرک تھا اور وہ توحید پرستوں کو قتل کردیتا تھا۔ مگر سورۃ کہف کے شروع میں جس عقیدہ توحید کا ذکر ہے۔ اس کی برکت سے اصحاب کی جان بھی بچ گئی تھی اور ایمان بھی بچ گیا تھا۔ اور اسی طرح وہ دجال جب آئے گا تو وہ بھی تو وہ بھی توحید پرستوں کو قتل کرے گا۔ اور سورہ کھف کی

شروع والی تین یا دس آیات جسے یاد ہوں گی اور ان پر اس کا ایمان ہو گا تو وہ بھی اس کے قتل سے بچ جائے گا۔ اور اس کا ایمان بھی بچ جائے گا۔ اور پوری سورہ کھف پڑھنے سے انسان کو اس طرح سکون اور اطمینان نصیب ہو گا جس طرح اصحاب کھف کو نصیب ہوا تھا۔

سورۃ طٰہٰ کی تلاوت سے خوشحالی آتی ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلعم ان اللّٰہ تعالٰی قرا طٰہٰ ویٰسین قبل ان یخلق السموات والارض بالف عام فلما سمعت الملائکتہ القرآن قالت طوبیٰ لامۃ ینزل ھذا علیھا وطوبیٰ لامۃ تحمل ھذا وطوبیٰ لالسنتہ تتکلم بھذا دارمی۔ مشکوۃ فضائل القرآن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورۃ طٰہٰ اور یٰسین کی تلاوت فرشتوں کے سامنے فرمائی (یعنی ظاہر کیا) تو فرشتوں نے سن کر کہا خوشحال ہے اس امت کے لئے جس پر یہ سورتیں اتاری جائیں گی۔ اور ان پیٹوں کے لئے خوشحالی ہے جو اسے یاد کریں گے۔ اور ان زبانوں کے لئے خوشحالی ہے جو اس کو پڑھیں گی۔

تشریح

یہ حدیث سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیوں اس میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ کیسی آتی ہے اور اس سے ہدایت کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے

ایک طریقہ سورہ طہ کی تلاوت کا بیان فرمایا ہے۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ تعالی نے فرشتوں کے سامنے یہ سورہ ظاہر فرمائی تو ان فرشتوں نے یہ سن کر اس سے تین مفہوم اخذ کئے تھے۔ پہلا مفہوم یہ ہے کہ سورہ طہ جس امت پر اتاری جائے گی اس پر خوشحالی آئے گی۔ جس طرح حضرت موسی علیہ السلام پر اور ان کی امت پر مصائب کے بعد خوشحالی آئی تھی۔ اور دوسرا فرشتوں نے یہ اخذ کیا کہ جو لوگ ویسے اس کی تلاوت کریں گے ان کی زبانوں کے لیے خوشحالی ہے (یعنی ان کی زبانیں بیماریوں سے محفوظ اور بچی رہیں گی۔ جیسا کہ خود حضرت موسی علیہ السلام کی زبان مبارک سے لقنت دور ہوگئی تھی۔ اور فرشتوں نے یہ جو تین مفہومات اخذ کئے تو اللہ تعالی کے سامنے وہ عرض کئے تھے تو اللہ تعالی نے ان کی تردید نہیں فرمائی تھی کہ تم نے یہ مفہومات غلط اخذ کئے ہیں بلکہ خاموشی اختیار فرمائی تھی۔ رضا کی علامت ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ فرشتوں نے اس سورہ سے سمجھا تھا وہ صحیح ہے۔ اور یہ سورہ ان برکات کی حامل ہے۔ اور سورہ یس کی بھی یعنی فضیلت ہے اور مزید آرہی ہے۔

سورہ یس کی تلاوت سے دس قرآن کا ثواب۔ انقضاء حاجات۔ اور سابقہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل شئی قلبا" وقلب القرآن یس ومن قرا یس کتب اللہ لہ بقراتھا قراۃ القرآن عشر مرات (ترمذی۔ دارمی۔ مشکوۃ۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۃ یٰس ہے۔ اور جو سورہ یٰس پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے دس قرآن کی تلاوت کا اجر عطا فرمائے گا۔

عن عطا بن ابی رباح قال بلغنی ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من قرا یٰس فی صدر النہار قضیت حوائجہ۔ (دارمی۔ مشکوٰۃ)

حضرت عطا بن ابی رباح سے روایت ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شروع دن میں سورۃ یٰس پڑھے تو اس کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔

عن معقل بن یسار المزنی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من قرا یٰس ابتغاء وجہ اللّٰہ تعالیٰ غفر لہ ماتقدم من ذنبہ فاقرؤھا عند موتاکم (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سورۃ یٰس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پڑھے تو اس کے سابقہ سب گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ اور اپنے مردوں کے پاس بھی اس کو پڑھو۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث سور بقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ مگر ہدایت کی تفصیل نہیں ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ تفصیلات بتائی ہیں۔ ان احادیث میں سورہ یٰس میں اللہ تعالیٰ نے جو ہدایات اور برکات رکھی ہیں۔۔ ان کا بیان ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سورہ یٰس کی تلاوت سے دس قرآن مجید کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔

حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور سابقہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔

سورہ مومن کی شروع کی تین آیات اور آیت الکرسی کی تلاوت سے انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔

وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرا حم المومن الى اليه المصير وايته الكرسى حين يصبح حفظ بهما حتى يمسى ومن قرا بهما حين يمسى حفظ بهما حتى يصبح (ترمذی۔ دارمی۔ مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کے وقت حم مومن الیہ المصیر تک اور آیۃ الکرسی پڑھی تو ان کی وجہ سے شام تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور جو شام کے وقت انہیں پڑھے تو ان کی وجہ سے صبح تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

تشریح

یہ حدیث بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت مگر ہدایت کے طریقے مذکور نہیں ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقے تفصیلاً بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ اس حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حم مومن کی شروع کی تین آیات اور آیت کرسی انسان کے لئے حفاظت کے قلعے ہیں۔ جو انہیں پڑھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں آجاتا ہے۔ اور اس سورۃ کو مومن بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کے پڑھنے سے انسان امن میں آجاتا ہے۔ جیسا کہ رجل مومن فرعونیوں کی سزا سے بچ گیا تھا۔

سورۃ حم الدخان پڑھنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے معافی مانگتے ہیں اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من قرا حم الدخان فی ليلة اصبح يستغفر له سبعون الف ملك (ترمذی۔ مشكوة)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی حم الدخان پڑھے تو صبح تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مغفرت مانگتے ہیں۔

وعنه قال قال رسول اللہ صص من قرا حم الدخان فی ليلة الجمعة غفرله (ترمذی۔ مشكوة فضائل القرآن)

اور انہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حم الدخان جمعہ کی رات کو پڑھے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

تشریح

یہ دو حدیثیں بھی سورۃ بقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ہے مگر ہدایت کی تفصیل نہیں بتائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تفصیل بتائی ہے۔ اور اس میں سے یہ ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے معافی مانگتے ہیں اور جمعرات کو پڑھنے سے بھی اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو یہ سورۃ پڑھنا چاہیئے تاکہ انہیں یہ سعادت نصیب ہو۔

سورۃ السجدہ اور ملک اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کریں گی۔

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان لا ینام حتی یقرا الم تنزیل

وتبارک الذی بیدہ الملک الخ (احمد۔ ترمذی۔ دارمی۔ مشکوۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ سوتے نہیں تھے جب تک کہ الم تنزیل اور تبارک الذی بیدہ الملک نہ پڑھ لیتے تھے۔

عن خالد بن معدان قال اقرا والمنجیہ وھی الم تنزیل فانہ بلغنی ان رجلا" ان یقراھا مایقرا شیئا" غیرھا وکان کثیرا" الخطایا فنشرت جناحھا علیہ قالت رب اغفرلہ فانہ یکثرو قرانی فشفعھا الرب تعالی فیہ وقال اکتبو لہ بکل خطیئتہ حسنتہ" وارفعو لہ درجتہ" وقال ایضا" انھا تجادل عن صاحبھا فی القبر اللھم ان کنت من کتابک فشفعنی فیہ وان لم اکن من کتابک فاسحنی عنہ وانھا تکون کاالطیر تجعل جناحھا علیہ فشفع لہ فتمنعہ من عذاب القبر وقال فرد تبارک مثلہ وکان خالد" لا یبت حتی یقراھما وقال طاؤس فضلتا علی کل سورۃ فی القرآن بستین حسنتہ" (دارمی۔ مشکوہ)

حضرت خالد بن معدان نے کہا کہ نجات دینے والی سورت پڑھا کرو اور یہ الم تنزیل ہے (سجدہ) مجھے پتہ چلا ہے کہ ایک آدمی اسے پڑھا کرتا تھا اور اس کے سوا اور کوئی سورۃ نہیں پڑھتا تھا اور وہ بہت گناہ گار تھا تو اس سورۃ نے اس پر اپنے پر بچھائے اور کہا میرے رب اس کو معاف کردے یہ مجھے کثرت سے پڑھا کرتا تھا۔ تو رب تعالی نے اس کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائی۔ اور فرمایا کہ اس کے ہر گناہ کے بدلے اس کی نیکی لکھو اور اس کا ایک درجہ بلند کرو۔ ار اس راوی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ سورہ قبر میں بھی اپنے پڑھنے والے کی طرف سے شفاعت کرے گی۔ اور کہے گی اے اللہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اور اگر میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے اس سے مٹا دے اور وہ سورۃ

پرندے کی طرح اس پر پر بچھاتی ہے۔ اس کے لئے سفارش کرتی ہے۔ اور اسے قبر کے عذاب سے بچاتی ہے۔ اور راوی نے سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک میں بھی اسی طرح کہا ہے۔ اور خالد یہ دو سورتیں پڑھنے کے سوا سوتے نہیں تھے۔ اور طاؤس نے کہا ہے کہ ان دو سورتوں کو قرآن مجید کی تمام سورتوں پر ساٹھ نیکیوں سے فضیلت حاصل ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا گیا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت بتائی ہے ان میں سے کچھ ان دو حدیثوں میں بیان فرمائی ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو آدمی ان دو سورتوں کو پڑھے گا تو وہ قیامت کے دن بھی اس کی سفارش کریں گی۔ اور قبر میں بھی۔ اور اللہ تعالی اس کی سفارش قبول فرمائیں گے۔ اور سورہ ملک کی فضیلت میں اور بھی احادیث آئی ہیں مگر چونکہ ان کا مضمون بھی یہی ہے۔ اسی لئے اس ایک حدیث پر یہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ اور انہیں چھوڑ دیا ہے۔

سورہ واقعہ کی ہر رات تلاوت سے رزق کی تنگی دور ہوتی ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلعم من قرا سورۃ الواقعۃ فی کل لیلتہ لم تصبہ فاقۃ ابدا وکان ابن مسعود یا مری بناتہ قرآن بھا فی کل لیلتہ (بیھقی۔ مشکوۃ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی ہر رات کو سورۃ واقعہ پڑھے تو اس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔ اور انہوں

نے اپنی بیٹیوں کو ہر رات یہ سورۃ واقعہ پڑھنے کا کہہ رکھا تھا۔

تشریح

یہ حدیث بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے (ھدی للناس) کہ وہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر اس سے ہدایت حاصل کرنے کے طریقے نہیں بتائے کہ وہ کیسے ہدایت ہے اور حضرت محمد ﷺ نے وہ طریقے بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ اس حدیث میں ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جو آدمی سورۃ واقعہ ہر رات بطور وظیفہ پڑھے اس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔

سورۃ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت سے انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آتا ہے اور شہید مرتا ہے۔

عن معقل بن یسار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال حین یصبح ثلث مرات اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم فقرا ثلث آیات من اخر سورۃ الحشر وکل اللہ بہ سبعین الف ملک یصلون علیہ حتی یمسی وان مات فی ذالک الیوم مات شہیداً ومن قالھا حین یمسی کان بتلک المنزلہ (ترمذی۔ مشکوہ)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا کہ جو آدمی صبح کے وقت تین مرتبہ یہ کلمہ پڑھے اعوذ باللہ الخ اور پھر سورہ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے اس پر مقرر فرمادیتے ہیں جو اس کے لئے شام تک دعا کرتے ہیں اور اگر وہ اس دن میں مرگیا تو وہ شہید کی موت مرے گا۔ اور جو شام کے وقت یہ آیتیں پڑھے تو وہ بھی یہ مرتبہ

پاتا ہے۔

تشریح

یہ حدیث بھی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے ھدیٰ للناس کہ وہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر اس سے ہدایت حاصل کرنے کے طریقے نہیں بتائے۔ اور حضرت نبی اکرم ﷺ نے وہ طریقے بتائے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے جو اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ اعوذ باللہ الخ اور سورہ الحشر کی آخری تین آیات پڑھنے ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا مانگتے ہیں اور وہ شہید کا مرتبہ پاتا ہے۔

سورۃ زلزال ذریعہ نجات ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال جاء رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال اقرء نی یارسول اللہ فقال اقرا ثلثا من ذوات الرا فقال کبرت سنی واشتد قلبی وغلظ لسانی قال فاقرا ثلثا" من ذوات حم۔ فقال مثل مقالته قال الرجل یارسول اللہ اقرانی سورۃ" جامعته" فاقراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زلزلت حتی فرغ منہا فقال الرجل والذی بعثک بالحق لازید علیہ ابدا" ثم ادبر الرجل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افلح الرویجل مرتین۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ مشکوہ)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپؐ مجھے پڑھائیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ الر والی سورتوں میں سے تین پڑھ لو۔۔ تو اس نے کہا کہ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے۔ دل سخت ہے۔ اور زبان موٹی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ حم

والی سورتوں میں سے تین پڑھ لو تو اس نے اپنا وہی مقولہ دہرایا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپؐ مجھے کوئی جامع سورۃ پڑھائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اذا زلزلت پڑھائی یہاں تک کہ جب آپؐ فارغ ہوئے۔ تو اس آدمی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے کبھی اس پر زیادہ نہیں کروں گا۔ پھر وہ آدمی چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا یہ آدمی کامیاب ہو گیا ہے۔

تشریح

یہ حدیث بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر اس کی تفصیل نہیں بتائی کہ کس طرح ہدایت ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ تفصیلات بتائی ہیں۔ ان میں سے ایک اس حدیث میں بیان فرمائی ہے۔ اس کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ سورہ زلزال پڑھنے والا کامیاب ہے۔ کیونکہ اس میں عقیدہ قیامت کا بیان ہے۔ اور جب انسان کا یہ عقیدہ بن جائے تو اس کی کامیابی یقینی ہے۔

سورۃ تکاثر پڑھنے سے ایک ہزار آیت کا ثواب ملتا ہے۔

عن بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا یستطیع احدکم ان یقرا الف آیتہ فی کل یوم۔ قالو او من یستطیع ان یقرا الف آیتہ فی کل یوم قال اما یستطیع احدکم ان یقرا الھکم التکاثر (بیہقی۔ مشکوہ فضائل القرآن)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی روزانہ ایک ہزار آیت پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ

روزانہ ایک ہزار آیت پڑھنے کی طاقت کون رکھتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی الھکم التکاثر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

تشریح

یہ حدیث بھی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں جملہ ہے ھدی للناس یعنی قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ مگر ہدایت کی تفصیل نہیں بتائی کہ کیسی ہدایت ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ تفصیلات بتائی ہیں ان میں سے ایک یہ حدیث ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ روزانہ سورہ التکاثر پڑھنے سے ایک ہزار آیت کا ثواب ملتا ہے۔

سوتے وقت، سورہ کافرون کی تلاوت پر مداومت کرنے سے انسان شرک سے پاک ہوجاتا ہے۔

عن فروہ بن نوفل عن ابیہ انہ قال یارسول اللہ علمنی شیئا" اقولہ اویت الی فراشی فقال اقرا قل یایھاالکفرون فانھا براۃ من الشرک (ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارمی۔ مشکوہ باب فضائل القرآن)

فروہ بن عوفل کے باپ نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپؐ مجھے کوئی چیز سکھا دیں جو میں سوتے وقت پڑھتا رہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ **قل یایھاالکفرون** پڑھا کرو کیونکہ اس میں شرک سے براۃ ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے۔ اور یہ بھی سورہ بقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ ھدی للناس کہ قرآن مجید تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر ہدایت کی تفصیل نہیں بیان فرمائی کہ وہ

کیسی ہدایت ہے اور حضرت محمد ﷺ نے ہدایت کی وہ تفصیلات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ حدیث ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر انسان اس سورہ کی تلاوت پر دوام اختیار کرے اور ہمیشہ اسے پڑھتا رہے تو انسان شرک سے بچ جاتا ہے۔ اور یہ بہت بڑی ہدایت ہے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اور فریضہ ہے اور یہ بڑی جامع آیت ہے۔ اس میں ہر قسم کی شرک (اعتقادی۔ فعلی۔ شرک فی الدعاء) کی تردید ہے جب انسان اسے غور سے پڑھے گا تو اس کا ایمان بن جائے گا۔

رات کو سورۃ اخلاص کی تلاوت سے ثلث قرآن کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے۔

عن ابی درداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایعجز احدکم ان یقرا فی لیلہ ثلث القرآن قالو وکیف یقرا ثلث القرآن قال قل ھواللہ احد یعدل ثلث القرآن (بخاری۔ مسلم۔ مشکوۃ باب فضائل القرآن)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم رات کو ثلث قرآن پڑھنے سے عاجز ہو۔ تو ان صحابہؓ نے کہا کہ ثلث قرآن کس طرح پڑھا جاسکتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ قل ھواللہ احد الخ ثلث قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔

تشریح

یہ حدیث بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ مگر ہدایت کی تفصیل نہیں ہے کہ وہ کس طرح کی ہدایت ہے اور حضرت محمد

ﷺ نے وہ تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ حدیث ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کی سورۃ اخلاص کی تلاوت سے انسان کو ثلث قرآن کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ بہت بڑی ہدایت جو چند منٹوں میں انسان کو حاصل ہو جاتی ہے۔

اور یہ ثواب اسے اس لئے نصیب ہوتا ہے کہ اس سورہ میں ممتاز توحید اسلام کا ذکر ہے۔ گویا کہ یہ سوۃ پڑھنے والا اور اس پر ایمان رکھنے والا اس بات کا اعتراف کرتا ہے۔ گویا کہ قرآن مجید میں جتنی بھی آیات توحید اور اوصاف خداوندی ہیں میں اللہ تعالی کو ان کے سب کے ساتھ متصف مانتا ہوں۔ اور وہ آیات تقریبا" ثلث قرآن ضرور ہیں۔ اور اس سورۃ میں اجمالا" وہ سب آگئی ہیں اس لئے سورہ اخلاص کے قاری کو ثلث قرآن کا ثواب ملتا ہے۔

سورۃ اخلاص کی تلاوت سے انسان اللہ تعالی کا محبوب بنتا ہے او سے جنت نصیب ہوگی۔

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلا" علی سریتہ وکان یقرا لاصحابہ فی صلوتھم فیختم بقل ھواللہ احد الخ فلما رجعو ذکرو ذالک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال سلوہ لای شی یصنع ذالک فسالوہ فقال لانھا صفۃ الرحمن وانا احب ان اقراھا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبروہ ان اللہ یحبہ

(متفق علیہ۔ مشکوۃ باب فضائل القرآن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو سریہ (جہاد) پر بھیجا اور وہ اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھاتا تھا اور قل ھواللہ پر ختم کرتا تھا۔ اور جب وہ لوٹ کر آئے تو نبی ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ

نے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتا تھا۔ ان صحابہؓ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ رحمان کی صفت ہے میں پسند کرتا ہوں کہ اسے پڑھتا رہوں۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسے بتادو کہ اللہ تعالی بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

عن انس ان رجلاً قال یارسول اللّٰہ انی احب ھذہ السورہ قل ھواللّٰہ احد قال ان حبک ایاھا ادخلک الجنتہ (ترمذی۔ بخاری۔ مشکوۃ فضائل القرآن)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میں اس سورہ قل ھواللہ سے محبت کرتا ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی۔

عن انس عن النبی صص قال من قرا کل یوم مائتی مرۃ قل ھواللّٰہ احد محی عنہ ذنوب خمسین سنۃ الا ان یکون علیہ دین (ترمذی۔ دارمی۔ مشکوۃ باب فضائل القرآن)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی دو سو مرتبہ قل ھواللّٰہ احد پڑھے تو قرض کے سوا اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

وعنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من اراد ان ینام علی فراشہ فنام علی یمینہ ثم قرا مائۃ مرۃ قل ھواللّٰہ احد اذا کان یوم القیمۃ یقول لہ الرب یا عبدی ادخل علی یمینک الجنۃ (ترمذی۔ مشکوہ)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو آدمی اپنے بستر پر سونے کا ارادہ کرے پھر اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ پھر سو مرتبہ قل ھواللّٰہ احد پڑھے۔ تو قیامت والے دن اللہ تعالی اسے فرمائیں گے میرے بندے تو اپنی

دائیں جانب جنت میں داخل ہو جا

عن ابی هريره ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم سمع رجلا" يقرا قل هواللّٰه احد فقال وجبت قال وما وجبت قال الجنته (ترمذی۔ مالک۔ نسائی۔ مشکوہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا جو قل ھواللہ احد پڑھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا واجب ہو گئی۔ تو میں نے کہا کہ کیا واجب ہو گئی تو آپ نے فرمایا کہ جنت

تشریح

یہاں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث بھی سورہ بقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے ھدی للناس کی تفسیر ہے یونکہ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر ہدایت کی تفصیل نہیں بتائی۔ اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تفصیلات بتائی ہیں۔ ان میں سے ایک ان احادیث میں ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سورہ اخلاص پڑھنے والا انسان اللہ تعالی کا محبوب ہو جاتا ہے۔ اور اسے جنت میں داخلہ نصیب ہو گا۔ روزانہ دو سو مرتبہ پڑھے تو اس کے پچاس سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور اگر سوتے وقت سو مرتبہ پڑھے تو جنت میں اسے دائیں جانب داخلہ نصیب ہو گا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایت بتائی ہے یہ سب سے اونچی ہدایت ہے۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضی

سورۃ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت دفع مصائب کے لئے مفید ہے۔

عن عائشه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان اذا اوی الی فراشه کل لیلته

جمع کفیہ ثم نفث فیھما فقرا فیھما قل ھواللہ احد۔ وقل اعوذ برب الفلق۔ وقل اعوذ برب الناس۔ ثم یمسح بھما مااستطاع من جسدہ یبدابھما علی راسہ ووجھہ وما اقبل من جسدہ یفعل ذالک ثلث مرات۔ (متفق علیہ۔ مشکوہ باب فضائل القرآن)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر رات جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے دونوں ہاتھ جمع کرتے پھر ان میں دم کرتے۔ پھر ان میں قل ھواللہ احد۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس پڑھتے۔ پھر جہاں تک ہو سکتا وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے جسم پر ملتے۔ سر سے شروع کرتے اور چہرے سے اور جسم کے سامنے کے حصہ پر تین دفع ایسا کرتے تھے۔

عن عقبہ بن عامر قال بینا انا اسیر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الجحفہ والابواء اذ غشیتنا ریح" وظلمۃ" شدیدۃ" فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ باعوذ برب الفلق واعوذ برب الناس ویقول یاعقبۃ تعوذبھما فماتعوذ متعوذ بمثلھا (ابوداؤد۔ مشکوہ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ جحفہ اور ابواء کے درمیان چل رہا تھا تو اچانک ہو اور سخت تاریکی نے ہمیں ڈھانپ لیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اعوذ برب الفلق اور اعوذ برب الناس کے ساتھ پناہ مانگنی شروع کی۔ اور فرمایا اے عقبہ ان دونوں کے ساتھ پناہ مانگ۔ ان دونوں کی طرح کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔

عن عبداللہ بن خبیب قال خرجنا فی لیلۃ" مطر وظلمۃ شدیدۃ نطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فادرکناہ فقال قل قلت ما اقول قال قل ھواللہ احد والمعوذ تین حین تصبح وحین تمسی ثلث مرات تکفیک من کل شئی۔

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن خبیب ؓ نے فرمایا کہ بارش اور شدید تاریک رات میں ہم نبی ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے۔ تو ہم نے آپؐ کو پالیا تو آپؐ نے فرمایا کہو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا کہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا قل ھواللہ احد اور معوذ تین صبح و شام تین مرتبہ کہو۔ ہر مصیبت سے بچنے کے لئے کافی ہیں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث سورۃ بقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا گیا ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ کیسے ہدایت ہے۔ اور اس سے ہدایت کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے اس سے ہدایت حاصل کرنے کے طریقے بتائے ہیں۔ ان میں سے یہ احادیث بھی ہیں ان کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ انسان کو جب کوئی مشکل اور مصیبت درپیش آئے تو تین مرتبہ یہ سورتیں (اخلاص اور معوذ تین) پڑھے تو اللہ تعالی اس کی مشکلات دور فرماتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا اپنا عملی نمونہ اور فرمان عالی اس پر شاہد ہے۔

○

ہر مسلمان پر علم قرآن سیکھنا فرض ہے۔

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ و واضع العلم عند غیر اہلہ کمقلد الخنازیر الجوھر واللؤ لؤ والذھب۔ رواہ ابن ماجہ وروی البیہقی فی شعب الایمان الی قولہ مسلم وقال ھذا حدیث متنہ مشہور" واسنادہ ضعیف" وقدروی من اوجہ کلھا ضعیف"۔ (مشکوۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اور کسی نااہل کو علم سکھانا ایسا ہے۔ جیسے خنزیر کو جواہر، موتیوں اور سونے کا ہار پہنادیا۔"

اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس کو صرف مسلم تک روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کا متن تو مشہور ہے۔ مگر اس کی اسناد ضعیف ہے۔ اور یہ حدیث کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہے۔ مگر وہ سب طریقے ضعیف ہیں۔

ف:۔ لیکن کتنی طرحیں جہاں جمع ہو جاتی ہیں۔ تو بعض کو بعض سے قوت ہوتی ہے۔ (مظاہر حق) ش

تشریح

یہ حدیث بھی قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس جملہ میں یہ فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ اس سے کس طرح ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے؟ پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ہدایت حاصل کرنے کا طریقہ بتایا

ہے کہ اس کا علم سیکھنے سے ہدایت حاصل ہوگی۔ اور اس حدیث میں علم سیکھنے کو فرض فرمایا ہے۔ اس سے مراد عقائد (عقیدہ توحید۔ رسالت۔ قیامت) ہیں۔ اور اسی طرح فرائض اور محرمات ہیں۔ کیونکہ ان کے علوم کو سیکھنا فرض عین ہے۔ کیونکہ ان کے سوا انسان مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور تمام علوم دینیہ کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔ فرض عین اور فرض کفایہ میں فرق یہ ہے کہ فرض عین وہ ہے جس کی ادائیگی ہر آدمی پر لازم ہو۔ اور دوسرے کی ادائیگی سے وہ ادا نہ ہو سکے اور فرض کفایہ وہ ہے کہ وہ چیز سب پر لازم تو ہو مگر وہ بعض یا کچھ آدمیوں کی ادائیگی سے سب کی طرف سے ادا ہو سکے۔ اور یہ ترحدیث کے پہلے حصہ کی تشریح ہے اور دوسرے حصے کی تشریح انشاء اللہ العزیز عنقریب نقل کی جائے گی۔

علوم قرآن حاصل کرنے والے طلبہ کے فضائل

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع۔ رواہ الترمذی والدارمی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے (اپنے گھر یا شہر سے) نکلے' پس وہ اللہ کی راہ میں ہے جب تک واپس لوٹ کر نہ آئے۔"

وعن سخبرۃ الازدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم کان کفارۃ" لما مضی۔ رواہ الترمذے والدارمی وقال الترمذی ھذا حدیث" ضعیف الاسناد وابوداؤد الراوی یضعف۔

سخبرۃ الازدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص علم حاصل کرے تو وہ علم اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔" اس کو ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے کہا ہے۔ کہ اس حدیث کی اسناد

ضعیف ہیں۔ اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ راوی ضعیف ہے۔

عن الحسن مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جاءہ الموت وھو یطلب العلم لیحی بہ الاسلام فبینہ وبین النبیین درجۃ واحدۃ فی الجنہ رواہ الدارمی

حضرت امام حسن سے بطریق ارسال روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "جس کو اس حالت میں موت آئے کہ وہ اس لئے علم حاصل کررہا ہو کہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے (اس سے اسلام کی اشاعت و حفاظت کرے اور اس کو تمام شرک و بدعت سے پاک رکھے) تو جنت میں اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق رہے گا"

وعن واثلتہ بن الاسقع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم فادرکہ کان لہ کفلان من الاجر فان لم یدرکہ کان لہ کفل من الاجر۔ (رواہ الدی)

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "جس شخص نے علم حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس کو علم حاصل ہو گیا تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔ اور اگر علم حاصل نہ کرسکا تو اس کے لئے ایک ہی اجر کا حصہ ہوگا۔"

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن عائشۃ انہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ عزوجل لوحی الی انہ من سلک مسلکاً فی طلب العلم سھلت لہ طریق الجنۃ و من سلبت کریمتیہ اثبتہ علیھما الجنۃ وفضل فی علم خیر من فضل فی عبادۃ وملاک الدین الورع۔ رواہ البیہقی فی شعب

الایمان۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ "حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مجھ پر وحی نازل کی (وحی خفی) کہ جو شخص علم کی طلب میں سفر اختیار کرے میں اس کے لئے بہشت کی راہ آسان کردوں گا۔ اور جس کی میں نے دونوں آنکھیں چھین لی (اس نے آنکھیں جاتے رہنے پر صبر کیا" میں اس کو بہشت میں بدلہ دوں گا۔ اور عبادت کی زیادتی سے علم دین کی زیادتی بہتر ہے (عالم کو عابد پر فضیلت ہے) اور دین کی جڑ بنیاد و تقوی و پرہیزگاری ہے۔" اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

عن ابن عباس قال تدارس العلم ساعته" من اللیل خیر" من احیآ ئها۔ رواه الدارمی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رات کو تھوڑی سی دیر علم کا پڑھنا پڑھانا تمام رات نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔"

عن عبداللّٰہ بن عمرو ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاھما علی خیرٍ واحدھما افضل من صاحبہ اما ھؤلآء فیدعون اللّٰہ ویرغبون الیہ فان شآء اعطھم وان شآء منعھم واما ھؤلآء فیتعلمون الفقہ اوالعلم ویعلمون الجاھل فھم افضل وانما بعثت معلما" ثم جلس فیھم رواہ الدارمی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق رسول خدا ﷺ گذر دو مجلسوں میں مسجد نبویؐ میں ہوا۔ فرمایا یہ دونوں مجلسیں بھلائی کی ہیں لیکن ایک ان میں سے دوسری سے افضل ہے۔ ایک جماعت اللہ کی عبادت

دعا کرتی اور زاہدوں کی ہے) پس اگر وہ چاہے تو ان کو عطا کرے اور چاہے تو نہ دے۔ اور دوسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو فقہ یا علم کو سیکھتی اور سکھاتی ہے۔ اور جاہلوں کو علم دیتے ہیں۔ پس یہ لوگ ان سے بہتر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں پھر اسی مجلس میں بیٹھ گئے۔" اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن سیرین قال ان ھذا العلم دین" فانظر وا عمن تاخذون دینکم۔ رواہ مسلم

ابن سیرین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ یہ علم (یعنی کتاب و سنت کا علم) دین ہے۔ پس دیکھ لیا کرو کہ تم اپنا دین کس سے لے رہے ہو (یعنی کتاب و سنت سے ہر اعتقاد و عمل کی تحقیق کر لیا کرو) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں آٹھ احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث بھی قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت کے جملہ ھدی للناس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ اور اس سے پہلے یہ بیان گزر گیا ہے کہ علم قرآن سیکھنا فرض ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ علوم قرآن سیکھنے والوں کے فضائل کیا ہیں۔ اور اللہ تعالی کے ہاں ان کا کیا مرتبہ ہے؟ ان احادیث میں آپ ﷺ نے ایسے طلبہ کے سات فضائل اور مراتب بیان فرمائے ہیں۔ پہلی فضیلت یہ ہے کہ جب تک وہ علم دین حاصل کرتا رہے تو وہ اللہ کے راستے میں ہے اور دوسری فضیلت یہ ہے کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور تیسری فضیلت یہ ہے کہ قیامت والے دن طالب علم القرآن اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہو گا۔ اور

چوتھی فضیلت یہ ہے کہ جو علم دین حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس میں وہ کامیاب ہو جائے تو اس کو دہرا اجر ملے گا۔ اور اگر اسے کامیابی حاصل نہ ہو تو اسے ایک گنا اجر ملے گا۔ اور پانچویں فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان بنادیتے ہیں۔ اور چھٹی فضیلت یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے علم دین حاصل کرنے کی مشغولیت رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور ساتویں فضیلت یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عبادت گزاروں اور طلبہ میں سے طلبہ کو بہتر فرمایا تھا اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ فرشتے اس کے سامنے پر بچھاتے ہیں۔ اور نبی ﷺ نے ان طلبہ کے لئے دعا بھی فرمائی ہے۔ اور آٹھویں حدیث میں فرمایا ہے کہ طلبہ کو دین حاصل کرتے وقت سوچنا چاہئے کہ وہ کس سے حاصل کررہے ہیں۔ یعنی کسی صحیح العقیدہ عالم سے سیکھیں

فضائل علماء قرآن

فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتفقھوا فی الدین۔ (سورة التوبہ آیت ۱۲۲

سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے ایک حصہ تاکہ دین میں سمجھ پیدا کرے۔

قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون (سورة الزمر آیت ۹

کہہ دو کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔

یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتو العلم درجت (سورة المجادلة آیت ۱۱

اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان داروں کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں متفرق سورتوں کے تین جملے جمع کئے گئے ہیں پہلے جملہ سورۃ التوبہ کی آیت ایک سو بائیس کا ہے اس میں اتنا فرمایا ہے کہ ایمان والوں کی ایک جماعت کو دین میں سمجھ حاصل کرنے کے لئے نکلنا چاہئے اور دوسرا جملہ سورۃ الزمر کی آیت نوں کا ہے اس میں فرمایا ہے کہ یہ علم سیکھنے والی جماعت اور عام لوگ برابر نہیں ہوں گے۔ اور تیسرا جملہ سورۃ المجادلہ کا ہے۔ اس میں پہلے دونوں جملوں کی تفسیر بیان کردی ہے کہ اللہ تعالیٰ عام اہل ایمان اور علماء کے درجات بلند کریں گے۔ مگر اس میں اجمال باقی ہے کیونکہ اس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ علماء کے درجات عام اہل ایمان سے کتنے بلند ہوں گے۔ چنانچہ یہ تفصیل مندرجہ ذیل احادیث میں آرہی ہے۔

عن معاویہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یرد اللہ بہ خیر "ایفقہ فی الدین وانما انا قاسم" واللہ یعطی۔ متفق علیہ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس شخص کی نسبت اللہ بہتری کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس کو دین کی سمجھ بوجھ عطا کردیتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ میں تو صرف (احکام دین اور علوم) کا تقسیم کرنے والا ہوں (یعنی پہنچانے والا ہوں) اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والے ہیں۔" اس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس معادن کمعادن الذھب والفضۃ خیارھم فی الجاھلیہ خیارھم فے الاسلام اذا فقھو۔ رواہ مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "انسان کان کی مانند ہیں (یعنی اپنی اچھی بری صفات میں متفاوت ہیں) چاندی

سونے کی' ان میں جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر ہیں۔ جبکہ وہ سمجھیں" (یعنی جو کفر کی حالت میں اچھی صفات کے مالک تھے۔ وہ اسلام میں بھی اچھی صفات سے متصف ہیں) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن عثمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ (بخاری مشکوۃ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھلائے

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا حسد الا فی اثنین رجل" اتہ اللہ مالا فسلطہ علی ھلکتہ فی الحق ورجل" اتہ اللہ الحکمہ فھو یقضی بھا ویعلمھا۔ متفق علیہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسد (۱) نہیں کرنا چاہئے۔ مگر دو شخصوں پر۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے مال عطا کیا اور اللہ تعالے نے اس کو حق کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرا وہ شخص کہ اللہ تعالی نے اس کو علم و حکمت عطا فرمائی۔ اور وہ اسی کے مطابق (عدل و انصاف کے ساتھ) حکم و فیصلہ کرتا ہے۔ اور اس کو سکھاتا ہے۔" اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

(۱) حسد ایک بہت بڑی خرابی اور بیماری ہے جو انسان کو حیوان بنادیتی ہے۔ حسد یہ ہے کہ کسی کے مال و دولت اور عزت و شہرت کو دیکھ کر دل ہی دل میں جلے اور یہ آرزو کرے کہ وہ مال و دولت اور عزت و شہرت سے محروم ہو جائے' اس کو نقصان پہنچے اور وہ ذلیل ہو اور اس کے مقابلہ میں غبطہ ہے کہ کسی اچھی حالت والے کو دیکھ کر اپنے لیے بھی ویسی ہی آرزو کرے۔ حدیث میں حسد سے مراد یہی غبطہ ہے۔ یعنی دوسرے

کے اچھے اعمال دیکھ کر آرزو کرے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے بھی ایسے ہی اعمال کی توفیق دے اور وہ بھی مال اور علم میں سخاوت و فیاضی دکھائے

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صص اذا مات الانسان انقطع عنہ عملہ الا من ثلثہ الا من صدقہ جاریہ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعوا لہ۔ رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جس وقت انسان مرجاتا ہے۔ تو اس کے عمل کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین عملوں کا ثواب باقی اور جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ (مثلاً“ کنواں کھدوانا سرائے بنوانا اور زمین وغیرہ وقف کرنا) دوسرے علم جس سے (لوگوں کو) نفع پہنچایا جائے۔ تیسرے نیک اولاد کہ وہ اس کے لیے دعا کرے۔“ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نفس عن مومن کربہ“ من کرب الدنیا نفس اللہ عنہ کربتہ“ من کرب یوم القیمہ ومن یسر علی معیسر یسر اللہ علیہ فی الدنیا والاخرۃ واللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون اخیہ المسلم ومن سلک طریقا“ یلتمس فیہ علما“ سھل اللہ لہ بہ طریقا“ الی الجنہ وما اجتمع قوم“ فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتب اللہ ویتدارسون بینھم الا نزلت علیھم السکینہ وغشیتھم الرحمہ وحفتھم الملٰئکہ وذکرھم اللہ فیمن عندہ ومن بطاء بہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ روہ مسلم۔

انہی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جو شخص کسی مومن سے دنیا کی سختیوں اور مصیبتوں میں سے کسی مصیبت و سختی کو دور کردے تو اللہ

تعالی اس کی قیامت کے دن کی سختیوں میں سے سختی کو دور کردیں گے۔ اور جو شخص کسی تنگدست کی تنگدستی کو آسان کردے (مثلاً کسی کا قرض ادا کردے) تو اللہ تعالی اس کی دنیوی اور آخروی مشکلات کو آسان کردیں گے۔ اور جس نے کسی مسلمان کے عیبوں کی پردہ پوشی کی۔ تو اللہ تعالی اس کی دنیا و آخرت میں پردہ پوشی کریں گے۔ اللہ تعالی بندے کی مدد کرتے ہیں، جب تک وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد میں ہو اور جو شخص علم کی طلب میں راستہ چلے اللہ تعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردیں گے اور اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جو لوگ جمع ہوتے۔ اللہ کی کتاب تلاوت کرتے۔ اور اپنے درمیان اس کے معنوں میں غورو فکر کرتے ہیں۔ تو ان پر تسکین نازل ہوتی ہے۔ ان کو رحمت الہی ڈھانک لیتی ہے۔ ان کو رحمت کے فرشتے گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالی اپنے نزدیکی فرشتوں میں ان کا ذکر کرتے ہیں اور جس نے عمل میں تاخیر کی تو اس کا نسب اسکے ساتھ جلدی نہ کرے گا" (یعنی جس نے عمل میں کوتاہی کی قیامت کے دن اس کا نسب کچھ کام نہ آئے گا) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن کثیر بن قیس قال کنت جالساً مع ابی الدرداء فی مسجد دمشق فجاءہ رجل فقال یا ابا الدرداء انی جئتک من مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث بلغنی انک تحدثہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما جئت لحاجۃ قال فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سلک طریقاً یطلب فیہ علماً سلک اللہ بہ طرق الجنہ وان الملئکتہ لتضع اجنحتہا رضاً لطالب العلم وان العالم لیستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض والحیتان فی جوف الماء وان فضل العالم علی

العابد کفضل القمر لیلته البدر علی سآئر الکواکب وان العلمآء ورثته الانبیآء وان الانبیآء لم یورثوا دینار"ا ولا درهما" وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر۔ رواه احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجه والدارمی وسماه الترمذی قیس بن کثیر

کثیر بن قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں مسجد دمشق میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ان کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہا اے ابوالدرداء میں آپ کے پاس مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہوں۔ ایک حدیث (کی صحت و تصدیق) کے لیے جو مجھے پہنچی ہے آپ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ میں آپ کے پاس صرف اسی کام کے لیے آیا ہوں کسی اور ذاتی غرض کے لئے نہیں آیا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص علم (دین) کی طلب میں سفر اختیار کرے تو اللہ تعالی اس کو جنت کے طریقوں میں سے ایک طریق پر چلاتے ہیں۔ فرشتے اپنے بازو طالب علم کے لیے بچھادیتے ہیں۔ اس کی رضامندی کے لئے اور تحقیق عالم کے لئے زمین و آسمان میں جتنی بھی چیزیں ہیں۔ سب استغفار کرتی ہیں۔ حتی کہ پانی میں مچھلیاں بھی اس کے لئے بھی طلب مغفرت کرتی ہیں۔ اور عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے، جیسی چودھویں رات کے چاند کو تمام کواکب پر، حقیقت یہ ہے کہ علماء وارث انبیاء(ا) ہوتے ہیں۔ اور انبیاء اپنے ورثہ میں دینار ودرہم نہیں چھوڑتے، بلکہ علم کو چھوڑتے ہیں۔ پس جس شخص نے علوم نبوت کو حاصل کیا۔ اس نے ایک بہت بڑا حصہ پایا۔"

اس کو احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے راوی کا نام قیس بن کثیر بتلایا ہے۔

آپ تابعین میں سے ہیں۔ دمشق بکسر دال وفتح میم وکسران کہ پائے تخت شام است بنائے دمشاق بن کنعان ۱۲۔ اشعتہ اللمعات ۱۲ ف لیکن صحیح کثیر بن قیس ہے۔ جیسا کہ مولف نے ذکر کیا ہے ۱۲۔ اشعتہ اللمعات۔

(۱) اس حدیث سے علم اور علماء کی انتہائی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ درحقیقت علماء علوم نبوت کے وارث ہوتے ہیں۔ اس سے علماء حق کی صحیح تعریف بھی نکل آئی۔ یعنی علمائے حق وہ ہیں جو اسلامی دعوت اور اس کے طریقہ کار پر قائم رہیں۔ لوگوں کو غیر اسلامی افکار واعمال سے نجات دلاکر اسلامی طریقہ کار کی طرف بلائیں۔ اور لوگوں کو کتاب و سنت پر قائم رکھیں۔ ان کے گلوں سے غیراللہ کی غلامی کے پٹے نکال کر عبودیت الٰہی کا درس دیں یعنی وہی کام کریں جو پچھلے قانون میں انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے۔

وعن ابی امامه الباهلی قال ذکر لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم رجلان احدهما عابد والاخر عالم" فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنکم ثم قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اللّٰه وملئکته واهل السموات والارض حتی النمله فی جحرها وحتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر۔ رواه الترمذی ورواه الدارمی عن مکحول مرسلا" ولم یذکر رجلان وقال فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنکم ثم تلا هذه الایته انما یخشی اللّٰه من عباده العلماء وسرد الحدیث الی اخره۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو شخصوں کا ذکر کیا گیا۔ ایک ان میں سے عابد ہے اور دوسرا عالم (ان میں کون سا افضل ہے) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت ہے۔ جیسے مجھے تمہارے ایک ادنی پر فضیلت وبزرگی حاصل ہے۔" پھر فرمایا۔

"یقیناً" اللہ تعالی اس کے فرشتے آسمان اور زمین والے، حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں (عالم کے لئے) دعائے خیر کرتی ہیں۔ دین کا علم سیکھنے اور سکھانے والوں پر۔"

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور دارمی نے مکحول سے بطور ارسال کے روایت کیا مگر اس میں دو شخصوں کا ذکر نہیں کیا۔ فرمایا "عالم کو عابد پر ایسی فضیلت و بزرگی ہے جیسے مجھے تمہارے ادنی پر۔" پھر یہ آیت پڑھی۔ "حقیقت یہ ہے۔ کہ نہیں ڈرتے اللہ سے مگر اس کے بندوں میں سے۔ وہ جو عالم ہیں اس کے بعد آخر تک حدیث بیان کی ہے۔

عن ابی سعید ن الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الناس لکم تبع" وان رجالا" یاتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذااتوکم فاستوصوابھم خیر"ا۔ رواہ الترمذی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق لوگ تمہارے تابع ہیں۔ نیز یقیناً" تمہارے پاس بہت سے لوگ آئیں گے۔ زمین کے مختلف حصوں سے علم دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے سو جب وہ تمہارے پاس آئیں ان کے حق میں اچھا سلوک کرنے کی وصیت قبول کرو۔" (یعنی ان کی امدادواعانت کرنا اور حسن سلوک سے پیش آنا) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ الحکیم فحیث وجدھا فھو احق بھا۔ رواہ الترمذے وابن ماجہ وقال الترمذی ھذا حدیث" غریب" وابراہیم ابن الفضل الراوی یضعف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "حکمت ودانائی کی بات عقل مند (مومن) کی گم کی ہوئی چیز ہے۔ جہاں سے بھی اس کو پائے لے لے کہ وہی اس کا زیادہ حق دار ہے (۱)"۔ اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا ہے۔ کہ ی حدیث غریب ہے۔ اور اس حدیث کا ایک راوی ابراہیم بن فضل ضعیف ہے۔

(۱) مطلب یہ کہ دین و دانش اور عقل و حکمت کی بات مومن کی گمشدہ دولت ہے۔ جہاں سے بھی ملے اس کو لے لینا چاہئے۔ خواہ وہ کسی حقیراور معروف انسان ہی کی زبان سے کیوں نہ نکلے۔ حق و صداقت اور دین و دانش کو شخصیتوں کا محتاج نہ سمجھنا چاہیے۔ حق پرستی کے لئے شخصیت پرستی اور تعصب زہر ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان مما یلحق المومن من عملہ وحسناتہ بعد موتہ علما" علمہ ونشرہ وولد"ا صالحا" ترکہ او مصحفا" ورثہ او سجد"ا بناہ او بیتا" لابن السبیل بناہ او نہر"ا لابن السبیل بناہ او نہر"ا اجراہ او صدقتہ" اخرجھا من مالہ فی صحتہ وحیوتہ تلحقہ من بعد موتہ۔ رواہ ابن ماجہ والبیھقی فی شعب الایمان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "تحقیق مسلمان کو اس کی نیکیوں میں سے اس کے مرنے کے بعد جن اعمال کا (ثواب) پہنچتا رہتا ہے۔ وہ ایک تو علم ہے۔ کہ اس کو پھیلایا' دوسرے نیک اولاد جو اپنے بعد چھوڑے گا۔ تیسرے قرآن (یعنی علوم شرعیہ) جس کو چھوڑا' یا کوئی مسجد بنادی یا مسافروں کے لئے کوئی سرا بنادی' یا نہر جاری کرے گا یا وہ خیرات جو اپنے مال میں سے نکالی۔ اپنی صحت اور زندگی کی حالت میں۔ ان سب نیکیوں کا ثواب اس کی موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔" اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا

ہے۔ اور بیہقی نے شعب الایمان میں

وعن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقیہ" واحد" اشد علی اشیطان من الف عابد رواہ الترمذی۔ وابن ماجہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔" (جاہل عابد آسانی سے شیطان کے فریب میں آجاتا ہے' اور عالم اس کے فریب کا جال توڑ دیتا ہے) اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نضر اللّٰہ عبد" اسمع مقالتی فحفظھا ووعھا وادھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب' حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ ثلث" لا یغل علیھن قلب مسلم اخلاص العمل للّٰہ والنصیحتہ للمسلمین ولزوم جماعتھم فان دعوتھم تحیط من ور آءھم۔ رواہ الشافعی والبیہقی فی المدخل ورواہ احمد والترمذی وعن زید بن ثابت الا عن الترمذی وابا داؤد ولم یذکر ثلث" لا یغل الیھن الی اخرہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ قدرومنزلت زیادہ کرے۔ اور خوش رکھے اس بندہ کو وہ میرے اقوال (احادیث) کو سنے' ان کو (اچھی طرح) یاد رکھے اور ہمیشہ یاد رکھے اور جیسا کہ سنا ہے ویسا ہی پہنچادے اور بعضے فقیہ ایسے ہوتے ہیں کہ فی الحقیقت وہ فقیہ نہیں ہوتے (یعنی احادیث کو یاد تو رکھتے ہیں' مگر ان کی سمجھ نہیں رکھتے) اور بعضے فقیہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ (احادیث کو" اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچائے دیتے ہیں (یاد رکھو) تین چیزیں ہیں کہ ان میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا (۱)

اپنے عمل کا خالص کرنا اللہ کے لئے (یعنی خالص قلب) خیرخواہی(۲) مسلمانوں کی اور لازم (۳) پکڑنا مسلمان کی جماعت کا (یعنی یہ تین باتیں مومن میں ضرور پائی جاتی ہیں' ان کی دعا ان کو آگے پیچھے سے گھیرے ہوئے ہے" (وہ ان کو لغزش اور مکر شیطانؒ سے بچاتی ہے) اس کو شافعی اور بیہقی نے مدخل میں روایت کیا ہے۔ نیز احمد' ترمذی' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ دارمی نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے۔ مگر ترمذی اور ابوداؤد نے اس حدیث کو قلب لایغل سے آخر تک ذکر نہیں کیا۔ (یعنی ان کی روایت میں یہ آخری جملے نہیں آئے)

وعن ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نضر اللہ امرا" سمع منا شیئا" فبلغہ کما سمعہ فرب مبلغ اوعی لہ من سامع رواہ الترمذی وابن ماجہ ورواہ الدرمی

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ تازہ کرے اللہ (خوش رکھے) اس شخص کو کہ مجھ سے کچھ سنا (یعنی کوئی حدیث سنی) پس جیسا کہ اسکو سنا تھا ویسا ہی پہنچادیا۔ سو بہت سے پہنچائے زیادہ رکھنے والے ہوتے ہیں' اس شخص سے جس کو سنایا' روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور دارمی نے ابوالدرد سے

عن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماحد العلم الذی اذا بلغہ الرجل کان فقیہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حفظ علی امتی اربعین حدیثا" فی امر دینہا بعثہ اللہ فقیہا وکنت لہ یوم القیمہ شافعا" وشہیدا"۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا

گیا کہ علم کی وہ کون سی حد اور مقدار ہے کہ اگر آدمی اس حد کو پہنچے تو وہ فقیہ ہو جائے (یا کہلائے) آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے میری امت کو نفع پہنچانے کے لئے چالیس حدیثیں حفظ کیں۔ امر دین کے متعلق اللہ تعالی اس کو فقیہ اٹھائے گا۔ اور قیامت کے دن میں اس کے لئے شفیع اور گواہ ہوں گا۔"

وعن انس بن مالک قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھل تدرون من اجود جود"ا قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم قال اللّٰہ اجود جود"ا ثم انا اجود بنی ادم واجودھم من بعدی دجل" علم علما" فنشرہ یاتی یوم القیمہ امیر "اوحدہ او قال امتہ" واحدۃ"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ سخاوت کرنے میں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ہی اس کو زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ سخاوت کرنے میں سب سے زیادہ سخی ہے۔ اللہ کے بعد بنی آدم میں میں سب سے زیادہ سخی ہوں۔ اور میرے بعد لوگوں میں وہ سب سے زیادہ سخی ہے۔ کہ اس نے علم حاصل کیا۔ اور پھر اس کی نشرو اشاعت کی۔ وہ قیامت کے دن بمنزلہ امیر کے یا بمنزلہ ایک گروہ کے آئے گا۔" (اس لئے کہ اس سے ہزاروں لاکھوں انسانوں کو علمی فائدہ پہنچا ہو گا)

وعنہ مرسلا" قال سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن رجلین کانا فی بنی اسرآئیل احدھما کان عالما" یصلی المکتوبہ ثم یجلس فیعلم الناس الخیر والاخر یصوم النھار ویقوم اللیل ایھما افضل قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فضل ھذا العالم الذی یصلی المکتوبہ ثم

يجلس فيعلم الناس الخير على العابد الذى يصوم النهار ويقوم الليل كفضلى على ادنكم۔ رواہ الدارمی۔

حسن سے بطریق ارسال روایت ہے' فرماتے ہیں۔ "نبی کریم ﷺ سے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کے بارے میں سوال کیا گیا۔ ان میں سے ایک تو عالم تھا۔ جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا اور لوگوں کو علم دین سکھاتا۔ اور دوسرا شخص دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں کھڑا رہتا تھا۔ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔" وہ عالم جو فرض نماز پڑھتا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو دین سکھاتا تھا' اس کو اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا اور رات کو عبادت میں کھڑا رہتا۔ اس طرح فضیلت ہے جیسے مجھ کو تمہارے ادنی پر۔"

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنے عنہ اغنی نفسہ۔ رواہ زرین۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اچھا وہ شخص ہے جو دین کی سمجھ رکھتا ہے (فقیہ ہے' اگر اس کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ نفع پہنچائے اور اگر اس سے بے پروائی برتی جائے تو وہ اپنے نفس کو بے پرواہ کردے "(ا) اس کو زرین نے روایت کیا ہے۔

وعنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال منھو مان لایشبعان منھوم" فی العلم لایشبع منہ ومنھوم" فے الدنیا لا یشبع منھا۔ روی البیھقی الاحادیث الثلثہ فے شعب الایمان وقال قال الامام احمد فی حدیث ابی الدرداء ھذا متن" مشھور" فیما ... بین الناس ولیس لہ اسناد" صحیح"

انہی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ "دو حرص کرنے والے ہیں۔

جن کا پیٹ نہیں بھرتا (ان کی حرص پوری نہیں ہوتی) ایک تو علم کی حرص کرنے والا کہ علم سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور ایک دنیا کا حریص جس کا دنیا سے پیٹ نہیں بھرتا۔" ان تینوں **حدیثوں** کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔ نیز کہا کہ امام احمد' ابوالدرداء کی حدیث کے بارے میں کہتے ہیں۔ کہ اہل علم میں یہ متن تو مشہور ہے۔ مگر اس کی اسناد صحیح نہیں۔

عن عون قال قال عبد اللہ بن مسعود منھومان لا یشبعان صاحب العلم وصاحب الدنیا ولا یستویان اما صاحب العلم فیزداد رضی" للرحمن واما صاحب الدنیا فیتمادی فی الطغیان ثم قرا عبداللہؐ کلا ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی قال وقال الاخر انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ رواہ الدارمی۔ (پ۳۰ رکوع ۲۱

عون (۱) سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔"دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے۔ ایک صاحب علم اور ایک صاحب دنیا۔ یہ دونوں آپس میں برابر نہیں۔ صاحب علم رحمن کی رضامندی میں زیادتی کرتا ہے (یعنی علم و عمل میں ترقی کرکے رحمن کو راضی کرتا ہے' رہا صاحب دنیا وہ سرکشی میں زیادتی کرتا ہے۔" پھر حضرت عبداللہ نے یہ آیت پڑھی۔ بات یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ تحقیق انسان جب اپنے تئیں مستغنی دیکھتا ہے۔ تو البتہ سرکشی کرتا ہے (لوگوں سے اور خدا سے اپنی دولت مندی کے سبب) عون کہتے ہیں' پھر آپ نے دوسرے شخص کی سند میں یہ آیت پڑھی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کے بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہوتے ہیں۔" اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

(۱) عون تابعی زاہد' عابد' فقیہ' ثقہ ہیں۔ ابن مسعود۔ ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی

اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان سے زہری اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں (اشعۃ اللمعات) (صحیح)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموا الفرآئض والقرآن وعلموا الناس فانی مقبوض" رواہ الترمذی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم علم فرائض اور قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھلاؤ۔ تحقیق میں قبض کیا جاؤنگا (یعنی وفات پانے والا ہوں'

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلموالعلم وعلموہ الناس تعلموا الفرائض وعلموھا الناس تعلموا القرآن وعلموہ الناس فانی امرء" مقبوض" والعلم سینتقص ویظھر الفتن حتی یختلف اثنان فی فریضہ لا یجدان احد"ا یفصل بینھما۔ رواہ الدارمی۔ والدارقطنی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "علم خود حاصل کرو۔ اور اسے لوگوں کو سکھاؤ۔ علم و فرائض سیکھو اور اسے لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ قرآن پڑھو اور لوگوں کو پڑھاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ میں وفات پانے والا ہوں (پس مجھ سے اچھی طرح دین کو سمجھ لو) علم گم ہو جائے گا اور فتنے بھی ظاہر ہونگے۔ یہاں تک کہ دو شخص اختلاف کریں گے فرض تک کے بارے میں مگر کسی شخص کو نہ پائیں گے۔ کہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کردے۔ (اسلامی نظام اور مرکزیت و جمعیت ہی نہ رہے گی۔ اور کسی اختلافی مسئلہ کا فیصلہ نہ ہو سکے گا' اس کو دارمی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

عن ابی مسعود ن الانصار قال جآء رجل" الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انہ ابدع بی فاحملنی فقال ما عندی فقال رجل" یارسول اللہ انا ادلہ علی من یحملہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دل علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ۔ رواہ مسلم۔

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ میری سواری (کا جانور) چل نہیں سکتا۔ مجھے سواری عطا فرمائیے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا میں اس کو ایسا شخص نہ بتادوں جو اس کو سواری دے دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کوئی بھلائی یا بہتری کی بات بتلائے (اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا اس کے کرنے والے کو۔" اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن جریر قال کنا فے صدر النہار عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجآء ہ قوم" عراۃ" مجتابی النمار او العبآء متقلدے السیوف عامتہم من مضر بل کلہم من مضر فتمعر وجہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نما رای بہم من الفاقتہ فدخل ثم خرج فامر بلالا" فاذن واقام فصلی ثم خطب فقال یاآیہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ الی اخر الایتہ ان اللہ کان علیکم رقیبا" والایتہ التی فی الحشر اتقوا اللہ ولتنظر نفس" ماقدمت لغدط تصدق رجل" من دینارہ من درھمہ من ثوبہ من صاع برہ من صاع تمرہ حتی قال ولو بشق تمرۃ قال فجآء رجل" من الانصار بصرۃ کادت کفہ تعجز عنہا بل قد عجزت ثم تتابع الناس حتی رایت کومین من طعام وثیاب حتی رایت وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم یتطلل کانہ مذھبۃ" فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سن فی الاسلام سنتہ" حسنتہ" فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شئی" ومن سن فی الاسلام سنتہ" سیئتہ" کان علیہ وزرھا وزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزاھم شئی" رواہ مسلم"

حضرت جریر ؓ فرماتے ہیں کہ ہم دن کے اول حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے۔ کہ کچھ لوگ آئے' جو ننگے تھے۔ انہوں نے اپنے بدن پر کمل یا عباء لپیٹ رکھی تھی۔ اور انہوں نے گلوں میں تلواریں ڈال رکھی تھیں۔ ان کی اکثریت (قبیلہ) مضر سے تھی۔ بلکہ سب کے سب مضر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو ان کے چہروں پر فقر وافلاس کا اثر دیکھا تو آپ کا چہرہ مبارک (فرط ہمدردی وشفقت اور دردو کرب سے) متغیر ہوگیا۔ پس آپ گھر میں داخل ہوئے (کہ انکے لئے کچھ کھانے کو لائیں) پھر گھر سے آئے' حضرت بلال ؓ کو اذان دینے کا حکم دیا' سو اذان ہوئی۔ تکبیر کہی گئی اور نماز پڑھی' پھر خطبہ دیا فرمایا۔ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا۔" آخر آیت تک (یہ آیت سورۃ نساء کے شروع کی ہے) تحقیق اللہ تعالی تم پر نگہبان ہے۔ پھر وہ آیت پڑھی جو سورہ حشر میں ہے "ڈرو اللہ سے اور چاہئے کہ انسان اس بات پر غور کرے کہ آگے بھیجی ہے (یعنی اپنے اعمال کا احتساب کرے اور دیکھے کہ آخرت کے لئے کیا کیا؟) کل کے لئے ہر شخص کو اپنے دینارودرہم' اپنے کپڑوں' اپنے پیمانے گیہوں اور اپنے پیمانہ کھجوروں میں سے خیرات کرنی چاہئے۔ یہاں تک فرمایا اگرچہ ٹکڑا کھجور کا ہو۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ انصار میں سے ایک شخص آیا اپنے ہاتھ میں ایک ہتھیلی (دینار ودرہم سے بھری

ہوئی) لایا قریب تھا کہ اُس کا ہاتھ (اس کے بوجھ سے) تھک جائے۔ بلکہ تھک گیا تھا۔ سو پے درپے لوگوں نے لانا شروع کیا۔ حتی کہ میں نے دو ڈھیر غلے کے دیکھے اور کپڑوں کے' میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ (خوشی سے) چمک اٹھا۔ گویا کہ خالص سونا ہے بھرا ہوا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ رواج دیا۔ اس کے لئے اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس شخص کو جس نے اس پر عمل کیا۔ اس کے بعد۔ بغیر اس کے کہ (اس پر عمل کرنے والوں کے) اجر میں سے کچھ کمی ہو اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ رواج دیا۔ تو اس پر اتنا ہی گناہ ہو گا۔ جتنا اس شخص کو جس نے اس پر عمل کیا' اس کے بعد' اور اس پر عمل کرنے والوں کے گناہوں میں سے بھی کچھ کمی نہ ہو گی۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تقتل نفس" ظلما" الا کان علی ابن اذم الاول کفل" من دمھا لانہ اول من سن القتل۔ متفق علیہ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "کوئی شخص ظلما" نہیں قتل کیا جاتا مگر آدم کے پہلے بیٹے آدم کے حصہ میں بھی اس خون کا عذاب آتا ہے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے اسی نے ظلم کیا اور قتل کا طریقہ نکالا۔ متفق علیہ

وعن انس قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا تکلم بکلمہ اعادھا ثلثا" حتی تفھم عنہ واذا اتی علی قوم فسلم علیھم سلم علیھم ثلثا۔ رواہ البخاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کلام فرماتے تو اس

کو تین مرتبہ دہراتے (تاکہ حاضرین خوب سمجھ لیں اور یاد کرلیں) یہاں تک کہ آپ کی بات کو اچھی طرح سمجھ لیا جاتا۔ اور جب قوم کے پاس آتے تو سلام بھی تین بار کرتے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں کل ۲۵ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس اس عنوان کے شروع والے جملوں کی تفسیر ہے۔ کیونکہ سورۃ البقرہ والے جملہ میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید تمام لوگوں کی ہدایت کے واسطے اتارا گیا ہے۔ مگر ہدایت کی تفصیل نہیں بتائی کہ اس قرآن سے کس طرح ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور اللہ تعالی نے سورہ التوبہ اور سورہ الزمر اور سورۃ المجادلہ کے جملوں میں اس کی وضاحت بیان فرمادی ہے۔ یہ ہدایت قرآن مجید کے علوم و معارف سیکھنے سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں ان علماء کے فضائل بیان فرمادیئے ہیں۔ اور یہاں آپ کی احادیث کی ضرورت اس لئے درپیش آئی کہ یہاں اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ اس قرآن مجید کو سیکھیں گے تو اللہ تعالی انہیں اپنی طرف سے کیا کیا انعام دیں گے۔ کیونکہ ان آیات میں تو اس کی تفصیل نہیں ہے۔ تو حضرت نبی کریم ﷺ نے ان احادیث میں وہ تفصیل بیان فرمادی ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالی علم قرآن سیکھنے والے کی بھلائی چاہتا ہے۔ تب اسے اس لائن پر لگایا ہے۔ دوسری دو حدیثوں میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں ان میں فرمایا کہ علوم قرآن سیکھنے اور سکھلانے والا الٰہی معاشرہ کا سب سے اونچا فرد ہے خواہ کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔ اور چوتھی حدیث میں جو حضرت

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ دو شخص قابل رشک ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ تعالی مال دے اور وہ اسے اللہ تعالی کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرے۔ اور دوسرا صاحب علم جو اس کے موافق فیصلہ کرے اور اسے اوروں کو سکھائے۔ اور پانچویں حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے فوت ہونے کے بعد تین چیزوں کا اسے ثواب ملتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ۔ نیک اولاد۔ اور علم جو اس نے اوروں کو سکھایا ہو۔ اور چھٹی حدیث میں نو چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز جو کسی مومن کی تکلیف کو دور کرے تو اللہ اسکی تکلیف دور کرتے ہیں۔ اور دوسری چیز جو کسی مومن پر آسانی کرے تو اللہ تعالی اس پر آسانی فرماتے ہیں۔ اور تیسری چیز جو مومن مسلمان بھائی کی مدد کرے تو اللہ تعالی اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور چوتھی چیز جو علم دین سیکھنے کے لئے نکلے تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردیتے ہیں۔ اور پانچویں چیز جو اللہ تعالی کا قرآن پڑھیں اور دوسروں کو پڑھایا کرے تو اللہ تعالی ان پر قلبی سکون اتارتے ہیں۔ اور چھٹی چیز انہیں اللہ تعالی کی رحمت ڈھانپ لے لیتی ہے۔ اور ساتویں چیز ان پر فرشتے اترتے ہیں۔ اور آٹھویں چیز اللہ تعالی ایسے آدمی کا فرشتوں میں تذکرہ فرماتے ہیں۔ اور نوویں چیز جو اعمال میں کوتاہی کرے گا اس کا نسب اسے فائدہ نہیں دے گا۔

اور ساتویں حدیث یہاں کثیر بن قیس سے منقول ہے۔ اس میں آٹھ چیزوں کا بیان ہے۔ پہلی چیز یہ ہے کہ جو علم دین سیکھنا چاہتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان بنادیتا ہے۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ جو علم دین سیکھنے کے لئے نکلے تو اللہ تعالی فرشتے اس کے سامنے پر بچھاتے ہیں۔ یہ دونوں مضمون پہلے بیان ہوگئے ہیں۔ اور تیسری چیز یہ ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز اور

پانی کی تہہ کی مچھلیاں عالم دین کے لئے مغفرت کرتی ہیں اور چوتھی چیز یہ ہے کہ عالم کو عبادت گزاروں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ اور چھٹی چیز یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت دولت نہیں بلکہ دین ہے۔ اور ساتویں یہ ہے کہ جس نے علم دین حاصل کرلیا اس نے بڑا وافر حصہ حاصل کرلیا

اور آٹھویں حدیث یہاں حضرت ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ والی ہے۔ اس کا مضمون پہلے بیان ہوگیا ہے۔ اور نوویں حدیث یہاں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء کو طریقہ تعلیم و تربیت سکھایا ہے۔ اور دسویں حدیث یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں طلبہ کو تعلیم ہے کہ استاد جیسا بھی ہو اس سے تعلیم حاصل کرنا چاہئے۔ اور گیارہویں حدیث یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا مضمون بھی پہلے بیان ہوگیا ہے۔ اور بارہویں حدیث یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ہے کہ ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عبادت گزاروں کی بنسبت زیادہ بھاری ہے۔ کیونکہ عالم ہزاروں انسانوں کو شیطانی تسلط سے بچالے گا۔ اور عبادت گزار صرف اپنے آپ کو بھی اس کے تسلط سے نہیں بچاسکتا۔ اور تیرہویں حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کے لئے دعا فرمائی ہے کہ آپ کی احادیث سن کر اور اچھی طرح یاد کرکے دوسروں تک پہنچائے۔ اور آگے فرمایا کہ بسا اوقات ایک آدمی خود فقیہ تو نہیں ہوتا مگر جس تک پہنچاتا ہے وہ زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شبہ کا ازالہ فرمایا کہ ہوسکتا ہے وہ بددیانت ہو جس تک وہ حدیث پہنچائی گئی ہے۔ تو اس کا جواب دیا کہ تین چیزوں میں مسلمان بددیانتی نہیں

کرتا۔ اخلاص عمل میں۔ نصیحت میں اور جماعت سے پیوستہ رہنے میں۔ وہ اپنی دعا کی بدولت بچے رہتے ہیں۔ اور چودھویں حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس سے حدیث سابق کی تائید ہوتی ہے۔ اور پندرہویں حدیث جو حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیہ عالم کی حد بیان فرمائی ہے کہ جسے چالیس حدیثیں یاد ہوں وہ فقیہ ہے۔ اور سولھویں حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ سخی اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرے نمبر پر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تیسرے نمبر پر وہ عالم دین سب سے زیادہ سخی ہے جو دین سیکھ کر اوروں کو سکھاتا ہے۔ یہ قیامت والے دن اپنے متعلقین کا قائد ہوگا۔

یہاں سترہویں حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا مضمون پہلے بیان ہوگیا ہے۔ اور اٹھارہویں حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیہ عالم کی مدح بیان فرمائی ہے کہ ایسا عالم اچھا ہے کہ اگر اس کی طرف لوگوں کا احتیاج ہو تو وہ انہیں نفع دے اور خود ان سے مستغنی رہے۔ اور حدیث انیس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو حریص فرمایا ہے اگر یہ حرص دنیا کی خاطر ہو تو بری بات ہے۔ اگر یہ حرص رضائے الٰہی کی خاطر ہو تو بہت اچھی بات ہے کیونکہ انسان انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔ اور حدیث بیس جو حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور حدیث اکیس جو حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ان دونوں کا مقصد یہ ہے کہ جو علم دین دوسروں کو سکھائے گا اس کا جتنا ثواب **متعلمین** کو ہوگا اتنا ہی ثواب استاد کو بھی ہوگا۔ علی ھذالقیاس تا قیامت یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور حدیث بائیس کا مقصد یہ ہے کہ برائی کا بھی یہی حال ہے کہ اس کا گناہ بھی اسی

طرح دوگنا ہو گا۔

اور حدیث تیئس اور چوبیس میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو علوم قرآن اور خصوصاً" فرائض جلدی جلدی سیکھنے کا حکم دیا۔ اور آپ ﷺ نے اس بات کا خدشہ ظاہر فرمایا تھا کہ میں عن قریب دنیا سے چلا جاؤں گا۔ اور پھر تمہیں کوئی بتانے والا نہیں ہو گا۔ علم قرآن کی کچھ تفصیل تو پہلے آچکی ہے اور کچھ بعد میں آرہی ہے۔ اور علم فرائض سے مراد علم وراثت ہے۔ اور ایک حدیث میں اس کو نصف علم بھی آپ نے فرمایا ہے اور یہ علم بھی علم قرآن میں شامل ہے۔ اور آپ ﷺ نے اسے جو یہاں مستقل ذکر فرمایا ہے اس کا مقصد تاکید ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ سے پہلے لوگوں نے جس طرح اور احکامات میں غلطی کی تھی اسی طرح نظام وراثت میں غلطی کی ہوئی تھی اس لیے آپ نے یہاں اور نظاموں کی اصلاح فرمائی تھی اس کی بھی اصلاح فرمائی تھی اور تاکید فرمائی تھی اور اس کو بھی سیکھو۔ اور حدیث پچیس میں آپ ﷺ کا طریقہ تعلیم بتایا ہے کہ آپ جو بات فرماتے اسے تین بار دہراتے تھے۔ یعنی معلم اور مدرس کو چاہئے کہ جہاں وہ محسوس کرے کہ **متعلم** کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی ہوگی تو اسے بار بار دہرائے تاکہ بات اس کی سمجھ میں آجائے۔

علوم قرآن نہ سکھلانے والے علماء کی سزا

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدے من بعد ما بینه للناس فی الکتب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون○ الاالذین تابوا واصلحو وبینوا فاولئک اتوب علیھم ج واناالتواب الرحیم○ ان الذین کفروا وماتو وھم کفار" اولئک علیھم لعنة اللہ والملئکة والناس اجمعین○ خلدین فیھا ج لا یخفف عنھم العذاب ولا ھم ینظرون○

ترجمہ:۔ جو لوگ ان کھلی کھلی باتوں اور ہدایت کو کہ جسے ہم نے نازل کردیا ہے اس کے بعد بھی چھپاتے ہیں کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کردیا یہی لوگ ہیں کہ ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کرلی اور ظاہر کردیا پس یہی لوگ ہیں کہ میں ان کی توبہ قبول کرتا ہوں اور میں بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہوں بے شک جنہوں نے انکار کیا اور انکار ہی کی حالت میں مر بھی گئے تو ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں اور سب لوگوں کی بھی وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔

تفسیر

۔ یہاں ان آیات میں علم دین نہ بیان کرنے والے علماء پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ اور لعنت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بعید من درجات الصالحین اور دوسرا بعید من رحمت یہاں یہ معنی بھی ہوسکتا ہے اور رحمت سے مراد رحمت دنیاوی بھی ہوسکتی ہے۔ اور اخروی بھی ہوسکتی ہے۔ اور رحمت اخروی سے محرومی کا یہاں ذکر فرمادیا ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ اور فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ توبہ کریں اور حق بیان کرنا شروع کردیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمالے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی اصلی عداوت ان کی ذات سے نہیں بلکہ ان کے **کتمان حق** سے۔ اگر وہ یہ چھوڑ دیں گے تو اللہ تعالیٰ کی ان سے محبت ہوجائے گی۔ اگر وہ **کتمان حق** پر قائم رہیں تو ان کا تعلق علماء سوء سے رہے گا۔ علماء اہل حق اور علماء **ربانیین** میں ان کا شمار نہیں ہوگا۔ اور یہاں بعید من درجات الصالحین والا معنی بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ حق بیان

کرنے والے علماء کے جو درجات اللہ تعالٰی نے رکھے ہیں۔ اور جن کی تفصیل پہلے بیان ہو گئی ہے۔ ان سے یہ **کتمان حق** کرنے والا محروم ہو گا۔ بہرحال یہ آیات مجمل ہیں۔ تفصیل آئندہ احادیث میں آرہی ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سئل عن علم علمه ثم کتمه الجم یوم القیمة بلجام من نار۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی۔ ورواہ ابن ماجه عن انس

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی (یعنی دین کا کوئی مسئلہ پوچھا گیا) اور وہ اس کو جانتا ہے۔ مگر پھر بھی اس کو چھپالیا تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام دی جائے گی۔" اس کو احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے اس کو انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل علم لا ینتفع به کمثل کنز لا ینفق منه فی سبیل اللہ رواہ احمد والدارمی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ علم جس سے نفع حاصل نہ کیا جائے اور نہ دوسروں کو نفع پہنچایا جائے، اس کی مثال اس خزانہ کی ہے جس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جائے) اس کو احمد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعلم علماً مما یبتغی الا لیصیب به عرضاً من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیمة یعنی ریحھا۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو

شخص علم کو اس لئے حاصل کرے جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جاتی ہے کہ اس سے دنیوی مال و جاہ وغیرہ حاصل کرے اسے قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہ پہنچے گی۔" (یعنی جو شخص علم دین کو دنیا کمانے کی نیت سے حاصل کرے وہ جنت میں جانے سے محروم رہے گا)

اس کو احمد' ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

عن ابی الدرداء قال ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ" یوم القیمۃ عالم" لا ینتفع بعلمہ۔ رواہ الدارمی

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مرتبہ میں بدترین شریر لوگوں میں سے عالم ہوگا۔ جو اپنے علم سے لوگوں کو نفع نہ پہنچائے۔"

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن زیاد بن حدیر قال قال لی عمر ھل تعرف ما یھدم الاسلام قلت لا قال یھدمہ زلۃ العالم وجدال المنافق بالکتاب وحکم الائمۃ المضلین۔ رواہ الدارمی۔

زیاد بن حدیر رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا۔ کہ کیا تم جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز منہدم کرتی ہے؟ میں نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں۔ فرمایا۔ اسلام کو منہدم کرنے والی چیز عالم کی لغزش' منافق کا کتاب اللہ کے ساتھ جھگڑنا (یعنی تاویلات باطلہ سے قرآن کو رد کرنا) اور گمراہ حاکموں کا حکومت کرنا۔

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن الحسن قال العلم علمان فعلم" فی القلب فذلک العلم النافع

وعلم" علی اللسان فذلک حجه اللّٰہ عزوجل علی ابن ادم۔ رواہ الدارمی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ (ا) فرماتے ہیں کہ علم دو ہیں۔ ایک علم تو دل میں ہوتا ہے (یعنی اس پر دلی یقین واعتماد حاصل ہوتا ہے) یہ علم نفع دینے والا ہے (انسان کو عمل پر آمادہ کرتا ہے) اور ایک علم (صرف) زبان پر ہوتا ہے' یہ اللہ عزوجل کی حجت ہے (کہ تم نے اس کے مطابق عمل کیوں نہ کیا) آدم کے بیٹے پر۔

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

تشریح

سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو انسٹھ سے لے کر ایک سو اکسٹھ تک اور اس باب میں مذکور چھ احادیث سورۃ البقرہ کی ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں یہ فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور اس سے پہلے باب میں اس ہدایت نامہ کو بیان کرنے والے علماء کے فضائل اور درجات کی تفصیل بھی آگئی ہے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ اگر اس ہدایت کو کوئی عالم دین بیان نہ کرے تو اس کی کیا سزا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو انسٹھ سے لے کر ایک سو اکسٹھ تک اس کی تفصیل بتائی ہے کہ اس ہدایت نامہ کو چھپانے والے علماء پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور اس کے بندوں کی لعنت ہوتی ہے۔ مگر اس میں چونکہ اجمال ہے کیونکہ یہ تو نہیں بتایا کہ کیسی لعنت ہوئی ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے کہ وہ کیسی لعنت ہوتی ہے چنانچہ پہلی حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس عالم دین سے مسئلہ پوچھا جائے اور وہ نہ

بتائے تو قیامت والے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے۔ اور یہاں دوسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ علم جس سے نفع نہ حاصل کیا جائے وہ اس خزانے کی طرح ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کیا جائے۔ یہ اصل میں قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث کی طرف اشارہ ہے۔ جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جس مال میں سے زکوۃ ادا نہ کی جائے تو قیامت والے دن وہ مال گنجے سانپ کی شکل میں انسان کو ڈسے گا تو اس کی وجہ سے اسے اسی طرح عذاب ہو گا۔ اور تیسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے۔ اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ **کتمان حق** کر کے دنیا حاصل کرنے والا عالم دین قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ اور چوتھی حدیث حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے سب سے برا وہ عالم دین ہو گا جو اپنے علم سے دوسرے کسی کو نفع نہیں پہنچائے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم دین حق بیان کرتا تو بہت سے لوگ دوزخ سے بچ جاتے۔ اور اس کے **کتمان حق** کی وجہ سے بہت سے لوگ دوزخ میں چلے جائیں گے۔ اس لئے اسے سب سے زیادہ برا عذاب ہو گا۔ اور پانچویں حدیث حضرت زیاد بن جریر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے اسلام کو سب سے زیادہ نقصان علماء سو، منافقین اور ظالم حکام سے پہنچے گا۔

اور چھٹا یہاں اثر ہے جو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے علم دو قسم ہے ایک قلبی اور دوسرا لسانی۔ قلبی سے مراد عقائد وغیرہ ہیں۔ اور لسانی سے مراد آیات اور احادیث کا علم ہے۔ یعنی اگر ایک عالم

کے عقائد اچھے نہیں مگروہ لوگوں کو زبانی وعظ کرتا ہے تو اس سے لوگوں پر اتمام حجت ہو جائے گا۔ وہ قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہم تک دین نہیں پہنچا تھا۔

قرآن و سنت کے خلاف فتوی دینے والے علماء کی سزا دوزخ ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیتہ وحد ثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علی متعمد "ا فلیتبوا مقعدہ من النار۔ رواہ البخاری

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری طرف سے حدیث بیان کرو اگرچہ ایک ٹکڑا کیوں نہ ہو۔ اور بنی اسرائیل سے روایت نقل کرو حرج نہیں اور جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولے (یعنی میرے نام سے گھڑ کر کوئی حدیث بیان کرے) اس کو جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالینا چاہئے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن سمرة بن جندب والمغیرة بن شعبة قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب" فھو احد الکاذبین۔ رواہ مسلم"

حضرت سمرہ بن جندب اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ دونوں نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "جو شخص مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کرے۔ جس کے متعلق اس کا گمان ہو کہ وہ جھوٹ ہے۔ پس وہ جھوٹوں میں سے ایک ہے۔" اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقو الحدیث

عنی الا ما علمتم من کذب علی متعمد"ا فلیتبوا مقعده من النار رواه الترمذی ورواه ابن ماجه عن ابن مسعود و جابر ولم یذکر اتقوا الحدیث عنی الا ماعلمتم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مجھ سے حدیث (بیان کرنے سے) بچو (یعنی بغیر تحقیق زیادہ حدیثیں نہ بیان کرو) مگر جن کے متعلق تم یقیناً" جانتے ہو۔ (کہ واقعی یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو بیان کردیا کرو) پس جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے۔ اس کو اپنا ٹھکانا جہنم کو بنالینا چاہیئے۔" اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ مگر یہ الفاظ اتقوا الحدیث عنی ماعلمتم بیان نہیں کیئے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن برایہ فلیتبوا مقعدہ من النار و فی روایۃ من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار ۔ رواہ الترمذی۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے اس کو جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالینا چاہیے اور ایک روایت میں ہے۔ جو شخص قرآن کی تفسیر علم کے بغیر کرے۔ اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہیے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔"

وعن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القران برایہ فاصاب فقد اخطاء رواہ الترمذی و ابوداؤد۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس نے قرآن کے متعلق اپنی عقل و رائے سے کچھ کہا۔ اور وہ واقعہ میں صحیح بھی

ہو پھر بھی تحقیق اس نے غلطی کی" (اس لئے کہ اس نے دراصل حق و ثواب معلوم کرنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ بلکہ اپنی رائے کی پیروی کی' اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔)

وعن ابی ھریرہؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ و من اشار علی اخیہ بامر یعلم ان الرشد فی غیرہ فقد خانہ۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جس شخص نے علم کے بغیر فتوی دیا وہ گنہگار ہے۔ اس کا گناہ اس پر ہوگا۔ جس نے اس کو فتوی دیا۔ اور جس نے اپنے بھائی کو مشورہ دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ اس کی بھلائی و بہتری اس کے غیر میں ہے تو اس نے خیانت کی۔" اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن عبداللہ ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا" ینتزعمہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم ان اتخذ الناس روسا" جھالا" فسئلوا فافتؤ بغیر علم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ آخری زمانہ میں علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ (علم کو) ان کے سینوں سے نکال لے ان کے ذہنوں اور دلوں سے علم ہی جاتا رہے) بلکہ اس طرح اٹھائے گا۔ کہ علمائے حق نہیں رہیں گے ۔ جب کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جہلا کو پکڑلیں گے (ان کو اپنا امام و پیشوا بنالیں گے) ان سے دین کے مسائل پوچھے جائیں گے۔ سو وہ بغیر علم کے ہی فتوے دیں گے۔"

وعن عبداللہ قال یا ایھا الناس من علم شیئا" فلیقل ومن لا یعلم فلیقل ومن لا یعلم فلیقل اللہ اعلم فان من العلم ان تقول لما لا تعلم اللہ اعلم قال اللہ تعالیٰ لنبیہ قل ما اسئلکم علیہ من اجر و ما انا من المتکلفین۔ متفق علیہ

عبداللہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ اے لوگو! جو شخص کچھ جانے تو اس کو چاہیے کہ کہہ دے اور جو شخص نہ جانے اس کو کہہ دینا چاہیے۔ کہ اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ تحقیق تمیز کرنا معلوم کا غیر معلوم سے ایک قسم ہے علم کی' اس چیز کے لئے کہنا کہ نہیں جانتا' اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا۔ کہہ دے کہ میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں نون احادیث قرآن مجید کی آیت ایک سو پچاسی کی اور سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو انسٹھ سے لے کر ایک سو اکسٹھ تک کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیات میں **کتمان** ہدایت کرنے والوں پر لعنت کا ذکر ہے۔ اور ان احادیث کا مقصد یہ ہے کہ جو آدمی قرآن و حدیث کا علم رکھتے ہوئے جان بوجھ کر اور قصداً" غلط فتویٰ دے تو اس کی سزا دوزخ ہے۔ کیونکہ اس سے تین نقصان ہوں گے ایک تو یہ تفسیر بالرائے بنے گی اور تفسیر بالرائے کفر ہے۔ اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ اصلی دین مٹ جائے گا۔ اور تیسرا نقصان یہ ہو گا کہ لوگ گمراہ ہوجائیں گے کیونکہ لوگ اس عالم کی باتوں پر عمل کریں گے۔ لہٰذا علماء کو چاہئے کہ تحقیق کرکے فتویٰ صادر فرمائیں ورنہ گمراہی کی ذمہ داری ان پر

عائد ہوگی۔ اور آخر میں حضرت عبداللہ والی روایت میں مفتی کو ایک اور ہدایت فرمائی ہے کہ مفتی کو اگر بات پتہ ہو تو وہ کہہ دے کہ مجھے یہ بات معلوم ہے اور پتہ نہ ہو تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

جاہ ومال کی خاطر کتمان حق کرنے والے علماء کی سزا

فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون○ سورۃ بقرہ آیت ۷۹

پس وائے ہے واسطے ان لوگوں کے کہ لکھتے ہیں کتاب ساتھ ہاتھوں اپنے کے پھر کہتے ہیں یہ نزدیک اللہ تعالیٰ کے سے ہے تاکہ مول لیویں بدلے اس کے مول تھوڑا پس وائے ہے واسطے ان کے اس چیز سے کہ لکھتے ہیں ہاتھ اپنے سے اور وائے ہے ان کو اس چیز سے کہ کماتے ہیں۔

ان الذین یکتمون ماانزل اللہ من الکتب ویشترون بہ ثمنا" قلیلا" اولئک مایاکلون فی بطونھم الا النار ولایکلمھم اللہ یوم القیمۃ ولایزکیھم ولھم عذاب" الیم"○ اولئک الذین اشتروا الضللۃ بالھدی والعذاب بالمغفرۃ فمآ اصبرھم علی النار ذلک بان اللہ نزل الکتب بالحق وان الذین اختلفوا فی الکتب لفی شقاق بعید○ سورۃ البقرہ آیت ۱۷۴ تا ۱۷۶

ترجمہ:۔ بے شک جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلہ میں تھوڑا سا مول لیتے ہیں یہ لوگ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے مگر آگ اور اللہ ان سے قیامت کے دن کلام نہیں کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو بدلے ہدایت کے خریدا اور عذاب کو بدلے بخشش کے پس دوزخ کی آگ پر ان کا کتنا بڑا صبر ہے یہ اس لئے کہ اللہ نے کتاب سچائی کے ساتھ اتاری

اور بیشک جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا البتہ ضد میں بہت دور جا پڑے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں چار آیات نقل کی گئی ہیں۔ ان میں جاہ ومال کی خاطر **کتمان حق** کرنے والے علماء کی سزا کا بیان ہے۔ پہلی آیت میں تین دفعہ فرمایا ہے۔ ویل ۔ ویل۔ ویل اسکے معنی افسوس۔ خرابی اور بربادی کے ہیں۔ مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ اس مین یہ نہیں فرمایا کہ وہ کونسی خرابی اور بربادی ہے۔ اور آیت ایک سو چہتر میں اس کی چار خرابیاں فرمائی ہیں۔ پہلی خرابی یہ ہے کہ اس ۔۔کے بدلے انہیں جو مال ملے گا وہ انکے پیٹ میں آگ کا کام دے گا۔ اور دوسری خرابی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن شفقت کی بات نہیں کرے گا۔ اور تیسری خرابی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔ اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ اور آیت ایک سو پچہتر میں اس کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ ان لوگوں نے خود ہدایت کے بدلے میں گمراہی اور بخشش کے بدلے عذاب خریدا اور آیت ایک سو چھتر (۱۷۶) میں فرمایا ہے کہ ضد کی وجہ کتمان حق کرنے کی انہیں یہ سزا ملے گی۔ مگر ان آیات میں ابھی تک اجمال باقی ہے کیونکہ یہ ذکر نہیں کہ انہیں یہ سزا صرف آخرت میں ہی ہوگی یا کہ دنیا میں بھی ہوگی۔ چنانچہ یہ تفصیل آئندہ احادیث میں آرہی ہے۔

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اناسا" من امتی سیتفقھون فی الدین ویقرؤن القرآن یقولون ناتی الامراء فنصیب من دنیاھم ونعتزلھم بدیننا ولایکون ذلک کما لایجتبی من القتاد الا الشوک کذلک لایجتنی من قربھم الا قال محمد ابن الصباح کانہ یعنی

الخطایا۔ رواہ ابن ماجہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے۔ جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں گے، قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے، کہ امرا کے پاس اس لئے جاتے آتے ہیں کہ ہم ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کریں اور ان سے اپنے دین کو محفوظ و یکسو رکھیں۔ (ا) مگر ایسا نہیں ہو سکتا (کہ وہ امرا کی صحبت میں دین و دنیا دونوں کو حاصل کرلیں) جیسا کہ کانٹے دار درخت سے بجز کانٹے کے کچھ نہیں چنا جاتا۔ اسی طرح ان کی صحبت و قربت سے کوئی نیکی اور بھلائی حاصل نہیں کی جا سکتی۔ مگر محمدؒ ابن صباح نے کہا۔ کہ گویا وہ اس سے خطایا مراد لیتے تھے۔" اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(ا) یہ ہر زمانہ میں علمائے دنیا کا وطیرہ رہا ہے۔ کہ وہ سرمایہ داروں کی خوشامد و چاپلوسی سے کچھ دنیوی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ مگر ان کے اخلاق و اعمال کا احتساب نہیں کرتے۔ دین و اخلاق کو ان سے دور رکھتے ہیں۔ دینی علم کی ناقدری کرتے ہیں۔ اور ان کی بے جا حمایت میں حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ ایسے ہی علماء اور سرمایہ داروں نے مسلمانوں کے دین و اخلاق کو تباہ و برباد کیا ہے۔

وعن عبداللہ ابن مسعود قال لو ان اهل العلم صانوا العلم ووضعوه عند اهله لسادوا به اهل زمانهم والكنهم بذلوه لاهل الدنيا لينالوا به من دنياهم فهانوا عليهم سمعت نبيكم صلى الله عليه وسلم يقول من جعل الهموم هماً واحداً هم اخرته كفاه الله هم دنياه ومن تشعبت به الهموم احوال الدنيا لم يبال الله فی ای اوديتها هلكـ رواه ابن ماجه ورواه البيهقی فی شعب الايمان عن ابن عمر من قوله من جعل الهموم۔ الی اخره

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ”اگر اہل علم اپنے علم کی حفاظت کریں (یعنی ظالموں اور دنیاداروں کے پاس مال و جاہ کی تمنا میں اپنے علم کو ذلیل نہ کریں) اور اس کو قدردانوں کے سامنے رکھیں (علم کو اس کے اہل تک پہنچائیں) تو وہ اپنے زمانہ کے سردار و قائد ہوں۔ لیکن انھوں نے علم کو (فساد فجار) اہل دنیا کے لئے خرچ کیا' تاکہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کریں پس دنیاداروں کی نگاہ میں ذلیل و خوار ہوگئے' میں نے نبی ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جس نے ہمتوں میں سے ایک ہمت کو اختیار کیا (یعنی آخرت کو اپنا مقصود بنایا) اس کی آخرت کو کفایت کرتا ہے اللہ اس کو اس کی دنیا سے (یعنی اللہ اس کو دنیا کے ہموم سے مستغنی کردیتا ہے) اور جو لوگ مقاصد دنیوی میں اپنی ہمتوں کو پریشان و پراگندہ کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نہیں پرواہ کرتا ان کی دنیا کے کسی جنگل سے (یعنی تفکرات اور پریشانیوں کے جنگل میں بھٹکتا رہتا ہے' اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر سے من جعل الھموم سے آخر تک روایت کیا ہے۔

عن الاعمش قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتہ العلم النسیان واضاعتہ ان تحدث بہ غیر اھلہ رواہ الدارمی مرسلا“

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”علم کی آفت بھول جانا ہے اور اس کا ضائع کرنا یہ ہے کہ اسے نااہل کے سامنے پیش کیا جائے۔“ اس کو دارمی نے بطریق ارسال روایت کیا ہے۔

ف:۔ اعمش ابو محمد سلیمان اسدی کوفی ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ لیکن اس میں بھی اختلاف ہے بہت بڑے علامہ مشہور تھے۔ یعنی علم قرات اور حدیث میں ایک ہزار تین سو حدیث آپ سے مروی ہے۔ ستر سال آپ سے تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ سال ولادت آپ

کا روز شہادت امام حسین ﷜ ہے۔ ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے۔ اس میں تشیع بھی تھا۔ ان کے مناقب بھی بہت ہیں۔ بعض نے ان کو سید المحدثین کہا ہے۔ یعنی حدیث جاننے والوں کے سردار۔ (اشعۃ اللمعات)

وعن سفیان ان عمر ابن الخطاب قال لکعب من ارباب العلم قال الذین یعملون بما یعلمون قال فما اخرج العلم من قلوب العلمآء قال الطمع رواہ الدارمی۔

سفیان ﷫ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب ﷜ نے حضرت کعب ﷜ سے فرمایا۔ "ارباب علم کون ہیں؟ کہا وہ جو علم کے مطابق عمل کریں (یعنی عالم باعمل) حضرت عمر ﷜ نے پوچھا۔ علماء کے قلوب سے کونسی چیز علم کو نکالتی ہے؟" کہا طمع"

اس کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

وعن الاحوص ابن حکیم عن ابیه قال سال النبی صلی اللہ علیه وسلم عن الشر فقال رجل" لا تسئلونی عن الشر وسلونی عن الخیر یقولها ثلثا" ثم قال ان شر الشر شرار العلمآء وان خیر الخیر خیار العلمآء۔ (رواہ الدارمی)

احوص بن حکیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ایک ایک شخص نے رسول اکرم ﷺ سے شر کے متعلق پوچھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھ سے شر کے متعلق نہ پوچھو بلکہ خیر کے متعلق پوچھو۔ اس کو تین مرتبہ فرمایا پھر ارشاد فرمایا۔ خبردار ہو جاؤ۔ کہ تحقیق بدترین شریروں کے شریر شرار العلماء ہیں۔ اور بہترین لوگوں میں بہترین خیار العلماء ہیں" (شرار العلماء وہ ہیں جو امت میں شرک و بدعت کو رواج دیں۔ امت میں تفریق ڈالیں)

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے کچھ علماء دنیاداروں کے پاس جائیں گے۔ بظاہر ان کا دعوی یہ ہو گا کہ ہم اغنیاء سے دولت حاصل کر کے اپنا دین بچانا چاہتے ہیں مگر ایسا نہیں ہو گا بلکہ انہیں ان کی صحبت سے گناہ ہی حاصل ہوں گے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ علماء دین اگر دین کے قدردانوں تک دین پہنچائیں گے تو خود بھی عزت پائیں گے اور اگر بے قدروں تک دین پہنچائیں گے تو ذلیل ہو جائیں گے۔ اور تیسری حدیث حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ دین دو وجہوں سے ضائع ہوتا ہے کہ ایک نسیان سے اور دوسرا نااہل لوگوں کے پاس بیان کرنے سے۔ اور چوتھی حدیث حضرت سفیان سے منقول ہے۔ یہ حدیث پہلی **حدیثوں** کی تشریح ہے۔ کیونکہ پہلے حدیثوں میں آگیا ہے کہ بے قدرے اور نااہل لوگوں کے پاس دین پہنچانے سے دین ضائع ہوتا ہے اور اس حدیث میں اس کی تشریح آگئی ہے کہ اس سے مراد لالچی حریص اور زرپرست علماء ہیں۔ اور پانچویں جو حضرت احوص سے منقول ہے اس میں نبی ﷺ نے ایسے علماء کے کردار کو شر سے تعبیر فرمایا ہے۔

ریاکار علماء اور قرا کا مقام دوزخ ہوگا۔

وعن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعوذوا بالله من جب الحزن قالوا يارسول الله وما جب الحزن قال واد فى جهنم يتعوذ منه جهنم كل يوم اربع مائه مرة قيل يارسول الله ومن يدخلها قال القرآء المرآءون باعمالهم۔ رواه الترمذی وكذا ابن ماجه وزاد فيه وان من ابغض

القرآءالی اللہ تعالٰی الذین یزورون الامرآءقال المحاربی یعنی الجورۃ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تم جب الحزن سے اللہ کی پناہ مانگا کرو صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! جب الحزن کیا ہے؟ فرمایا وہ دوزخ میں ایک (بہت گہرا) نالہ (یا کنواں) ہے' اس سے دوزخ بھی ہر روز چار سو بار پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا' یارسول اللہ! اس میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ فرمایا۔ اپنے اعمال میں ریاکاری کرنے والے قاری۔" اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے' اسی طرح ابن ماجہ نے بھی۔ ان کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ "تحقیق اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مبغوض وہ قاری ہیں جو امراء سے ملتے ہیں۔ (طمع دنیا اور غرض فاسد کے لئے) محاربی کہتے ہیں' ان امراء سے مراد ظالم (وبدکار) امراء ہیں۔

وعن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشک ان یاتی علی الناس زمان" لایبقی من الاسلام الااسمہ ولا یبقی من القران الا رسمہ مساجدھم عامرۃ" وھی خراب" من الھدے علماؤھم شر" من تحت ادیم السمآء من عندھم تخرج الفتنہ وفیھم تعود۔ رواہ ابیھقی فی شعب الایمان۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قریب ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ قرآن کی رسم رہ جائے گی ان کی مسجدیں (بظاہر آباد (ذپر رونق) ہوں گی۔ اور حقیقت میں وہ (نور علم و ہدایت سے محروم ہوں گی (یعنی ان سے مسلمانوں کو ایمان و عمل صالح کی وہ رہنمائی اور طاقت نہ ملے گی جو مسجدوں سے ملنی چاہیے) اس آسمان کے نیچے ان کے علماء بدترین خلائق ہوں گے۔ ان سے

فتنہ (تکفیر و تفسیق اور تفرق و انتشار) نکلے گا۔ اور انہی میں لوٹ جائے گا۔

وعن زیاد بن لبید قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیئا" فقال ذاک عند اوان ذھاب العلم قلت یارسول اللہ کیف یذھب العلم ونحن نقرا القرآن ونقرئہ ابناءنا ویقرئہ ابناءنا ابناءھم الی یوم القیمۃ فقال ثکلتک امک زیاد ان کنت لاراک من افقہ رجل بالمدینۃ اولیس ھذہ الیھود والنصاری یقرءون التورتہ والانجیل لا یعملون بشئی" مما فیھما۔ رواہ احمد وابن ماجہ وروی الترمذی عنہ نحوہ وکذا الدارمی عن ابی امامہ

زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ چیزوں کا ذکر کیا اور فرمایا۔ یہ اس وقت ہوگا جب علم جاتا رہے گا۔ میں نے عرض کیا یہ کیسے ہوگا جب کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اپنے بیٹوں کو بھی پڑھاتے ہیں اور ہمارے بیٹے اپنے بیٹوں کو پڑھائیں گے (اسی طرح قرآن کی تعلیم کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا) فرمایا۔ گم کرے تجھ کو تیری ماں اے زیاد! میں تو تجھے مدینہ میں سب سے زیادہ فقیہ سمجھتا تھا (مگر یہ تونے کیسی بے سمجھی بات کہی) کیا یہ یہود و نصاری' تورات و انجیل کو نہیں پڑھتے؟ پڑھتے ہیں۔ مگر جو کچھ ان میں ہے اس پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے (ایسی لفظی اور رسمی تلاوت کا کیا فائدہ۔ اصل چیز تو فہم و عمل ہے نہ کہ محض لفظوں کو رٹتے رہنا۔ جب فہم و عمل ہی نہیں تو کچھ بھی نہیں) اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے بھی ان سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔ اسی طرح دارمی نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اول الناس یقضی علیہ یوم القیمۃ رجل ن استشھد فاتی بہ فعرفہ نعمتہ فعرفھا فقال فما

عملت فیہا قال قاتلت فیک حتی استشہدت قال کذبت ولکنک قاتلت لان یقال جری" فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجہہ حتی القی فی النار ورجل" تعلم العلم وعلمہ وقرا القران فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفہا قال فما عملت فیہا قال تعلمت العلم وعلمتہ وقرات فیک القران قال کذبت ولکنک تعلمت العلم لیقال انک عالم" وقرات القران لیقال ہو قاری" فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجہہ حتی القی فی النار ورجل" وسع اللہ علیہ واعطہ من اصناف المال کلہ فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفہا قال فما عملت فیہا قال ماترکت من سبیل تحب ان ینفق فیہا الا انفقت فیہا لک قال کذبت ولکنک فعلت لیقال ہو جواد" فقد قیل ثم امر بہ فسحب علی وجہہ ثم القی فی النار۔ رواہ مسلم"۔

انہی سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا۔ "قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے ایک شخص کا فیصلہ کیا جائے گا (باعتبار (اس امر کے کہ اس نے خلوص نیت سے اپنے عمل کو محروم رکھا ہوگا) وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو شہید ہوگا' وہ لایا جائے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے۔ وہ ان کو پہچان لے گا (یعنی تسلیم کرلے گا) ارشاد باری ہوگا۔ تو نے ان کے مقابلہ میں کیا عمل (کیا شکریہ ادا کیا) وہ عرض کرے گا۔ میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ میں شہید کردیا گیا ارشاد ہوگا۔ تو جھوٹا ہے۔ تو تو اس لئے لڑا تھا کہ تجھے بہادر وشجاع کہا جائے' سو ایسا کہا گیا۔ پھر اس کو حکم دیا جائے گا۔ اس پر وہ چہرہ کے بل کھینچا جائے گا۔ یہاں تک کہ دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (دوسرا) ایک شخص وہ ہوگا جس نے علم حاصل کیا۔ اس کو دوسروں کو سکھلایا۔ اور قرآن پڑھا (یعنی وہ عالم اور قاری ہوگا) اس کو لایا جائے گا' اس کو نعمتیں یاد

دلائی جائیں گی۔ وہ ان کو تسلیم کرلے گا۔ کہا جائے گا تو نے ان کے شکریہ میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا' درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا' دوسرں کو علم دیا۔ اور قرآن پڑھا۔ ارشاد ہو گا۔ تو جھوٹا ہے تو نے تو علم اس لئے حاصل کیا تھا کہ عالم کہلائے اور قرآن اس لئے پڑھا تھا کہ قاری کہلائے' سو ایسا کہا گیا۔ پھر اس کو حکم دیا جائے گا۔ وہ منہ کے بل کھینچا جائے گا۔ اور آگ میں ڈالا جائے گا (تیسرا) وہ شخص ہو گا جس کو اللہ تعالیٰ نے آسودہ حال اور کشادہ روزی کیا۔ اور اس کو ہر قسم کے مال و متاع سے نوازا وہ لایا جائے گا۔ اس کو نعمتیں یاد دلائی جائیں گی۔ وہ ان کو تسلیم کرلے گا۔ ارشاد ہو گا تو نے ان کے شکرانہ میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسا مصرف نہیں چھوڑا کہ تو اس کو محبوب رکھتا ہو' اور میں نے اس پر اپنا مال خرچ نہ کیا ہو (یعنی میں نے اپنے مال کو بے دریغ تیری راہ میں صرف کیا) ارشاد ہو گا تو جھوٹا ہے۔ تو نے یہ فعل اس لئے کیا تھا کہ تو سخی مشہور ہو۔ سو ایسا کہا گیا۔ پھر اس کو حکم دیا جائے گا۔ وہ منہ کے بل کھینچا جائے گا۔ اور آگ میں ڈال دیا جائے گا۔" اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس باب کی تمام احادیث مشکوٰۃ سے منقول ہیں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث بھی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کی ہدایت کے لئے اتارا گیا ہے۔ اور اس سے پہلے یہ تفصیل آگئی ہے کہ قرآن مجید ہدایت تب ہی تو بن سکتا ہے کہ اس کی تعلیم و تدریس ہو۔ اور ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم و تدریس اس وقت موثر ہوگی کہ جب معلم و مدرس اور مبلغ کے دل میں خلوص اور

رضاالٰہی پیش نظر ہو اور اگر اسکے دل میں ریا ہو تو وہ خود گمراہی کے گڑھے میں گر جائے گا۔ اور اس کے نتیجے میں اسے دوزخ ملے گا۔ قربان جاؤں حضرت محمد ﷺ پر کہ آپؐ نے ھدی للناس کے ہر سری' مخفی اور ظاہری پہلو کو کھول کر بیان فرمادیا ہے اور کوئی ایسا گوشہ باقی نہیں ہے جس سے آپؐ نے پردہ نہ اٹھایا ہو۔

اپنی شخصیت کو نمایاں اور قرآن میں اختلاف ڈالنے کے لئے علم دین سیکھنا کفر ہے۔

وعن کعب بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم لیجاری بہ العلمآء او لیماری بہ السفہآء اویصرف بہ وجوہ الناس الیہ لادخلہ اللہ النار روہ الترمذی وزواہ ابن ماجہ عن ابن عمر

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص علم اس لئے حاصل کرے کہ اس کے ذریعہ علماء پر فخر کرے' یا اس کے ذریعہ بیوقوفوں سے جھگڑا کرے' یا اس کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے' تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کریں گے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے' اور ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرآء فی القران کفر" رواہ احمد وابو داؤد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے" (مطلب یہ کہ قرآن کو جھٹلانا اور اسکے واضح حکم کو رد کردینا کفر ہے) اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال سمع النبی صلی اللہ علیہ

وسلم قوما" یتدارؤن فی القرآن فقال انما ھلک من کان قبلکم بھذا ضربوا کتب اللہ بعضہ ببعض فما علمتم منہ فقولوا وما جھلتم فکلوہ الی عالمہ۔ رواہ احمد وابن ماجہ

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول مقبول ﷺ نے چند لوگوں کو قرآن میں جھگڑتے ہوئے سنا (یعنی قرآن کی کسی آیت کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں) فرمایا۔ تم سے پہلے جو تھے وہ اسی طرح ہلاک ہوئے۔ کہ انہوں نے کتاب اللہ میں جھگڑے ڈالے۔ اس کو بحث وجدال کی چیز بنا لیا) اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے (اس میں تناقض و تضاد ثابت کیا) اس کے بعض حصہ کو بعض سے رد کرتے تھے۔ پس تمہیں اگر علم ہو تو کہو (علمی مذاکرہ کرو) اور جو کچھ نہیں جانتے اس کو عالم کے حوالہ کر دو (کتاب اللہ کو جہالت ولاعلمی، بحث وجدال اور تاویلات باطلہ کا ہدف نہ بناؤ) اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ یہ احادیث مشکوٰۃ سے منقول ہیں۔

تشریح

یہاں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ احادیث بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ان احادیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی قرآن مجید اس لئے سیکھتا ہے کہ لوگوں میں اس کی برتری اور شخصیت نمایاں ہو یا مناظرہ میں وہ جیت جائے۔ یا لوگوں کو قرآن میں شک پیدا ہو تو ایسا آدمی کافر ہے۔ کیونکہ اس کے طرز عمل سے فی الواقع لوگوں کو قرآن میں شک پیدا ہوگا۔ اور بجائے ہدایت کے گمراہی پھیلے گی۔

اختلاف قرات سے مفہوم نہیں بدلتا۔ ماخذ ہدایت قرآن' سنت اور اجماع ہے اور وعظ امیر یا مامور یا سردار کو کرنا چاہیے

وعن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزل القر آن علی سبعۃ احرف لکل ایۃ منھا ظھر" وبطن" ولکل حد مطلع"۔ رواہ فی شرح السنہ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ قرآن ' سات قراتوں پر نازل کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر آیت کا ایک ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک باطن' اور ہر حد کی جگہ خبردار ہونے کی ہے۔"

اس کو شرح السنہ میں روایت کیا ہے۔

وعن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العلم ثلثہ ایۃ" محکمتہ" او سنۃ" قآئمۃ" او فریضۃ" عادلۃ" وماکان سوی ذلک فضل"۔ رواہ ابو داؤد وابن ماجہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "علم تین ہیں۔ مضبوط آیت' سنت قائمہ اور فریضہ عادلہ۔ اور جو کچھ ان تینوں کے علاوہ ہے۔ وہ فضل ہے۔" اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ (آیت محکم سے مراد وہ آیت ہے جس میں کوئی تاویل نہ ہو سکے' سنت قائمہ سے مراد صحیح حدیث ہے۔ فریضہ عادلہ سے مراد اجماع اور قیاس صحیح ہے۔)

وعن عوف بن مالک فی الاشجعی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقص الا امیر" او مامور" او مختال"۔ رواہ ابو داؤد و رواہ الدارمی۔ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وفی روایتہ او مر اءبدل او مختال"

عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہ بیان کرے مگر حاکم یا محکوم یا سردار۔ "(تین شخص ہیں جو وعظ کرتے ہیں۔ حاکم، محکوم اور تکبر کرنے والا۔ اولٌ کے دو کو کرنا چاہئے، اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور دارمی نے عمرو بن شعیب سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے ان کو روایت کیا۔ اور دارمی کی ایک روایت میں مختال کے بجائے مراء

ف:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعہ اللمعات ترجمہ مشکوۃ ص ۱۸۰ میں فرماتے ہیں از ینجا استنباط میتواں کرو کہ قصد برسجادہ مشیخت برائے وعظ و ارشاد و ہدایت بی اذن مشائخ واجازت واستخلاف ایشاں جائز نبود۔ اس باب کی احادیث مشکوۃ سے منقول ہیں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ احادیث بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر یہاں ایک شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی لغات مختلف ہیں ان کی وجہ سے شائد کہ مفہوم بدل جاتا ہوگا تو پھر بھی پردہ پڑ جائے گا۔ اب پتہ نہیں چلے گا کہ ہدایت کیا ہے اور گمراہی کیا ہے۔ پس ان احادیث میں سے پہلی حدیث میں جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید اگرچہ سات لغات میں اتارا گیا ہے مگر ان مختلف لغات کی وجہ سے آیات کا مفہوم نہیں بدلتا کیونکہ قرآن مجید کا ایک تو ظاہری مفہوم ہے۔ اور ایک باطنی مفہوم ہے۔ اور ہر ایک کی حد متعین ہے پس ظاہری طور پر الفاظ کے اختلاف سے باطنی مفہوم نہیں بدلتا۔ تاکہ ہدایت مخفی اور پوشیدہ ہو جائے اور اس کے بعد جو حضرت

عبداللہ بن عمرو والی روایت ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ سورۃ البقرہ والی آیت میں جو ھدی للناس فرمایا ہے اس ہدایت کے تین ماخذ ہیں ایک آیات محکمہ یعنی قرآن مجید۔ اور دوسری سنت قائمہ یعنی احادیث نبی ﷺ اور تیسرا فریضہ عادلہ یعنی اجماع امت۔ ان تینوں میں سے آیات اور احادیث کی تفصیل تو بیان ہو رہی ہے۔ اور اجماع کی تفصیل کتب اصول میں ہے۔ یہاں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

اور اس کے بعد حضرت عوف والی روایت ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ تین آدمیوں کو وعظ کرنا چاہیئے۔ ایک حاکم وقت کو۔ اور دوسرا اس کے نائب کو۔ اور تیسرا قوم کے سردار کو۔ کیونکہ انکا وعظ موثر زیادہ ہو گا۔ اور ان کے علاوہ اگر کوئی وعظ کرے گا تو اس کا وعظ موثر نہیں ہو گا۔ اور اصلی مقصد یہ ہے کہ لوگوں تک ہدایت پہنچے۔ اور حدیث کے آخر میں جو لفظ مختال آیا ہے اس کے معنی متکبر کے لکھے ہیں مگر یہاں اس حدیث سیاق و سباق کے لحاظ سے یہ معنی لگتا نہیں ہے۔ اس لئے یہاں سردار کا معنی کیا گیا ہے واللہ اعلم

احیاء دین کے لئے ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد بھیجا جاتا ہے۔

عن ابی الدرداء قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فشخص ببصرہ الی السماء ثم قال ھذا اوان" یتخلس فیہ العلم من الناس حتی لا یقدروا منہ علی شئی"۔ رواہ الترمذی۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پاس تھے۔ پس آپ نے آسمان کی طرف اپنی نگاہ بلند کی۔ پھر فرمایا۔ یہ ہے وقت کہ لوگوں میں سے علم جاتا رہے گا۔ یہاں تک کہ علم میں سے کسی چیز پر طاقت نہ رکھیں

گے۔(یعنی وحی آئی اور معلوم ہوا کہ آپ کی وفات نزدیک ہے۔ اب علم وحی منقطع ہو جائے گا) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

وعن ابی هریرة روایته "یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلایجدون احد" ا اعلم من عالم المدینه رواه الترمذی وفی جامعه قال ابن عیینه انه مالک ابن انس ومثله عن عبدالرزاق قال اسحق ابن موسی وسمعت ابن عیینه انه قال هو العمری الزاهد واسمه عبدالعزیز بن عبدالله

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (یعنی یہ آپ سے مرفوعا" روایت ہے کہ) قریب ہے کہ لوگ اونٹوں کے جگر ماریں گے۔ علم طلب کریں گے۔ مگر کسی کو مدینہ کے عالم سے زیادہ عالم نہیں پائیں گے (یعنی علم کی طلب میں دور دراز کا سفر کریں گے۔ اور محنت و مشقت برداشت کریں گے) اس کو ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے۔ مالک ابن عینہ کہتے ہیں کہ عالم مدینہ سے مراد حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ عبدالرزاق سے بھی ابن عینہ کے کلام کے مطابق منقول ہے۔ اسحاق بن موسی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عینہ کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ عالم عمری زاہد ہیں۔ اور ان کا نام عبدالعزیز بن عبداللہ ہے۔

ف:۔ عمری اولاد حضرت عمر بن خطاب سے ہیں۔ بڑے زاہد تھے ۱۲ مصحح

وعنه قال فیما اعلم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله عزوجل یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنته من یجدد لها دینها۔ رواه ابوداؤد۔

انہی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یقینا" اللہ جل جلالہ بھیجے گا اس امت کے نفع کے لئے ہر صدی کے سرے پر اس شخص کو دین کو نیا کرتا رہے گا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

وعن ابراہیم بن عبدالرحمن الغذری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحمل ھذاالعلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المطلین وتاویل الجاھلین رواہ البیہقی فے کتابہ المدخل من حدیث بقیہ ابن الولید عن معان ابن رفاعہ عن ابراہیم بن عبدالرحمن الغذری

ابراہیم بن عبدالرحمن غذری کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ "ہر آنے والی جماعت نیک و معتمد (کتاب و سنت کے) اس علم کو حاصل کرے گی۔ جو (کتاب و سنت کے) علم سے حد سے بڑھنے والوں کی تحریف جھوٹ باندھنے والے باطلوں اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے (یعنی دین حق کو ہر قسم کی آمیزشوں سے پاک رکھیں گے) اس کو بیہقی نے اپنی کتاب مدخل میں بقیہ بن ولید نے' معان سے انہوں نے ابن رفاعہ سے اور انہوں نے ابراہیم بن عبدالرحمن غذری سے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ ھدی للناس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن حکیم تمام انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں تا قیامت آنے والے سب ہی انسان شامل ہیں۔ مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تو اپنے دور میں اس ہدایت نامہ کو کھول کر بیان فرمادیا تھا۔ اور ہر دور میں نبی کے وصال کے بعد شیطان نے لوگوں کو گمراہ کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے نیا نبی بھیج کر ان لوگوں کی اصلاح فرمائی تھی۔ اور نبی ﷺ کے بعد بھی تو ایسا ہونے والا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے کیا

انتظام کیا؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجددین کا نظام قائم فرمایا ہے یعنی جس وقت بھی لوگوں کے دین میں کمزوری آجاتی ہے جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ ایک مجدد بھیج دیتے ہیں جو دین کا احیاء کرتا ہے۔ جو توحید و شرک اور بدعت اور سنت کو الگ الگ کر کے پیش کرتا ہے۔ اور اہل باطل کی طرف سے دین متین پر جو شبہات اور اعتراضات ہوتے ہیں انہیں دور کرتا ہے۔ اور ایسے مجددین پہلے کئی گزر گئے ہیں۔ اور آج امام مہدی کا انتظار ہے۔ امام مہدی پیدا تو ہو چکے ہیں صرف اس کا ظہور باقی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہے گا ظاہر کر دے گا۔

وعظ و نصیحت ہفتہ میں ایک دو یا تین مرتبہ ہونا چاہیے

وعن عکرمہ ان ابن عباس قال حدث الناس کل جمعة مرة" فان ابیت فمرتین فان اکثرت فثلث مرات ولا تمل الناس ھذا القران ولا الفینک تاتے القوم وھم فی حدیثھم فتقص علیھم فتقطع علیھم حدیثھم فتملھم ولکن انصت فاذا امروک فمحدثھم وھم یشتھونہ وانظر السجع من الدعاء فاجتنبہ فانی عھدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ لا یفعلون ذلک رواہ البخاری۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگوں سے ہر جمعہ کو ایک مرتبہ حدیث بیان کیا کرو۔ (یعنی ہفتہ میں ایک بار لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرو) اگر تو قبول نہ کرے تو دو بار۔ اگر تو اس سے زیادہ کی (ضرورت محسوس کرے) تو تین مرتبہ اور تو لوگوں کو تنگ نہ کر اس قرآن سے اور میں تجھ کو اس حالت میں نہ پاؤں کہ تو لوگوں کے پاس اس حالت میں آئے کہ وہ اپنی باتیں کر رہے ہوں۔ اور تو ان کو وعظ و نصیحت شروع کر دے۔ اور ان کی

باتوں کا سلسلہ منقطع کردے اور تو ان کو تنگ کردے پس (بہتر ہے کہ ایسی صورت میں، تو خاموشی اختیار کر۔ ہاں جس وقت تجھ سے کہیں اور ان میں رغبت و خواہش پائی جائے۔ تو پھر ان کو وعظ سنا۔ اور مقفی عبادت کو ترک کردے دعا سے میں نے آنحضرت ﷺ سے اور ان کے صحابہ سے ایسا ہی معلوم کیا ہے۔ وہ دعا میں مقفی عبارت کا استعمال نہ کرتے تھے (یعنی دعا میں قافیہ بندی کا استعمال نہ کیا کرو) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

وعن شقیق قال کان عبداللہ بن مسعود یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یا اباعبد الرحمان لوددت انک ذکرتنا فی کل یوم قال اما انه یمنعنی من ذالک انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یتخولنا بها مخافه السامة علینا۔ متفق علیه۔

شقیق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے۔ پس ان سے ایک شخص نے کہا کہ اے ابو عبدالرحمان میری خواہش اور رائے ہے کہ اگر آپ روزانہ وعظ و نصیحت کیا کرتے تو (بہتر) ہوتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس بات سے جو چیز روکتی ہے وہ یہ ہے کہ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم کو (وعظ سنا سنا کر) تنگ کردوں۔ میں تو تمہاری وعظ و نصیحت کے ذریعے اسی طرح خبر گیری کرتا ہوں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری خبرگیری کیا کرتے تھے ہماری وعظ و نصیحت کے ذریعے اس خوف سے کہ ہم اکتا نہ جائیں۔ اس کو بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو اثر ہیں۔ ایک حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ وعظ ہفتہ میں ایک دفعہ یا دو دفعہ یا تین دفعہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت شقیق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے اس کا بھی یہی مقصد ہے۔ اور اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی نمونہ نقل کیا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ لوگ اکتا جائیں گے۔ پس یہ دو اثر بھی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ هدیً للناس کی تفسیر ہے۔ یہاں اصلی مقصد لوگوں تک ہدایت پہنچانا ہے اور جب وہ اکتا جائیں گے۔ تو بات پوری توجہ سے نہیں سنیں گے تو ہدایت کے کچھ حصہ سے محروم رہ جائیں گے۔

قرآن بحیثیت معجزہ ھدی للناس ہے۔

واذا لم تاتھم بایہ قالوا لولا اجتبیتھا قل انما اتبع ما یوحی
الی من ربی ھذا بصائر من ربکم وھدیً ورحمہ القوم یومنون

اور جب تو ان
کے پاس کوئی معجزہ نہیں لاتا تو کہتے ہیں کہ تو فلاں معجزہ کیوں نہیں لایا کہہ دو میں
اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا جاتا ہے یہ
تمہارے رب کی طرف سے بہت سی دلیلیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے ان
لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں۔

ویقولون لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ فقل انما الغیب للہ فانتظروا انی
معکم من المنتظرین○

اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری سو تو کہہ
دے کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ
انتظار کرتا ہوں۔

ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ قل ان اللہ یضل من یشاء
ویھدی الیہ من اناب○

اور کافر کہتے ہیں اس پر اس کے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری کہہ
دو اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے
اپنے تک پہنچنے کا راستہ دکھاتا ہے۔

وقالوا لولا یاتینا بایۃ من ربہ ط اولم تاتھم بینۃ ما فی الصحف الاولی○
اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں
لے آتا کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی شہادت نہیں پہنچی۔

وقالوا لولا انزل علیہ ایٰت من ربہ قل انما الایٰت عند اللہ ط و انما انا نذیر

مبین ○ اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلی علیھم ان فی ذلک لرحمۃً و ذکری لقوم یومنون○

اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتریں کہہ دو نشانیاں تو اللہ ہی کے اختیار میں ہیں اور میں تو بس کھول کر سنا دینے والا ہوں کیا ان کے لئے کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں رحمت ہے اور ایمان والوں کے لئے نصیحت ہے۔

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا" ○

کہہ دو اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں تو ایسا نہیں لاسکتے اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو۔

ام یقولون افتراہ ط قل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صٰدقین○ فالم یستجیبوا لکم فاعلموا انما انزل بعلم اللہ و ان لا الہ الا ھو ج فھل انتم مسلمون○

کیا کہتے ہیں کہ تو نے قرآن خود بنالیا ہے کہہ دو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس کو بلاسکو بلالو اگر تم سچے ہو پھر اگر تمہارا پورا نہ کریں تو جان لو کہ قرآن اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس کیا تم فرمانبرداری کرنے والے ہو۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ ص و ادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صدقین○ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین○

اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے

تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جس قدر تمہارے حمایتی ہوں بلالو اگر تم سچے ہو بھلا اگر ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاء تھم ایۃ لیومنن بھا ط قل انما الایٰت عنداللہ وما یشعرکم انھا اذا جائت لایومنون ○ ونقلب افئدتھم و ابصارھم کمالم یومنوا بہ اول مرۃ و نذرھم فی طغیانھم یعمھون ○

اور وہ اللہ کے نام کی پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے تو اس پر ضرور ایمان لاویں گے ان سے کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں اے مسلمانو کیا خبر ہے کہ جب نشانیاں آئیں گی تو یہ لوگ ایمان لے ہی آئیں گے اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جس طرح یہ پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔

ولو اننا نزلنا الیھم الملئکۃ و کلمھم الموتی و حشرنا علیھم کل شئی قبلا" ماکانو لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرھم یجھلون○

اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیں اور ان سے مردے باتیں بھی کریں اور ان کے سامنے ہم ہر چیز کو زندہ بھی کردیں تو بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ اللہ چاہے (۱)

قریش نے کہا تھا کہ اگر کوہ صفا سونا ہو جائے تو مان جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاہدہ کرو تو انہوں نے قسمیں کھائیں اس کے جواب میں یہ آیتیں اتری ہیں۔

وما منعنا ان نرسل بالایٰت الا ان کذب بھا الاولون ط واٰتینا ثمود الناقۃ

مبصرۃ فظلموا بھا ط وما نرسل بالاٰیت الا تخویفا" ○

اور ہم نے اس لئے معجزات بھیجنے موقوف کردئے کہ پہلوں نے انہیں جھٹلایا تھا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی کا کھلا ہوا معجزہ دیا تھا پھر بھی انہوں نے اس پر ظلم کیا تھا اور یہ معجزات تو محض ڈرانے کے لئے بھیجتے ہیں۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں مختلف سورتوں سے چودہ آیات جمع کی گئی ہیں اور یہ آیات قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کے جملہ "ھدی للناس" کی تفسیر ہے کیونکہ اس جملہ میں اتنا فرمایا ہے کہ قرآن مجید لوگوں کے لئے ہدایت ہے مگر اس میں اجمال ہے۔ کیونکہ اس میں یہ نہیں بتایا کہ ہدایت کی کتنی صورتیں ہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہدایات کی صورتوں کی تفصیل بیان فرمائی ہے جو پہلے بیان ہوچکی ہے اور ہدایات کی صورتوں سے ایک صورت اللہ تعالیٰ نے خود ان آیت میں بیان فرمائی ہے کہ قرآن مجید بحیثیت معجزہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ لفظ معجزہ اعجاز سے بنا ہے اس کا معنی ہے عاجز کردینے والی چیز اور شریعت کی اصطلاح میں خرق عادت پیدا ہونے والی چیز کو معجزہ کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا عام دستور اور طریقہ یہ ہے کہ چیزوں کو مادہ اور نر کے جوڑ اور ملاپ سے پیدا فرماتے ہیں۔ اور اس سے عام تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طریقے کے خلاف پیدا نہیں کرسکتے تو اس تاثر کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے دستور سے ہٹ کر بھی کچھ چیزیں پیدا کردیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش۔ اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی وغیرہ۔ اس کی مختلف حیثیتیں ہوتی ہیں اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ کے معتاد طریقہ کے خلاف اس کا

ظہور ہوا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ثبوت ہے۔

اور اگر اس اعتبار سے کہ اس کی وجہ سے کسی مردہ میں جان آگئی ہے تو وہ عقیدہ قیامت کا ثبوت ہے۔ جیسا کہ عیسی علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دکھاتے تھے۔ اور اس اعتبار سے کہ کسی پیغمبر کے ہاتھ پر اس کا ظہور ہوا ہے تو یہ اس کی نبوت کا ثبوت ہے۔ اور اگر یہ کمال کسی ولی اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے تو یہ اس کی کرامت ہے۔ اور ایسے بہت سے معجزات اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو عطا فرمائے تھے۔ ہم اس وقت ان سے صرف نظر کرتے ہیں۔ ہم اس وقت صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور معجزہ دیا گیا ہے اور یہ معجزہ اس اعتبار سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ یعنی پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ اور عام دستور یہ ہے کہ آدمی پہلے پڑھنا لکھنا سیکھتا ہے تب وہ پڑھ سکتا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امی ہونے کے باوجود کلام (قرآن مجید) اتنا اونچا پیش فرمایا کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے بھی ایسا کلام نہیں پیش کرسکتے تھے۔ تو اس کا مقصد یہ ہوا کہ یہ اصل میں فعل خداوندی ہے۔ یہ کلام الٰہی ہے۔ اور وہی اپنا یہ کلام اپنے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر ظاہر فرما رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا یہ فعل نہیں تھا۔ اور کفار نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار معجزات کا مطالبہ کیا تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین جیسے معجزات پیش کریں اور اللہ تعالیٰ نے جواب میں قرآن مجید پیش فرمایا ہے اور انبیاء سابقین جیسے معجزات آپ کو نہ دینے کی وجوہات بیان فرمائی ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے۔ چنانچہ یہاں پہلی سورۃ الاعراف کی آیت دوسو تین

اس میں اللہ تعالیٰ نے پہلے مشرکین کا وہ مطالبہ نقل کیا ہے جو انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا کہ آپ ہمارا مطلوبہ معجزہ کیوں نہیں لائے تاکہ ہم ایمان لے آتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے کہ اس کے دو جواب دے دو۔ ایک یہ ہے کہ میرا کام وحی کی اتباع کرنا ہے۔ معجزات پیش کرنا نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت اور ایمان کے لئے یہ قرآن معجزہ اتارا ہے جو سراپا رحمت ہے۔ یعنی اس کا نظام رحیمانہ ہے۔ اس پر عمل کرنے سے انسان خودبخود مہربان ہوجاتا ہے۔ اور دوسری یہاں سورۃ یونس کی آیت نمبر بیس ہے اس کے اندر بھی مشرکین کا وہی مطالبہ نقل کیاگیا ہے۔ اور اس کا تیسرا جواب یہ دیا ہے کہ جو معجزہ تم مانگتے ہو وہ نہ دینے کی وجہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا۔ اور تیسری یہاں سورۃ الرعد کی آیت نمبر ستائیس ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا وہی مطالبہ پہلے نقل کیا ہے اس کا چوتھا جواب دیا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے۔ اور ہدایت دیتا ہے اسے جو اس کی طرف انابت اختیار کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے معجزہ قرآن کو ہدایت کا فارمولا بناکر نازل فرمایا ہے۔ اب جو آدمی اسے پڑھے گا یا سنے گا اس میں غور و فکر کرے گا تو اسے ہدایت نصیب ہوگی۔ اور جو ایسا نہیں کرے گا وہ ہدایت سے محروم رہے گا۔ لہٰذا اگر ہدایت چاہتے ہو تو اسے پڑھو سنو اور اس میں غور و فکر کرو۔ اور چوتھی یہاں سورۃ طٰہٰ کی آیت ایک سو تینتیس ہے اس کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے مشرکین کا وہی مطالبہ نقل کرکے پانچواں جواب دیا ہے کہ قرآن مجید کا تذکرہ پہلی کتابوں میں موجود تھا۔ اس کے معجزہ ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔ اور پانچواں یہاں سورۃ عنکبوت کی

آیت پچاس اور اکیاون ہے۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے پہلے مشرکین کا مشہور مطالبہ نقل کر کے حضور کو فرمایا ہے کہ انہیں کہہ دو کہ معجزہ پیش کرنا میرے بس میں نہیں ہے یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ میرا کام صرف عذاب الٰہی سے لوگوں کو ڈرانا ہے۔ اور قرآن مجید معجزہ کافی ہے۔ یہ مضمون پہلے گزر گیا ہے۔ دوبارہ تاکید" ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر اٹھاسی ہے۔ اس میں فرمایا ہے کہ قرآن حکیم ایسا معجزہ ہے کہ جنات انسان سارے جمع ہو کر بھی اس کا مقابلہ کرنا چاہیں اور اس کی نظیر پیش کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ یہی اس کے معجزہ ہونے کی علامت ہے کیونکہ معجزہ وہی ہوتا ہے کہ جس کا مقابلہ انسان نہ کر سکیں۔ اور اس کے بعد سورۃ ھود کی آیت تیرہ اور چودہ ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت مین فرمایا کہ سارے قرآن کا مقابلہ کرنا تو کجا اس کی دس سورتوں کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔ پس انہیں یقین کرنا چاہئے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ اور اس کے بعد سورۃ البقرہ کی آیت تیئس ہے اس میں فرمایا ہے کہ اگر اب بھی ان کا شک دور نہیں ہوتا تو انہیں فرمادیں کہ تم اس کی سورتوں میں سے کسی چھوٹی سی سورۃ جیسی سورۃ بنالو۔ اب اگر نہ بنا سکو تو یقین جانو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ مزید تشریح معارف القرآن مولفہ مفتی شفیع سے نقل کی جاتی ہے۔

وان کنتم فی ریب کا ترجمہ اردو میں شک کا کیا جاتا ہے' مگر امام راغب اصفہانی نے فرمایا کہ درحقیقت ریب ایسے تردد اور وہم کو کہا جاتا ہے جس کی بنیاد کوئی نہ ہو' تو ذرا غور و تامل کرنے سے رفع ہو جائے' اسی لئے قرآن کریم میں اہل علم سے ریب کی نفی کی گئی ہے اگرچہ وہ مسلمان نہ ہوں' جیسے ارشاد ہے' ولا یرتاب الذین اوتوا الکتاب والمومنون یہی وجہ ہے کہ شروع سورۃ

بقرہ میں قرآن کریم کے متعلق فرمایا لاریب فیہ کہ اس میں کسی ریب کی گنجائش نہیں، اور اس آیت میں فرمایا وان کنتم فی ریب یعنی اگر ہو تو کسی تردد میں، جس کا حاصل یہ ہے کہ، اگرچہ قرآن کریم اپنے واضح اور معجزانہ دلائل کی بناء پر کسی شک و تردد کا محل نہیں ہے، لیکن اپنی ناواقفیت سے پھر بھی تمہیں کوئی تردد ہے تو سن لو، فاتوابسورۃ من مثلہ لفظ سورۃ کے معنی محدود قطعہ کے ہیں، اور سورت قرآن اس خالص حصہ قرآن کو کہا جاتا ہے، جو بذریعہ وحی ممتاز اور علیحدہ کردیا گیا ہے۔

پورے قرآن میں اس طرح ایک سو چودہ سورتیں چھوٹی بڑی ہیں، اور اس جگہ لفظ سورت بغیر الف لام کے لانے سے اس طرح اشارہ پایا گیا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی سورت بھی اس حکم میں شامل ہے، معنی یہ ہیں کہ اگر تمہیں اس کلام کے قرآن الٰہی ہونے میں کوئی تردد ہے، اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے انسان نے خود بنالیا ہے تو اس کا فیصلہ بڑی آسانی سے اس طرح ہوسکتا ہے کہ تم بھی اس قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال بنالاؤ، اگر تم اس کی مثال بنانے میں کامیاب ہوگئے تو بیشک تمہیں حق ہوگا کہ اس کو بھی کسی انسان کا کلام قرار دو، اور اگر تم عاجز ہوگئے تو سمجھ لو کہ یہ انسان کی طاقت سے بالاتر خالص اللہ جل شانہ کا کلام ہے،

یہاں کوئی کہہ سکتا تھا کہ ہمارا عاجز ہوجانا تو اس کی دلیل نہیں ہوسکتی کہ سبھی انسان عاجز ہیں، ہوسکتا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی یا جماعت یہ کام کرلے، اس لئے ارشاد فرمایا: وادعوا شھداء کم من دون اللہ شہداء، شاہد کی جمع ہے، جس کے معنی حاضر کے آتے ہیں، گواہ کو بھی شاید اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا حاضر ہونا ضروری ہے، اس جگہ شہداء سے مراد یا تو عام حاضرین ہیں، کہ

سارے جہاں میں جس جس سے تم اس کام میں مدد لینا چاہو لے سکتے ہو' اور یا اس سے مراد ان کے بت ہیں' جن کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ قیامت کے روز یہ ہمارے لئے گواہی دیں گے۔

دوسری آیت میں ان کو ڈرایا گیا کہ اگر تم یہ کام نہ کرسکو تو پھر جہنم کی ایسی سخت آگ سے بچنے کا سامان کرو جس کے انگارے آدمی اور پتھر ہوں گے' اور وہ تم ہی جیسے انکار کرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے' اور اسی جملہ کے بیچ میں جو واقع ہونے والا تھا اس کی خبر بھی دے دی' ولن تفعلوا یعنی خواہ تم کتنا ہی انفرادی اور اجتماعی زور لگاؤ تمہاری مجال نہیں کہ اس کی مثال بنا سکو۔

اس پر غور کیا جائے کہ جو قوم اسلام اور قرآن کی مخالفت اور اس کو گرانے مٹانے کے لئے اپنی جان' مال' اور اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لئے تلی ہوئی تھی' اس کو یہ آسان موقع دیا جاتا ہے' کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثال بنالاؤ تو تم اپنے مطلب میں کامیاب ہوسکتے ہو' اور یہ کہہ کر ان کی غیرت کو جوش میں لایا جاتا ہے' کہ تم ہرگز یہ کام نہ کرسکو گے' مگر پوری قوم میں کوئی بھی اس کام کے لئے آگے نہ بڑھا' اس سے بڑھ کر کون سا اعتراف اپنے عجز کا اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا ہوسکتا ہے' جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کھلا ہوا معجزہ ہے' جس نے تمام سرکشوں کی گردنیں جھکادیں۔

قرآن ایک زندہ اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات صرف ان کی حیات تک معجزے ہوتے' لیکن قرآن کا معجزہ بعد وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح معجزہ کی حیثیت میں باقی ہے' آج بھی ایک ادنی مسلمان ساری دنیا کے اہل

علم و دانش کو للکار کر دعوی کر سکتا ہے کہ اس کی مثال نہ کوئی پہلے لاسکا نہ آج لاسکتا ہے' اور جس کو ہمت ہو پیش کر کے دکھلائے۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مفسر جلالین نے اپنی کتاب خصائص کبری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معجزوں کے متعلق بحوالہ حدیث لکھا ہے کہ قیامت تک باقی ہیں' ایک قرآن کا معجزہ' دوسرے یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام حج میں تینوں جمرات پر لاکھوں آدمی تین روز تک مسلسل کنکریاں پھینکتے ہیں پھر کوئی ان کنکریوں کے ڈھیر کو یہاں سے اٹھاتا بھی نظر نہیں آتا' اور ایک مرتبہ پھینکی ہوئی کنکر کو دوبارہ استعمال کرنا بھی ممنوع ہے' اس لئے ہر حاجی اپنے لئے مزدلفہ سے کنکریاں نئی لے کر آتا ہے' اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ جمرات کے گرد ایک ہی سال میں ٹیلہ لگ جاتا' جس میں جمرات چھپ جاتے اور چند سال میں تو پہاڑ ہو جاتا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے کہ جس جس شخص کا حج قبول ہو اس کی کنکریاں اٹھالی جائیں' اب اس جگہ صرف ان کم نصیبوں کی کنکریاں باقی رہ جاتی ہیں' جن کا حج قبول نہیں ہوا' اس لئے ہر جگہ پڑی ہوئی کنکریاں بہت کم نظر آتی ہیں' اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہاں پہاڑ کھڑا ہو گیا ہوتا۔ یہ روایت سنن بیہقی میں موجود ہے۔

یہ ایک ایسی حدیث ہے جس کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی تصدیق ہر سال اور ہر زمانے میں ہو سکتی ہے' کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ حج میں لاکھوں آدمی ہر سال جمع ہوتے ہیں' اور ہر شخص ہر جمرہ پر ہر روز سات کنکریاں پھینکتا ہے' اور بعض جاہل تو بڑے بڑے پتھر پھینکتے ہیں' اور یہ بھی یقینی

طور پر معلوم ہے کہ ان کنکریوں کو یہاں سے اٹھانے اور صاف کرنے کا حکومت یا کوئی جماعت بھی روزانہ انتظام نہیں کرتی' نہ اٹھائی جاتی ہیں' اور جیسا قدیم سے دستور چلا آتا ہے کہ اس جگہ سے کنکریاں اٹھائی ہی نہیں جاتیں' تو اگلے سال اس کا دوگنا اور تیسرے سال تگنا ہو جائے گا' پھر کیا شبہ ہے کہ چند سال میں یہ حصہ زمین مع جمرات کے ان کنکریوں میں چھپ جائے گا اور بجائے جمرات کے ایک پہاڑ کھڑا نظر آئے' مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہے' اور یہ مشاہدہ ہر زمانے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کے لئے کافی ہے۔

اسی طرح معجزہ قرآن ایک زندہ اور ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے جیسے آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں اس کی نظیر یا مثال پیش نہیں کی جاسکی' آج بھی نہیں کی جاسکتی۔

اعجاز قرآنی کی تشریح

اس اجمالی بیان کے بعد آپ کو یہ معلوم کرنا ہے کہ قرآن کریم کو کس بناء پر آنحضرت ﷺ کا معجزہ قرار دیا گیا' اور اس کا اعجاز کن کن وجوہ سے ہے۔ اور کیوں ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہو گئی۔

دوسرے یہ کہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ چودہ سو برس کے عرصہ میں قرآن کی زبردست تحدی (چیلنج) کے باوجود کوئی اس کی یا اس کے کسی ٹکڑے کی مثال پیش نہیں کر سکا' یہ تاریخی حیثیت سے کیا وزن رکھتا ہے' یہ دونوں باتیں طویل الذکر اور تفصیل کی طالب ہیں'

وجوہ اعجاز قرآنی

پہلی بات کہ قرآن کو معجزہ کیوں کہا گیا؟ اور کیا وجوہ ہیں جن کے سبب

ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے' اس پر قدیم و جدید علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں' اور ہر مفسر نے اپنے اپنے طرز میں اس مضمون کو بیان کیا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ چند ضروری چیزیں عرض کرتا ہوں۔

اس جگہ سب سے پہلے غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ یہ عجیب و غریب کل علوم کی جامع کتاب' کس جگہ' کس ماحول میں' اور کس پر نازل ہوئی' اور کیا وہاں کچھ ایسے علمی سامان موجود تھے' جن کے ذریعہ دائرہ اسباب میں ایسی جامع بے نظیر کتاب تیار ہو سکے' جو علوم اولین و آخرین کی جامع' اور انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کے متعلق بہترین ہدایت پیش کر سکے' جس میں انسان کی جسمانی اور روحانی تربیت کا مکمل نظام ہو' اور تدبیر منزل سے لے کر سیاست ممالک تک ہر نظام کے بہترین اصول ہیں۔

جس سرزمین اور جس ذات پر یہ کتاب مقدس نازل ہوئی اس کی جغرافیائی کیفیت اور تاریخی حالت معلوم کرنے کے لئے آپ کو ایک ریگستانی خشک اور گرم علاقہ سے سابقہ پڑے گا جس کو بطحاء مکہ کہتے ہیں اور جو نہ زرعی ملک ہے نہ صنعتی' نہ راستے ہی کچھ ہموار ہیں جن سے وہاں تک پہنچنا آسان ہو' اکثر دنیا سے کٹا ہوا ایک جزیرہ نما ہے' جہاں خشک پہاڑوں اور گرم ریگ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا' اور دور تک نہ کہیں بستی نظر آتی ہے نہ کوئی کھیت نہ درخت۔

اس پورے خطہ ملک میں کچھ بڑے شہر بھی نہیں۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں اور ان میں اونٹ بکریاں پال کر اپنی زندگی گزارنے والے انسان بستے ہیں۔ اس کے چھوٹے دیہات کا تو کہنا کیا' جو برائے نام چند شہر کہلاتے ہیں' ان میں بھی کسی قسم کے علم و تعلیم کا کوئی چرچا نہیں' نہ وہاں کوئی سکول اور کالج ہے نہ کوئی بڑی یونیورسٹی یا دارالعلوم' وہاں کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ نے محض

قدرتی اور پیدائشی طور پر فصاحت و بلاغت کا ایک فن ضرور دے دیا ہے' جس میں وہ ساری دنیا سے فائق اور ممتاز ہیں' وہ نثر اور نظم میں ایسے قادر الکلام ہیں کہ جب بولتے ہیں تو رعد کی طرح کڑکتے اور بادل کی طرح برستے ہیں' ان کی ادنی ادنی چھوکریاں ایسی فصیح و بلیغ شعر کہتی ہیں کہ دنیا کے ادیب حیران رہ جائیں۔

لیکن یہ سب کچھ ان کا فطری فن ہے' جو کسی مکتب یا مدرسہ میں حاصل نہیں کیا جاتا۔ غرض نہ وہاں تعلیم و **تعلم** کا کوئی سامان ہے' نہ وہاں کے رہنے والوں کو ان چیزوں سے کوئی لگاؤ یا وابستگی ہے' ان میں کچھ لوگ شہری زندگی بسر کرنے والے ہیں تو یہ تجارت پیشہ ہیں' مختلف اجناس مال کی درآمد برآمد ان کا مشغلہ ہے۔

اس ملک کے قدیم شہر مکہ کے ایک شریف گھرانہ میں وہ ذات مقدس پیدا ہوتی ہے جو مہبط وحی ہے' جس پر قرآن اترا ہے' اب اس ذات مقدس کا حال سنئے:

ولادت سے پہلے ہی والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پیدا ہونے سے پہلے یتیم ہو گئے۔ ابھی سات سال کی بھی عمر نہ تھی کہ والدہ کی بھی وفات ہو گئی۔ آغوش مادر کا گہوارہ بھی نصیب نہ رہا' شریف آباء و اجداد کی فیاضی اور بے مثل سخاوت نے اپنے گھر میں کوئی اندوختہ نہ چھوڑا تھا' جس سے یتیم کی پرورش اور آئندہ زندگی کا سامان ہو سکے' نہایت عسرت کی زندگی' پھر ماں باپ کا سایہ سر پر نہیں' ان حالات میں آپ ﷺ نے پرورش پائی اور عمر کا ابتدائی حصہ گزارا جو تعلیم و **تعلم** کا اصلی وقت ہے' اس وقت اگر مکہ میں کوئی دارالعلوم ہو یا اسکول و کالج بھی ہوتا تو بھی آپ ﷺ کے لئے اس سے استفادہ

مشکل تھا، مگر معلوم ہوچکا کہ وہاں سرے سے یہ علمی مشغلہ اور اس سے دلچسپی ہی کسی کو نہ تھی، اسی لئے یہ پوری قوم عرب امیین کہلاتے تھے، قرآن کریم نے بھی ان کے متعلق یہ الفاظ استعمال کیا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا تھا کہ آپ ﷺ ہر قسم کی تعلیم و **تعلم** سے بے خبر رہے، وہاں کوئی بڑا عالم بھی ایسا نہ تھا جس کی صحبت میں رہ کر یہ علوم حاصل کئے جاسکیں، جن کا قرآن حامل ہے، پھر قدرت کو تو ایک فوق العادۃ معجزہ دکھلانا تھا، آپ ﷺ کے لئے خصوصی طور پر ایسے سامان ہوئے معمولی نوشت و خواند جو ہر جگہ کے لوگ کسی نہ کسی طرح سیکھ ہی لیتے ہیں آپ نے وہ بھی نہ سیکھی۔ بالکل امی محض رہے، کہ اپنا نام تک بھی نہ لکھ سکتے تھے۔ عرب کا مخصوص فن شعر و سخن تھا، جس کے لئے خاص خاص اجتماعات کئے جاتے اور مشاعرے منعقد ہوتے، اور اس میں ہر شخص مسابقت کی کوشش کرتا تھا، آپ کو حق تعالیٰ نے ایسی فطرت عطا فرمائی تھی کہ ان چیزوں سے بھی دلچسپی نہ لی، نہ کبھی کوئی شعر یا قصیدہ لکھا، نہ کسی ایسی مجلس میں شریک ہوئے۔

ہاں امی محض ہونے کے ساتھ بچپن سے ہی آپ ﷺ کی شرافت نفس، اخلاق فاضلہ، فہم و فراست کے غیر معمولی آثار، دیانت و امانت کے اعلی ترین شاہکار آپ ﷺ کی ذات مقدس میں ہر وقت مشاہدہ کئے جاتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عرب کے بڑے بڑے مغرور و متکبر سردار آپ ﷺ کی تعظیم کرتے تھے، اور سارے مکہ میں آپ ﷺ کو "امین" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

یہ امی محض چالیس سال تک مکہ میں اپنی برادری کے سامنے رہتے ہیں، کسی دوسرے ملک کا سفر بھی نہیں کرتے، جس سے یہ خیال پیدا ہوسکے کہ وہاں

جاکر علوم حاصل کئے ہوں گے' صرف ملک شام کے دو تجارتی سفر ہوئے' وہ بھی گنے چنے دن کے لئے جس میں اس کا کوئی امکان نہیں۔

اس امی محض ذات مقدس کی زندگی کے چالیس سال مکہ میں اپنی برادری میں اس طرح گزرے کہ نہ کبھی کسی کتاب یا قلم کو ہاتھ لگایا' نہ کسی مکتب میں گئے' نہ کسی مجلس میں کوئی نظم و قصیدہ ہی پڑھا' ٹھیک چالیس سال کے بعد ان کی زبان مبارک پر وہ کلام آنے لگا جس کا نام قرآن ہے جو اپنی لفظی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اور معنوی علوم و فنون کے لحاظ سے محیرالعقول کلام ہے۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتا تو بھی اس کے معجزہ ہونے میں کسی انصاف پسند کو کیا شبہ رہ سکتا ہے' مگر یہاں یہی نہیں بلکہ اس نے ساری دنیا کو تحدی کی' چیلنج دیا کہ کسی کو اس کے کلام الٰہی ہونے میں شبہ ہو تو اس کا مثل بنالائے۔

اب ایک طرف تو قرآن کی یہ تحدی اور چیلنج اور دوسری طرف ساری دنیا کی مخالف طاقتیں جو اسلام اور پیغمبر اسلام کو شکست دینے کے لئے اپنی مال جان' اولاد' آبرو سب گنوانے کو تیار ہیں' مگر اتنا کام کرنے کے لئے کوئی جرات نہیں کرتا' کہ قرآن کی ایک چھوٹی سے سورت کی مثال بنالائے۔ فرض کریجئے کہ یہ کتاب بے مثال و بے نظیر بھی نہ ہوتی' جب بھی ایک امی محض کی زبان سے اس کا ظہور اعجاز قرآن اور وجوہ اعجاز کی تفصیل میں جائے بغیر بھی قرآن کریم کے معجزہ ہونے کے لئے کم نہیں جس کو ہر عالم و جاہل سمجھ سکتا ہے۔

اعجاز قرآن کی دوسری وجہ

اب اعجاز کی دوسری وجہ دیکھئے۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن اور اس کے احکام ساری دنیا کے لئے آئے' لیکن اس کے بلا واسطہ اور پہلے مخاطب عرب تھے' جن کو اور کوئی علم و فن آتا تھا یا نہیں مگر فصاحت و بلاغت ان کا

فطری ہنر اور پیدائشی وصف تھا' جس میں وہ اقوام دنیا سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ قرآن ان کو مخاطب کرکے چیلنج کرتا ہے کہ اگر تمہیں میرے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شبہہ ہے تو تم میری ایک سورت کی مثال بنا کر دکھلادو' اگر قرآن کی یہ تحدی (چیلنج) صرف اپنے حسن معنوی یعنی حکیمانہ اصول اور علمی معارف و اسرار ہی کی حد تک ہوتی تو قوم امیین کے لئے اس کی نظیر پیش کرنے سے عذر معقول ہوتا' لیکن قرآن نے صرف حسن معنوی ہی کے متعلق تحدی نہیں کی' بلکہ لفظی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی پوری دنیا کو چیلنج دیا ہے' اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے اقوام عالم میں سب سے زیادہ مستحق عرب ہی تھے' اور فی الواقع یہ کلام قدرت بشر سے باہر کسی مافوق قدرت کا کلام نہیں تھا تو بلغاء عرب کے لئے کیا مشکل تھا کہ ایک امی شخص کے کلام کی مثال بلکہ اس سے بہتر کلام فوراً" پیش کردیتے' اور ایک دو آدمی یہ کام نہ کرسکتے تو قرآن نے ان کو یہ سہولت بھی دی تھی کہ ساری قوم مل کر بنالائے' مگر قرآن کے اس بلند بانگ دعوے اور پھر طرح طرح سے غیرت دلانے پر بھی عرب کی غیور قوم پوری کی پوری خاموش ہے' چند سطریں بھی مقابلہ پر نہیں پیش کرتی۔

عرب کے سرداروں نے قرآن اور اسلام کے مٹانے اور پیغمبر اسلام ﷺ کو مغلوب کرنے میں جس طرح اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا' وہ کسی لکھے پڑھے آدمی سے مخفی نہیں۔ شروع میں آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے گنے چنے رفقاء کو طرح طرح کی ایذائیں دے کر چاہا کہ وہ کلمہ اسلام کو چھوڑ دیں' مگر جب دیکھا "یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے" تو خوشامد کا پہلو اختیار کیا۔ عرب کا سردار عتبہ ابن ربیعہ قوم کا نمائندہ بن کر آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا' اور عرب کی پوری دولت و حکومت اور بہترین حسن و جمال کی لڑکیوں کی پیش

کش اس کام کے لئے کی کہ آپ اسلام کی تبلیغ چھوڑ دیں' آپ ﷺ نے اس کے جواب میں قرآن کی چند آیتیں سنا دینے پر اکتفا فرمایا' جب یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو جنگ و مقابلہ کے لئے تیار ہو کر قبل از ہجرت اور بعد از ہجرت جو قریش عرب نے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے مقابلہ میں سردھڑ کی بازی لگائی' جان' مال' اولاد' آبرو سب کچھ اس مقابلہ میں خرچ کرنے کے لئے تیار ہوئے' یہ سب کچھ کیا' مگر یہ کسی سے نہ ہوسکا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کرتا' اور چند سطریں مقابلہ پر پیش کردیتا' کیا ان حالات میں سارے عرب کا اس کے مقابلہ سے سکوت اور عجزِ اس کی کھلی ہوئی شہادت نہیں کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' جس کے کام یا کلام کی نظیر انسان کیا ساری مخلوق کی قدرت سے باہر ہے۔

پھر صرف اتنا ہی نہیں کہ عرب نے اس کے مقابلہ سے سکوت کیا' بلکہ اپنے خاص مجلسوں میں سب نے اس کے بے مثل ہونے کا اعتراف کیا' اور جو ان میں سے منصف مزاج تھے انہوں نے اس اعتراف کا اظہار بھی کیا' پھر ان میں سے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے' اور کچھ اپنی آبائی رسوم کی پابندی یا بنی عبد مناف کی ضد کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے باوجود اعتراف کے محروم رہے' قریب شرب کی تاریخ ان واقعات پر شاہد ہے' میں اس میں سے چند واقعات اس جگہ بیان کرتا ہوں' جس سے اندازہ ہوسکے کہ پورے عرب نے اس کلام کے بے مثل' بے نظیر ہونے کو تسلیم کیا' اور اس کی مثال پیش کرنے کو اپنی رسوائی کے خیال سے چھوڑدیا' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا چرچا مکہ سے باہر حجاز کے دوسرے مقامات میں ہونے لگا' اور حج کا موسم آیا تو قریش مکہ کو اس کی فکر ہوئی کہ اب اطراف عرب سے حجاج آئیں

گے' اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام سنیں گے' تو فریفتہ ہوجائیں گے اور غالب خیال یہ ہے کہ مسلمان ہوجائیں گے' اس کے انسداد کی تدبیر سوچنے کے لئے قریش نے ایک اجلاس منعقد کیا' اس اجلاس میں عرب کے بڑے بڑے سردار موجود تھے' ان میں ولید بن مغیرہ عمر میں سب سے بڑے اور عقل میں ممتاز سمجھے جاتے تھے' سب نے ولید بن مغیرہ کو یہ مشکل پیش کی کہ اب اطراف ملک سے لوگ آئیں گے' اور ہم سے محمد ﷺ کے متعلق پوچھیں گے تو ہم کیا کہیں؟ ہمیں آپ کوئی ایسی بات بتلایئے کہ ہم سب وہ ہی بات کہہ دیں' ایسا نہ ہو کہ خود ہمارے بیانات میں اختلاف ہوجائے' ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تم ہی کہو کیا کہنا چاہیے؟

لوگوں نے کہا کہ ہمارے خیال میں ہم سب یہ کہیں کہ محمد ﷺ معاذ اللہ مجنون ہیں اور ان کا کلام مجنونانہ بڑھ۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ تم ایسا ہرگز نہ کہنا' کیونکہ یہ لوگ جب ان کے پاس جائیں گے' اور ان سے ملاقات و گفتگو کریں گے' اور ان کو ایک فصیح و بلیغ عاقل انسان پائیں گے تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے' پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ اچھا ہم ان کو یہ کہیں کہ وہ ایک شاعر ہیں' ولید نے اس سے بھی منع کیا' اور کہا کہ جب لوگ ان کا کلام سنیں گے' وہ تو شعر و شاعری کے ماہر ہیں' انہیں یقین ہوجائے گا کہ یہ شعر نہیں اور نہ آپ ﷺ شاعر ہیں' نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ سب لوگ تمہیں جھوٹا سمجھیں گے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا تو پھر ہم ان کو کاہن قرار دیں' جو شیاطین و جنات سے سن کر غیب کی خبریں دیا کرتے ہیں' ولید نے کہا یہ بھی غلط ہے' کیونکہ جب لوگ ان کا کلام سنیں گے تو پتہ چل جائے گا کہ یہ کلام کسی کاہن کا نہیں ہے' وہ پھر بھی تمہیں ہی جھوٹا سمجھیں گے' اس کے بعد قرآن کے بارے

میں جو ولید بن مغیرہ کے تاثرات تھے ان کو ان الفاظ میں بیان کیا:

"خدا کی قسم! تم میں کوئی آدمی شعر و شاعری اور اشعار عرب سے میرے برابر واقف نہیں' خدا کی قسم! اس کلام میں خاص حلاوت ہے' اور ایک خاص رونق ہے' جو میں کسی شاعر یا فصیح و بلیغ کے کلام میں نہیں پاتا۔"

پھر ان کی قوم نے دریافت کیا کہ آپ ہی بتلایئے پھر ہم کیا کریں؟ اور ان کے بارے میں لوگوں سے کیا کہیں؟ ولید نے کہا میں غور کرنے کے بعد کچھ جواب دوں گا' پھر بہت سوچنے کے بعد کہا کہ اگر کچھ کہنا ہی ہے تو تم ان کو ساحر کہو' کہ اپنے جادو سے باپ بیٹے اور میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتے ہیں۔

قوم اس پر مطمئن اور متفق ہو گئی' اور سب سے یہی کہنا شروع کیا' مگر خدا کا چراغ کہیں پھونکوں سے بجھنے والا تھا؟ اطراف عرب کے لوگ آئے قرآن سنا اور بہت سے مسلمان ہو گئے' اور اطراف عرب میں اسلام پھیل گیا (خصائص کبری)

اسی طرح ایک قریبی سردار نضر بن حارث نے ایک مرتبہ اپنی قوم کو خطاب کرکے کہا:

"اے قوم قریش! آج تم ایک مصیبت میں گرفتار ہو کہ اس سے پہلے کبھی ایسی مصیبت سے سابقہ نہیں پڑا تھا کہ محمد ﷺ تمہاری قوم کے ایک نوجوان تھے' اور تم سب ان کے عادات و اخلاق کے گرویدہ اور اپنی قوم میں ان کو سب سے زیادہ سچا اور سب سے زیادہ امانت دار جانتے اور کہتے تھے۔ اب جب کہ ان کے سر میں سفید بال آنے لگے' اور انہوں نے ایک بے مثل کلام اللہ کی طرف سے پیش کیا تو تم ان کو جادوگر کہنے لگے۔ خدا کی قسم وہ جادوگر نہیں' ہم نے جادوگروں کو دیکھا اور برتا ہے' ان کے کلام سنے ہیں' اور طریقوں کو

سمجھا ہے' وہ بالکل اس سے مختلف ہیں۔

اور کبھی تم ان کو کاہن کہنے لگے' خدا کی قسم! وہ کاہن بھی نہیں' ہم نے بہت کاہنوں کو دیکھا اور ان کے کلام سنے ہیں' ان کو ان کے کلام سے کوئی مناسبت نہیں۔

اور کبھی تم ان کو شاعر کہنے لگے' خدا کی قسم! وہ شاعر بھی نہیں' ہم نے خود شعر' شاعری کے تمام فنون کو سیکھا سمجھا ہے' اور بڑے بڑے شعراء کے کلام ہمیں یاد ہیں' ان کے کلام سے اس کو کوئی مناسبت نہیں' پھر کبھی تم ان کو مجنون بتاتے ہو' خدا کی قسم! وہ مجنون بھی نہیں' ہم نے بہت سے مجنونوں کو دیکھا بھالا' ان کی بکواس سنی ہے' ان کے مختلف اور مختلط کلام سنے ہیں' یہاں یہ کچھ نہیں' اے میری قوم تم انصاف کے ساتھ ان کے معاملہ میں غور کرو' یہ سرسری ٹلادینے کی چیز نہیں۔" (خصائص کبری ج ا ص ۱۱۴)

حضرت ابوذر صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا بھائی انیس ایک مرتبہ مکہ معظمہ گیا' اس نے واپس آکر مجھے بتلایا کہ مکہ میں ایک شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے میں نے پوچھا کہ وہاں کے لوگ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ بھائی نے کہا کہ کوئی ان کو شاعر کہتا ہے' کوئی کاہن بتلاتا ہے' کوئی جادوگر کہتا ہے' میرا بھائی انیس خود بڑا شاعر اور کہانت وغیرہ سے واقف آدمی تھا' اس نے مجھ سے کہا کہ جہاں تک میں نے غور کیا لوگوں کی یہ سب باتیں غلط ہیں' ان کا کلام نہ شعر ہے نہ کہانت' نہ مجنونانہ کلمات ہیں بلکہ مجھے وہ کلام صادق نظر آتا ہے۔

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بھائی سے یہ کلمات سن کر میں نے مکہ کا سفر کیا' اور مسجد حرام میں آکر پڑ گیا تیس روز میں نے اس طرح گزارے کہ سوائے

زمزم کے پانی کے میرے پیٹ میں کچھ نہیں گیا' اس تمام عرصہ مجھے بھوک کی تکلیف معلوم ہوئی نہ کوئی ضعف محسوس کیا (خصائص ص ۱۱۶ ج ۱)

واپس گئے تو لوگوں سے کہا کہ میں نے روم اور فارس کے فصحاء و بلغاء کے کلام بہت سنے ہیں اور کاہنوں کے کمالات اور حمیر کے مقالات بہت سنے ہیں۔ محمد ﷺ کے کلام کی مثال میں نے آج تک کہیں نہیں سنی تم سب میرے بات مانو' اور آپ ﷺ کا اتباع کرو چنانچہ فتح مکہ کے سال میں ان کی پوری قوم کے تقریباً" ایک ہزار آدمی مکہ پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ (خصائص ص ۱۱۶ ج ۱)

اسلام اور آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل اور اخنس بن شریق وغیرہ بھی لوگوں سے چھپ کر قرآن سنا کرتے' اور اس کے عجیب و غریب بے مثل و بے نظیر اثرات سے متاثر ہوتے تھے' مگر جب قوم کے کچھ لوگوں نے ان کو کہا کہ جب تم اس کلام کو ایسا بے نظیر پاتے ہو تو اس کو قبول کیوں نہیں کرتے؟ تو ابوجہل کا جواب یہ تھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ بنی عبد مناف میں اور ہمارے قبیلہ میں ہمیشہ سے رقابت اور معاصرانہ مقابلہ چلتا رہتا ہے' وہ جس کام میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں ہم بھی اس کا جواب دیتے ہیں' اب جبکہ ہم اور وہ دونوں برابر حیثیت کے مالک ہیں تو اب وہ یہ کہتے لگے کہ ہم میں ایک نبی پیدا ہوا ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے اب ہم اس میں کیسا ان کا مقابل کریں۔ میں تو کبھی اس کا اقرار نہ کروں گا۔ (خصائص)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن کے اس دعوے اور چیلنج پر صرف یہی نہیں کہ پورے عرب نے ہار مان لی اور سکوت کیا بلکہ اس کے بے مثل و بے نظیر ہونے اور اپنے عجز کا کھلے طور پر اعتراف بھی کیا ہے' اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو اس کی کوئی وجہ نہ تھی کہ سارا عرب بلکہ ساری دنیا اس کا مثل لانے

سے عاجز ہو جاتی۔

قرآن اور پیغمبر قرآن کے مقابلہ میں جان و مال' اولاد و آبرو سب کچھ قربان کرنے کے لئے تو وہ تیار ہو گئے' مگر اس کے لئے کوئی آگے نہ بڑھا کہ قرآن کے چیلنج کو قبول کر کے دو سطریں اس کے مقابلہ میں پیش کر دیتا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اپنے جاہلانہ اعمال و افعال کے باوجود منصف مزاج تھے' جھوٹ کے پاس نہ جاتے' جب انہوں نے قرآن کو سن کر یہ سمجھ لیا کہ درحقیقت اس کلام کی جو مثل ہم نہیں لاسکتے تو محض دھاندلی اور کٹھ حجتی کے طور پر کوئی کلام پیش کرنا اپنے لئے عار سمجھا' کیونکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ہم نے کوئی چیز پیش بھی کر دی تو پورے عرب کے فصحائے و بلغاء اس امتحانی مقابلہ میں ہمیں فیل کر دیں گے' اور خواہ مخواہ رسوائی ہو گی' اسی لئے پوری قوم نے سکوت اختیار کیا اور جو زیادہ منصف مزاج تھے انہوں نے صاف طور پر اقرار تسلیم بھی کیا جس کے واقع پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

اسی سلسلہ کا ایک واقعہ یہ ہے کہ عرب کے سردار اسعد بن زرارہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے اقرار کیا کہ:

"ہم نے خواہ مخواہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر کے اپنے رشتہ ناتے توڑے' اور تعلقات خراب کئے میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں ہرگز جھوٹے نہیں اور جو کلام وہ لائے ہیں بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔"

(خصائص' ص ۱۱۶ ج ۱)

قبیلہ بنی سلیم کا ایک شخص مسمی قیس بن سیبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ سے قرآن سنا' اور چند سوالات کئے جن کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تو یہ اسی وقت مسلمان ہو گئے' اور پھر اپنی قوم میں واپس

آ گئے تو لوگوں سے کہا:

”میں نے روم و فارس کے فصحاء و بلغاء کے کلام سنے ہیں بہت سے کاہنوں کے کلمات سننے کا تجربہ ہوا ہے حمیر کے مقالات سنتا رہا ہوں' مگر محمد ﷺ کے کلام کی مثل میں نے آج تک کہیں نہیں سنا' تم سب میری بات مانو اور ان کا اتباع کرو۔“ انہیں کی تحریک و تلقین پر ان کی قوم کے ایک ہزار آدمی فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے (خصائص ۱۱۶ ج ۱)

یہ اقرار و تسلیم صرف ایسے ہی لوگوں سے منقول نہیں جو آپ ﷺ کے معاملات سے یکسوا اور غیر جانبدار تھے بلکہ وہ لوگ جو ہر وقت ہر طرح رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں لگے ہوئے تھے قرآن کے متعلق ان کا بھی یہی حال تھا' مگر اپنی ضد اور حسد کی وجہ سے اس کا اظہار لوگوں پر نہ کرتے تھے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں بحوالہ بیہقی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل اور ابوسفیان اور اخنس بن شریق رات کو اپنے اپنے گھروں سے اس لئے نکلے کہ چھپ چھپ کر رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنیں' ان میں ہر ایک علیحدہ علیحدہ نکلا' ایک کی دوسرے کو خبر نہ تھی' اور علیحدہ علیحدہ گوشوں میں چھپ کر قرآن سننے لگے تو اس میں ایسے محو ہوئے کہ ساری رات گزر گئی' جب صبح ہو گئی تو سب اتفاقاً" راستہ میں مل گئے' اور ہر ایک نے دوسرے کا قصہ سنا' وہ سب آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے' کہ تم نے یہ بری حرکت کی' اور کسی نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کوئی ایسا نہ کرے' کیونکہ اگر عرب کے عوام کو اس کی خبر ہو گئی تو وہ سب مسلمان ہو جائیں گے

یہ کہہ سن کر سب اپنے اپنے گھر کو چلے گئے۔ اگلی رات آئی تو پھر ان میں

سے ہر ایک کے دل میں یہی ٹیس اٹھی کہ قرآن سنیں' اور پھر اسی طرح چھپ چھپ کر ہر ایک نے قرآن سنا' یہاں تک کہ رات گزر گئی' اور صبح ہوتے ہی یہ لوگ واپس ہوئے' تو پھر آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے' اور اس کے ترک پر سب نے اتفاق کیا' مگر تیسری رات آئی تو پھر قرآن کی لذت و حلاوت نے انہیں چلنے اور سننے پر مجبور کردیا' پھر پہنچے اور رات بھر قرآن سن کر لوٹنے لگے' تو پھر راستہ میں اجتماع ہوگیا' تو اب سب نے کہا کہ آؤ آپس میں معاہدہ کرلیں کہ آئندہ ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے' چنانچہ اس معاہدہ کی تکمیل کی گئی' اور سب اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے' صبح کو اخنس بن شریق نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور پہلے ابوسفیان کے پاس پہنچا' کہ بتلاؤ اس کلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے دبے دبے لفظوں میں قرآن کی حقانیت کا اعتراف کیا' تو اخنس نے کہا کہ بخدا میری بھی یہی رائے ہے' اس کے بعد وہ ابوجہل کے پاس پہنچا اور اس سے بھی یہی سوال کیا کہ تم نے محمد ﷺ کے کلام کو کیسا پایا؟

ابوجہل نے کہا کہ صاف بات یہ ہے کہ ہمارے خاندان اور بنو عبد مناف کے خاندان میں ہمیشہ سے چشمک چلی آتی ہے' قوم کی سیادت و قیادت میں وہ جس محاذ پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں ہم ان کا مقابلہ کرتے ہیں' انہوں نے سخاوت و بخشش کے ذریعہ قوم پر اپنا اثر جمانا چاہا تو ہم نے ان سے بڑھ کر یہ کام کردکھایا' انہوں نے لوگوں کی ذمہ داریاں اپنے سر لے لیں تو ہم اس میدان میں بھی ان سے پیچھے نہیں رہے' یہاں تک کہ پورا عرب جانتا ہے کہ ہم دونوں خاندان برابر حیثیت کے مالک ہیں۔

ان حالات میں ان کے خاندان سے یہ آواز اٹھی کہ ہمارے میں ایک نبی

پیدا ہوا ہے جس پر آسمان سے وحی آتی ہے' اب ظاہر ہے کہ اس کا مقابلہ ہم کیسے کریں' اس لئے ہم نے تو یہ طے کرلیا ہے کہ ہم زور اور طاقت سے ان کا مقابلہ کریں گے اور ہرگز ان پر ایمان نہ لائیں گے۔ (خصائص' ص ۱۱۵ ج ۱)

یہ ہے قران کا وہ کھلا ہوا معجزہ جس کا دشمنوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے۔ یہ تمام واقعات علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبری میں نقل کئے ہیں۔

تیسری وجہ

تیسری وجہ اعجاز قرآن کی یہ ہے کہ اس میں غیب کی اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کی بہت سی خبریں ہیں جو قرآن نے دیں اور ہو بہو اسی طرح واقعات پیش آئے جس طرح قرآن نے خبر دی تھی۔ مثلاً" قرآن نے خبر دی کہ روم و فارس کے مقابلہ میں ابتداء فارس غالب آئیں گے اور رومی مغلوب ہوں گے' لیکن ساتھ ہی یہ خبر دی کہ دس سال گزرنے نہ پائیں گے کہ پھر رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے' مکہ کے سرداروں نے قرآن کی اس خبر پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہار جیت کی شرط کرلی اور پھر ٹھیک قرآن کی خبر کے مطابق رومی غالب آگئے تو سب کو اپنی ہار ماننا پڑی' اور ہارنے پر جو مال دینے کی شرط کی تھی' وہ مال ان کو دینا پڑا' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مال کو قبول نہیں فرمایا' کیونکہ وہ ایک قسم کا جوا تھا اسی طرح اور بہت سے واقعات اور خبریں ہیں جو امور غیبیہ کے متعلق قرآن میں دی گئیں اور ان کی سچائی بالکل روز روشن کی طرح واضح ہوگئی۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ اعجاز قرآن کی یہ ہے کہ اس میں پچھلی امتوں اور ان کی شرائع اور تاریخی حالات کا ایسا صاف تذکرہ ہے کہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء یہود و نصاری جو پچھلی کتابوں کے ماہر سمجھے جاتے تھے ان کو بھی اتنی معلومات نہ تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے تو کبھی نہ کسی مکتب میں قدم رکھا نہ کسی عالم کی صحبت اٹھائی نہ کسی کتاب کو ہاتھ لگایا' پھر یہ ابتداء دنیا سے آپ ﷺ کے زمانہ تک تمام اقوام عالم کے تاریخی حالات اور نہایت صحیح اور سچے سوانح اور ان کی شریعتوں کی تفصیلات کا بیان ظاہر ہے کہ بجز اس کے نہیں ہو سکتا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہی کا ہو اور اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو یہ خبریں دی ہوں۔

پانچویں وجہ

یہ ہے کہ اس کی متعدد آیات میں لوگوں کے دل کی چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دی گئی اور پھر ان کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ وہ بات صحیح اور سچی تھی' یہ کام بھی عالم الغیب و الشہادہ ہی کر سکتا ہے' کسی بشر سے عادۃ ممکن نہیں' مثلاً ارشاد قرآنی ہے:

اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا' ”جب تمہاری دو جماعتوں نے دل میں ارادہ کیا کہ پسپا ہو جائیں۔“

اور یہ ارشاد کہ:

يقولون فی انفسهم لولا يعذبنا الله بما نقول۔

”وہ لوگ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔“

یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کو انہوں نے کسی سے باہر نہیں کیا' قرآن کریم نے ہی ان کا انکشاف کیا ہے۔

چھٹی وجہ

چھٹی وجہ اعجاز قرآن کی وہ آیات ہیں جن میں قرآن نے کسی قوم یا فرد کے متعلق یہ پیشن گوئی کی کہ وہ فلاں کام نہ کر سکیں گے' اور پھر وہ لوگ باوجود ظاہری قدرت کے اس کام کو نہ کر سکے' جیسے یہود کے متعلق قرآن نے اعلان کیا کہ اگر وہ فی الواقع اپنے آپ کو اللہ کا دوست اور ولی سمجھتے ہیں تو انہیں اللہ کے پاس جانے سے محبت ہونا چاہئے' وہ ذرا موت کی تمنا کر کے دکھائیں اور پھر ارشاد فرمایا:

ولن یتمنوہ ابدا"

"وہ ہرگز موت کی تمنا نہ کر سکیں گے۔"

موت کی تمنا کرنا کسی کے لئے مشکل نہ تھا۔ خصوصا" ان لوگوں کے لئے جو قرآن کو جھٹلاتے تھے' قرآن کے ارشاد کی وجہ سے ان کو تمنائے موت میں خوف و ہراس کی کوئی وجہ نہ تھی۔ یہود کے لئے تو مسلمانوں کو شکست دینے کا یہ موقع بڑا غنیمت تھا کہ فورا" تمنائے موت کے ہر مجلس و محفل میں اعلان کرتے۔

مگر یہودیوں یا مشرکین زبان سے کتنا ہی قرآن کو جھٹلائیں ان کے دل جانتے تھے کہ قرآن سچا ہے اس کی کوئی بات غلط نہیں ہو سکتی' اگر موت کی تمنا ہم اس وقت کریں گے تو فورا" مرجائیں گے اس لئے قرآن کے اس کھلے ہوئے چیلنج کے باوجود کسی یہودی کی ہمت نہ ہوئی کہ ایک مرتبہ زبان سے تمنائے موت کا اظہار کر دے۔

ساتویں وجہ

وہ خاص کیفیت ہے جو قرآن کے سننے سے ہر خاص و عام اور مومن و کافر پر طاری ہوتی ہے جیسے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے سے پہلے پیش آیا کہ اتفاقاً" انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورۃ طور پر پڑھتے ہوئے سنا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری آیات پر پہنچے تو جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرا دل گویا اڑنے لگا اور یہ سب سے پہلا دن تھا کہ میرے دل میں اسلام نے اثر کیا۔

وہ آیات یہ ہیں:

ام خلقوا من غیر شئی ام هم الخالقون ○ ام خلقوا السموات والارض بل لا یوقنون ○ ام عندهم خزائن ربک ام هم المصیطرون ○

"کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ' یا وہی ہیں بنانے والے' یا انہوں نے بنائے ہیں آسمان اور زمین؟ کوئی نہیں' پر یقین نہیں کرتے' کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کے یا وہی داروغہ ہیں۔"

آٹھویں وجہ

یہ ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے اور سننے سے کوئی اکتاتا نہیں' بلکہ کتنا زیادہ پڑھا جاتا ہے اس کا شوق اور بڑھتا ہے' دنیا کی کوئی بہتر سے بہتر اور مرغوب کتاب لے لیجئے اس کو دو چار مرتبہ پڑھا جائے تو انسان کی طبیعت اکتا جاتی ہے' پھر نہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے نے سننے کو یہ صرف قرآن کا خاصہ ہے کہ جتنا کوئی اس کو زیادہ پڑھتا ہے اتنا ہی اس کو شوق و رغبت بڑھتا جاتا ہے۔ یہ بھی قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا ہی اثر ہے۔

نویں وجہ

یہ ہے کہ قرآن نے اعلان کیا ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔ وہ قیامت تک بغیر کسی ادنیٰ تغیر و ترمیم کے باقی رہے گا' اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کو اس طرح پورا فرمایا کہ جب سے قرآن نازل ہوا ہے آج چودہ سو برس کے قریب ہونے کو آئے ہیں ہر قرن ہر زمانے میں لاکھوں انسان ایسے رہے ہیں اور رہیں گے جن کے سینوں میں پورا قرآن اس طرح محفوظ رہا کہ ایک زیر و زبر کی غلطی کا امکان نہیں۔ ہر زمانے میں مرد و عورت بچے بوڑھے اس کے حافظہ ملتے ہیں بڑے سے بڑا عالم اگر کہیں ایک زیر و زبر کی غلطی کرجائے تو ذرا ذرا سے بچے وہیں غلطی پکڑلیں گے۔ دنیا کا کوئی مذہب اپنی مذہبی کتاب کے متعلق اس کی مثال تو کیا اس کا دسواں حصہ بھی پیش نہیں کرسکتا۔ بہت سے مذاہب کی کتابوں میں تو آج یہ پتہ چلانا بھی مشکل ہوگیا ہے کہ اس کی اصل کس زبان میں آئی تھی اور اس کے کتنے اجزاء تھے۔

کتاب کی صورت میں بھی ہر قرن ہر زمانے میں جتنی اشاعت قرآن کی ہوئی شاید دنیا کی کسی کتاب کو یہ بات نصیب نہیں' حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کی تعداد دنیا میں بہ نسبت منکرین اور کافروں کے بہت کم رہی' اور ذرائع نشر و اشاعت بھی جتنے غیر مسلموں کو حاصل رہے ہیں مسلمانوں کو اس کا کوئی معتدبہ حصہ نصیب نہ تھا' مگر ان باتوں کے باوجود کسی قوم کی مذہب کی کوئی کتاب دنیا میں اتنا شائع نہیں ہوئی جتنا قرآن شائع ہوا۔

پھر قرآن کی حفاظت کو اللہ تعالیٰ نے صرف کتابوں اور صحیفوں پر موقوف نہیں رکھا جن کے جل جانے اور محو ہوجانے کا امکان ہو' بلکہ اپنے بندوں کے سینوں میں بھی محفوظ کردیا' اگر آج ساری دنیا کے قرآن (معاذ اللہ) نابود

کردیئے جائیں' تو اللہ کی یہ کتاب پھر بھی اسی طرح محفوظ ہے' چند حافظ مل کر بیٹھ جائیں تو چند گھنٹوں میں پھر ساری کی ساری لکھی جاسکتی ہے' یہ بے نظیر حفاظت بھی صرف قرآن ہی کا خاصہ اور اس کے کلام ہونے کا نمایاں ثبوت ہے' کہ جس طرح اللہ کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اس پر کسی مخلوق کا تصرف نہیں چل سکتا اسی طرح اس کا کلام بھی ہمیشہ تمام مخلوقات کی دستبرد اور تصرفات سے بالاتر ہو کر ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ قرآن کی یہ پیشن گوئی چودہ سو برس تک مشاہدہ میں آچکی ہے' اور تاقیامت انشاء اللہ آتی رہے گی' اس کھلے معجزے کے بعد قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کیا کسی کو شک و شبہ کی گنجائش رہ سکتی ہے۔

دسویں وجہ

وہ علوم و معارف ہیں جن کا احاطہ نہ آج تک کسی کتاب نے کیا ہے نہ آئندہ امکان ہے کہ اتنے مختصر حجم اور محدود کلمات میں اتنے علوم و فنون جمع کیے جاسکیں اور تمام کائنات کی دائمی ضروریات کو حاوی اور انسان کی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حال سے متعلق پورا مرتب اور بہترین نظام پیش کر سکے' شخصی پھر عائلی زندگی سے لے کر قبائلی اور شہری زندگی تک اور پھر عمرانیات و اجتماعیات اور سیاست ممالک کے ہر پہلو پر حاوی نظام پیش کردے۔

پھر صرف نظری اور علمی طرح پر نظام پیش کرنا ہی نہیں عملی طور پر اس کا رواج پانا اور تمام نظامہائے دنیا پر غالب آکر قوموں کے مزاج' اخلاق' اعمال' معاشرت اور تمدن میں وہ انقلاب عظیم پیدا کرنا جس کی نظیر نہ قرون اولی میں مل سکتی ہے نہ قرون مابعد میں' یہ حیرت انگیز انقلاب کیا کسی انسان کی قدرت اور اس کی حکمت عملی کا نتیجہ ہو سکتا ہے؟ خصوصاً" جبکہ وہ انسان بھی امی اور اس

کی قوم بھی امی ہو۔

محرات سرا پردہائے قرآنی
چہ دلبرند کہ دل می برند پنہانی

یہی وہ محیرالعقول تاثیرات ہیں کہ جن کی وجہ سے قرآن کے کلام الٰہی ماننے پر ہر وہ شخص مجبور ہے جس کی عقل و بصیرت کو تعصب و عناد نے بالکل ہی برباد نہ کردیا ہو۔

یہاں تک کہ اس دور مادہ پرستی کے مسیحی مصنفین جنہوں نے کچھ بھی قرآن میں غور و فکر سے کام لیا اس اقرار پر مجبور ہوگئے کہ یہ ایک بے مثل و بے نظیر کتاب ہے۔

فرانس کا مشہور مستشرق ڈاکٹر مارڈریس جس کو حکومت فرانس کی وزارت معارف نے قرآن حکیم کی باسٹھ سورتوں کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کرنے پر مامور کیا تھا اس نے اعتراف کیا ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:۔

"بے شک قرآن کا طرز بیان خالق جل و علا کا طرز بیان ہے' بلاشبہ جن حقائق و معارف پر یہ کلام حاوی ہے وہ ایک کلام الٰہی ہی ہوسکتا ہے' اور وہ واقعہ یہ ہے کہ اس میں شک و شبہ کرنے والے بھی جب اس کی تاثیر عظیم کو دیکھتے ہیں تو تسلیم و اعتراف پر مجبور ہوتے ہیں' پچاس کروڑ مسلمان جو سطح زمین کے ہر حصہ پر پھیلے ہوئے ہیں ان میں قرآن کی خاص تاثیر کو دیکھ کر مسیحی مشن میں کام کرنے والے بالاجماع اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا کہ جس مسلمان نے اسلام اور قرآن کو سمجھ لیا وہ کبھی مرتد ہوا یا قرآن کا منکر ہوگیا ہو۔"

مسلمانوں میں تاثیر قرآنی کا یہ اعتراف اس مسیحی مستشرق سے ایک ایسے دور میں ہو رہا ہے جبکہ خود مسلمان اسلام اور قرآن سے بیگانہ' اس کی تعلیمات سے دور' اس کی تلاوت سے غافل ہو چکے ہیں' کاش! یہ مصنف اسلام اور قرآن کے اس دور کو دیکھتا جب کہ مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن کا عمل تھا ان کی زبانوں پر قرآن کی آیات تھیں۔

اسی طرح دوسرے مسیحی مصنفین نے بھی جو مصنف مزاج ہیں اسی قسم کے اعتراف کئے ہیں۔ مسٹر ولیم میور نے اپنی کتاب "حیات محمد ﷺ" میں واضح طور پر اس کا اعتراف کیا ہے' اور ڈاکٹر شبلی شمیل نے اس پر ایک مستقل مقالہ لکھا ہے۔

قرآن کے کلام الہٰی اور معجزہ نبوی ﷺ ہونے پر دس وجوہ آپ سن چکے ہیں۔ آخر میں ایک اجمالی نظر اس پر ڈالئے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ پیدائشی یتیم ہو کر دنیا میں تشریف لائے ہیں' عمر بھر کسی مکتب میں قدم نہیں رکھتے' قلم اور کتاب کو ہاتھ نہیں لگاتے' اپنا نام بھی خود نہیں لکھ سکتے' اسی میں جوان ہوتے ہیں' آپ ﷺ کی طبیعت عزلت پسند ہے' کسی کھیل' تماشہ' جلسوں' ہنگاموں میں جانے کے بھی عادی نہیں' شعر و سخن سے بھی مناسبت نہیں' کسی قومی اجتماع میں کبھی کوئی خطبہ دینے یا تقریر کرنے کا بھی عمر بھی اتفاق نہیں ہوتا۔ چالیس سال ہونے کے بعد جب کہ ادھیڑ عمر میں پہنچ جاتے ہیں' اور علاوہ کسی علم کے سیکھنے سکھانے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک پر ایک ایسا محیر العقول جامع حقائق فصاحت و بلاغت اعجاز نما کلام آنے لگتا ہے' جو کسی بڑے سے بڑے عالم' ماہر اور فصیح و بلیغ سے بھی ممکن نہیں جس کے ذریعہ آپ ﷺ عرب کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء کو خطاب فرماتے ہیں۔ ان کے جلسوں

میں پہنچ کر خطبے دیتے ہیں' اور پوری دنیا کے لئے عموما" عرب کے لئے خصوصا" یہ چیلنج سناتے ہیں کہ کوئی اس کے کلام الٰہی ہونے میں شبہہ کرے تو اس کے کسی چھوٹے سے حصہ کی مثال بناکر دکھلادے۔ اس پر پوری قوم مثال پیش کرنے سے عاجز ہوجاتی ہے۔

پوری قوم جو آپ ﷺ کو پہلے امین کے لقب سے پکارتی اور تعظیم کرتی تھی' آپ کی مخالف ہوجاتی ہے اس کلام کی تبلیغ سے باز رکھنے کے لئے دولت' حکومت اور ہر انسانی خواہش کی چیزیں پیش کرتی ہے آپ ﷺ ان میں سے کسی چیز کو قبول نہیں کرتے۔ پوری قوم آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے رفقاء کو ستانے' ظلم کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے' آپ ﷺ یہ سب کچھ برداشت کرتے ہیں' مگر اس کلام کی تبلیغ نہیں چھوڑتے۔ قوم آپ ﷺ کے قتل کی سازشیں کرتی ہے' جنگ و جدل پر آمادہ ہوجاتی ہے' آپ ﷺ کو اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ جانا پڑتا ہے' آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو وہاں بھی سکون سے نہیں بیٹھنے دیتی۔

سارا عرب اور اہل کتاب آپ ﷺ کی مخالفت پر جمع ہوجاتا ہے' آئے دن مدینہ پر حملہ ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے مخالفین یہ سب کچھ کرتے ہیں' مگر قرآن کے چیلنج کو قبول کرکے ایک چھوٹی سے سورت قرآن کی مثل بناکر پیش نہیں کرتے' قرآن ان کو غیرت دلاتا ہے اس پر بھی ان کی رگ حمیت میں حرکت نہیں ہوتی۔

مخالفین اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز رہے' بلکہ خواہ وہ ذات اقدس جس پر یہ قرآن نازل ہوا' وہ بھی اس کی مثال اپنی طرف سے پیش نہیں کرسکتے' ان کا سارا کلام یعنی حدیث جس طرح کی ہے قرآن کا کلام یقیناً" اس سے ممتاز ہے' قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وقال الذین لا یرجون لقائنا ائت بقر آن غیر ھذا و بدلہ قل مایکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی

"جو لوگ آخرت میں ہمارے سامنے آنے کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس جیسا ایک اور قرآن بنادیجئے یا اسی کو بدل دیجئے' تو آپ ﷺ فرمادیجئے کہ میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس کو بدل ڈالوں۔"

ایک طرف تو قرآن کے یہ کھلے کھلے معجزات ہیں جو اس کے کلام الٰہی ہونے پر شاہد ہیں دوسری طرف اس کے مضامین و مضمرات اور حقائق و معارف پر نظر ڈالئے تو وہ اس سے زیادہ محو حیرت بنا دینے والی چیز ہے۔

نزول قرآن کے ابتدائی دور کے چند سال تو اس حالت میں گزرے کہ قرآنی تعلیمات کو کھلے طور پر پیش کرنا بھی ممکن نہ تھا' آنحضرت ﷺ خفیہ طور پر لوگوں کو اصول قرآنی کی طرف دعوت دیتے تھے' پھر بے شمار مزاحمتوں اور مخالفتوں کے نرغہ میں کچھ علانیہ دعوت بھی شروع کی جاتی ہے۔ قرآن کریم کی مجوزہ قانون کی تنقید کا کوئی امکان نہ تھا۔

ہجرت مدینہ کے بعد صرف دس سال ایسے ملے جن کو مسلمانوں کے لئے آزادی کا زمانہ کہا جاسکتا ہے' جس میں قرآنی نظام کی مکمل تعلیم اور تنقید کی کوشش اور کوئی تعمیری کام کیا جاسکتا تھا۔

لیکن ان دس سال میں بھی آپ تاریخ اسلام پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ ابتدائی چھ سال دشمنوں کے نرغہ اور منافقین اور یہود مدینہ کی سازشوں سے کس کو فرصت تھی کہ کوئی تعمیری کام اور ایسا نظام جو ساری دنیا کے نظاموں سے مختلف ہے' عملی طور پر نافذ کرسکے۔ مسلمانوں کے خلاف سب سب بڑے بڑے معرکے انہی چھ سال کے اندر پیش آئے' غزوہ بدر' احد' احزاب وغیرہ

سب اسی مدت کے اندر ہوئے۔ ہجری کے چھٹے سال دس سال کے لئے حدیبیہ کا صلح نامہ لکھا گیا اور صرف ایک سال اس معاہدہ پر قریش عرب قائم رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو بھی توڑ ڈالا' اور پھر جنگ و جہاد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ظاہر اسباب میں، صرف یہ ایک دو سال ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو اس کام کے لئے ملے' کہ قرآن کی دعوت کو عام کر سکیں' اور اس کے نظام کو نافذ کرنے کی کوشش کر سکیں' اسی عرصہ میں آپ نے بڑے بڑے سلاطین دنیا کو خطوط لکھے' قرآن کی دعوت ان کو پہنچائی' قرآنی نظام کو قائم کرنے پھیلانے کی سعی فرمائی' اور نبی کریم ﷺ کی آخر عمر مبارک تک اس آزادی کے صرف چار سال ہوتے ہیں جن میں فتح مکہ کا جہاد بھی پیش آیا اور مکہ مکرمہ فتح ہوا۔

اب اس چار سال کی قلیل مدت کو دیکھئے' اور قرآن کے اس نفوذ و اثر پر نظر ڈالئے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت تقریباً" پورے جزیرۃ العرب پر قرآن کی حکومت تھی' ایک طرف سرحد روم تک اور دوسری طرف عراق تک تیسری طرف عدن تک پہنچ چکی تھی۔

اس اگر سے بھی قطع نظر کر لی جائے کہ رسول کریم ﷺ امی تھی اس کو بھی نظر انداز کیا جائے کہ آپ ﷺ کی قوم ایک ایسا قوم تھی کہ جس نے کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت قبول نہ کی تھی' اس کو بھی بھول جائیے کہ ساری دنیا آپ ﷺ کے خلاف تھی' اور مشرکین عرب یہود و نصاری سب کے سب مل کر آپ ﷺ کو اور قرآن کو دنیا سے مٹانے پر تلے ہوئے تھے' بالکل سازگار فضا مان لیجئے تو بھی ایک نئے نظام' نئے قانون اور نئے اصول کی پہلے تو تدوین و ترتیب پھر اس کی تعلیم و تفہیم پھر اس کی عملی تنقید اور اس کے ذریعہ ایک پاکباز معاشرہ اور ملک بھر میں امن و سکون پیدا کرنے کے لئے کتنی مدت کتنا

سرمایہ، کتنے آدمی درکار ہیں اور کیا وہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کو حاصل تھے؟ آج کے نظاموں کو سامنے رکھ کر حساب لگایئے تو ایک اندھے کی بھی آنکھیں کھل جائیں گی کہ یہ نفوذ و اثر یہ روحانی تاثیر بجز خاص قدرت الٰہیہ کے کسی طرح ظاہر نہیں ہو سکتی۔

اعجاز قرآنی کے پورے وجوہ اور ان کی تفصیلات کا بیان ایک نہایت طویل بحث ہے۔ علماء امت نے اس پر بیسیوں مستقل کتابیں ہر زمانہ میں مختلف زبانوں میں تصیت فرمائی ہیں۔

سب سے پہلے تیسری صدی ہجری میں جاحظ نے نظم القرآن کے نام سے مستقل کتاب لکھی پھر چوتھی صدی کے اوائل میں ابو عداللہ واسطی نے بنام اعجاز قرآن ایک کتاب تصنیف کی پھر اسی صدی میں ابن عیسی ربانی نے ایک مختصر رسالہ بنام اعجاز القرآن لکھا، قاضی ابوبکر باقلانی نے پانچویں صدی کے اوائل میں اعجاز القرآن کے نام سے ایک مفصل و مبسوط کتاب لکھی، علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان اور خصائص کبری میں امام رازی نے تفسیر کبیر میں، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ اس مضمون کی تفصیل لکھی، اخری دور میں مصطفیٰ صادق رافعی مرحوم نے اعجاز القرآن کے نام سے اور جناب سید رشید رضا مصری نے الوحی المحمدی کے نام سے مستقل جامع اور مبسوط کتاب لکھیں، اردو زبان میں استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک رسالہ بنام اعجاز القرآن تصنیف فرمایا۔

یہ بھی قرآن مجید کی خصوصیات میں سے ہے کہ اس کے ایک ایک مسئلہ پر مکمل تفسیروں کے علاوہ مستقل رسائل و کتابیں اتنی لکھی گئی ہیں کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

عرض کرنا یہ ہے کہ یہ مضمون اپنی پوری تفصیل کے ساتھ تو اس جگہ بیان نہیں ہو سکتا لیکن کتنا بیان ہو چکا ہے وہ سبھی ایک منصف مزاج انسان کو اس پر مجبور کر دینے کے لئے کافی ہے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام اور رسول اللہ کا عظیم الشان معجزہ تسلیم کرلے۔

چند شبہات اور جوابات

بعض لوگوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ قرآن کے مقابلہ میں کتابیں اور مقالات لکھے گئے مگروہ محفوظ نہ رہے ہوں۔

لیکن اگر ذرا بھی انصاف سے کام لیا جائے تو اس احتمال کی کوئی گنجائش نہیں رہتی' کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ جب سے قرآن نازل ہوا' پوری دنیا میں قرآن کے ماننے والے کم اور منکرین زیادہ رہے ہیں' اور یہ بھی معلوم ہے کہ ذرائع نشر و اشاعت جتنے منکرین قرآن کو حاصل رہے ہیں قرآن کے ماننے والوں کو اکثر قرون میں اس کا کوئی قابل ذکر حصہ حاصل نہیں رہا۔ قرآن اتنا بلند بانگ دعوی اپنے مخالفین کے سامنے کرتا ہے' ان کو چیلنج دیتا ہے' غیرتیں دلاتا ہے' اور مخالفین اسلام اس کے مقابلہ میں جان مال اور اولاد سب کچھ قربان کرنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں' اگر انہوں نے قرآن کا چیلنج قبول کر کے کوئی چیز مقابلہ کے لئے پیش کی ہوتی تو کیسے ممکن تھا کہ وہ ساری دنیا میں شائع نہ ہوتی' اور ہر زمانہ میں منکرین قرآن مسلمانوں کے مقابلہ میں اس کو پیش نہ کرتے' اور مسلمانوں کی طرف سے اس اس پر جرح و قدح میں سینکڑوں کتابیں نہ لکھی گئی ہوتیں۔

اسلام کے قرن اول میں صرف ایک واقعہ مسیلمہ کذاب یمنی کا پیش آیا کہ اس نے کچھ چند بے حیائی کے الٹے سیدھے کلمات لکھ کر یہ کہا تھا کہ یہ وحی

آسمانی قرآن کی مثل ہے۔ مگر دنیا جانتی ہے کہ ان کلمات کا کیا حشر ہوا۔ خود اس کی قوم نے اس کے منہ پر ماردیئے' وہ کلمات ایسے شرمناک غیر مہذب تھے کہ کسی مہذب سوسائٹی میں ان کو بیان بھی نہیں کیا جاسکتا' اور بہرحال جیسے بھی تھے وہ آج تک کتابوں میں نقل ہوتے چلے آئے ہیں' اگر کسی اور شخص نے کوئی اچھا کلام قرآن کے مقابلہ میں پیش کیا ہوتا' تو کوئی وجہ نہ تھی کہ دنیا کی تاریخ اس کو یکسر بھلادیتی' اور منکرین قرآن اس کو ہر قیمت پر باقی رکھنے کی کوشش نہ کرتے۔

وہ لوگ جو قرآن کے مقابلہ پر ہر وقت سینہ سپر تھے قرآن کے اس چیلنج کے جواب میں انہوں نے طرح طرح کی باتیں کیں جن کو قرآن میں نقل کرکے جواب دیا گیا' مگر اس کا ایک واقعہ نہیں کہ کئی کلام مقابلہ پر پیش کرکے اس کے قرآن کا مثل ہونے کا دعوی کیا گیا ہو' ایک رومی غلام جو مدینہ میں لوہار کا کام کیا کرتا تھا اور کچھ تورات و انجیل پڑھا ہوا تھا' کبھی کبھی آنحضرت ﷺ سے ملتا تھا' عرب کے کچھ جاہلوں نے تعصب و عناد سے یہ مشہور کیا کہ آنحضرت ﷺ کو یہ قرآنی مضامین اس نے سکھائے ہیں۔ قرآن نے ان کا یہ اعتراض نقل کرکے خود جواب دیا کہ جس شخص کی طرف سکھانے کی نسبت کرتے ہیں وہ تو خود عجمی ہے' عربی زبان کی بلاغت کو کیا جانے' اور یہ قرآن عربی کی انتہائی بلیغ کتاب ہے سورہ نحل کی آیت نمبر ۱۰۳ دیکھئے:

لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی و ھذا لسان عربی مبین۔

ہم جانتے ہیں کہ یہ مخالفین اسلام یہ کہتے ہیں آپ کو یہ قرآن ایک آدمی سکھاتا ہے حالانکہ وہ جس آدمی کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ عجمی ہے اور قرآن ایک بلیغ عربی زبان میں ہے۔

کچھ لوگوں نے قرآن کی تحدی کے جواب میں یہ کہا کہ:

لو نشاء لقلنا مثل هذا۔

اگر ہم چاہتے تو ہم بھی قرآن کے مثل کلام کہہ دیتے۔

لیکن کوئی ان سے پوچھے کہ پھر چاہا کیوں نہیں؟ قرآن کے مقابلہ کے لئے سارا ایڑی چوٹی کا زور خرچ کیا' جان و مال کی قربانی دی' اگر تمہیں اس کا مثل کلام لکھنے یا کہنے کی قدرت تھی تو قرآن کی اس تحدی کے بعد تم نے اس کی مثل کلام بنا کر فتح کا سہرا اپنے سر کیوں نہ لیا؟

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کے اس دعوی کے بعد مخالفین نے کچھ شریفانہ سکوت ہی نہیں کر لیا بلکہ جو کچھ ان کے منہ پر آیا اس کے مقابلہ پر کہتے رہے' لیکن یہ پھر بھی کسی نے نہ کہا کہ ہم سے فلاں آدمی نے قرآن جیسا فلاں کلام لکھا ہے' اس لئے قرآن کا یہ دعوی یکتائی (معاذ اللہ) غلط ہے'

بعض معاندین کو یہ سوجھی کہ آنحضرت ﷺ جو قبل از نبوت چند روز کے لئے ملک شام تشریف لے گئے اور راستہ میں بحیرا راہب سے ملاقات ہوئی وہ تورات کا ماہر تھا اس سے آپ نے علوم سیکھے' مگر کوئی ان سے پوچھے کہ ایک دن کی ایک ملاقات میں اس سے یہ سارے علوم و معارف فصاحت و بلاغت کا اعجاز' اخلاقی تربیت' نظام خانگی' نظام مملکت کیسے سیکھ لئے؟

آج کل کے بعض معترضین نے کہا کہ کسی کلام کی مثل نہ بنایا جانا اس کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ خدا کا کلام یا معجزہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک اعلی درجہ کا ماہر بلاغت کوئی نثر یا نظم ایسی لکھے کہ دوسرے آدمی اس کی نظیر نہ لا سکیں۔

سعدی شیرازی کی گلستاں فیضی کی تفسیر بے نقط کو عام طور پر بے مثل و بے نظیر کتابیں کہا جاتا ہے تو کیا وہ بھی معجزہ ہیں؟

لیکن اگر ذرا غور کریں تو انہیں معلوم ہو گا کہ سعدی اور فیضی کے پاس سامان تعلیم و تالیف کس قدر موجود تھا' کتنے عرصہ تک انہوں نے تعلیم حاصل کی برسوں مدرسوں میں پڑے رہے' راتوں جاگے' مدتوں محنتیں کیں' بڑے بڑے علماء کے سامنے زانوے ادب طے کئے۔ سالہا سال کی محنتوں اور دماغ سوزیوں کے نتیجہ میں اگر بالفرض فیضی یا حریری یا متنبی یا کوئی اور عربی زبان میں اور سعدی فارسی میں اور ملٹن انگریزی میں یا ہومر یونانی میں یا کالی داس سنسکرت میں ایسے ہوئے ہیں کہ ان کا کلام دوسروں کے کلام سے فائق ہو گیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

معجزہ کی تعریف تو یہ ہے کہ وہ اسباب متعارفہ کے توسط کے بغیر وجود میں آئے' کیا ان لوگوں کی باقاعدہ تحصیل علوم' استادوں کے ساتھ طویل ملازمت و صحبت وسیع مطالعہ' مدتوں کی مشاقی ان کی علمی مہارت کے پرکھے ہوئے اسباب نہیں ہیں؟ اگر ان کے کلام دوسروں سے ممتاز ہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جس نے کبھی کتاب و قلم کو ہاتھ نہ لگایا ہو کسی مدرسہ و مکتب میں قدم نہ رکھا ہو' وہ ایسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کرے کہ ہزاروں سعدی اور لاکھوں فیضی اس پر قربان ہو جانے کو اپنا سرمایہ فخر سمجھیں' اور ان کو جو کچھ علم و حکمت حاصل ہوئے اس کو بھی آپؐ ہی کے فیض تعلیم کا اثر قرار دیں۔ اس کے علاوہ سعدی اور فیضی کے کلام کا مثل پیش کرنے کی کسی کو ضرورت بھی کیا تھی' کیا انہوں نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور اپنے کلام کے بے مثل و بے نظیر ہونے کو اپنا معجزہ کہا تھا' اور دنیا کو اس کا چیلنج دیا تھا کہ ہمارے کلام کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی جس کے نتیجہ میں لوگ اس کا مقابلہ کرنے اور مثال پیش کرنے کے لئے مجبور ہوتے۔

پر قرآن کی صرف فصاحت و بلاغت اور نظم و ترتیب ہی بے مثال نہیں لوگوں کے دل و دماغ پر اس کی تاثیرات عجیبہ اس سے زیادہ بے مثال اور حیرت انگیز ہیں، جن کی وجہ سے قوموں کے مزاج بدل گئے، انسانی اخلاق میں ایک کایا پلٹ ہوگئی، عرب کے تند خو گنوار حلم و اخلاق اور علم و حکمت کے استاد مانے گئے۔ ان حیرت انگیز انقلابی تاثیرات کا اقرار صرف مسلمان نہیں موجودہ زمانے کے سینکڑوں غیر مسلمانوں نے بھی کیا ہے، یورپ کے مستشرقین کے مقالات اس بارے میں جمع کئے جائیں تو ایک مستقل کتاب ہوجائے اور حکیم الامہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب بنام "شہادۃ الاقوام علی صدق الاسلام" تحریر فرمائی ہے اس جگہ چند حوالے نقل کئے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر گستادلی بان نے اپنی کتاب "تمدن عرب" میں صفائی سے اس حیرت انگیزی کا اعتراف کیا۔ ان کے الفاظ کا ترجمہ اردو میں یہ ہے:

"اس پیغمبر اسلام اس نبی امی کی بھی ایک حیرت انگیز سرگذشت ہے، جس کی آواز نے ایک قوم ناہنجاز کو جو اس وقت تک کسی ملک گیر کے زیر حکومت نہ آئی تھی رام کیا، اور اس درجہ پر پہنچا دیا کہ اس نے عالم کی بڑی بڑی سلطنتوں کو زیر و زبر کر ڈالا، اور اس وقت بھی وہی نبی امی اپنی قبر کے اندر سے لاکھوں بندگان خدا کو کلمہ اسلام پر قائم رکھے ہوئے ہے۔"

مسٹر وڈول جس نے قرآن مجید کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا ہے لکھتا ہے کہ:

"جتنا بھی ہم اس کتاب یعنی قرآن کو الٹ پلٹ کر دیکھیں اسی قدر پہلے مطالعہ میں اس کی نامرغوبی نئے نئے

پہلوؤں سے اپنا رنگ جماتی ہے' لیکن فوراً" ہمیں مسخر کر لیتی ہے' متحیر بنا دیتی ہے' اور آخر میں ہم سے تعظیم کرا کر چھوڑتی ہے' اس کا طرز بیان باعتبار اس کے مضامین و اغراض کے عفیف عالی شان اور تہدید آمیز ہے اور جابجا اس کے مضامین سخن کی غایت رفعت تک پہنچ جاتے ہیں۔ غرض یہ کتاب ہر زمانہ میں اپنا پرزور اثر دکھاتی رہے گی۔" (شہادۃ الاقوام ص ۱۳)

مصر کے مشہور مصنف احمد فتحی بک زاغلول نے ۱۸۹۸ء میں مسٹر کونٹ ہنروی کی کتاب الاسلام کا ترجمہ عربی میں شائع کیا تھا اصل کتاب فرنچ زبان میں تھی اس میں مسر کونٹ نے قرآن کے متعلق اپنے تاثرات ان الفاظ میں ظاہر کئے ہیں:

"عقل حیران ہے کہ اس قسم کا کلام ایسے شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہو جو بالکل امی تھا تمام مشرق نے اقرار کرلیا ہے کہ نوع انسانی لفظاً" و معنیٰ" ہر لحاظ سے اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ یہ وہی کلام ہے جس کی بلند انشاء پردازی نے عمر بن خطاب کو مطمئن کردیا' ان کو خدا کا معترف ہونا پڑا' یہ وہی کلام ہے کہ جب یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق اس کے جملے جعفر بن ابی طالب نے حبشہ کے بادشاہ کے دربار میں پڑھے تو اس کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہو گئے' اور بشپ چلا اٹھا کہ یہ کلام اسی سرچشمہ سے نکلا ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کا کلام نکلا تھا۔" (شہادۃ الاقوام ص ۱۴)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا' جلد ۱۶ ص ۵۹۹ میں ہے:

"قرآن کے مختلف حصص کے مطالب ایک دوسرے سے بالکل متفاوت ہیں بہت سیایات دینی و اخلاقی خیالات پر مشتمل ہیں' مظاہر قدرت تاریخ الہامات انبیاء کے ذریعہ اس میں خدا کی عظمت مہربانی اور صداقت کی یاد دلائی گئی ہے' بالخصوص حضرت محمد ﷺ کے واسطہ سے خدا کو واحد اور قادر مطلق ظاہر کیا گیا ہے۔ بت پرستی کو بلا لحاظ ناجائز قرار دیا گیا ہے' قرآن کی نسبت یہ بالکل بجا کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا بھر کے موجودہ کتابوں میں سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔"

انگلستان کے نامور مورخ ڈاکٹر گبن اپنی مشہور تصنیف سلطنت روما کا انحطاط زوال کی جلد ۵ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں:

"قرآن کی نسبت بحر اٹلانٹک سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے' قانون اساسی' ہے اور صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لئے اور قوانین کے لئے بھی ہے جن پر نظام کا مدار ہے' جن سے نوع انسان کی زندگی وابستہ ہے جن کو حیات انسانی کی ترتیب تنسیق سے گہرا تعلق ہے' حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت سب پر حاوی ہے' یہ شریعت ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے قانون انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔"

اس جگہ مستشرقین یورپ کے اقوام و اعترافات کا اعیاب کرنا نہیں کہ اس کی گنجائش نہیں' نمونہ کے طور پر چند اقوال نقل کئے گئے ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ باعتبار فصاحت و بلاغت کے اور باعتبار اغراض و مقاصد کے

اور باعتبار علوم و معارف کے قرآن کے بے نظیر و بے مثل ہونے کا اقرار صرف مسلمانوں نے نہیں ہر زمانہ کے منصف مزاج غیر مسلموں نے بھی کیا ہے۔

قرآن نے ساری دنیا کو اپنی مثال لانے کا چیلنج دیا تھا اور کوئی نہ لاسکا' آج بھی ہر مسلمان دنیا کے ماہرین علم و سیاست کو چیلنج کرکے کہہ سکتا ہے کہ پوری دنیا کی تاریخ میں ایک واقعہ ایسا دکھلادو کہ ایک بڑے سے بڑا ماہر حکیم فیلسوف کھڑا ہو اور ساری دنیا کے عقائد و نظریات اور رسوم و عادات کے خلاف ایک نیا نظام پیش کرے' اور اس کی قوم بھی اتنی ہی جاہل گنوار ہو' پھر وہ اتنے قلیل عرصہ میں اس کی تعلیم کو بھی عام کردے اور عملی تنقید کو بھی اس حد پر پہنچا دے کہ اس کی نظیر آج کے مضبوط و مستحکم نظاموں میں ملنا ناممکن ہے۔

دنیا کی پہلی تاریخ میں اگر اس کی کوئی نظیر نہیں تو آج تو بڑی روشنی' روشن خیالی' بڑی تیز رفتاری کا زمانہ ہے' آج کوئی کرکے دکھلادے۔ اکیلا کوئی نہ کرسکے تو اپنی قوم کو بلکہ دنیا کی ساری اقوام کو جمع کرکے اس کی مثال پیدا کردے۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارة اعدت للکفرین○ "اگر تم اس کی مثال نہ لاسکے اور ہرگز نہ لاسکوگے تو پھر اس جہنم کی آگ سے ڈرو' جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں' جو منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔"

اعجاز قرآنی کے بیان کو اس پر ختم کیا جاتا ہے' واللہ المستعان و علیہ التکلان'

لیلۃ القدر کی عبادت کے فضائل اور اس میں قیام کا طریقہ

عن عائشہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحرو الیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان رواہ البخاری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تلاش کرو شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں میں یعنی اکیسویں، تیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں میں۔ (بخاری)

وعن ابن عمر قال ان رجالا" من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اروا لیلۃ القدر فی سبع الاواخر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اری رؤیاکم قدتواطات فی السبع الاواخر فمن کان متحریھا فلیتحرھا فی السبع الاواخر۔ متفق علیہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کو رمضان کی آخری سات راتوں میں شب قدر خواب کے اندر دکھائی گئی پس فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ متفق ہوئے تمہارے خواب آخری سات راتوں پر جو شخص تلاش کرنا چاہے شب قدر کو تلاش کرے وہ آخری سات راتوں میں۔ (بخاری ومسلم)

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التمسوھا فی

العشر الاواخر من رمضان لیلة القدر فی تاسعة تبقے فی سابعة تبقی فی خامسة تبقی۔ رواہ البخاری۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تلاش کرو رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر کو یعنی اکیسویں کو، ستائیسویں کو پچیسویں کو۔

وعن ابی سعید ن الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف العشر الاول من رمضان ثم اعتکف العشر الاوسط فی قبة ترکیة ثم اطلع راسه فقال انی اعتکف العشر الاول التمس هذه اللیلة ثم اعتکف العشر الاوسط ثم اتیت فقیل لی انها فی العشر الاواخر فمن کان اعتکف معی فلیعتکف العشر الاواخر فقد اریت هذه اللیلة ثم انسیتها وقد رایتنی اسجد فی مآء طین من صبیحتها فالتمسوها فی العشر الاواخر والتمسوها نی کل وتر قال فمطرت السمآء تلک اللیلة وکان المسجد علی عرش فوکف المسجد فبصرت عینای رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وعلی جبهته اثر المآء والطین من صبیحه احدی وعشرین متفق علیه فی المعنی واللفظ لمسلم الی قوله فقیل لی انها فی العشر الاواخر والباقی للبخاری وفی روایة عبداللہ بن انیس قال لیلة ثلث وعشرین رواه مسلم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کیا رمضان کے پہلے عشرہ میں پھر اعتکاف کیا درمیانی عشرہ میں ایک ترکی خیمہ کے اندر پھر ایک روز خیمہ کے اندر سے سر نکال کر فرمایا میں نے عشرہ میں شب قدر کو تلاش کرنے کے لئے اعتکاف کیا تھا پھر اعتکاف کیا میں نے درمیانی عشرہ میں پس آیا میرے پاس ایک فرشتہ اور اس نے بتلایا کہ شب قدر رمضان کے

آخری عشرہ میں ہے پس جو شخص میرے ساتھ اعتکاف کرنا چاہے وہ آخری عشرہ میں اعتکاف کرے مجھ کو شب قدر خواب میں دکھائی گئی تھی پھر بھول گیا میں۔ میں نے خواب میں اپنے آپ کو اس حال میں دیکھا کہ میں کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں شب قدر کی صبح کو پس تلاش کرو تم شب قدر کو آخری عشرہ میں اور تلاش کرو ہر طاق رات میں۔ راوی کا بیان ہے کہ جس رات کو شب قدر رسول اللہ ﷺ نے دیکھی تھی اس رات کو مینہ برسا تھا اور مسجد کی چھت کھجوروں کی شاخوں کی تھی اور بارش سے مسجد ٹپکی پس دیکھا میں نے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشانی پر مٹی اور پانی کا نشان تھا اور یہ اکیسویں تاریخ کی صبح تھی۔ (بخاری و مسلم) اور عبداللہ بن انیس کی روایت میں تیئسویں تاریخ کا لفظ ہے۔

وعن زر بن حبیش قال سالت ابی بن کعب فقلت ان اخاک ابن مسعود یقول من یقم الحول یصب لیلة القدر فقال رحمہ اللہ ارادی ان لا یتکل الناس اما انہ قد علم انھا فی رمضان وانھا فی عشر الاوخر وانھا لیلة سبع وعشرین ثم حلف لا یستثنی انھا لیلہ سبع وعشرین فقلت بای شئی تقول ذلک یا ابا المنذر قال بالعلامة او بالایة التی اخبر نا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انھا تطلع یومئذ لا شعاع لھا رواہ مسلم

حضرت زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعبؓ سے پوچھا کہ تمہارے دینی بھائی ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو شخص سال کی تمام راتوں میں عبادت کرے وہ شب قدر کو پالے گا۔ ابی بن کعب نے کہا خدا ان پر رحم کرے انہوں نے اس خیال سے یہ کہا ہے کہ کہیں لوگ اس رات پر بھروسہ نہ کرلیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن مسعود کو یہ معلوم تھا کہ شب قدر رمضان میں ہے اور رمضان کے آخری عشرہ میں ہے اور وہ ستائیسویں رات ہے پھر ابن ابی

کعب نے قسم کھائی کہ وہ ستائیسویں رات ہے اور انشاء اللہ نہ کہا پس میں نے کہا تم کس دلیل سے ایسا کہتے ہو انہوں نے کہا ان علامات یا نشانیوں سے جن سے ہم کو رسول اللہ ﷺ نے آگاہ کیا ہے یعنی یہ کہ اس رات کی صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو اس میں روشنی نہیں ہوتی یعنی بہت کم ہوتی ہے۔ (مسلم)

وعن عائشه قالت کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یجتهد فی العشر الاواخر مایجتهد فی غیره رواه مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں غیر معمولی کوشش کرتے تھے عبادت وطاعت میں اور کسی دوسرے عشرہ میں اتنی نہ کرتے تھے۔ (مسلم)

وعنها قالت کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا دخل العشر شدمیزره واحیی لیله والیقظ اهله متفق علیه

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تہ بند کو مضبوط باندھ لیتے راتوں کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے۔ (بخاری مسلم)

عن عائشه قلت یارسول اللّٰه ارایت ان علمت ای لیلةً لیلةَ القدر ماقول فیها قال قولی اللهم انک عفو" تحب العفو فاعف عنے رواه احمد وابن ماجه والترمذی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھ کو شب قدر معلوم ہو جائے تو بتائیے میں اس میں کیا کہوں؟ آپ نے فرمایا یہ کہو اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی یعنی اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے پسند کرتا ہے معاف کرنے کو

پس مجھ کو معاف کر۔ (احمد۔ ابن ماجہ۔ ترمذی)

وعن ابی بکرہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یقول التمسوھا یعنی لیلۃ القدر فی تسع یبقین اوفی سبع یبقین اوفی خمس یبقین اوثلث یبقین اوآخر لیلۃ رواہ الترمذی

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے تلاش کرو شب قدر کو انتیسویں کو، ستائیسویں کو، پچیسویں کو اور تیئسویں کو یا آخر رات میں۔ (ترمذی)

وعن ابن عمر قال سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن لیلۃ القدر فقال ھی فی کل رمضان رواہ ابوداؤد قال رواہ سفیان وشعبہ عن ابی اسحق موقوفا علی ابن عمر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کی بابت پوچھا گیا آپ نے فرمایا وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔

وعن عبداللّٰہ بن انیس قال قلت یارسول اللّٰہ ان لی بادیۃ اکون فیھا وانا اصلی فیھا بحمداللّٰہ فمرنی بلیلۃ انزلھا الی ھذاالمسجد فقال انزل لیلۃ ثلث وعشرین قیل لابنہ کیف کان ابوک یصنع قال کان یدخل المسجد اذا صلے العصر فلا یخرج منہ لحاجۃ حتی یصلی الصبح فاذا صلی الصبح وجد دابتہ علی باب المسجد فجلس علیھا ولحق ببادیتہ رواہ ابوداؤد

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن انیس کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا گھر جنگل میں ہے میں وہیں رہتا ہوں اور وہیں نماز پڑھتا ہوں خدا کا شکر ہے پس بتلایئے مجھ کو ایک رات یعنی شب قدر کہ میں اس میں مسجد نبوی کے اندر حاضر

ہو کر عبادت کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیئسویں رات کو آجاؤ۔ عبداللہ کے بیٹے سے پوچھا گیا کہ تمہارا باپ کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ بائیسویں تاریخ کو نماز عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوتا (اور اعتکاف کرتا) اور نہ نکلتا مسجد سے کسی کام کے لئے یہاں تک کہ صبح کی نماز پڑھتا پس صبح کی نماز پڑھ کر وہ مسجد سے باہر نکلتا اور اپنی سواری پر جو مسجد کے باہر موجود ہوتی سوار ہو کر اپنے جنگل میں چلا آتا۔ (ابوداؤد)

عن عبادة ابن الصامت قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیخبرنا بلیلۃ القدر فتلاحی رجلان من المسلمین فقال خرجت لاخبرکم بلیلۃ القدر فتلاحی فلان" وفلان" فرفعت وعسے ان یکون خیرا" لکم فالتمسوھا فی التاسعۃ والسابعۃ والخامسۃ رواہ البخاری

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر کی خبر ہم لوگوں کو دینے کے لئے گھر سے باہر نکلے۔ پس جھگڑا کیا دو مسلمانوں نے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں تم کو شب قدر کی خبر دینے آیا تھا کہ فلاں فلاں شخصوں نے جھگڑا کیا پس شب قدر کی شناخت مجھ سے اٹھا لی گئی شائد تمہارے لئے اب یہ بہتر ہو کہ تم اس کو انتیسویں میں، ستائیسویں میں اور پچیسویں میں تلاش کرو۔ (بخاری)

وعن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلۃ القدر نزل جبرئیل علیہ السلام فی کبکبۃ من الملئکتہ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزوجل فاذا کان یوم عیدھم یعنی یوم فطرھم باھی بھم ملئکتہ فقال یا ملائکتی ماجزآء اجیر وفی عملہ قالوا ربنا جزآءہ ان یوفے اجرہ قال ملئکتی عبیدی وامانی قضوا فریضتی علیھم ثم خرجوا

يعجون الى الدعآء وعزتي وجلالي وكرمي وعلوي وارتفاع مكاني لاجيبنهم فيقول ارجعوا فقد غفرت لسكم وبدلت سياتكم حسنات قال فيرجعون مغفور "الهم رواه البيهقے في شعب الايمان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور ہر اس بندہ پر رحمت بھیجتے ہیں یا اس کی بخشش کی دعا کرتے ہیں جو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر خدا کا ذکر اور عبادت کرتا ہوتا ہے پھر جب ان کی یعنی مسلمانوں کی عید (عید الفطر) کا دن ہوتا ہے تو خداوند تعالے اپنے ان بندوں کے سبب اپنے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے فرشتو اس مزدور کی اجرت کیا ہے جو اپنا کام پورا کردے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار اس کی اجرت یہ ہے کہ اس کو پورا معاوضہ دیا جائے۔ خداوند تعالے کہتا ہے اے میرے فرشتو میرے غلاموں اور میری لونڈیوں نے فرض کو ادا کردیا پھر وہ گھروں سے دعا کے لئے عید گاہ کی طرف نکلے قسم ہے اپنی عزت اپنے جلال۔ اپنی بخشش کرم۔ اپنے بلند مرتبہ اور اپنی بلند منزلت کی میں ان کی دعاؤں کو قبول کروں گا پھر خداوند تعالے فرماتا ہے اے میرے بندو اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ میں نے تم کو بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کردیا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب واپس ہوتے ہیں مسلمان عید گاہ سے اس حال میں کہ ان کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (بیہقی)

برکات رمضان

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایۃ فتحت ابواب السماء وفی رویۃ فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جھنم وسلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ متفق علیہ

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شروع ہوتا ہے ماہ رمضان تو کھولے جاتے ہیں دروازے آسمان کے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کھولے جاتے ہیں دروازے جنت کے اور بند کئے جاتے ہیں دروازے دوزخ کے اور قید کیا جاتا ہے شیطانوں کو اور ایک روایت میں ہے کہ کھولے جاتے ہیں دروازے رحمت کے (بخاری و مسلم)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان اول لیلۃ من شھر رمضان صفدت الشیاطین و مردۃ الجن وغلقت ابواب النار فلم یفتح منھا باب وفتحت ابواب الجنۃ فلم یغلق منھا باب وینادی منادیا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر و للہ عتقاء من النار وذالک کل لیلۃ رواہ الترمذی وابن ماجہ و رواہ احمد عن رجل وقال الترمذی ھذی حدیث غریب

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس وقت آتی ہے رمضان کی پہلی رات قید کئے جاتے ہیں شیطان اور سرکش جن

اور بند کئے جاتے ہیں دوزخ کے دروازے اور نہیں کھولا جاتا دوزخ کا کوئی دروازہ اور کھولے جاتے ہیں دروازے جنت کے اور نہیں بند رکھا جاتا اس کا کوئی دروازہ اور اعلان کرتا ہے ایک اعلان کرنے والا یہ کہ اے نیکی کے طالب متوجہ ہو نیکی کی طرف اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے باز رہ برائی سے اور اللہ آزاد کرتا ہے اس مبارک مہینہ میں بہت سے لوگوں کو دوزخ سے اور ایسا ہر رات کو ہوتا ہے یعنی منادی کرنے والا روزانہ رات کو یہ اعلان کرتا ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ) .

وعن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل شہر رمضان اطلق کل اسیر واعطی کل سائل

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیدی کو چھوڑ دیتے اور ہر مانگنے والے کو دیتے۔ (بیہقی)

وعن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الجنۃ تزخرف لرمضان من راس الحول الی حول قابل قال فاذا کان اول یوم من رمضان ھبت ریح تحت العرش من ورق الجنۃ علی الحور العین فیقلن یا رب اجعل لنا من عبادک ازواجا تقر بھم اعیننا وتقر اعینھم بنا روی البیھقی فی شعب الایمان (مشکوۃ)۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت آراستہ کی جاتی ہے شروع سال سے آخر سال تک رمضان کے لئے آپ نے فرمایا کہ جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش الہی کی نیچے جنت کے درختوں کے پتوں سے ہوا چلتی ہے حور عین پر پس کہتی ہیں حوریں اے پروردگار اپنے بندوں کو ہمارا شوہر بنادے کہ ان کی صحبت کی لذت سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور

ان کی آنکھیں ہماری مجالست کی لذت سے ٹھنڈی ہوں۔

تشریح

اس سے پہلے تو عظمت قرآن اس کی برکات اور فضائل کا بیان گزرا ہے۔ اور ان احادیث میں برکات رمضان کا بیان ہے۔ پہلی حدیث حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک برکت یہ ہے کہ جب ماہ رمضان داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کنایہ ہے پے در پے نزول رحمت الہٰی سے۔ یہ مقصد نہیں کہ پہلے دروازے بند تھے تو اب کھول دیئے جاتے ہیں اور دوسری برکت یہ ہے کہ اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ یہ بھی کنایہ ہے کہ آدمی کو عبادت اور نیک کاموں کی توفیق ہوتی ہے ان کی وجہ سے آدمی کا جنت میں داخل ہوگا۔ اور تیسری برکت یہ ہے کہ اس میں دوزخ کے دروازے بند کرئیے جاتے ہیں۔ یعنی آدمی نیک کام کرتا ہے تو ان کی وجہ سے اس کے لئے دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور چوتھی برکت یہ ہے کہ اس میں شیطانوں کو بند کردیا جاتا ہے۔ یعنی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ماہ رمضان میں جب وحی کا نزول شروع ہوا تھا تو شیطانوں کا آسمانوں پر آنا جانا بند کرایا گیا تھا تاکہ وہ نزول وحی میں کسی قسم کی آمیزش نہ کر سکیں جیسا کہ سورۃ النجم میں اشارہ موجود ہے۔ اسی طرح ماہ رمضان میں مومن جب اس وحی الہٰی پر عمل کرتا ہے تو شیطان آمیزش کرتا ہے تاکہ مومن اس پر عمل نہ کرسکے۔ اور اللہ تعالیٰ ان شیاطین کو بند کردیتے ہیں تاکہ وہ مومن کے عمل میں رکاوٹ نہ ڈال سکیں۔ اور دوسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے' اس میں پہلی حدیث کی تفصیل ہے کہ شیطانوں کی یہ بندش ماہ رمضان کی پہلی رات میں ہی ہوجاتی ہے باقی مضمون وہی ہے جو پہلی حدیث میں ہے۔ البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ اے نیکی کے طالب متوجہ ہوجا۔ اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے اب باز آجا۔ اور یہ اعلان کرنے والا عالم دین ہوتا ہے جو شب و روز لوگوں کو دعوت دیتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی فرشتہ ہو مگر ظاہر پہلا احتمال ہی ہے کیونکہ فرشتے کے اعلان سے عوام الناس کو فائدہ نہیں ہوتا۔ اور عالم دین کے اعلان سے عوام الناس کو فائدہ ہوتا ہے۔ اور یہ اعلان ہر رات میں ہوتا ہے۔ اور تیسری حدیث یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب ماہ رمضان داخل ہوتا تھا تو قیدیوں کو رہا کردیتے تھے اور سائلین کو دیتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب اور سربراہ مملکت تھے اس لئے ان برکات کانمونہ پیش فرماتے تھے۔ گویا آپ کا یہ عملی نمونہ اللہ تعالیٰ کا ہی نمونہ تھا لہٰذا مسلمان حکمرانوں کو یہ بھی عملی مظاہرہ کرنا چاہیے کہ ماہ رمضان میں قیدیوں کو آزاد کریں اور مساکین پر خرچ کریں اور عام مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ اس مہینہ میں غرباء مساکین پر خرچ کریں۔ ان کا خرچ کرنا بھی گویا اللہ تعالیٰ کا خرچ کرنا ہوگا۔ اور چوتھی حدیث یہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ ایک ہر سال جنت کی آراستگی جو شعبان سے بھی ہوسکتی ہے اور محرم سے بھی اور دوسرا اس میں نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ جو حوریں عطا فرمائیں گے ان کی ان بندوں کے لئے دعاؤں کا ذکر ہے پس یہ حدیثیں بھی شہر رمضان

انزل فیہ القران الخ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ جب قرآن کی یہ برکات ہیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں تو ظاہر بات ہے کہ جس مہینہ میں وہ قرآن اتارا گیا ہے اس کی بھی یقیناً" یہی مذکورہ برکات ہوں گی۔ کیونکہ ظرف کی عظمت سے مظروف کی عظمت بن جاتی ہے۔

پندرہ شعبان کے بعد یا رمضان سے ایک دو دن پہلے یا شک والے دن روزہ رکھنا منع ہے

وعن ابی هریره قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین الا ان یکون رجل کان یصوم یوما" فلیصم ذالک الیوم متفق

حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص رمضان سے ایک دن یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر وہ شخص جو رکھنے کا عادی ہو اس دن کا روزہ رکھ سکتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

عن ابی هریره قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاانتصف شعبان فلا تصوموا رواہ ابوداؤد والترمذی و ابن ماجہ والدارمی

حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب گزر جائے شعبان کا آدھا مہینہ پس روزے نہ رکھو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احصوا ھلال شعبان لرمضان رواہ الترمذی۔

حضرت ابو ہریرۃؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمار کرو

شعبان کے مہینہ کو واسطے رمضان کے یعنی شعبان کے دنوں کو یاد رکھو تاکہ رمضان کا آنا معلوم ہو جائے۔ (ترمذی)

وعن ام سلمہ قالت مارایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم شہرین متتابعین الا شعبان و رمضان رواہ ابوداؤد و الترمذی والنسائی و ابن ماجہ

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مہینے متواتر روزے رکھتے نہیں دیکھا مگر شعبان اور رمضان کے ان دونوں مہینوں کے مسلسل روزے آپؐ رکھتے تھے۔

وعن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجہ والدارمی

حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ جس شخص نے مشکوک دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

تشریح

یہاں اس بحث میں مختلف مضامین کی پانچ احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث قرآن مجید کے اس جملہ (فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ) کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ جو اس ماہ رمضان میں موجود ہے وہ اس کا روزہ رکھے۔ مگر اس میں اجمال ہے۔ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ رمضان سے پہلے کوئی روزہ رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے۔ ان میں سے پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے اور اس کی وجہ محدثین نے یہ لکھی ہے کہ اس سے

فرض اور نفلی روزے خلط ملط ہو جائیں گے۔ یہ اختلاط جائز نہیں ہے اور نیز اس سے اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ بھی لازم آئے گی۔ لیکن یہ مکروہ تنزیہ ہے حرام نہیں اور اگر کسی کی پہلے سے عادت ہو روزہ رکھنے کی اور اوپر سے رمضان آگیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ ؐ نے فرمایا ہے کہ کوئی نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی میں ضعف آئے گا اور ماہ رمضان کا فرض روزہ متاثر ہو گا۔ اور تیسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ شعبان کے دن گنتے رہنا چاہئے تاکہ رمضان میں شک نہ پڑے یعنی اگر آدمی کو یاد ہو کہ شعبان کے تیس دن مکمل ہو گئے ہیں اور رمضان کی پہلی تاریخ کو آسمان پر ابر ہو تو آدمی روزہ رکھ سکتا ہے۔ یہ شک والا دن نہیں ہے۔ کیونکہ چاند کے حساب سے مہینے کے اکتیس دن ہوتے نہیں ہیں۔ اور چوتھی حدیث یہاں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک کا بیان ہے کہ آپ ماہ رمضان سے پہلے شعبان کے روزے رکھتے تھے۔ اور اس سے حدیث نمبر ایک کی تائید ہوتی ہے۔ اور پانچویں حدیث یہاں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شک والے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ یعنی اگر ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا ہو یا گواہ کی گواہی فسق وغیرہ کی وجہ سے مسترد کردی گئی ہو تو وہ یہ دن شک کا ہے اس دن روزہ نہ رکھنا چاہئے۔ یہ مکروہ ہے اور اگر پہلے سے اس کی عادت ہو روزہ رکھنے کی تو کوئی حرج نہیں روزہ رکھ سکتا ہے اس کی تفصیل بیان ہو گئی ہے۔

ماہ رمضان کا روزہ فرض ہے۔

فمن شهد منكم الشهر فليصمه (سورة البقرہ آیت ۱۸۵)

سو جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پالے تو اس کے روزے رکھے۔

تفسیر

یہاں سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچاسی کا ایک جملہ نقل کیا گیا ہے اس سے پہلے ماہ رمضان کی عظمت بیان ہوئی ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ جو تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو تو وہ اس کے روزے رکھے۔ اب رمضان اور روزے کی مناسبت باہم یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بعض اوقات زیادہ محترم ہیں۔ ان میں سے ماہ رمضان مبارک بھی ہے۔ اور اس کے احترام کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لئے جو کتابیں اتاری ہیں وہ سب اسی مہینے میں اتاری ہیں۔ گویا کہ یہ مہینہ احسانات الٰہی کا مظہر ہے۔ لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اس کے احسانات کی قدر کرے اور یہ کہ اس کی مرضی کا کھائے اور پہنے۔ روزہ اس کا نمونہ ہے اس لئے فرمایا ہے کہ جو تم میں سے اس مہینے میں موجود ہو اس کا روزہ رکھے۔ اور یہاں فلیصمہ صیغہ امر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ رکھنا فرض ہے۔ کیونکہ یہ صیغہ وجوب کے لئے آتا ہے چنانچہ اس کی مزید تفصیل احادیث میں آرہی ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتاكم رمضان۔ شهر مبارك فرض الله عليكم صيامه تفتح فيه ابواب السماء وتغلق فيه ابواب الجحيم تغل فيه مردة الشيطين لله فيه ليلة خير من الف شهر من حرم خيرها فقد حرم (مشكوة بحواله احمد نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس رمضان آگیا ہے۔ برکات والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ تم پر فرض کیا ہے۔ اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ اور سرکش شیاطین کو اس میں باندھ دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس کی خیر سے جو محروم رکھا گیا تو وہ جنت سے بھی محروم رکھا گیا ہے۔ یہ حدیث صاحب مشکوۃ نے احمد اور نسائی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

وعن سلمان الفارسی قال خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی اخر یوم من شعبان فقال یاایھاالناس قد اظلکم شھر" عظیم" شھر" مبارک" شھر" فیہ لیلۃ" خیر" من الف شھر جعل اللّٰہ صیامہ فریضۃ" وقیام لیلہ تطوعا من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادی فریضۃ فیما سواہ من وادی فریضۃ" فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ" فیما سواہ وھو شھر المواساۃ وشھر" یزاد فیہ رزق المومن من فطر فیہ صائما" کان لہ مغفرۃ لذنوبہ وعتق رقبتہ من النار وکان لہ مثل اجرہ من غیر ان ینتقص من اجرہ شئی قلنا یارسول اللّٰہ لیس کلنا نجد مانفطر بہ الصآئم فقال رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم یعطی اللّٰہ ھذا الثواب من فطر صآئما علے مذقۃ لبن او تمرۃ او شربۃ من مآء ومن اشبع صآئما" سقاہ اللّٰہ من حوضی شربۃ لا یظما حتی یدخل الجنۃ وھو شھر" اولہ رحمتہ" واوسطہ مغفرۃ" واخرہ عتق من النار ومن خفف عن مملوکہ فیہ غفر اللّٰہ لہ واعتقہ من النار (مشکوۃ کتاب الصوم)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شعبان کے آخری دن رسول اللہ

ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو ایک بڑے مہینے نے تم پر سایہ ڈالا ہے جو بڑا بابرکت مہینہ ہے یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ خداوند تعالے نے اس مہینہ کے روزے فرض قرار دیئے ہیں اور اُس کی رات کی عبادت نفل قرار دی ہے جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی سے خدا کی قربت تلاش کرے یعنی خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نفل عبادت کرے اس کا ثواب اتنا ہی ہوتا ہے جتنا فرض کا رمضان کے مہینہ کے سوا دوسرے مہینوں میں اور جو شخص ادا کرے اس مہینہ میں فرض کو اس کا ثواب ملتا ہے جتنا رمضان کے سوا دوسرے مہینوں میں ستر فرض ادا کرنے کا ثواب اور یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ مہینہ غم خواری کا ہے یہ مہینہ ایک ایسا مہینہ ہے جس میں زیادہ کیا جاتا ہے رزق مومن کا۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے وہ اس کے لئے گناہوں کی بخشش کا سبب ہوتا ہے۔ اور دوزخ کی آگ سے نجات کا ذریعہ اور روزہ دار کے ثواب کے برابر اس کو ثواب ملتا ہے اور اس سے روزہ دار کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی تو ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ہم سب کے پاس اتنا سامان نہیں ہے کہ اس سے ہم روزہ داروں کے روزے افطار کرائیں آپ نے فرمایا عطا فرماتا ہے خداوند تعالے یہ ثواب اس شخص کو(بھی) جو لسی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرائے اور جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے سیراب کرے گا اس کو اللہ تعالے میرے حوض سے ایسا پانی پلائے گا کہ پھر کبھی اس کو پیاس نہ لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں جائے اور یہ مہینہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس کے ابتداء میں رحمت ہے درمیان میں مغفرت اور آخر میں دوزخ سے نجات اور جس شخص

نے اس مہینہ میں اپنے غلام (روزہ دار) سے کم کام لیا اور اس کے کام میں تخفیف کردی بخشتا ہے اللہ اس کو اور دوزخ سے نجات دیتا ہے۔ (بیہقی)

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ دوسری حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور یہ دونوں حدیثیں سورۃ البقرہ کے جملہ (فمن شهد منكم الشهر فليصمه) کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں جو فليصمه آیا ہے یہ صیغہ امر ہے جو وجوب کے لئے آتا ہے اور وجوب اور فرض یہاں ایک معنی میں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان کا روزہ فرض ہے۔ اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حدیثوں میں اس کی تائید فرمادی ہے کہ ماہ رمضان کا روزہ فرض ہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو حدیثوں میں ماہ رمضان کی کچھ مزید برکات بیان فرمائی ہیں۔ پہلی برکت یہ ہے کہ اس مہینہ میں آسمان سے رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں۔ اور سرکش شیطانوں کو بھی بند کردیا جاتا ہے۔ اور اس میں ایک رات ہے کہ جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ تو پہلی حدیث کا مضمون ہے اور دوسری حدیث جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں کچھ مزید چیزوں کا بیان ہے کہ ماہ رمضان میں رات کا قیام تراویح نفلی عبادت ہے۔ اور اس میں ایک نیکی کا ثواب اس فرض کے برابر ہے جو رمضان کے علاوہ کیا جائے۔ اس میں ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر ہے کہ جو ماہ رمضان کے علاوہ ادا کیئے جائیں۔ اور فرمایا کہ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ اور یہ ہمدردی کا مہینہ ہے۔ اور اس میں مومن کا رزق بڑھادیا جاتا ہے

اور اس میں جو روزے دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور اس کو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور اس کو اس روزے دار کے روزے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی۔ اور یہ ثواب ایک گھونٹ دودھ۔ یا پانی یا ایک کھجور بھی ملتا ہے۔ اور اس مہینہ میں جو روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلاوے تو قیامت والے دن اللہ تعالے اسے حوض کوثر سے پانی پلائیں گے اور اسے جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔ اور اس مہینہ کا اول عشرہ رحمت کا ہے اور درمیانہ عشرہ بخشش کا ہے اور آخری عشرہ آگ سے آزادی کا ہے۔ اور اس مہینہ میں جو اپنے ماتحت سے کام میں تخفیف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردیتے ہیں اور اسے دوزخ کی آگ سے آزاد کردیتے ہیں۔

عن سهل بن سعد قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى الجنه ثمانيه ابواب منها باب يسمى الريان لا يدخله الا الصائمون۔ مشكوة

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک کا نام ریان ہے۔ اس سے صرف روزے دار داخل ہوں گے۔

ماہ رمضان کے روزوں کے فضائل اور برکات

وعن ابى هريره قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من صام رمضان ايمانا" واحتسابا" غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام رمضان ايمانا" واحتسابا" غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام ليلة القدر ايمانا" واحتسابا" غفر له ما تقدم من ذنبه متفق عليه۔ (مشكوة)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

جس شخص نے روزہ رکھا رمضان کا عقیدت و ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے بخشے جائیں گے اس کے تمام پہلے گناہ اور جو شخص کھڑا ہوا یعنی عبادت کی، تراویح پڑھیں اور شب قدر کو جاگا یا تلاوت قرات کی یا طواف عمرہ کیا رمضان میں عقیدت و ایمان کے ساتھ اور ثواب حاصل کرنے کی غرض سے تو بخشے جائیں گے اس کے پہلے تمام گناہ۔ (بخاری و مسلم)

وعنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كل عمل ابن ادم يضاعف حسنة بعشر امثالها الى سبع مائة ضعف قال اللّٰه تعالىٰ الا الصوم فانه لى وانا اجزى به يدع شهوته وطعامه من اجلى للصائم فرحتان فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه ولخلوف فم الصائم اطيب عند اللّٰه من ريح المسک الصيام جنة فاذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب فان سابه احد او قاتله فليقل انى امرئ صائم متفق عليه

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر نیک عمل کا زیادہ کیا جاتا ہے ثواب اس طرح کہ ایک ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے یہاں تک کہ سات سو گنے تک یہ ثواب پہنچ جاتا ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ روزہ کا ثواب اس سے بھی بالاتر ہے اس لئے کہ روزہ صرف میرے لئے ہے یعنی اس کو صرف میری خوشنودی کے لئے رکھتا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ دار چھوڑتا ہے اپنی خواہشات کو اور اپنے کھانے کو صرف میری خوشی کے لئے اور روزہ دار کے لئے دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت اور روزہ دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہوتی ہے اور روزہ ڈھال ہے کہ اس کے سبب سے دنیا میں بندہ شیطان کے شر

سے محفوظ رہتا ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ نہ تو فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی سے چلائے اور اگر اس کو کوئی برا کہے یا اس سے کوئی لڑنے کا ارادہ کرے تو وہ اس سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (مجھ کو برا کہنا یا کسی سے لڑنا زیب نہیں ہے) (بخاری و مسلم)

وعن عبداللہ بن عمر وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الصیام والقران یشفعلن للعبد یقول الصیام ای رب انی منعتہ الطعام والشھوات بالنھار فشفعنی فیہ ویقول القر آن منعتہ النوم باللیل فشفعنی فیل فیشفعان رواہ البیھقی فی شعب الایمان

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان اور قرآن بندہ کی شفاعت کریں گے چنانچہ روزہ یہ کہے گا کہ اے پروردگار میں نے اس کو کھانے اور خواہشات سے دن میں روکے رکھا پس اس کے لئے میری سفارش کو قبول فرما اور قرآن یہ کہے گا کہ میں نے اس کو رات کی نیند سے باز رکھا یعنی سونے نہیں دیا پس اس کے حق میں تو میری سفارش قبول کر پس ان کی سفارش قبول کی جائیں گی۔

وعن ابی ھریرہ عن النبی صلی اللہ عیہ وسلم انہ قال یغفر لامتہ فی اٰخر لیلۃ فی رمضان قیل یا رسول اللہ اھی لیلۃ القدر قال لا ولکن العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی عملہ رواہ احمد

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بخشش کی جاتی ہے امت محمد کے لئے یعنی ان لوگوں کے لئے جو روزہ دار ہیں رمضان کی آخری رات میں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ کیا وہ شب قدر ہے آپ نے فرمایا

نہیں۔ لیکن کام کرنے والے کو یعنی روزہ دار کو اس کے کام کی پوری اجرت دی جاتی ہے جب کہ وہ اپنے کام کو پورا کرچکتا ہے یعنی روزوں کو ختم کرچکتا ہے۔

تشریح

اس سے پہلے یہ مضمون بیان ہوچکا ہے کہ ماہ رمضان کا روزہ فرض ہے۔ اور اب ان احادیث میں اس روزے کے فضائل و برکات بیان ہوں گے۔ اور اس سلسلہ میں کل پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور پہلی حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے یعنی سیرابی اس سے صرف روزے دار داخل ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزے داروں کا یہ بہت بڑا اعزاز ہوگا اور دوسری حدیث یہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کا روزہ رکھنے کی دوسری فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اس سے انسان کے سابقہ سب گناہ معاف کرادیئے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح ماہ رمضان میں راتوں کا قیام تراویح کرنے سے اور لیلۃ القدر کا قیام کرنے سے بھی سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ محدثین نے لکھا ہے ان گناہوں سے مراد گناہ صغائر ہیں۔ اور کبائر تو توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور اگر کسی کے پہلے گناہ ہی نہ ہوں تو اسے اجر ملتا ہے۔ اور تیسری حدیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی تیسری فضیلت بیان فرمائی ہے کہ ابن آدم کی ہر نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو تک ملتا ہے مگر اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں کہ روزے کا بدلہ میں خود ہوں۔ محدثین نے اس حدیث کی دو توجیہ لکھی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ روزے کا بدلہ اللہ تعالیٰ خود عنایت فرمائے گا اورباقی نیکیوں کا بدلہ اور انعام فرشتوں کے ذریعہ تقسیم ہوگا۔ اور دوسری توجیہ یہ ہے کہ باقی نیکیوں کا تو انعام ہوگا مگر روزے کا بدلہ انعام اللہ تعالیٰ خود ہوگا۔ اور ظاہر بات ہے جس کو خدا ملے گا تو اس کو سب کچھ مل جائے گا۔ اور چوتھی فضیلت آپ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ روزے دار کے لئے دو خوشیاں ہوتی ہیں ایک تو افطار کے وقت اور دوسری خوشی رب کی ملاقات کے وقت ہوگی اور چوتھی فضیلت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو روزے دار سے محبت ہوجاتی ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی پانچویں فضیلت یہ بیان فرمائی کہ روزہ ڈھال ہے یعنی یہ روزہ انسان کو برائیوں سے بھی بچاتا ہے اور دوزخ سے بھی بچاتا ہے۔ لہٰذا جس آدمی کا روزہ ہو وہ تو فحش اور بیہودہ باتوں سے بچے۔ اور اسے کوئی برا کہے یا اس سے لڑے تو اسے کہنا چاہیے کہ میں روزے دار ہوں۔ کیونکہ ایسی باتیں روزے کے آداب کے منافی ہیں۔ اور چوتھی حدیث یہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی چھٹی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ قیامت والے دن روزہ اور قرآن آدمی کی شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے رب میں نے اس کو دن میں کھانے سے اور خواہشات سے روکا تھا۔ آپ میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمائیں۔ اور قرآن کہے گا اے رب میں نے اس کو رات میں نیند سے روکا تھا۔ پس آپ میری سفارش اس کے حق میں قبول فرمائیں گے تو ان کی

سفارش قبول کی جائے گی۔ پس حاصل یہ ہے کہ یہ احادیث بھی فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں روزہ رکھنے کا تو حکم ہے مگر روزے کے فوائد کا بیان نہیں ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اس قرآن مجید کا شارح بناکر مبعوث فرمایا تھا اس لئے آپ نے اس کی تشریح بیان فرمادی۔ اور فرمایا کہ روزے کے چھ فوائد ہیں جن کی تفصیل بیان ہوگئی ہے۔ مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ روزہ اور تلاوت قرآن مجید تو اعمال ہیں تو یہ قیامت والے دن کس طرح شفاعت کریں گے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ اور تلاوت قرآن مجید اگرچہ اعمال ہیں مگر اعمال لطیفہ ہیں۔ اور اعمال لطیفہ کا وجود ہے جیسا کہ گرمی سردی وغیرہ۔ اور اعمال لطیفہ پر فنا نہیں ہے اگرچہ قابل فنا ہیں۔ اور قیامت والے دن اللہ تعالیٰ جس طرح انسانی اجزا کو جمع فرمائیں گے تو ان کے اعمال کو بھی جمع فرمائیں گے۔ اور انسان کو بتائیں گے کہ یہ تیرے اعمال ہیں تو پھر یہ اعمال اپنے عامل کے بارے میں شفاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔ اور پانچویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ پہلے جس مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے یہ ماہ رمضان کی آخری شب میں ہوتی ہے پس یہ احادیث فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ کی تفسیر ہے واللہ اعلم

ماہ رمضان کی راتوں کا روزہ نہیں ہے دن کا روزہ ہے

احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن ط علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم ج فالئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم ص وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل ولا

تباشروھن وانتم عکفون فی المسجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا کذلک یبین اللہ ایتہ لعلھم یتقون

تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں سے مباشرت کرنا حلال کیا گیا ہے وہ تمہارے لئے پردہ ہیں اور تم ان کے لئے پردہ ہو۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے پس تمہاری توبہ قبول کرلی اور تمہیں معاف کردیا سو اب ان سے مباشرت کیا کرو اور طلب کرو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے فجر کے وقت صاف ظاہر ہوجائے پھر روزوں کو رات تک پورا کرو اور ان سے مباشرت نہ کرو جب تک کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں سو ان کے قریب نہ جاؤ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار ہوجائیں۔

تفسیر

یہ سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو ستاسی ہے۔ اور یہ آیت ایک سو پچاسی کے جملہ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو تم میں سے اس مہینہ میں موجود ہو وہ اس کا روزہ رکھے مگر یہ مجمل ہے کیونکہ یہ جملہ رات اور دن دونوں کے روزوں کو شامل ہے۔ یہ فرق نہیں کیا کہ رات میں روزہ رکھنا ہے یا دن میں رکھنا ہے اور اس آیت نمبر ایک سو ستاسی میں یہ تفصیل بتادی ہے کہ روزہ رات کا نہیں ہے صرف دن کا ہے۔ رات کو صبح تک انسان کھاپی سکتا ہے۔ میاں بیوی باہم ہم بستر ہوسکتے ہیں اور صبح سے شام تک روزہ ہے۔ دراصل ابتدا میں جب ماہ رمضان کا روزہ فرض کیا گیا تو بیویوں کے ساتھ اختلاط اور کھانے پینے کی اجازت سونے

سے پہلے پہلے تھی اور سونے کے بعد اجازت نہیں تھی اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے یہ غلطی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بدل دیا اور انہیں رات کو بیوی سے بے حجاب ہونے اور کھانے پینے کی اجازت دی۔ اور جن صحابہ سے یہ غلطی ہوئی تھی انہیں معاف فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ سے جو غلطیاں ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا تھا وہ غلطی امت کے لئے باعث رحمت بن گئی تھیں۔ اور اب ان کی غلطیوں کا تذکرہ کرنا اور ان صحابہ پر ان غلطیوں کی وجہ سے تنقید کرنا کفر ہے کیونکہ یہ فعل خداوندی پر تنقید ہے کہ خدا نے انہیں جو معافی دی یہ خدا کی غلطی تھی۔

روزہ چاند کے حساب سے رکھنا ہے اور
چاند سے حساب سے توڑنا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ وفی روایۃ قال الشھر تسع" وعشرون لیلۃ" فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین متفق علیہ (مشکوۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھو روزہ نہ رکھو پس شعبان کے آخری دن کا روزہ نہ رکھو اور روزہ کو افطار نہ کرو یعنی روزہ کو ختم کرو جب تک عید کا چاند نہ دیکھ لو پس اگر تمہارے سامنے ابر ہو اور چاند نظر نہ آئے تو اندازہ کرو یعنی تیس روزے پورے کرلو اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ مہینہ کبھی انتیس کا ہوتا ہے پس تم اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اگر

تمہارے سامنے ابر ہو جائے تو پورے تیس دن شمار کرلو۔ (بخاری و مسلم)

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین متفق علیہ۔ (مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور افطار کرو یعنی روزہ کو ختم کرو چاند دیکھ کر اور اگر ابر ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو اور اسی طرح رمضان کے۔ (بخاری و مسلم)

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا امتہ" امیتہ" لانکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا وھکذا وعقد الابھام فے الثالثہ ثم قال الشھر ھکذا وھکذا وھکذا یعنی تمام الثلثین مرة" تسعا" وعشرین ومرة" ثلثین متفق علیہ (مشکوۃ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم ایک امی قوم ہیں لکھنا پڑھنا اور حساب کتاب نہیں جانتے مہینہ اتنا اور اتنا اور اتنا ہوتا ہے یعنی دو مرتبہ آپؐ نے انگلیاں بند کیں اور تیسری مرتبہ انگلیاں کھول کر انگوٹھا بند کرلیا جس سے مطلب یہ ہوا کہ تیس میں ایک کم یعنی انتیس دن کا مہینہ ہوتا اور پھر فرمایا مہینہ ایسا ایسا اور ایسا ہوتا ہے یعنی تینوں انگلیاں بند کرکے کھول دیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ پورے تین عشرے اور تیس دن یعنی ایک دفعہ یا کبھی انتیس دن کا مہینہ ہوتا ہے اور دوسری دفعہ یا کبھی تیس دن کا مہینہ ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وعن ابی بکرة قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شھرا عید لا ینقصان رمضان و ذوالحجہ متفق علیہ (مشکوۃ)

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عید کے دونوں مہینے کم نہیں ہوئے یعنی رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے انتیس انتیس دن کے نہیں ہوتے یا ثواب میں کم نہیں ہوتے۔ (بخاری و مسلم)

عن عائشه قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتحفظ من شعبان مالا يتحفظ من غيره ثم يصوم لرؤيه رمضان فان غم عليه عد ثلثين يوماً" ثم صام رواه ابوداؤد مشکوه

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے دنوں کا شمار رکھتے تھے اس قدر احتیاط کے ساتھ کہ کسی اور مہینہ کے دنوں کی اتنی پرواہ نہ کرتے تھے پھر رمضان کا چاند دیکھ کر آپ روزہ رکھتے اگر ابر ہو جاتا (اور انتیس کا چاند نظر نہ آتا) تو آپ پورے تیس دن کر کے روزہ رکھتے۔ (ابوداؤد)

وعن ابى البخترى قال خرجنا للعمرة فلما نزلنا ببطن نخلة تراٰينا الهلال فقال بعض القوم هو ابن ثلث وقال بعض القوم هوابن ليلتين فلقينا ابن عباس فقلنا انا راينا الهلال فقال بعض القوم هوابن ثلث وقال بعض القوم هوابن ليلتين فقال اى ليلةً رايتموه قلنا ليلةً كذا وكذا فقال ان رسول الله صلے الله عليه وسلم امده للرويه فهو ليلةً رئيتموه وفى رواية عنه قال اهللنا رمضان ونحن بذات عرق فارسلنا رجلا" الى ابن عباس يساله فقال ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالےٰ قد امده لرؤيته فان اغمى عليكم فاكملوا العدة۔ (رواه مسلم مشكوة)

حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ (اپنے شہر کوفہ سے) عمرہ کرنے کے لئے گئے جب ہم مقام بطن نخلہ میں ٹھہرے (جو طائف اور مکہ کے

درمیان ہے) تو لوگ چاند دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔ بعض لوگوں نے (چاند کو دیکھ کر) کہا کہ یہ تیسری رات کا چاند ہے۔ اور بعض نے کہا دوسری رات کا پھر جب ہم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جاکر ملے تو ہم نے ان سے کہا کہ ہم لوگوں نے چاند دیکھا بعض نے کہا کہ "یہ تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ تم نے کون سی رات چاند دیکھا تھا ہم نے کہا ایسی اور ایسی رات میں یعنی فلاں رات میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا وقت چاند دیکھنے پر موقوف رکھا ہے۔ پس جس رات کو تم نے چاند دیکھا ہے اسی وقت سے اس کو شمار کرو۔ ایک اور روایت میں جو ابوالبختری رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے یہ الفاظ ہیں کہ ہم نے مقام ذات عرق میں رمضان کا چاند دیکھا اور ایک شخص کو ابن عباس کی خدمت میں تصدیق کے لئے روانہ کیا (کیوں کہ اس میں اختلاف رائے ہوگیا تھا) ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے رمضان کا وقت چاند دیکھنے پر موقوف رکھا ہے۔ پس جب ابر کیا جائے آسمان پر تو دنوں کا شمار پورا کرلو۔ (مسلم)

عن ابی کریب ان ام الفضل بنت الحارث بعثته الیٰ معاویة بالشام فقضیت حاجتها واستهل علی هلال رمضان وانا بالشام فرئینا الهلال لیلة الجمعة ثم قدمت المدینة فی آخر الشهر فسالنی ابن عباس ثم ذکر الهلال فقال متی رئیتم الهلال فقلت رئیناه لیلة الجمعة فقال انت رئیت لیلة الجمعة فقلت راه الناس وصامت وصام معاویه فقال لکن رئیناه لیلة السبت فلانزال نصوم حتی تکمل ثلثین یوما او نراه فقلت الا تکتفی برئة معاویه وصامه وقال لا هکذا امرنا رسول الله صلی الله

علیہ وسلم

حضرت ابی کریب سے نقل ہے کہ انہیں ام فضل بنت حارث نے شام میں معاویہ کے پاس بھیجا اور انہوں نے اس کی ضرورت پوری کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں شام میں ہی تھا کہ رمضان کا چاند نظر آگیا۔ اور ہم نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا اور میں مہینہ کے آخر میں مدینہ آیا مجھ سے ابن عباس نے پوچھا اور پھر انہوں نے رمضان کے چاند کا ذکر کیا تو میں نے کہا کہ ہم نے تو جمعہ کی رات جو چاند دیکھا تھا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم نے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا تو میں نے کہا لوگوں نے دیکھا تھا اور انہوں نے روزہ رکھا اور معاویہ نے بھی روزہ رکھا تھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہم نے تو ہفتہ کی رات کو دیکھا تھا ہم تو روزہ رکھیں گے یہاں تک تیس دن پورے نہ کریں یا چاند نہ دیکھیں۔ تو میں نے کہا کہ آپ معاویہؓ کے چاند دیکھنے پر یا اس کے روزہ رکھنے پر اکتفا کیوں نہیں کرتے تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اس طرح رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا (ترمذی میں یہ حدیث منقول ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں سات احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ احادیث سورۃ البقرہ کے جملہ:۔ من شهد منكم الشهر فليصمه) کی تفسیر ہے کیونکہ اس جملہ میں فرمایا ہے کہ جو تم میں سے اس ماہ رمضان میں موجود ہو اسے اس کا روزہ رکھنا چاہیئے اصل مین عبادت کے سلسلہ میں امام الملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کی جاتی ہے۔ اور انہوں نے عبادت میں قمری حساب رکھا تھا۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے ان احادیث میں فرمایا ہے کہ روزہ قمری حساب سے رکھنا۔ پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار

کرو۔ اگر ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔ اس کے بعد دوسرے نمبر پر حضرت ابو ہریرہ اور تیسرے نمبر پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیثیں ہیں۔ ان کا بھی وہی مقصد ہے جو پہلی حدیث کا ہے۔ اور چوتھے نمبر پر حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مہینے کے انتیس دن ہونے کی وجہ سے ثواب میں کمی نہیں ہوتی۔ پانچویں اور چھٹے نمبر پر جو حدیثیں ہیں ان کا بھی یہی مقصد ہے جو پہلی احادیث کا ہے۔ اور چھٹی حدیث پہلی احادیث کی تفصیل ہے کیونکہ پہلی احادیث کا مقصد یہ ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اور اگر چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس دن پورے کرو۔ مگر اس میں اجمال ہے کہ چاند کی رویت کہاں کہاں کی مفید ہے اور کہاں کہاں کی معتبر نہیں۔ اور اس اثر میں بتادیا ہے کہ رؤیت سے مراد ہر بلد کی رؤیت ہلال ہے اور محدثین نے لکھا ہے کہ بلاد سے مراد دور۔ دور کے بلاد ہیں جنکے مطالع مختلف ہوتی ہیں علماء ہیئت نے تحقیق کی ہے کہ خط استوا سے شمال کی جانب جو بلاد ہیں وہاں چاند جلدی نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس کی مدار بیضوی ہے اس لئے اس جانب اس کی رفتار تیز ہوتی ہے۔ ان علاقوں میں چاند انتیس کا نظر آجائے گا اور جنوب کی جانب جو بلاد ہیں وہاں چاند دیر سے نظر آئے گا کیونکہ اس جانب اس کی رفتار سست ہے وہاں تیس کا نظر آئے گا۔ اور بلاد کے مطالع مہینوں کے لحاظ سے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ پس حدیث کا منشا یہ ہوا کہ دور دراز کے وہ علاقے جنکا مطلع مختلف ہوتا ہے۔ خواہ جس بھی موسم میں مختلف ہو وہاں کے لوگ اپنے علاقہ میں چاند دیکھ کر روزہ رکھیں۔ دوسرے علاقے کے چاند کا اعتبار نہیں۔

رمضان کے چاند کے لئے ایک مومن اور
عید الفطر کے لئے دو مومنوں کی شہادت کافی ہے۔

وعن ابن عباس قال جآء اعرابیؓ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی ریت الھلال یعنی ھلال رمضان فقال اتشھد ان لا الہ الا اللہ قال نعم قال اتشھد ان محمد ًا رسول اللہ قال نعم قال یا بلال اذن فی الناس ان یصوموا غداً رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ والدارمی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے چاند دیکھا ہے۔ یعنی رمضان کا چاند رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تو اس کی گواہی دیتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تو اس کا اقرار کرتا ہے کہ محمد خدا کے رسول ہیں۔ اس نے کہاں ہاں اس کے بعد آپ نے بلال سے فرمایا اے بلال لوگوں کو آگاہ کردو کہ کل سے روزہ رکھیں۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

وعن ابن عمر قال ترای الناس الھلال فاخبرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انی رایتہ فصام وامر الناس بصیامہ رواہ ابوداؤد والدارمی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جمع ہوئے لوگ چاند دیکھنے کے لئے پس خبر دی میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہ میں نے چاند دیکھا ہے آپؐ نے روزہ رکھ لیا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دے دیا۔ (ابوداؤد۔ دارمی)

عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان فقدم اعرابیان فشھدا عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم باللہ لاھل الھلال امس عشیۃ فارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس ان یفطرو اوزاد خلف فی حدیثہ وان یغدوا الی مصلاھم (ابوداؤد)

نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی نے کہا کہ لوگوں کا رمضان کے آخری دن میں چاند کے بارے میں اختلاف ہوا تو دو دیہاتی آئے اور انہوں نے نبی ﷺ کے پاس گواہی دی کہ اللہ کی قسم ہے کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور کل نماز عید کے لئے جائیں (ابوداؤد نے یہ حدیث نقل کی ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں تین حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ حدیثیں بھی قرآن مجید کے اس جملہ (فمن شهد منكم الشهر فليصمه) کی تفسیر ہے۔ اس جملہ میں اجمال ہے کیونکہ اس میں اتنا ہی بیان ہے کہ جو تم میں سے اس مہینہ میں موجود ہو تو وہ روزہ رکھے۔ اور اس سے پہلے احادیث میں تفصیل آگئی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا ہے لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک آدمی نابینا ہے یا ابر کی وجہ سے بعض نے تو چاند دیکھا ہے اور دوسرے نے نہیں دیکھا تو وہ کیا کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حدیثوں میں فرمایا کہ ایک مومن کی گواہی کافی ہے۔ وہ اس کی گواہی پر اعتبار کرکے روزہ رکھ لیں۔ پس آیت کا مفہوم یہ بنا کہ جب آدمی کو ماہ رمضان کی موجودگی کا علم ہو تو اس پر روزہ فرض ہے اور علم عام ہے خواہ اپنی آنکھ سے چاند کو دیکھے یا دوسرا آدمی سے سنیں اور تیسری حدیث میں فرمایا ہے ک عید کے چاند کے لئے دو عادل گواہوں کی گواہی کافی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ رمضان کا چاند ایک عادل آدمی یا مستور الحال کی گواہی سے ثابت ہو سکتا ہے اور عید کا چاند دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہو سکتا ہے مگر فقہا نے لکھا ہے کہ شرط یہ ہے کہ آسمان میں گرد و غبار ہو۔ اور اگر گرد و غبار ہو تو رمضان اور عید

دونوں کے لئے جماعت کثیرہ شرط ہے۔ یعنی چاند دیکھنے والے اتنے زیادہ لوگ ہوں کہ انکی گواہی پر یقین آجائے کہ یہ لوگ سچ کہتے ہوں گے۔ اور زیادہ کی تعداد حاکم وقت کی رائے پر موقوف ہے۔ اور شہادت کا مضمون قرآن مجید کے جملہ فمن شھد سے لیا ہوا ہے کیونکہ یہ بڑا جامع لفظ ہے۔ یہ موجود ہونے کے معنی میں بھی ہے اور شہادت کے معنی میں بھی ہے اور ایسا مضمون اخذ کرنا نبی کا کام ہے۔

مریض اور مسافر کے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے۔

وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون○ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۴)
روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

عن عائشه قالت ان حمزه بن عمرو الاسلمی قال للنبی صلے اللّٰہ علیه وسلم اصوم فی السفر وکان کثیرا الصیام فقال ان شئت فصم وان شئت فافطر متفق" علیه

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو سلمی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں اور حمزہ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے آپؑ نے فرمایا جی چاہے رکھ اور نہ چاہے تو نہ رکھ

وعن ابی سعید ن الخدری قال غزو نامع رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیه وسلم لست عشرۃ مضت فی شهر رمضان فمنا من صام ومنا من افطر فلم یعب الصآئم علی المفطر ولا المفطر علی الصآئم۔ رواہ مسلم

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سولھویں تاریخ رمضان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو روانہ ہوئے ہم میں سے بعض نے (جو قوی تھے) روزہ رکھا اور بعض نے (جو کمزور تھے) روزہ نہیں رکھا نہ برا

کہا روزہ دار نے بے روزہ دار کو اور نہ بے روزہ نے روزہ دار کو (مسلم)

وعن حمزة بن عمرو ن الاسلمی انه قال یارسول اللّٰه انی اجدبی قوة علی الصیام فی السفر فهل علی جناح" قال هی رخصة" من اللّٰه عزوجل فمن اخذبها فحسن" ومن احب ان یصوم فلا جناح علیه رواه مسلم"

حضرت حمزة بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں اپنے اندر سفرمیں روزہ رکھنے کی قوت رکھتا ہوں کیا گناہ ہوگا اگر میں روزہ رکھ لوں آپ نے فرمایا روزہ نہ رکھنے کی خدا کی طرف سے اجازت ہے پس جو شخص اس اجازت سے فائدہ اٹھائے بہتر ہے اور جو شخص روزہ رکھنا پسند کرے اس پر کچھ گناہ بھی نہیں ہے۔ (مسلم)

وعن سلمة بن المحبق قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من کان له حمولة" تاوی الی شبع فلیصم رمضان حیث ادرکه رواه ابوداؤد

حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص کے پاس اچھی سورای ہو جو آرام سے اس منزل تک پہنچادے اس کو چاہیئے کہ روزہ رکھے جہاں رمضان آجائے۔ (ابوداؤد)

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی اور یہ چاروں احادیث مشکوۃ باب صوم المسافر سے نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ قرآن مجید کے اس جملہ وان تصوموا خیرلکم کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے صوم مریض اور مسافر کا بیان ہے اور اس میں فرمایا ہے کہ تمہارے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے اور حضرت رسول اکرم ﷺ نے ان احادیث میں اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے۔ چنانچہ یہاں پہلی حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اس میں آپ

صلی علیہ وسلم نے سائل کو فرمایا کہ تیرا جی چاہے تو روزہ رکھ اور اگر نہ چاہے تو نہ رکھ۔
اور دوسری حدیث جو حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم سولہا رمضان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے لئے گئے اور ہم میں سے بعض روزے دار تھے اور بعض کا روزہ نہیں تھا تو روزے دار نے بے روزہ کو اور بے روزہ نے روزہ دار کو برا نہیں جانا تھا۔ اور تیسری حدیث جو حضرت حمزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں انہوں نے اپنا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں سفر میں روزے کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر گناہ تو نہیں ہوگا اگر میں روزہ رکھوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ جو روزہ نہ اختیار کرے تو اچھا ہے۔ اور جو روزہ رکھے تو گناہ نہیں ہے اور چوتھی حدیث یہاں حضرت سلمہ بن محبق سے منقول ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سفر میں، جس کے پاس سواری ہو جو اسے منزل مقصود تک پہنچا سکے تو اس کے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے۔

سفر میں روزہ رکھ کر توڑ سکتا ہے۔
اگر روزہ نقصان دے تو پھر رکھنا گناہ ہے۔

وعن جابر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر فراى زحاما" ورجلا" قد ظلل عليه فقال ماهذا قالوا صائم" فقال ليس من البر الصوم فى السفر متفق عليه

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ ایک اژدھام کو دیکھا اور پھر ایک شخص کو دیکھا جس پر (دھوپ سے بچاؤ کے لئے) سایہ کیا گیا

تھا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا روزہ دار ہے آپ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

وعن انس قال کنا مع النبی صلی اللہ علییہ وسلم فی السفر فمنا الصآئم ومنا المفطر فنزلنا منزلاً" فی یوم حآر فسقط الصوامون وقام المفطرون فضربوا الابنیتہ وسقوالرکاب فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذھب المفطرون الیوم بالاجر متفق علیہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے بعض نے ہم میں سے روزہ رکھا اور بعض نے نہیں رکھا پس ہم ایک روز گرم دن میں ایک منزل میں اترے جن لوگوں نے روزہ رکھا تھا وہ ضعف سے نڈھال ہوکر گر پڑے اور جن لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا وہ اپنے کاموں میں مشغول رہے چنانچہ انہوں نے خیموں کو کھڑا کیا اور اونٹنیوں کو پانی پلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ دیکھ کر) فرمایا آج وہ لوگ جنہوں نے روزہ نہیں رکھا ہے ثواب لے گئے۔ (بخاری و مسلم)

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج عام الفتح الی مکہ فی رمضان فصام حتی بلغ کراع العمیم فصام الناس ثم دعا بقدح من مآء فرفعہ حتی نظر الناس الیہ ثم شرب فقیل لہ بعد ذلک ان بعض الناس قد صام فقال اولئک العصاۃ اولئک العصاۃ (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال رمضان میں مکہ گئے آپ نے اس سفر میں مقام کراع غمیم تک روزہ رکھا آپ کے ہمراہیوں نے بھی روزہ رکھا پھر آپ نے ایک دن پانی منگایا اور اس کو اونچا اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ لیں اور پھر اس کو پی لیا اس کے بعد آپ سے کہا گیا کہ بعض لوگوں

نے روزہ رکھا ہے آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں وہ سخت گنہگار ہیں۔ (مسلم)

وعن عبدالرحمن ابن عوف قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صائم رمضان فی السفر کالمفطر فی الحضر رواہ ابن ماجہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف ﷺ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سفر میں رمضان کا روزہ رکھنا ایسا ہے جیسا کہ گھر میں رمضان کا روزہ نہ رکھنا یعنی سخت گناہ ہے۔ (ابن ماجہ)

وعن ابن عباس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من المدینۃ الی المکۃ فصام حتی بلغ عسفان ثم دعا بمآء فرفعہ الی یدیہ لیراہ الناس فافطر حتی قدم مکۃ وذلک فی رمضان فکان ابن عباس یقول قد صام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وافطر فمن شآء صام ومن شآء افطر متفق علیہ وفی روایہ لمسلم عن جابر انہ شرب بعد العصر

حضرت ابن عباس ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوئے پس آپ نے (اس سفر میں) مقام عسفان تک روزہ رکھا پھر عسفان میں پہنچ کر آپ نے پانی منگایا اور ہاتھ میں پانی کو لے کر لوگوں کو دکھانے کے لئے اونچا کیا اور پھر پی لیا یعنی روزہ نہیں رکھا اسی طرح آپ نے مکہ تک کا سفر کیا یعنی اس سفر میں روزہ نہیں رکھا اور یہ رمضان کا مہینہ تھا اس کے بعد ابن عباس لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سفر میں) روزہ بھی رکھا ہے اور روزہ نہیں بھی رکھا پس جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ رکھے (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپ نے مقام عسفان میں عصر کے بعد روزہ افطار کیا تھا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں جو مشکوۃ سے منقول ہیں اور یہ احادیث قرآن مجید کے اس جملہ وان تصوموا خیر لکم کی تفسیر ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا بہتر ہے لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر ویسے سوائے کسی تکلیف کے توڑ دے تو اس کا کیا حکم ہے کیا یہ گناہ تو نہیں ہے۔ یا اگر سفر میں اس نے روزہ رکھا تھا مگر اس کو روزے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اسے تکلیف ہوگئی تو کیا اس وقت بھی روزہ رکھے یا توڑ دے اگر توڑ دے تو گناہ تو نہیں ہے۔ پس نبی اکرم ﷺ نے ان احادیث میں ان دونوں سوالوں کے جوابات دیئے ہیں۔ پہلی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے ایک آدمی پر دھوپ کی وجہ سے سایہ کیا ہوا تھا (یعنی وہ روزے دار تھا اور گرمی کی شدت کی وجہ سے وہ تکلیف میں مبتلا تھا اور لوگوں نے اس کو دھوپ سے بچانے کے لئے اس پر سایہ کیا ہوا تھا۔ اور وہ روزہ نہیں توڑ رہا تھا تو نبی ﷺ نے اس کی اس حالت کو دیکھ کر فرمایا کہ اس حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ اس حالت میں اسے روزہ توڑ دینا چاہیئے۔ اس حالت میں اس نے روزہ رکھنے کو نیکی سمجھا ہوا ہے۔ یہ غلط ہے۔ اصل میں اضطراری حالت میں اللہ تعالیٰ نے آدمی کو نیکی چھوڑنے اور حرام کھانے کی بھی اجازت دی ہوئی ہے۔ انسان کو اس اجازت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور جو آدمی یہ فائدہ نہیں اٹھائے گا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ اور دوسری حدیث جو انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا بھی یہی مقصد ہے کہ ایسی اضطراری حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ اور تیسری حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس کے دو مقصد ہیں ایک تو یہی ہے کہ اضطراری حالت میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

کیونکہ اس حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا ہے بظاہر یہ واقعہ وہی ہے جس کا ذکر پہلے آیا ہے۔ اور ان لوگوں نے اضطراری حالت میں بھی روزہ رکھا ہوا تھا اور دوسرا مقصد اس کا یہ ہے کہ سوائے کسی تکلیف کے بھی انسان سفر میں روزہ توڑ سکتا ہے کیونکہ نبی ﷺ کو جب لوگوں کی تکلیف کا پتہ چلا تو آپؐ نے بھری مجلس میں پانی کا پیالہ اونچا اٹھاکر اور لوگوں کو دکھاکر پیا تاکہ لوگ بھی پانی پئیں اور انہیں پتہ چلے کہ ایسی حالت میں روزہ توڑنا گناہ نہیں ہے اور جب پھر بھی بعض نے روزہ نہ توڑا اور آپ کو پتہ چلا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ لوگ نافرمان ہیں یہ لوگ نافرمان ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کام نیکی نہیں ہے۔ اور وہ اس کو نیکی سمجھ رہے تھے۔ چوتھے نمبر پر حضرت عبدالرحمن بن عوف اور پانچویں پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایتیں ہیں۔ اور انکا یہی مقصد ہے جو پہلی احادیث میں بیان ہوگیا ہے۔ پس یہ احادیث بھی ان تصوموا خیرلکم کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں اجمال ہے یہ تو بظاہر حالت اضطرار اور غیر اضطرار دونوں کو شامل ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ان احادیث میں بتادیا کہ یہ حالت اضطراری کو شامل نہیں ہے اور آپؐ نے یہ جو تفسیر بیان فرمائی۔ یہ لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا کے تحت بیان فرمائی ہے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

عن انس بن مالک ن الکعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوٰۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلی رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ خداوند تعالیٰ نے معاف کردی ہے مسافر کے لئے آدھی نماز اور معاف کردیا ہے روزہ کو مسافر کے لئے دودھ پلانے والی کے لئے حاملہ کے لئے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو مشکوۃ سے منقول ہے اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اور یہ بھی قرآن مجید کے اس جملہ وان تصوموا خیرلکم کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں اجمال ہے۔ یہ اضطراری اور غیراضطراری دونوں حالتوں کو شامل ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں بھی بتادیا کہ یہ حالت اضطراری کو شامل نہیں ہے۔ اور آپؐ نے فرمایا کہ یہ حکم حاملہ اور دودھ پلانے والی کو شامل نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں بھی ایک اضطراری حالت ہوتی ہے کہ بچے کی جان جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اور آپؐ نے یہ تفسیر بھی لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا کے تحت بیان فرمائی ہے اور ایسے اجمال کی تفصیل بیان کرنا صرف نبی ﷺ کا کام تھا۔ ہر انسان ایسی تفصیل بیان نہیں کرسکتا۔ اور ہم اس لئے بار بار عرض کرچکے ہیں کہ فہم قرآن کے لئے احادیث نبویہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور جو لوگ احادیث کا انکار کرتے ہیں وہ اصل میں قرآن کے منکر ہیں۔ لیکن قرآن کا اگر وہ اعلانیہ انکار کریں تو انہیں کھل کر کفر کے میدان میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اور اس سے انکا مقصد پورا نہیں ہوتا اس لئے انہوں نے انکار احادیث کی راہ اختیار کی ہے۔ کیونکہ احادیث کے سوا لوگوں کو قرآن سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اس کی کوئی مراد متعین ہی نہیں ہوسکے گی لہٰذا وہ خود بخود متروک العمل ہوجائے گا۔ اس لئے ہم نے بھی تفسیر

کے سلسلہ میں احادیث نبویہ ہی کو اختیار کیا ہے۔ پس جو آدمی ناچیز کی اس تفسیر کو پڑھے گا تو اسے خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ فہم قرآن کے لئے احادیث کا ہونا ضروری ہے اور اس سے منکرین احادیث کو دندان شکن جواب مل جائے گا۔

حیض والی عورت کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر پھر قضا کرے گی۔

وعن معاذة العدویہ انہا قالت لعائشہ مابال الحائض تقضی الصوم ولا تقضی الصلوۃ قالت عائشہ کان یصیبنا ذلک فنومر بقضاء الصوم ولا نومر بقضآء الصلوۃ (رواہ مسلم مشکوۃ)

حضرت معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا بات ہے کہ حائضہ عورت روزہ قضا کرتی ہے اور نماز قضا نہیں کرتی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم کو یہ مصیبت (حیض) آتی تھی پس ہم کو روزہ کی قضا کا حکم کیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں کیا جاتا تھا۔ (مسلم)

تشریح

اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے یہ بھی قرآن مجید کے اس جملہ من کان منکم مریض اوعلی سفر کی تفسیر ہے کیونکہ اس جملہ میں فرمایا ہے کہ مریض اور مسافر پر قضا ہے۔ مگر اس میں اجمال ہے اس میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ مریض سے مراد کون سا مریض ہے اور کیسا مریض ہے پس اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ عورت نماز بھی نہ

پڑھے اور روزہ بھی نہ رکھے مگر نماز کی قضا تو نہیں کرے گی اور روزے کی قضا کرے گی۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک سائلہ حضرت معاذہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا تھا کہ ہمیں نبیؐ کے زمانے میں یہ عارضہ لاحق ہوتا تھا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا اور نماز کی قضا کا نہیں۔ یہ بھی ایک مرض ہے جو قدرتی طور پر عورتوں کو لاحق ہوتا رہتا ہے۔ مگر یہ مرض تو ہر مہینہ آتا رہتا ہے اس لئے نماز کی قضا نہیں ہے کیونکہ عورتوں کے لئے یہ کام مشکل ہے یہ بھی ایک اضطراری کیفیت ہے اور روزہ چونکہ سال میں ایک ہی دفعہ آتا ہے اس لئے اس کی قضا رکھی گئی ہے۔ اور یہ تفسیر بھی نبی اکرم ﷺ نے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کے تحت بیان فرمائی ہے اور ظاہر بات کہ جس طرح حیض والی عورت پر قضا ہے اسی طرح دودھ پلانے والی اور حاملہ پر بھی قضا ہے۔

قضا روزہ کا بیان

ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر

اور جو کوئی بیمار یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے۔

عن عائشہ قالت کان یکون علی الصوم من رمضان فما استطیع ان اقضی الا فی شعبان قال یحی بن سعید تعنی الشغل من النبی صلے اللہ علیہ وسلم او بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم متفق علیہ (مشکوہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میرے ذمہ قضا روزے ہوتے تھے لیکن میں ان کو شعبان کے مہینہ کے سوا کسی مہینہ میں قضا کرنے کی قوت نہیں رکھتی تھی۔ یحی بن سعید راوی کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں زیادہ مشغول رہتی تھی اس لئے رمضان کے وہ قضا روزے جو حیض کے سبب سے قضا ہوتے تھے وہ دس مہینہ تک نہیں رکھ

سکتی تھیں اور شعبان میں ان کو رکھنے کا موقع ملتا تھا۔ (بخاری)

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اور یہ حدیث قرآن مجید کے اس جملہ (ومن کان مریضا او علی سفر فعدۃ من ایام اخر) کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو ان پر دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے مگر اس میں اجمال ہے اس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ دنوں کی گنتی کیوں پوری کرنا ہے اور یہاں کون سے دن مراد ہیں۔ پس اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا فعل بیان فرمایا ہے کہ مجھ پر رمضان کے روزوں کی قضا ہوتی تھی اور انہیں ماہ شعبان میں قضا کرتی تھی۔ پس اس جملہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ روزوں کی قضا فرض ہے اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قضا رمضان کے علاوہ اور کسی بھی مہینہ میں کی جاسکتی ہے۔ البتہ بہتر یہی ہے کہ آنے والے رمضان سے پہلے قضا کرلیا جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فعل اوپر مذکور ہوا ہے۔ اور اس کے بعد والے جملوں میں اللہ تعالیٰ نے قضا لازم قرار دینے کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا اگر مریض یا مسافر پر روزہ رکھنا لازم قرار دیا جاتا تو تنگی تھی۔ اور پھر قضا اس لئے لازم قرار دی تاکہ رمضان کے روزوں کی تعداد پوری ہوجائے اور تاکہ مومن اللہ کی بڑائی بیان کرے اور روزوں کی قضا کرنا اسکا نمونہ ہے اور تاکہ وہ مومن اللہ تعالیٰ کا شکر کرے۔ اور یہ کام مومن سے چھوٹ گئے تھے اور اب اس سے قضا کرا کے انکی کاموں کی تکمیل کرانا مقصود ہے۔

میت کی طرف سے روزہ رکھنا جائز نہیں البتہ فدیہ دینا جائز ہے۔

وعن عائشه قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من مات وعلیه صوم" صام عنه ولیه متفق" علیه

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص کہ مرجائے اور اس کے ذمہ قضا روزے ہوں تو روزہ رکھے یعنی فدیہ دے اس کی طرف سے اس کا وارث (بخاری ومسلم)

عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال من مات وعلیه صیام شهر رمضان فلیطعم عنه مکان کل یوم مسکین" رواه الترمذی وقال والصحیح انه موقوف" علی ابن عمر

حضرت نافع رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ رمضان کے مہینے کے روزے ہوں تو چاہئے کہ کھانا کھلایا جائے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو۔ (ترمذی اور صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمر پر موقوف ہے۔

عن مالک ان ابن عمر کان یسال هل یصوم احد" عن احد او یصلی احد" عن احد فیقول لا یصوم احد" عن احد ولا یصلی احد" عن احد رواه فی الموطا

حضرت مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس قسم کے سوالات کئے جاتے تھے کہ کیا روزہ رکھے کوئی کسی طرف سے یا نماز پڑھے کوئی کسی طرف سے آپ اس کے جواب میں کہہ دیتے کہ کوئی کسی کی طرف سے نہ تو روزہ

رکھے اور نہ کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے۔ (موطا)

تشریح

اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث بھی قرآن مجید کے اس جملہ من کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس جملہ میں فرمایا ہے کہ جو بیمار ہو یا مسافر ہو تو اس پر قضا ہے مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو بیماری یا سفر میں مرجائے تو کیا حکم ہے تو نبی ﷺ نے ان احادیث میں سے پہلی حدیث میں تو فرمایا ہے کہ وارث اس کی طرف سے روزہ رکھے اور دوسری میں فرمایا ہے کہ اس کی طرف سے فدیہ دیا جائے اور تیسری حدیث میں فرمایا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے نہ نماز پڑھے۔ پس ان تینوں احادیث میں تعارض ہوگیا تو محدثین نے تطبیق یہ دی ہے کہ پہلی حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ اس سے مراد بھی فدیہ ہے پس جب وارث میت کی طرف سے فدیہ دے دے گا تو گویا اس نے میت کی طرف سے روزہ رکھا۔ اس طرح یہ احادیث من کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر کی تفسیر ہے اور یہ فدیہ ایک مسکین کا کھانا دینا ہے جو صدقہ فطر کے برابر ہے اور نماز کا بھی یہی فدیہ ہے اور روزے کا بھی یہی فدیہ ہے مگر فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ فدیہ اس وقت دینا فرض ہے جب مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میرے اتنے روزے یا نمازیں رہ گئی ہیں انکا فدیہ دینا ہے۔ پس اگر مرنے والے پر قرض ہو تو سب سے پہلے اس کا قرض اتارا جائے گا اگرچہ اس کا سارا مال ہی چلا جائے اور اگر قرض سے کچھ بچ جائے تو پھر اس کے کل مال میں سے جو تیسرا حصہ بنے اس سے اس کی یہ وصیت پوری کی جائے گی جہاں تک ہوسکے۔ اور اس کا باقی مال وارث میں بطور ورث تقسیم کیا

جائے۔ اور اگر مرنے والے نے کوئی وصیت وغیرہ نہ کی ہو تو پھر وارثوں پر اس کی نمازوں کا اور روزوں کا فدیہ دینا کوئی لازم نہیں۔ دیدیں تو اچھی بات ہے اور یہ فدیہ بالغ وارث ہی اپنے مال سے دے سکتے ہیں نابالغوں کے حصہ میں سے نہیں دے سکتے۔ یہ حرام ہے۔ آج کل عموماً" دیکھا گیا ہے کہ میت کے مال میں سے اسی دن یا تیسرے دن ساتویں دن یا چالیسویں دن دعوتیں پکتی ہیں۔ اور ان کا نام خیرات رکھا ہوا ہے یہاں دو قسم کی غلطی ہے ایک تو یہ دعوت میت کے مشترکہ مال میں سے پکتی ہے اور یہ قطعی حرام ہے کیونکہ اس مال میں اب چھوٹے چھوٹے یتیم بچے بھی تو شریک ہیں اب یہ سارے ورثاء مل کر تیموں کا مال کھاتے ہیں۔ یہ حرام ہے۔ اگرچہ ان تیموں کو پتہ ہوتا ہے کہ کھانا ہمارے والد کے پیچھے خیرات کھلا رہے ہیں مگر وہ چھوٹے ہیں ابھی ان کی رضا کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور دوسری غلطی یہ ہے یہ تیجہ۔ ساتہ۔ اور چالیسواں دن انہوں نے اس ایصال ثواب کے لئے اپنے طور پر مقرر کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ دن مقرر نہیں ہیں۔ اور نفلی عبادت کے لئے اپنی طرف سے دن مقرر اور متعین کرلینا بدعت ہے۔ اگر بالغ وارث اپنے مال یا حصے میں سے سوائے کسی دن کے تعین کے محض ایصال ثواب کے لئے صرف غریبوں کو کھانا کھلائیں یا قرآن پڑھ کر بلا اجرت ایصال ثواب کروائیں تو یہ جائز ہے۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوہ الداع اذا دعان فلیستجیبولی ولیومنوابی لعلھم یرشدون

اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پھر چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

تشریح

اس آیت میں ماہ رمضان کی دوسری برکت کا بیان ہے کہ اس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اصل میں بعض مقامات ایسے ہیں کہ وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے کہ جیسا کہ بیت اللہ' مسجد نبویؐ اور بعض اوقات ایسے ہیں کہ ان میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جیسا کہ تہجد کا وقت اور اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقت ہے کہ اس میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے اور اسی طرح ماہ رمضان میں بھی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے اور آداب دعا کا بیان جلد دوم میں گزر گیا ہے۔

سحری کھانے کی برکات اور اس کی حد

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسحروا فان فی السحور برکۃ" متفق" علیہ (مشکوۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (بخاری و مسلم)

وعن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرق مابین صیامنا وصیام اهل الکتاب اکلۃ السحر۔ (رواہ مسلم)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے اور اہل کتاب (یہود و نصاری) کے روزوں کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔ (یہود و نصاری رات کو سو جانے کے بعد کھانا حرام سمجھتے تھے اور ابتدائے اسلام میں بھی یہی حکم تھا پھر حکم بدل گیا۔ (مسلم)

وعن العرباض بن ساریہ قال دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الی السحور فی رمضان فقال هلم الی الغداء المبارک رواہ ابو داؤد والنسائی مشکوہ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ رمضان میں مجھ کو سحری کھانے کے لئے طلب فرمایا اور کہا آ تو بابرکت کھانے کی طرف۔ (ابوداؤد نسائی)

وعن ابی هریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم سحور المومن التمر (رواہ ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا یارسول اللہ ﷺ نے کہ مومن کا بہترین سحر کا کھانا کھجور ہے۔ (ابوداؤد)

وعن ابی هریرہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا سمع الندآء احدکم والاناء فی یدہ فلایضعه حتی یقضی حاجته منه۔ رواہ ابوداؤد مشکوہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب کہ سنے تم میں سے کوئی آواز اذانِ فجر کی اور اس کے ہاتھ میں پانی کا برتن ہو تو برتن کو اس وقت تک ہاتھ سے نہ رکھے جب تک اپنی ضرورت کو پورا نہ کرلے یعنی پانی پینا ہو تو پی لے۔ (ابوداؤد)

عن حفصه قالت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی وقال ابوداؤد وقفه علی حفصه معمر" والزبیدی وابن عیینه ؤیونس الایلی کلهم عن الزهری مشکوہ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص

فجر سے پہلے روزہ کی نیت کرے اس کا روزہ نہیں ہے۔ (ترمذی- ابوداؤد- نسائی- دارمی) اور ابوداؤد نے کہا کہ اس کو معمر' زبیدی' ابن عیینہ اور یونس ایلی نے حفصہ پر موقوف کیا اور ان سب نے زہری سے روایت کیا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ چھ احادیث سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو ستاسی کے جملہ کلوا واشربوا وتامن الفجر کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ کھاؤ۔ پئو جب تک کہ تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے فجر کے وقت صاف ظاہر ہو جائے۔ مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ اس سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان ساری رات ہی کھاتا رہے اور نبی اکرم ﷺ نے ان احادیث میں وضاحت فرمادی ہے کہ اس سے مراد سحری کا کھانا ہے۔ یعنی انسان رات کے جس حصہ میں جو کھانا چاہے کھاسکتا ہے لیکن سحری سے کھانا چاہئے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ان احادیث میں سحری کھانے کی برکات بیان فرمائی ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں آپؐ نے فرمایا کہ سحری کھاؤ۔ سحری کھانے میں برکت ہے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے درمیان اور اہل کتاب کے درمیان فرق سحری کھانے کا ہے۔ اور تیسری حدیث جو حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں انہوں نے فرمایا کہ مجھے نبی ﷺ نے سحری کے کھانے کی طرف بلایا اور فرمایا کہ مبارک کھانے کی طرف آؤ۔ اور چوتھی حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں آپؐ نے فرمایا کہ مومن کا بہترین سحری کا کھانا کھجور ہے۔ اور پانچویں حدیث میں فرمایا کہ انسان صبح کی آذان تک کھاسکتا ہے۔

اور آذان ہو رہی ہو اور آدمی کھانا کھا رہا ہو تو وہ اپنے کھانا مکمل کر لے۔
بہرحال ان احادیث میں سحری کھانے کی برکت بیان فرمائی ہے مگر اجمال باقی ہے کیونکہ برکات کی تفصیل نہیں بتائی کہ کونسی برکات ہیں۔ اگر برکت کے معنی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد جسمانی قوت ہے۔ کیونکہ اگر انسان سحری کھانے کے بغیر روزہ رکھے گا تو اس میں کمزوری آئے گی اور دن میں وہ جو کام کرنا ہے وہ کام اس سے نہیں ہو سکے گا۔ ان برکات سے وہ محروم ہو جائے گا۔ اور سحری کھا کر وہ جو کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کاروبار میں اضافہ ترقی عطا فرمائیں گے کیونکہ برکت کا معنی چیز کے حجم میں اضافہ کرنے کے آتے ہیں۔ ناچیز حج بیت اللہ کے لے گیا تو وہاں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں سال کے گیارہ ماہ تبلیغ کا کام کرتا ہوں اور صرف ماہ رمضان میں کام کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے اتنا منافع عطا فرماتے ہیں جو گیارہ ماہ تک وہ مجھے پورا ہو جاتا ہے۔ اور نیز اس برکت سے مراد روحانی برکتیں بھی ہو سکتی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان راز ہے اور اس کے ایمان میں بھی اضافہ اور ترقی ہوگی اور یہ سب سے بڑی برکت ہے۔ اور چھٹی حدیث جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ فجر سے پہلے روزہ کی نیت بھی ضروری ہے اگر بلا نیت روزہ رکھے گا تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ اور نیت سے مراد زبانی الفاظ نہیں صرف دل کی نیت کافی ہے۔

افطار میں جلدی کرنا چاہیئے

وعن سهل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر متفق عليه۔ (مشکوہ)

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ لوگ ہمیشہ بھلائی

میں رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کریں گے یعنی آفتاب غروب ہونے کے بعد فوراً ہی افطار کریں گے۔ (بخاری و مسلم)

وعن عمر قال قال رسول اللہ صص اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا وغربت الشمس فقد افطر الصآئم متفق علیہ۔ (مشکوہ)

حضرت عمرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب آئے رات ادھر سے یعنی مشرق میں سیاہی آجائے اور جائے دن ادھر سے یعنی مغرب کی جانب اور غروب ہوجائے آفتاب پس روزہ دار روزہ افطار کرلے۔ (بخاری و مسلم)

وعن ابی ھریرہ قال نھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن الوصال فی الصوم فقال لہ رجل" انک تواصل یارسول اللہ قال وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقنی۔ متفق علیہ۔ (مشکوہ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ منع فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے روزہ پر روزہ رکھنے سے یعنی اس طرح کہ درمیان میں افطار نہ کرے ایک شخص نے ممانعت کے حکم کو سنکر کہا یارسول اللہ ﷺ آپ تو روز روزہ رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم میں مجھ جیسا کون ہے میں رات کو گزارتا ہوں اس طرح کہ میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ احب عبادی الی اعجلھم فطرا" رواہ الترمذی۔ (مشکوہ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کہا ہے کہ میرے بندوں میں سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرے۔ (ترمذی)

وعن سلمان بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افطر

احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکتہ" فان لم یجد فلیفطر علی مآء فانہ طھور" رواہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی ولم یذکر فانہ برکتہ" غیر الترمذی

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص تم میں سے روزہ افطار کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ وہ کھجور سے افطار کرے اس لئے کہ کھجور برکت کا سبب ہے اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے اس لئے کہ پانی پاک کرنے والا ہے۔ (ترمذی ابوداؤد۔ احمد۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

وعن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یفطر قبل ان یصلی علی رطبات فان لم تکن رطبات" فتمیرات" فان لم تکن تمیرات" حسا حسوات من مآء رواہ الترمذی وابوداؤد وقال الترمذی ھذا حدیث" حسن" غریب" مشکوہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے تھے اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے افطار کرتے اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو چند چلو پانی سے روزہ افطار کرتے تھے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد یہ حدیث حسن غریب ہے)

وعن زید بن خالد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فطر صآئما" اوجھز غازیا" فلہ مثل اجرہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان ورواہ محتی السنہ فی شرح السنہ وقال صحیح"

حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص افطار کرائے روزہ دار کو یا سامان درست کرے کسی غازی کا تو اس کو اسی کے برابر ثواب ملے گا۔ (بیہقی)

وعن ابن عمر قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا افطر قال ذھب الظلمآء وابتلت العروق وثبت الاجر ان شآء اللّٰہ تعالٰی رواہ ابو داؤد

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ روزہ افطار کرتے تو فرماتے گئی پیاس تر ہوگئیں رگیں اور ثابت ہوا ثواب اگر خدا نے چاہا۔ (ابوداؤد)

وعن معاذ بن زھرہ قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا افطر قال اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت رواہ ابو داؤد مرسلاً" (مشکوہ)

حضرت معاذ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار کرتے تو فرماتے اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت یعنی اے اللہ تیرے ہی لئے روزہ رکھا میں نے اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا میں نے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یزال الدین ظاھراً" ما عجل الناس الفطر لان الیھود والنصری یوخرون رواہ ابو داؤد وابن ماجہ (مشکوہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک کہ لوگ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے۔ اس لے کہ یہود ونصاری روزہ افطار کرنے میں دیر کرتے ہیں۔

وعن ابی عطیہ قال دخلت انا ومسروق علی عائشہ فقلنا یا ام المومنین رجلان من اصحاب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم احدھما یعجل الافطار ویعجل الصلوۃ والاخر یوخر الافطار ویوخر الصلوۃ قالت ایھما یعجل الافطار ویعجل الصلوۃ قلنا عبداللّٰہ بن مسعود قالت ھکذا صنع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والاخر ابو موسی (رواہ مسلم مشکوۃ)

حضرت ابی عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں اور مسروق رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا اے ام المومنین رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں دو شخص ہیں جن میں سے ایک تو افطار کرنے اور نماز پڑھنے میں جلدی کرتا ہے اور دوسرا افطار کرنے اور نماز پڑھنے میں دیر کرتا ہے حضرت عائشہ نے پوچھا افطار کرنے اور نماز پڑھنے میں کون جلدی کرتا ہے ہم نے عرض کیا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے راوی کا بیان ہے کہ دوسرا شخص جو افطار اور نماز میں تاخیر کرتا تھا۔ ابو موسیٰ ہے۔ (مسلم)

تشریح

یہاں اس بحث میں گیارہ احادیث جمع کی گئی ہیں اور یہ احادیث قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو ستاسی کے جملہ ثم اتموالصیام الی الیل کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ اس میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ اس سے رات کا ابتدائی حصہ مراد ہے یا پوری طرح رات چھاجانا مراد ہے اور حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں یہ تفصیل بیان فرمائی ہے۔ پہلی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ لوگ جلدی افطار کریں گے تو بھلائی میں رہیں گے اور اگر تاخیر سے افطار کریں گے تو بھلائی میں نہیں رہیں گے۔ کیونکہ رات شروع ہونے سے روزے کا وقت ختم ہوجاتا ہے اب اگر اس تاخیر کو کوئی نیکی سمجھے گا تو یہ بدعت ہے اس وقت روزہ رکھنا گناہ ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرو تاخیر نہ کرو۔ اور دوسری حدیث جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے روزے کی حد بتائی ہے اور مشرق کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ جس

وقت رات یہاں سے آجائے اور دن جائے اور مغرب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ مغرب میں سورج ڈوب جائے پس تحقیق روزے دار روزہ افطار کرلیا یعنی اس کو افطار کرلینا چاہیے۔ اور بعض محدثین نے اس کا مفہوم یہ بیان فرمایا کہ اس کا روزہ خودبخود ختم ہوجاتا ہے اور تیسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نبی ﷺ نے اپنی امت کو صوم وصال سے منع فرمایا ہے۔ صوم وصال یہ ہے کہ آدمی دو تین یا زیادہ روزے اس طرح رکھے کہ درمیان میں افطار نہ کرے۔ اس سے اس لئے منع فرمایا کہ اس سے اس میں ضعف آئے گا اور بقیہ فرض روزے متاثر ہوں گے۔ اور حضور ﷺ جو رکھتے تھے اس کی وجہ آپ کی خصوصیت تھی آپ کو اللہ تعالیٰ کچھ غیبی غذا عطا فرماتے تھے۔ یہ بظاہر صوم وصال تھا حقیقت میں نہیں تھا۔ اور چونکہ ہر مومن کو ایسی غذا ملنا مشکل ہے اس لئے اس سے منع فرمایا ہے۔

اور چوتھی حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپؐ نے فرمایا کہ جلدی افطار کرنے والا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ اور پانچویں حدیث حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ افطار کھجور سے کرنا چاہیے اگر کھجور نہ ہو تو پھر پانی سے کرلیں کیونکہ اس میں برکت ہے اور چھٹی حدیث میں آپ ﷺ کا عملی نمونہ بیان فرمایا ہے کہ آپ ﷺ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں پر افطار فرماتے تھے اور تازہ نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں پر افطار فرماتے تھے۔ اور اگر خشک بھی نہ ہوتیں تو ایک چلو پانی سے افطار فرماتے تھے۔ اور ساتویں حدیث حضرت زید بن خالد سے روایت ہے اس میں آپؐ نے دوسروں کو روزہ افطار کرانے کی ترغیب دلائی ہے کہ جو کسی کو افطار کرائے یا غازی کا سامان تیار کرائے تو اس کو اسی جیسا

ثواب ملے گا۔ اور آٹھویں حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے افطار کی برکت بیان فرمائی کہ اس سے پیاس چلی جاتی ہے انسان کی خشک رگیں تر ہوجاتی ہیں اور اجر واجب ہوجاتا ہے۔ اور نونویں حدیث حضرت معاذ بن زہرہ سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے روزہ افطار کرنے کی دعا بیان فرمائی کہ اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا۔ اور دسویں حدیث یہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ روزہ افطار کرنے میں جلدی کریں گے تو دین مسلسل غالب رہے گا۔ کیونکہ یہود ونصاری نے روزہ افطار کرنے میں تاخیر کی تو دین ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ کیونکہ اس سے انہوں نے بدعات کے ابواب کھول دئے تھے۔ اور گیارہویں حدیث یہاں حضرت ابی عطیہ سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی ﷺ اکثروبیشتر افطار میں جلدی کرتے تھے اور گاہ گاہ تاخیر سے افطار فرماتے تھے شاید اس کا مقصد یہ ہو کہ معذورین کے لئے جواز معلوم ہوجائے۔

روزہ توڑنے والی چیزوں اور کفارہ کا بیان

وعنه قال بینما نحن جلوس" عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاءہ رجل" فقال یارسول اللہ هلکت قال مالک قال وقعت علی امراتی وانا صائم" فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هل تجد رقبہ تعتقها قال لا قال فهل قستطیع ان تصوم شهرین متتابعین قال لا قال هل تجد اطعام ستین مسکینا" قال لا قال اجلس ومکث النبی صلے اللہ علیہ فبینما نحن علی ذلک اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرق فیہ تمر" والعرق المکتل الضخم قال این السائل قال انا قال خذ هذا فتصدق بہ فقال الرجل علی

افقر منی یارسول اللہ فواللہ مابین لابتیھا یرید الحرتین اھل بیت افقر من اھل بیتی فضحک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت انیابہ ثم قال اطعمہ اھلک متفق علیہ۔ (مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہلاک ہو گیا آپ نے پوچھا کیا ہوا اس نے کہا میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے اس کو آزاد کر دے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تو اتنی طاقت رکھتا ہے کہ مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ سکے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کیا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (خاموش) بیٹھ گئے (گویا کسی کا انتظار کر رہے ہیں) غرض ہم اسی طرح بیٹھے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عرق کھجوروں کا لایا گیا (عرق کھجور کے پٹھوں کا ایک بڑا تھیلا) آپ نے پوچھا سائل کہاں ہے اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا اس کو لے جا اور خیرات کر دے اس نے کہا یا رسول اللہ کیا اس شخص کو خیرات دوں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو قسم ہے خدا کی مدینہ کی دونوں طرفوں میں کوئی گھر والا میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں ہے (دونوں طرفوں سے اس کی مراد وہ دو پہاڑیاں تھیں جو مدینہ کے مشرق و مغرب میں واقع ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور پھر فرمایا کھلا اپنے گھر والوں کو۔

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول

ہے اور یہ بھی قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو ستاسی کے جملہ ثم اتموا الصیام الخ کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ روزہ رات تک پورا کرو۔ مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک آدمی روزہ رکھ کر قصداً" سوائے کسی عذر کے توڑ دے مثلاً بیوی سے جماع کرلے یا کھاپی لے تو اس کا کیا حکم ہے تو نبی ﷺ نے اس حدیث میں اس کی تفصیل بیان فرمادی ہے کہ اس پر کفارہ ہے یا غلام آزاد کرے یا دو مہینے مسلسل روزے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔ یہ کفارہ دو سیر گندم یا چار سیر جو یا اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ اگر کھانا کھلائے تو دو وقت ساٹھ مساکین کو پیٹ بھر کر کھلانا ہوگا۔ اور یہاں جماع کا ذکر بطور مثال ہے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فقیر پر کفارہ نہیں۔ لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہ اس کی خصوصیت ہے، یا منسوخ ہے۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹتا ہے اور قضا لازم آتی ہے۔

وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذرعه القئ وهو صائم" فليس عليه قضا ومن استقآء عمداً" فليقض رواه الترمذى وابوداؤد وابن ماجه والدارمى وقال الترمذى هذا حديث" غريب" لا نعرفه الا من حديث عيسى ابن يونس وقال محمد" يعنى البخارى لااراه محفوظاً" (مشكوه)

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس شخص پر روزہ کی حالت میں غلبہ کرے قے یعنی خودبخود قے آجائے اس پر قضا واجب نہیں اور جو شخص قصداً" قے کرے اس پر قضا واجب ہے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

وعن معدان بن طلحه ان ابا الدرداء حدثه ان رسول الله صلى الله عليه

وسلم قاء فافطر قال فلقیت ثوبان فی مسجد دمشق فقلت ان ابا الدرداء حدثنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاء فافطر قال صدق وانا صببت لہ وضوء (رواہ ابو داؤد والترمذی والدارمی) ۔

حضرت معدان بن طلحہؓ کہتے ہیں کہ ابو الدرداء نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قے کی پھر افطار کیا روزہ اس کے بعد میں دمشق میں ثوبان سے ملا اور ان سے کہا کہ ابو الدرداءؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قے کی اور پھر روزہ افطار کرلیا ثوبان نے کہا ابو الدرداء نے سچ کہا اور میں نے آپ کے وضو کے لئے برتن میں پانی بھرا تھا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افطر یوماً من رمضان من غیر رخصتہ ولا مرض لم ینقض عنہ صوم الدمر کلہ وان صامہ رواہ احمد ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ والدارمی والبخاری ترجمہ باب و قال الترمذی سمعت محمد یعنی البخاری یقول ابو المطوس الراوی لا اعرف لہ غیر ھذا الحدیث

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جو شخص روزہ توڑ دے رمضان میں بغیر کسی اجازت عذر یا بیماری کے نہیں معاوضہ ہو سکتا اس کا عمر ساری روزہ رکھنا یعنی اگر بغیر کسی شرعی اجازت یا رخصت کے کسی نے ایک دن کا روزہ بھی ناغہ کیا تو ساری عمر روزہ رکھنے سے بھی اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا! احمد ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ دارمی بخاری ترمذی نے لکھا ہے کہ میں نے امام بخاری سے سنا وہ کہتے تھے کہ اس حدیث ابو للطوس کے سوا کوئی اور روایت مجھ کو نہیں ملی۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث بھی قرآن مجید کی سورہ البقرہ کی آیت ایک سو ستاسی کے جملہ ثم اتموا الصیام الی الیل کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمان ہے کہ پھر روزہ رات تک پورا کرو مگر اس میں اجمال ہے۔ کیونکہ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک آدمی کو قے آجاتی ہے یا وہ خود قے کرلیتا تو کیا اس کے روزے پر کچھ اثر پڑتا ہے یا کہ نہیں اس کا ذکر نہیں ہے۔ پس نبی اکرم ﷺ نے ان احادیث میں جواب دیا ہے کہ اگر آدمی کو خود بخود قے آجائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر خود قے کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس وقت ضرور کچھ نہ کچھ مواد لوٹ کر اندر چلا جائے گا۔ اور دوسری حدیث حضرت معدان سے منقول ہے۔ اس میں نبی ﷺ کا عمل مذکور ہے کہ اپنے روزے کی حالت میں قے کی پھر افطار کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ قے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہاں قضا کا ذکر نہیں ہے ظاہر ہے کہ بعد میں آپ نے قضا کی ہوگی۔ اور تیسری حدیث یہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ جو آدمی ماہ رمضان میں سوائے کسی عذر کے روزہ افطار کرے تو ساری عمر روزہ رکھنے سے بھی اس کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد ثواب ہے یعنی ماہ رمضان کی فضیلت اسے حاصل نہیں ہوسکتی۔ قضا ہوجائے گی گناہ گار نہیں ہوگا۔ بہرحال یہ تفسیر جو ان احادیث میں بیان ہوئی ہے کہ یہ بیان کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا۔ کیونکہ یہ آیت اس کی متقاضی ہے اگر آپ ﷺ یہ بیان نہ فرماتے تو عام مفسرین کے بس میں ایسی تفسیر بیان کرنا نہیں ہے۔ اس لئے ہم پہلے بار بار بتاچکے ہیں کہ فہم قرآن کے لئے احادیث کا ہونا ضروری

ہے۔ احادیث نہ ہوں تو قرآن سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اور منکرین احادیث کا مقصد اصل میں انکار قرآن ہے۔ لیکن جب وہ انکار کرتے ہیں تو انہیں کفر کے میدان میں کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے انہوں نے انکار حدیث کی راہ اختیار کی ہے۔ کیونکہ احادیث کے سوا جب لوگوں کو قرآن سمجھ میں نہیں آئے گا تو وہ قرآن کا خود ہی انکار کر دیں گے۔ لیکن ہر دور میں علماء حق نے ان کو دنداں شکن جوابات دیئے اور اب بھی دے رہے ہیں۔

روزہ میں ناپسند کاموں کا بیان

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ لیس للہ حاجتہ" فی ان یدع طعامہ وشرابہ رواہ البخاری۔ مشکوہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص جھوٹ بولنا اور برا کام کرنا نہ چھوڑے (یعنی روزہ میں) پس خدا کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ چھوڑ دے اپنا کھانا پینا۔

وعن عطاء قال ان مضمض ثم افرغ مافی فیہ من المآء لایضرہ ان یزدر ریقہ ومابقی فی فیہ ولا یمضع العلک فان ازدرد اریق العلک لا اقول انہ یفطر ولکن ینھی عنہ رواہ البخاری فی ترجمہ باب

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ روزہ دار اگر منہ میں پانی لے کر کلی کرے اور پھر پانی کو منہ سے نکال دے تو روزہ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور تھوک اور جو چیز منہ کے اندر باقی ہے اس کو نگل لینے سے کچھ حرج نہیں ہے اور نہ چباوے روزہ دار مصطگی کو اور اگر نگل جائے روزہ دار مصطگی کا تھوک تو میں نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹا یا نہیں لیکن اس سے منع کیا جاتا ہے۔ (بخاری)

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم من صآئم لیس لہ من صیام الا الظمآء وکم من قآئم لیس لہ من قیامہ الا السھر رواہ الدارمی وذکر حدیث لقیط بن صبرہ فی باب سنن الوضوء (مشکوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہت سے روزہ دار ہیں کہ ان کو انٗ کے روزے سے سوائے پیاسا رہنے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سی عبادت کرنے والے رات کے نہیں حاصل ہوتا ان کو ان کی عبادت سے کچھ مگر جاگنا یعنی بہت سے روزہ دار اور رات کو عبادت کرنے والے لوگ ہیں جن کے روزے اور عبادت بے فائدہ ہوتی ہے اور ثواب نہیں ملتا (دارمی) اور لقیط بن صبرہ کی حدیث سنن الوضوء کے بیان میں ذکر گئی۔

تشریح

یہاں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں احادیث قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو ستاسی کے جملہ ثم اتموالصیام الی الیل) کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے پھر رات تک روزہ پورا کرو مگر اس میں اجمال ہے۔ کیونکہ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی روزے کی حالت میں جھوٹ بولے یا کوئی چیز چبائے تو کیا اس کے روزے پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اس کا جواب دیا ہے۔ یہاں پہلی حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو آدمی جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالی کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا روزے کے منافی ہے اور اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے اور قول

زور میں سات چیزیں آتی ہیں جھوٹی گواہی دینا۔ کسی پر افتراء باندھنا۔ غیبت کرنا۔ کسی پر بہتان لگانا خواہ زنا ہو یا کوئی اور۔ کسی کو گالی دینا۔ برا کہنا۔ لعنت کرنا وغیرہ ذالک جو بھی بری بات ہو وہ قول زور میں شامل ہے اور ان کے موافق عمل کرنا ان باتوں سے روزہ مقبول نہیں ہوتا تو پھر روزہ رکھنا بے سود ہوا۔ کیونکہ روزہ میں روزے دار سے جب حلال طیب چیزیں چھڑانا ہے تو اس میں حرام کاموں کے ارتکاب سے روزہ کس طرح مقبول ہوگا۔ اور دوسری حدیث حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں تین چیزوں کا بیان ہے پہلی چیز یہ ہے کہ روزے دار اگر کلی کرکے پانی منہ سے پھینک دے تو کوئی حرج نہیں اور منہ کے اندر کی لعاب نگل جانے میں حرج نہیں۔ اور تیسری چیز کٹر چبانے سے روزہ ٹوٹتا نہیں مکروہ ہے۔ اور تیسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے پہلی حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ انسان اگر روزہ کی حالت میں جھوٹ اور اس پر عمل نہ چھوڑے تو اس کی پیاس اور رات کو بیدار رہنا بیکار ہے۔ یعنی پھر روزے کی ساری مشقت بیکار ہے۔

روزہ میں جائز کاموں کا بیان

وعن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل ویباشر وھو صائم" وکان املککم لاربہ متفق علیہ (مشکوۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے تھے اور مباشرت کرتے تھے (یعنی بدن کو بدن سے ملاتے تھے) اور آپ بہت زیادہ قادر تھے اپنی شہوت پر قابو رکھنے میں تم لوگوں سے (بخاری مسلم)

وعنھا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدرکہ الفجر فی

رمضان وھو جنب" من غیرجلم فیغتسل ویصوم۔ متفق علیہ (مشکوۃ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ کہ رسول اللہ ﷺ کو رمضان میں کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ آپ کی جنابت کی حالت میں صبح ہوجاتی اور یہ جنابت (ناپاکی) احتلام کے سبب سے نہیں بلکہ مجامعت کے سبب سے ہوتی تھی پس آپ غسل فرماتے تھے اور روزہ رکھ لیتے تھے۔ (بخاری مسلم)

وعن ابن عباس قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجم وھو محرم" واحتجم وھو صائم" متفق" علیہ (مشکوہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بھری ہوئی سینگیاں کھچوائیں حالت احرام میں اور روزہ کی حالت میں بھی

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی وھو صائم" فاکل و شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ وسقاہ متفق علیہ (مشکوہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھاپی لے تو وہ اپنے روزہ کو پورا کرے (اس لئے کہ جو کچھ بھول کر اس نے کھایا پیا ہے وہ) خدا نے اس کو کھلایا پلایا ہے۔ (بخاری مسلم)

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاث" لایفطرن الصائم الحجامہ والقی والاحتلام رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث" غیر محفوظ وعبدالرحمن بن زید ن الراوی یضعف فی الحدیث (مشکوہ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تین چیزیں ہیں جو روزے دار کے روزے کو نہیں توڑتیں ایک تو سینگی کھچوانا۔ دوسرے قے جو خود بخود آئے اور تیسرے احتلام۔ (ترمذی) ترمذی نے کہا یہ حدیث غیر محفوظ ہے اس کے ایک راوی عبدالرحمن بن زید کو حدیث میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔

وعن ثابت ن البنانی قال سئل انس بن مالک کنتم تکرھون الحجامه للصائم علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قال لا الا من اجل الضعف رواہ البخاری (مشکوہ)

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انس بن مالک سے پوچھا گیا کہ اگر تم روزہ دار کے لئے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سینگی کھچوانے کو برا سمجھتے تھے انہوں نے کہا نہیں البتہ اس خیال سے کہ میں مکروہ جانتا تھا کہ سینگی سے روزہ دار کو ضعف ہو جاتا ہے ممکن ہے اس کمزوری سے روزہ ٹوٹ جائے۔ (بخاری)

وعن البخاری تعلیقا قال کان ابن عمر یحتجم وھو صائم" ثم ترکه فکان یحتجم باللیل (مشکوہ)

بخاری اس روایت کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روزہ کی حالت میں سینگی کھچوایا کرتے تھے۔ پھر آپ نے روزہ کی حالت میں سینگی کھنچوانا چھوڑ دیا اور روزوں کے دنوں میں رات کو کھنچواتے تھے۔

عن عائشه رضی اللّٰہ عنها ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کان تقبلها وھو صائم" ویمص لسانها رواہ ابو داؤد (مشکوہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے تھے ان کا اور زبان چوستے تھے ان کی یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ

عنہا کی۔ (ابوداؤد)

وعن عامر بن ربیعہ قال رایت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مالا احصی یتسوک وھو صائم" رواہ الترمذی وابو داؤد مشکوہ

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی مرتبہ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا کہ میں شمار نہیں کراسکتا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

وعن انس قال جآء رجل" الی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال اشتکیت عینی افاکتحل وانا صائم" قال نعم رواہ الترمذی وقال لیس اسنادہ بالقوی وابو عاتکہ الراوی یضعف

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں کیا روزہ کی حالت میں میں سرمہ لگالوں آپ نے فرمایا ہاں۔ (ترمذی) نے کہا اس کی اسناد قوی نہیں ہے اور عاتکہ راوی کی تضعیف کی گئی ہے۔

وعن بعض اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لقد رایت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالعرج یصب علی راسہ المآء وھو صائم" من العطش او من الحر رواہ مالک" وابو داؤد مشکوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ دیکھا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام عرج میں روزہ کی حالت میں کہ سر پر پانی ڈالتے تھے پیاس کی شدت یا گرمی کی زیادتی کے سبب۔ (مالک۔ ابوداؤد)

وعن شداد بن اوس ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اتی رجلا" بالبقیع وھو یحتجم وھو اخذ" بیدی لشمانی عشرۃ خلت من رمضان

فقال افطر الحاجم فالمحجوم رواه ابو داؤد وابن ماجه والدارمی قال الشیخ الامام محی لسنه رحمه اللّٰه وتاوله بعض من رخص فی الحجامه تعرضنا للافطار المحجوم للضعف والحاجم لانه لانه لا یامن من ان یصل شئ" الی جوفه بمص الملازم

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بقیع میں ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے جو بھری ہوئی سینگیاں کھچوا رہا تھا رسول اللہ ﷺ اس وقت میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور رمضان کی اٹھارہویں تاریخ تھی آپ نے اس کو سینگیاں کھچواتے دیکھ کر فرمایا سینگیاں کھینچنے والے اور کھچوانے والے دونوں نے روزہ توڑ ڈالا۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ دارمی) امام محی السنہ نے فرمایا سینگی کھچوانے کے متعلق افطار کی اجازت دینے والوں نے تاویل کی ہے یعنی سینگی کھچوانے والا کمزوری کے سبب سے اور سینگی کھینچنے والا اس سبب سے افطار کے قریب ہوجاتا ہے کہ سینگی کھینچنے کی وجہ سے اس کے پیٹ میں کچھ چلا جائے گا۔

وعن ابی هریرة ان رجلا" سال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم عن المباشرة للصائم فرخص له واتاه اخر فساله فنهاه فاذا الذی رخص له شیخ" واذا الذی نهاه شآب" رواہ ابو داؤد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے اختلاط کرلے آپ نے اس کو اجازت دے دی۔ ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی سوال کیا آپ نے اس کو منع کردیا جس کو آپ نے اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو منع کیا تھا وہ جوان تھا۔ (ابوداؤد)

تشریح

یہاں اس بحث میں بارہ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث بھی قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو ستاسی کے جملہ اتموا الصیام الی الیل کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں اتنا تو فرمایا ہے کہ روزہ رات تک پورا کرو مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ کونسی چیزیں روزے کے منافی ہیں اور کون سی منافی نہیں ہیں۔ اور اس سے پہلے پہلی ابحاث میں ان چیزوں کا بیان گزرا ہے جو روزے کے منافی ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی ہیں کہ ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے اور بعض ایسی ہیں کہ ان سے صرف قضا لازم ہوتی ہے۔ اور بعض ایسی ہیں کہ ان سے روزہ مکروہ ہوتا ہے۔ اور اس بحث میں ان چیزوں کا بیان ہے جو جائز ہیں۔ اور وہ نوں ہیں بیوی کا بوسہ لینا۔ حالت جنابت میں روزہ رکھنا۔ سینگیاں لگوانا۔ بھول کر کھاپی لینا۔ قے آنا۔ حالت روزہ میں احتلام آنا۔ مسواک کرنا۔ سرمہ لگانا۔ سر پر پانی ڈالنا نہانا وغیرہ۔

نفلی روزوں کا بیان

فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون

○ سورۃ بقرہ آیت ۱۸۴

پھر جو کوئی خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

تفسیر

قرآن مجید کی سورۃ بقرہ کے یہ دو جملے سیاق و سباق کے لحاظ سے تو اگرچہ

مریض مسافر اور استطاعت فدیہ والوں کے متعلق ہیں لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ دو جملے اپنے اندر بڑا وسیع مفہوم رکھتے ہیں اور یہ نفلی روزوں کو بھی شامل ہیں۔ اور نفلی عبادت انسان جب چاہے کر سکتا ہے جیسا کہ ان جملوں سے اشارہ یہی معلوم ہوتا ہے مگر شارع نے بعض اوقات میں عبادت کو ممنوع قرار دیا ہے۔ ان اوقات میں عبادت کرنا گناہ ہے جیسا کہ طلوع و غرب اور استوی کے وقت نماز پڑھنا ان اوقات کے علاوہ انسان جب چاہے نفل نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور اسی طرح صدقات نفلیہ انسان جب چاہے اور جتنا چاہے صدقات دے سکتا ہے۔ اور اسی طرح نفلی روزوں کا حال ہے انسان جب چاہے رکھے لیکن شارع نے روزوں کے لئے بھی بعض اوقات کو ممنوع قرار دیا ہے اور بعض اوقات میں ان کی زیادہ فضیلت بتائی ہے جن کی تفصیل آئندہ احادیث میں آرہی ہے۔

عیدین کے دن اور ایام تشریق میں روزہ منع ہے

وعن ابی سعید ن الخدری قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الفطر والنحر متفق علیہ۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ منع فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الضحی کے دن روزہ رکھنے سے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صوم فی یومین الفطر والاضحی متفق علیہ۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جائز نہیں ہے دو دونوں میں روزہ رکھنا یعنی عید الفطر کے دن اور عید الاضحی کے دن۔

وعن نبیشہ الھذلی قال قال رسولاللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام

التشریق ایام اکل و ذکر اللہ رواہ مسلم۔

حضرت نبیشہ ہذلیؓ نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تشریق کے دن یعنی دسویں، گیارہویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخیں ذی الحجہ کی کھانے پینے کے اور خدا کی یاد کرنے کے دن ہیں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ احادیث بھی فمن تطوع خیر فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم کی تفسیر ہے کیونکہ ان جملوں میں فرمایا ہے کہ جو خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ اس میں دنوں کو متعین نہیں کیا کہ کون سے دنوں میں روزہ بہتر ہے اور کون سے دنوں میں بہتر نہیں۔ اور حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں یہ تفصیل بیان فرمادی ہے کہ عیدین اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کھانے پینے اور ذکر اللہ کے دن ہیں اور ایک حدیث میں بعال کا ذکر بھی ہے یعنی خاوندوں کے دن کے ہیں۔ یعنی اس سے پہلے ماہ رمضان کے ایام میں روزے داروں پر ان چیزوں کی پابندی تھی اور اب اختتام رمضان پر اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ پابندی اٹھائی ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے ضیافت ہے اگر کوئی آدمی ان دنوں میں روزہ رکھے اللہ تعالیٰ کی اس ضیافت کو ٹھکرائے گا یا میاں بیوی روزہ رکھ کر ایک دوسرے کی حق تلفی کریں گے تو یہ گناہ ہے۔

شوال کے چھ روزوں کا ثواب زمانہ بھر کے روزوں کے برابر ہے

وعن ابی ایوب الانصاری انہ حدثہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر رواہ مسلم

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص روزے رکھے رمضان کے پھر چھ روزے رکھے شوال میں تو گویا اس نے روزے رکھے ہمیشہ کے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ اور یہ حدیث بھی قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو چوراسی کے ان دو جملوں کی تفسیر ہے فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ جو خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ اس میں دنوں کا تعین نہیں فرمایا کہ کون سے مہینے اور دنوں میں روزہ رکھنا بہتر ہے

اور حضرت نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں ماہ شوال کا ذکر فرمایا کہ جو آدمی پہلے ماہ رمضان کے روزے رکھے پھر ساتھ ہی شوال کے چھ روزے رکھے تو اسے زمانہ بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اور ظاہر بات ہے کہ اس سے مراد عید کے دن کے علاوہ چھ مراد ہیں کیونکہ عید کے دنوں کے روزے کی مخالفت پہلے بیان میں ہو چکی ہے۔

اشہر حرم کے روزوں کا بیان

عن المجیبة الباھلیة عن ابیھا او عمھا انه اتی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ثم انطلق فاتاہ بعد سنة وقد تغیرت حاله وھیئته فقال یا رسول اللہ اما تعرفنی قال من انت قال انا باھلی الذی جئتک عام الاول قال فما غیرک وقد کنت احسن الھیئة قال ما اکلت طعاما منذ فارقتک الا بلیل فقال رسول اللہ علیه وسلم عذبیت نفسک ثم قال صم شھر الصبر ویوما من کل شھر قال زدنی فان بی اقوة قال صم یومین قال زدنی فان بی قوة قال صم ثلثة ایام قال زدنی قال صم من الحرم واترک صم من الحرم واترک صم من الحرم واترک وقال با صابعه الثلثة فضمھا ثم ارسلھا (ابو داؤد)

مجیبہ باھلیہ نے اپنے باپ یا چچا سے روایت کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور چلے گئے۔ اور پھر ایک سال کے بعد آئے اس حال میں کہ ان کی حالت اور ہیئت بدل چکی تھی اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے مجھے پہچانا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو کون ہے تو اس نے کہا کہ میں وہ باہلی ہوں جو پہلے سال آپ کے پاس آیا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ تیری یہ حالت کس نے تبدیلی کی ہے۔ تو تو اچھی حالت والا تھا۔ تو اس نے کہا کہ میں جب سے آپؐ سے جدا ہوا تھا تو اس وقت سے میں صرف رات کو کھانا کھاتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے کیوں اپنی جان کو عذاب دیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا صبر کے مہینہ (رمضان) میں روزہ رکھ۔ اور ہر مہینہ میں ایک دن تو اس نے کہا کہ اضافہ کریں مجھ میں قوت ہے تو اپ نے فرمایا دو دن روزہ رکھ تو اس نے کہا کہ اضافہ کریں مجھ میں قوت ہے۔ تو آپ نے فرمایا تین دن روزہ رکھو۔ تو اس نے کہا کہ اضافہ کریں تو آپ نے فرمایا روزہ رکھ اشہر حرم میں اور چھوڑ دے۔

روزہ رکھو اشہر حرم میں اور چھوڑ دے روزہ رکھ اشہر حرم میں اور چھوڑ دے۔

آپ ﷺ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا پھر ان کو ملایا اور پھر چھوڑ دیا ابوداؤد نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

تشریح

یہ حدیث بھی فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم کی تفسیر ہے کیونکہ ان جملوں میں نفلی روزوں کی طرف اشارہ ہے مگر وقت اور مہینے متعین نہیں فرمائے کہ کون سے اوقات اور مہینوں میں روزہ رکھنا بہتر ہے= اور حضور ﷺ نے وہ مہینے بتائے ہیں۔ ان میں اشہر حرم بھی ہیں اور وہ چار ہیں جیسا کہ سورۃ توبہ کی آیت چھتیس میں ہے ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ یوم خلق السموات والارض منھا اربعۃ حرم ذالک الدین القیم فلا تظلموا فیھن انفسکم بے شک اللہ کے ہاں مہینوں کی گنتی بارہ مہینے ہے اللہ کی کتاب میں جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں۔ ان میں سے چار عزت والے ہیں یہی سیدھا دین ہے سو ان میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو مگر اس آیت میں دو قسم کا اجمال ہے کیونکہ یہ نہیں بتایا کہ وہ کون سے مہینے محترم ہیں اور کیا ان میں انسان اگر نیکی کرے تو کیا اس کا ثواب بھی زیادہ ہو گا یا نہیں اس سلسلہ میں یہ آیت خاموش ہے۔اور حضرت محمد ﷺ نے تفصیل بیان فرمائی ہے کہ مہینے چار ہیں ذوالقعد۔ ذوالحجہ۔ محرم اور رجب جس طرح ان میں اگر کوئی گناہ کرے تو اس کی سزا ہو گی اسی طرح اگر کوئی نیکی کرے تو اس کا بھی ثواب ہو گا۔ جیسا کہ یہاں مجیبہ باھلیہ والی حدیث میں ہے کہ آپ نے اس صحابی کو فرمایا کہ اشہر حرم میں تین دن روزہ رکھ پھر تین دن رک جا پھر

تین دن روزہ رکھ اور پھر تین دن رک جا۔ پھر تین دن روزہ رکھو اور پھر تین رک جا۔ اور تین دن روزہ رکھنے اور پھر تین دن رکنے کی تعلیم اس لئے دی تاکہ آدمی کمزور نہ ہوجائے۔ اور اس طرح ہر مہینہ میں چودھا یا پندرہ روزے بنتے ہیں مگر اس حدیث کے اندر بھی اجمال ہے تفصیل نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں اشہر حرم میں روزوں کا تو ذکر ہے اور ان کا طریقہ بھی بیان فرمایا ہے مگر ان روزوں کے فضائل نہیں بیان فرمائے۔ یہ فضائل دوسری احادیث میں موجود ہیں۔ اب انشاء اللہ العزیز وہ عرض کریں گے۔

ذوالحجہ کے نوں روزوں کے فضائل کا بیان

عن بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصوم تسع ذی الحجہ ویوم عاشوراء و ثلثۃ ایام من کل شہر اول الثنین من الشہر والخمیس ابوداؤد

نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کسی بیوی نے فرمایا کہ نبی ﷺ ذی الحجہ کے نوں عاشورہ کے دن اور ہر مہینے کے تین روزے رکھتے تھے اور مہینے کی ابتدا پیر اور جمعرات سے فرماتے تھے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ایام العمل الصالح فیھا احب الی اللہ من ھذہ ایام یعنی ایام العشر قالوا یا رسول اللہ ولا الجہاد فی سبیل اللہ قال ولا الجہاد فی سبیل اللہ الا رجل حرج بنفسہ ومالہ فلم یرجع من ذالک بشیی (ابوداؤد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دس دنوں کے سوا کوئی بھی ایسا دن نہیں ہے کہ نیک عمل اس میں زیادہ مقبول ہو۔ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ کیا جہاد

فی سبیل اللہ نہیں ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد بھی نہیں ہے مگر وہ آدمی کہ خود بھی اور اپنا مال بھی لے کر اللہ کے راستے میں نکلے اور اس میں سے کچھ واپس نہ لائے۔

عن ابی هریره ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نهی عن صوم یوم عرفه بعرفه (ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نویں ذی الحجہ کو عرفات میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

عن ام الفضل بنت الحارث ان ناسا تمارو عندها یوم عرفه فی صوم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال بعضهم صائم وقال بعضهم لیس بصائم فارسلت الیه بقدح لبن وهو واقف علی بعیره بعرفه فشرب (ابوداؤد)

حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے اس کے پاس عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں شک کیا۔ بعض نے کہا کہ آپ روزے سے ہیں اور بعض نے کہا کہ نہیں تو میں نے آپ کے پاس ایک پیالہ دودھ بھیجا اور وہ عرفات میں اپنی اونٹنی پر سوار تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دودھ نوش فرمایا۔

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں اور پانچوں احادیث سورۃ البقرہ کے ان دو جملوں فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم کی تفسیر ہے کیونکہ ان جملوں میں یہ فرمایا ہے کہ جو آدمی خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا بہتر ہے اگر تم جانتے ہو مگر ان جملوں میں

اجمال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں دنوں اور مہینوں کا تعین نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بعض کا ذکر فرمایا ہے۔ ان میں سے ذی الحجہ کے نوں روزے بھی ہیں۔ چنانچہ پہلی حدیث میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عملی نمونہ بیان فرمایا ہے کہ آپ خود بھی ذی الحجہ کے نوں عاشورا کے دن اور ہر مہینے میں تین روزے رکھتے تھے۔ اور دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ اور کوئی دن ان دس دنوں کے سوا ایسا دن نہیں ہے جس میں نیک عمل زیادہ مقبول ہو یہاں تک کہ جہاد بھی ان سے زیادہ مقبول نہیں۔ اور تیسری حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں حاجی کو عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ وہاں مشقت زیادہ ہے اور یہ بھی شفقت کے طور پر ہے کیونکہ روزے سے اس میں کمزوری آئے گی۔ اور چوتھی حدیث میں حضور ﷺ کا عمل مذکور ہے کہ آپؐ نے بھی عرفہ کے دن روزہ نہیں رکھا تھا۔

عن ابی قتادہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال صیام یوم عرفہ انی احتسب علی ان اللّٰہ ان یکفر السنۃ التی بعدہ والسنتہ التی قبلہ (ترمذی)

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے عرفہ کے روزے کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس سے ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں یہ حدیث غیر حاجی کے حق میں ہے اور حاجی میں بھی اگر طاقت ہو تو ظاہر ہے کہ اسے بھی یہ ثواب نصیب ہوگا۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مامن ايام احب الى الله ان يتعبدله فيهامن عشر ذى الحجة يعدل صيام كل يوم منها بصيام سنة وقيام ليلة منها بقيام ليلة القدر (رواه الترمذى وابن ماجه وقال الترمذى اسناده ضعيف)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی

عبادت کے لئے عشرہ ذوالحجہ سے زیادہ محبوب دن کوئی نہیں ہے۔اس کے ایک دن کا روزہ سال کے روزے کے برابر ہے اور اس کی ایک رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے۔

فضائل روزہ عاشورہ

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم افضل الصیام بعد رمضان شھر اللّٰہ المحرم وافضل الصلوۃ بعد الفریضہ صلوۃ اللیل رواہ مسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہتر روزے خدا کے مہینے یعنی محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد بہترین نماز رات کی نماز ہے یعنی تہجد۔ (مسلم)

وعن ابن عباس قال مارایت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علے غیرہ الا ھذاالیوم یوم عاشور آء وھذا الشھر یعنی شھر رمضان متفق علیہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں دیکھا ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ارادہ کرتے ہوں کسی دن کے روزہ کا جس کو دوسرے دنوں کے روزوں سے آپ بہتر سمجھتے ہوں مگر اس دن کا روزہ یعنی عاشورہ کے دن کا اور اس مہینہ کا روزہ یعنی ماہ رمضان کا روزہ (بخاری و مسلم)

وعنہ قال حین صام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم عاشور آء وامر بصیامہ قالوا یا رسول اللّٰہ انہ یوم یعظمہ الیھود والنصاری فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لئن بقیت الی قابل لا صومن التاسع رواہ مسلم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا

روزہ رکھا اور لوگوں کو اس دن کے روزہ کا حکم دیا تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس دن کی تو یہود نصاری عظمت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر زندہ رہا میں اگلے سال تک تو روزہ رکھوں گا نویں تاریخ کا بھی۔ (مسلم)

وعن ابی قتادہ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف تصوم فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قولہ فلما رای عمر غضبہ قال رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبحمد نبیا" نعوذباللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ فجعل عمر یردد ھذاالکلام حتی سکن غضبہ فقال عمر یارسول اللہ کیف من یصوم الدھر کلہ قال لاصام ولاافطر او قال لم یصم لم یفطر قال کیف من یصوم یومین ویفطر یوما قال ویطیق ذلک احد" قال کیف من یصوم یوما" ویفطر یوما قال ذلک صوم داود قال کیف من یصوم یوما ویفطر یومین قال وددت انی طوقت ذلک ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث" من کل شھر رمضان الی رمضان فھذا صیام الدھر کلہ صیام عرفہ احتسب علے اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ والسنۃ التی بعدہ وصیام یوم عاشور آء احتسب علی اللہ ان یکفر السنتہ التی قبلہ رواہ مسلم

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تم کس طرح روزہ رکھتے ہو آپ یہ سن کر غضب ناک ہو گئے عمر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کے غصہ کو دیکھا تو یہ کہنا شروع کیا رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبحمد نبینا نعوذباللہ من غضب اللہ غضب رسولہ یعنی راضی ہوئے ہم اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد کے نبی ہونے پر پناہ مانگتے ہیں ہم خدا سے خدا کے اور اسکے رسول کے غصہ سے عمر بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ حضورؐ کا غصہ فرو ہو گیا پھر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا

یارسول اللہ ﷺ اس شخص کا کیا حال ہے جو ہمیشہ روزہ رکھے آپ نے فرمایا نہ اس نے روزہ رکھا اور نہ افطار کیا یعنی روزہ نہیں رکھا پھر عمر نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ اس شخص کا کیا حال ہے جو دو دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے آپ نے فرمایا کون اس کی طاقت رکھتا ہے پھر عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے آپ نے فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے پھر عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا جو شخص ایک دن روزہ رکھے اور دو دن روزہ نہ رکھے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ اس کی طاقت مجھ کو نصیب ہو اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین روزے ہر مہینہ کے اور رمضان سے رمضان تک یہ سارے سال کے یعنی ہمیشہ کے روزے ہیں یعنی ان کا ثواب ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ہمیشہ روزہ رکھنے کا اور عرفہ کے دن کا روزہ مجھ کو خدا سے امید ہے کہ یہ روزہ دور کردے گا گناہ اس سال کے جو اس سے پہلے کا ہے اور گناہ اس سال کے جو اس کے بعد کا ہے اور عاشورہ کے دن کا روزہ خدا سے امید ہے کہ ایک سال پہلے کے گناہ دور کردے گا۔ (بخاری مسلم)

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدام المدینہ فوجد الیہود صیاما یوم عاشورآء فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماھذالیوم الذی تصومونہ فقالوا ھذا یوم" عظیم" انجی اللہ فیہ موسی وقومہ وغرق فرعون وقومہ فصامہ موسی شکرا نحن نصومہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنحن احق واولی بموسی منکم فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر بصیامہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے دیکھا آپ نے ان سے پوچھا کیا تم اس

دن میں بھی روزہ رکھتے ہو یہ دن کیسا ہے یہودیوں نے کہا یہ بہت بڑا یعنی باعظمت دن ہے اسی روز خدا نے موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا پس موسیٰ نے شکر کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا ہم تم سے زیادہ موسے کے حق دار ہیں پس آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسرے لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (بخاری و مسلم)

وعن جابر بن سمرہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامر بصیام یوم عاشور آء ویحثنا علیہ ویتعاھدنا عندہ فلما فرض رمضان لم یامرنا ولم ینھنا عنہ ولم یتعاھدنا عندہ۔ رواہ مسلم

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم عاشورہ کے دن روزہ کا حکم فرماتے تھے اور رغبت دلاتے تھے (کہ ہم عاشورہ روزہ رکھیں) اور عاشورہ کا دن قریب آجانے پر ہماری خبر گیری کیا کرتے تھے۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو آپ نے ہم کو نہ تو عاشورہ کے دن کے روزہ کا حکم دیا اور نہ منع فرمایا اور ہماری خبر گیری کی۔ (مسلم)

وعن حفصہ قالت اربع" لم تکن یدعھن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صیام عاشور آء والعشر وثلثہ ایام من کل شھر ورکعتان قب الفجر۔ رواہ النسائی

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں چار چیزیں ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کبھی نہ چھوڑتے تھے ایک تو عاشورہ کا روزہ دوسرے نو روزے ذی الحجہ کے اور تین روزے ہر مہینہ کے اور دو رکعتیں فجر سے پہلے۔ (نسائی)

تشریح

یہاں اس بحث میں سات احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ احادیث بھی سورہ البقرہ کے جملہ (فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم) کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ جو خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا بہتر ہے۔ تمہارے لئے مگر اس میں اجمال ہے کیونکہ ان جملوں میں یہ نہیں فرمایا کہ کن اوقات میں اور کن مہینوں میں روزہ رکھنا ہے اور ان جملوں کا تقاضا ہے کہ ان کی یہ تشریح ہونی چاہئے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں وہ تشریح بیان فرمادی یہ کہ اس سے مراد عاشورہ کا روزہ بھی ہے۔ چنانچہ یہاں پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ ماہ رمضان کے بعد صوم عاشورہ کے روزے کی فضیلت سب سے زیادہ ہے۔ اور اس سے پہلے حدیث بیان ہوگئی یہ کہ عرفہ کے روزے کی فضیلت زیادہ ہے۔ پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض نظر آتا ہے۔ محدثین نے تطبیق دی ہے کہ ماہ رمضان کے روزے کے بعد عاشورہ کی فضیلت زیادہ ہے اور باقی ایام اور مہینوں کے روزوں پر عرفہ کے روزے کی فضیلت زیادہ ہے۔ اور یہ فضیلت اس کی خاطر نبی ﷺ کے اہتمام کی وجہ سے معلوم ہوتی ہے اور عرفہ کے روزے کے لئے آپؐ نے اہتمام نہیں فرمایا تھا اور دوسری حدیث کا مقصد یہ ہے کہ نبی ﷺ عاشورہ کے روزے کی زیادہ فکر کرتے تھے اور اسے افضل بھی سمجھتے تھے۔ اور تیسری حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آپؐ نے اپنے صحابہ کو بھی عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اور جب آپؐ کو پتہ چلا کہ اس دن تو یہودی اور عیسائی روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو آئندہ سال نونویں محرم کا روزہ رکھوں گا مگر آپ ﷺ کے ساتھ زندگی نے وفا نہیں کی تھی۔ اور

محدثین نے لکھا ہے کہ دسویں محرم کا روزہ تو آپ ﷺ نے رکھا ہی تھا اور نونویں محرم کا ارادہ فرمایا تھا مگر رکھ نہیں سکے تھے۔ لہٰذا اگر کوئی مسلمان محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا چاہے تو ساتھ نونویں کا بھی رکھے تاکہ پھر یہودونصاری سے مشابہت لازم نہ آئے اور چوتھی حدیث کے آخر میں صوم عاشورہ کا ثواب بیان فرمایا ہے کہ عاشورہ کا روزہ رکھنے سے ایک سال کے روزوں کا ثواب ہوتا ہے۔ اور پانچویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا فرمائی تھی اور فرعونیوں کو غرق کیا تھا اس لئے اس خوشی میں یہ روزہ رکھا جاتا ہے۔ اور چھٹی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ ماہ رمضان کا فرض ہونے کے بعد عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہو گئی تھی اور ساتویں حدیث کا مضمون پہلے بیان ہو گیا ہے۔

ایام بیض کے روزوں کا ثواب

وعن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یفطر ایام البیض فی حضر ولا سفر۔ رواہ النسائی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایام بیض کے روزے کبھی نہ چھوڑتے تھے یعنی نہ حضر میں اور نہ سفر میں (ایام بیض سے مراد چاند کی تیرہویں۔ چودھویں اور پندرہویں تاریخیں ہیں۔) (نسائی)

وعن معاذۃ العدویہ انہا سالت عائشہ اکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من کل شھر ثلثۃ ایام قالت نعم فقلت لہا من ای ایام الشھر کان یصوم قالت لم یکن یبالی من ای ایام الشھر یصوم (رواہ مسلم)

حضرت معاذہ عدویہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ ہر مہینے میں تین روزہ رکھا کرتے تھے۔ انہوں

نے کہا ہاں پھر میں نے پوچھا مہینہ کے کن دنوں میں روزے رکھتے تھے انہوں نے کہا آپ کو اس کی پرواہ نہ تھی جن دنوں میں چاہتے تھے روزہ رکھ لیتے تھے۔ (مسلم)

وعن عبداللہ ابن عمرو بن العاص قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبداللہ انی اخبر انک تصوم النهار وتقوم اللیل فقلت بلی یارسول اللہ قال فلا تفعل صم وافطر وقم ونم فان لجسدک علیک حقا وان لعینک علیک حقا وان لزوجک علیک حقا وان لزورک علیک حقا لاصام من صام الدهر صوم ثلثة ایام من کل شهر صوم الدهر کله صم کل شهر ثلثة ایام واقرا القران فی کل شهر قلت انی اطیق اکثر من ذلک قال صم افضل الصوم صوم داؤد صیام یوم وافطار یوم واقرا فی کل سبع لیال مرة ولا تزد علی ذلک۔ (متفق علیه)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا مجھ کو خبر دی گئی ہے اے عبداللہ کہ تو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو عبادت کرتا ہے (روزانہ) میں نے عرض کیا ہاں رسول اللہ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ کر۔ روزہ بھی رکھ اور روزہ کو ترک بھی کر۔ رات کو عبادت بھی کر۔ رات کو عبادت ترک بھی کر اور اس لئے کہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے دوسرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا مہینہ میں تین دن کے روزے (ثواب میں) ہمیشہ کے روزوں کے برابر ہیں تو ہر مہینہ میں صرف تین دن کے روزے رکھ اور مہینہ میں ایک قرآن پڑھ میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر بہترین روزے رکھ

یعنی داؤد علیہ السلام کا روزہ ایک دن روزہ اور ایک دن ناغہ اور سات راتوں میں ایک قرآن اور اس پر زیادہ نہ کر۔ (بخاری و مسلم)

وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صص یا ابا ذر اذا صمت من الشھر ثلاثۃ ایام فصم ثلث عشرہ واربع عشرہ وخمس عشرہ رواہ الترمذی والنسائی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے ابوذر جب کہ تو روزے رکھنا چاہے تو مہینہ میں تین دن کے تو روزے رکھ ہر مہینے کی تیرہویں۔ چودہویں اور پندرہویں کو۔ (ترمذی۔ نسائی)

وعن عبداللہ ابن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من غرۃ کل شھر ثلثۃ ایام وقلما کان یفطر یوم الجمعۃ رواہ الترمذی والنسائی ورواہ ابوداؤد الی ثلثہ ایام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی روزہ رکھتے ہر مہینہ کے شروع میں تین دن اور بہت کم ایسا ہوتا کہ جمعہ کے دن روزہ نہ رکھتے۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد

وعن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صص یامرنی ان اصوم ثلثۃ ایام من کل شھر اولھا الاثنین والخمیس۔ رواہ ابوداؤد والنسائی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کروں اور ان روزوں کو پیر سے شروع کروں یا جمعرات سے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

تشریح

یہاں اس بحث میں چھ احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ احادیث بھی سورۃ البقرہ کے جملہ (فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان

کنتم تعلمون) کی تفسیر ہے کیونکہ ان جملوں میں ایام اور مہینوں کی تعیین نہیں ہے اور ان جملوں کا تقاضا ہے کہ دنوں کا ذکر ہونا چاہئے اور ان کی فضیلت کا بھی ذکر ہونا چاہئے۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ نے ان میں سے ایام بیض کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ بیض کے معنی سفیدی کے ہیں اور یہاں مراد ہر ماہ کی تیرہویں چودہویں اور پندرہویں تاریخ کے روزے ہیں۔ ان کی اہمیت نبی اکرم ﷺ کے عملی نمونے سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ یہاں پہلی حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ سفریا حضر میں بھی انہیں ناغہ نہیں فرماتے تھے اس کا مقصد یہ ہے کہ ایام بیض کے روزے بڑے اہم ہیں اور دوسری حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ ہر مہینہ میں تین روزے تو ضرور رکھتے تھے مگر دنوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے مہینے میں جب چاہتے تھے رکھ لیتے تھے اور تیسری حدیث میں ایام بیض کے روزوں کے فضائل بیان فرمائے ہیں کہ ان کا روزہ رکھنے سے زمانہ بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ اصل میں آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی غلط فہمی کو دور فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور اسے وہ ثواب سمجھتے تو حضور ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی کہ ہمیشہ روزے رکھنا نیکی نہیں ہے کیونکہ اس سے انسان پر جو حقوق ہیں وہ متاثر ہوتے ہیں اور کسی کی حق تلفی کرکے نیکی کرنا۔ نیکی نہیں ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نیکی کرنے کے حریص اور متمنی تھے تو اس لئے آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھ لیا کرو۔ اس سے تجھے ہمیشہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اور جب اس نے زیادہ کی خواہش ظاہر کی تو فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرلیا کرو۔ اور چوتھی پانچویں اور چھٹی احادیث کا بھی یہی مقصد ہے جو پہلی

احادیث کا ہے۔ البتہ چھٹی حدیث میں اتنا اضافہ ہے کہ یہ روزے پیر اور جمعرات کو شروع کرنا چاہئے۔

شعبان کے روزوں کا بیان

عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم حتی نقول لا یفطر ویفطر حتی نقول لا یصوم وما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استکمل صیام شھر قط الا رمضان وما رایتہ فی شھر اکثر منہ صیاما فی شعبان وفی روایہ قالت کان یصوم شعبان کلتہ" کان یصوم شعبان الا قلیلا"۔ متفق" علیہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (جب روزہ رکھتے تو) برابر روزے رکھتے رہتے یہاں تک کہ ہم کہنے لگتے کہ اب آپ روزے نہ چھوڑیں گے اور جب روزے چھوڑ دیتے تو ہم یہ کہتے کہ اب آپ روزے نہ رکھیں گے اور نہیں دیکھا میں نے کبھی کہ پورے کئے ہوں رسول اللہ ﷺ نے کسی مہینہ کے روزے مگر رمضان کے اور نہیں دیکھا میں نے کہ زیادہ رکھے ہوں روزے کسی مہینہ کے آپ نے مگر شعبان کے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کہا عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ آپؐ روزے رکھتے تھے شعبان کے پورے مہینے کے۔ (بخاری و مسلم)

عن عبداللہ بن ابی سمع عائشہ تقول کان احب الشھور الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصوم شعبان ثم یصلہ رمضان (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن ابی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کو شعبان کا روزہ رکھنا زیادہ محبوب تھا اور پھر اس کو رمضان سے ملاتے تھے۔

وعن عبداللہ بن شقیق قال قلت لعائشه اکان النبی صلی اللہ علیه وسلم یصوم شھر اکله قالت ماعلمته صام شھرا کله الا رمضان ولا افطر کله حتی یصوم حتی مضی بسبیله۔ رواه مسلم

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عائشہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ کے پورے روزے رکھتے تھے عائشہ نے کہا میں نہیں جانتی کہ آپ نے کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں مگر رمضان کے اور کوئی مہینہ ایسا بھی نہیں گزرا کہ آپ نے اس میں بالکل روزے نہ رکھے ہوں یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ (مسلم)

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں احادیث (فمن تطوع خیرا فھو خیر له وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون) کی تفسیر ہے کیونکہ ان جملوں میں اتنا فرمایا ہے کہ جو خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو مگر ان جملوں میں اجمال ہے کیونکہ ان میں مہینوں کا اور دنوں کا تعین نہیں ہے اور یہ بھی نہیں بتایا کہ نفلی روزوں میں کتنی خیر اور فضیلت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خیر اور فضیلت بیان فرمائی ہے کچھ تفصیل تو پہلے ابواب میں گزر گئی ہے اور کچھ ان احادیث میں بیان فرمائی ہے۔ یہاں پہلی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان کے علاوہ باقی مہینوں کی بنسبت شعبان میں روزے زیادہ رکھتے تھے۔ سارے شعبان کے روزے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے ہیں اور کم بھی رکھے ہیں اور دوسری حدیث کا مقصد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان کا روزہ سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اور تیسری حدیث کا مقصد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ رمضان کے

روزے پورے رکھتے تھے۔ رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے آپ نہیں رکھتے تھے۔ یہ حدیث چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی پہلی حدیث سے متعارض ہے کیونکہ پہلی حدیث میں آچکا ہے کہ پورے شعبان کے روزے بھی آپ ﷺ نے رکھے ہیں اور اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے پورے شعبان کے روزے نہیں رکھے پس محدثین نے جواب دیا ہے کہ شاید پورے شعبان والی حدیث کا مقصد اکثر ہو۔

ہفتہ میں سات روزوں کے فضائل اور ان کے طریقہ کا بیان

وعن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من الشھر السبت والاحد والاثنین ومن الشھر الآخر الثلثآء والاربعآء والخمیس۔ رواہ الترمذی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مہینہ میں ہفتہ اتوار اور پیر کے روزے رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ میں منگل۔ بدھ اور جمعرات کے روزے رکھتے تھے۔

وعن ام سلمہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم یوم السبت ویوم الاحد اکثر مایصوم من الایام ویقول انھما یوما عید للمشرکین فانا احب ان اخالفھم۔ رواہ احمد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب روزہ رکھتے تو اکثر ہفتہ اور اتوار کے دن رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں دن مشرکوں کی عید کے دن ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان دنوں میں ان کی خوشی کی مخالفت کروں۔ (احمد)

وعنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنین فقال

فیہ ولدت وفیہ انزل۔ رواہ مسلم

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ پیر کے روزہ کی بابت۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اسی روز پیدا کیا گیا اور اسی روز قرآن نازل ہونا شروع ہوا۔ (مسلم)

وعنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصوم یوم الاثنین والخمیس فقیل یا رسول اللہ انک تصوم یوم الاثنین والخمیس فقال ان یوم الاثنین والخمیس یغفر اللہ فیھما لکل مسلم الا ذاھاجرین یقول دعھما حتی یصطلحا۔ رواہ احمد وابن ماجہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا (ہاں) پیر اور جمعرات کے دن خداوند تعالے ہر مسلمان کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے مگر ان لوگوں کے گناہ معاف نہیں کرتا جو آپس میں ملاقات ترک کردیں اور ان کی نسبت فرمادیتا ہے ان کو چھوڑو جب تک صلح کریں۔ (احمد وابن ماجہ)

عن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم الاثنین والخمیس رواہ الترمذی والنسائی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے۔ (ترمذی۔ نسائی)

وعن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم"۔ رواہ الترمذی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پیش کئے جاتے ہیں (خدا کے دربار میں) اعمال پیر اور جمعرات کے دن پس میں پسند کرتا ہوں اس لئے کہ میرے اعمال پیش کئے جائیں اور میں روزے سے ہوں۔ (ترمذی)

وعن مسلم ن القرشی قالت سالت اوسئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صیام الدھر قال ان لاھلک علیک حقا صم رمضان والذی یلیہ وکل اربعاء وخمیس فاذا انت قد صمت الدھر کلہ رواہ ابوداؤد والترمذی

حضرت مسلم قرشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ روزہ رکھنے کی بابت میں نے پوچھا یا کسی نے تو آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر تیرے گھر والوں کا بھی حق ہے تو رمضان کے روزے رکھ اور رمضان کے بعد کے چھ روزے اور ہر بدھ اور جمعرات کا روزے (ان روزوں کے رکھنے سے) گویا کہ تو نے ہمیشہ روزے رکھے۔ (ابوداؤد والترمذی)

وعن عبداللہ بن یسر عن اختہ الصماء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تصوموا یوم السبت الا فیما افترض علیکم فان لم یجد احدکم الا لحاء عنبتہ او عود شجرۃ فلیمضغہ۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والدارمی

حضرت عبیداللہ ابن یسر رضی اللہ عنہ اپنی بہن صماء رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہفتہ کا روزہ نہ رکھو مگر اس صورت میں جب کہ تم پر فرض کیا جائے پھر اگر نہ پائے تم میں سے کوئی شخص (روزہ افطار کرنے کے لئے کوئی چیز) مگر انگور کا پوست یا درخت کی لکڑی تو بس اسی کو چبالے۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ)

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصوموا

احدکم یوم الجمعۃ الا ان یصوم قبلہ او یصوم بعدہ متفق علیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تم میں سے جو شخص جمعہ کا روزہ رکھے تو اس طرح رکھے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھے۔ (بخاری و مسلم)

وعنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا لیلۃ الجمعۃ بقیام من بین اللیالی ولا تختصوا یوم الجمعۃ بصیام من بین الایام الا ان یکون فی صوم یصومہ احدکم۔ رواہ مسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ کی رات عبادت کے لئے اور جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے مخصوص نہ کرو مگر ہاں ہو سکتا ہے کہ تمہارے روزہ کے دن جمعہ پڑ جائے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دس احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ احادیث بھی سورۃ البقرہ کے جملہ (فمن تطوع خیرا فھو خیر لہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون) کی تفسیر ہے کیونکہ یہ جملے مجمل ہیں ان میں یہ فرمایا ہے کہ جو خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا بہتر ہے اگر تم جانتے ہو مگر ان جملوں میں مہینوں کا اور دنوں کا تعین نہیں ہے کہ کن کن مہینوں میں اور دنوں میں روزہ رکھنا ہے اور خیر کی تفصیل بھی نہیں ہے کہ وہ کونسی چیز ہے یہ تفصیل حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمائی ہے اور آپ ﷺ نے ساتھ ساتھ عمل کرکے بھی دکھایا ہے۔ چنانچہ مہینوں کی تفصیل تو پہلے ابواب میں بیان ہو چکی ہے۔ اور دنوں کی تفصیل ان احادیث میں بیان فرمائی ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ آپ ﷺ ایک مہینہ میں ہفتہ۔ اتوار اور پیر کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے

مہینہ میں منگل بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے اور دوسری حدیث میں یہ تفصیل ہے کہ آپ دوسرے دنوں کی بنسبت ہفتہ اتوار کو زیادہ روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ چونکہ ان دنوں میں مشرکین (یعنی یہودی اور عیسائیوں کی عید ہوتی ہے اس لئے میں ان دنوں میں روزہ زیادہ رکھتا ہوں۔ تاکہ ان کی مخالفت ہوجائے۔ اور تیسری حدیث میں آپ ﷺ نے پیر کا روزہ رکھنے کی وجہ بیان فرمائی کہ چونکہ اس دن میری پیدائش ہوئی اور وحی نازل ہوئی تھی اس لئے میں یہ روزہ رکھتا ہوں (یعنی بطور شکر) اور چوتھی حدیث میں پیر اور جمعرات کے روزے کی ایک اور فضیلت بیان فرمائی کہ اس دن مسلمان کے گناہ بخشے جاتے ہیں مگر باہم تعلقات توڑنے والوں کے گناہ نہیں بخشے جاتے جب تک کہ وہ صلح نہ کریں اس لئے اس میں روزہ رکھنا ہے۔ اور پانچویں حدیث کا مضمون سابق ہی ہے۔ اور چھٹی حدیث میں پیر اور جمعرات کا روزہ رکھنے کی ایک اور وجہ بیان فرمائی ہے کہ ان دنوں میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال پیش کئے جائیں تو میں روزے دار ہوں۔ اور ساتویں حدیث میں فرمایا کہ بدھ جمعرات کو روزہ رکھنے سے عمر بھر کے روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور آٹھویں حدیث میں صرف ہفتہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا کیونکہ اس سے تشبہ بالیہود لازم آتی ہے۔ ہاں اگر جمعہ کا روزہ فرض روزے میں آجائے تو حرج نہیں ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جمعہ کو قضا روزے کی نیت کرلے یا نذر مان لے تو صرف جمعہ کا روزہ رکھنا جائز ہے اور حدیث کے آخر میں افطار کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر افطار کے لئے اور کوئی چیز نہ ملے تو کوئی رس دار لکڑی چباکر بھی افطار کیا جاسکتا ہے۔ اور نویں اور دسویں حدیث کا مضمون پہلے بیان ہوچکا ہے۔

نفلی روزوں کے عمومی فضائل

وعن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لکل شئی زکوة" وزکوة الجسد الصوم۔ رواہ ابن ماجه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ہر چیز کی زکوۃ ہے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

وعنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صام یومًا ابتغاء وجه اللّٰہ یعدہ اللّٰہ من جھنم کبعد غراب طائر وھو فرخ حتی مات ھرما رواہ احمد وروی البھیقی فی شعب الایمان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولَ اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص خدا کی خوشنودی کے لئے ایک دن کا روزہ رکھے خداوند تعالے اس کو دوزخ سے اس قدر دور کردیتا ہے جتنا کہ بچپن سے بڑھاپے تک کوا اڑے۔ (احمد۔ بیہقی)

وعن ابی سعید ن الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صام یوما" فی سبیل اللّٰہ بعداللّٰہ وجھه عن النار سبعین خریفا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص روزہ رکھے خدا کی راہ میں ایک دن کا دور رکھتا ہے اللہ تعالے اس کو ستر برس کی راہ پر دوزخ سے (بخاری و مسلم)

وعن ابی امامه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من صام یوما فی سبیل اللّٰہ جعل اللّٰہ بینه وبین النار خندقا کما بین السمآء والارض۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص روزہ

رکھے خدا کے لئے ایک دن کا تو کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک خندق جیسی کہ آسمان وزمین کے درمیان خندق ہے۔ (ترمذی)

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ چاروں احادیث سورۃ البقرہ کے دو جملوں (فمن تطوع خیرا فھو خیرلہ وان تصوموا خیرلکم ان کنتم تعلمون) کی تفسیر ہے کیونکہ ان جملوں میں فرمایا ہے کہ جو آدمی خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ مگر ان میں خیر کی تشریح نہیں ہے کہ وہ کیا اور کونسی خیر ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ تشریح بیان فرمادی ہے چنانچہ پہلی حدیث میں فرمایا ہے کہ روزہ بدن کی زکوۃ ہے یعنی اس سے جسمانی بیماریاں بھی دور ہوتی اور روحانی بیماریاں بھی دور ہوتی ہیں۔ اور دوسری تین احادیث میں روزے کے اخروی فوائد بیان ہوے ہیں کہ روزہ رکھنے سے انسان دوزخ سے بچ جاتا ہے۔ اور یہ عمومی فضائل و فوائد نفلی روزوں کے ہیں اور فرضی روزوں کے فضائل وفوائد اور نفلی روزوں کے مہینوں کے اور ایام کے خصوصی فضائل پہلے بیان ہوگئے ہیں۔

خاوند کی اجازت کے سوا عورت نفلی روزہ نہیں رکھ سکتی۔

عن ابی ھریرۃ یقول قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتصوم المراۃ وبعلھا شاھد الا باذنہ غیر رمضان ولا تاذن فی بیتہ وھوشاھد الا باذنہ(ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہےؓ کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ عورت رمضان کے علاوہ خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے سوا کوئی روزہ نہ رکھے۔ اور اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے سوا کسی کو اس کے گھر میں آنے کی اجازت نہ دے۔

عن ابی سعید قال جاءت امراة الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونحن عندہ فقالت یارسول اللہ ان زوجی صفوان بن معطل یضر بنی اذا صلیت ویفطرنی اذا صمت ولا یصلی صلوة الفجز حتی تطلع الشمس وقال وصفوان عندہ قال فسالہ عماقالت فقال یارسول اللہ اما قولھا یضر بنی اذا صلیت فانھا تقرا سور تین وقد نھیتھا قال فقال لوکانت سورۃ واحدۃ لکفت الناس واما قولھا یفطر نی فانھا تنطلق فتصوم وانا رجل شاب فلا اصبر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ لا تصوم المراۃ الا باذن زوجھا واما قولھا انی لا اصلی حتی تطلع الشمس فانا اھل بیت قد عرف لنا ذاک لانکاد نستیقظ حتی تطلع الشمس قال فاذا استیقظت فصل (ابو داؤد)

حضرت ابی سعید ؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور ہم بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو اس عورت نے کہا یارسول اللہ ﷺ میرا خاوند صفوان بن معطل مجھے مارتا ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں اور میرا روزہ توڑ دیتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں اور خود نماز فجر بھی نہیں پڑھتا یہاں تک کہ سورج نکل آئے۔ اور صفوان حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے اس بارے میں اس سے پوچھا جو اس عورت نے کہا تھا۔ تو اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ اس کا یہ کہنا کہ یہ مجھے مارتا ہے جب میں نماز پڑھتی ہوں تو یہ دو سورتیں لمبی لمبی پڑھتی ہے تو میں نے اس کو منع کیا ہوا ہے۔ راوی

نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگ ایک سورہ پڑھیں تو کافی ہے۔ اور اس کا کہنا کہ میرا روزہ توڑ دیتا ہے۔ تو یہ شروع ہو جاتی ہے روزے رکھتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں کر سکتا ہے تو اس دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت خاوند کی اجازت کے سوا روزہ نہ رکھے۔ اور اس کا کہنا کہ میں نماز نہیں پڑھتا یہاں تک کہ سورج نہ نکلے تو ہم ایسے اہل بیت ہیں جو ہمارے بارے میں یہ مشہور ہے کہ ہم بیدار نہیں ہوتے ہیں جب تک کہ سورج نہ نکلے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو بیدار ہو جائے تو اس وقت نماز پڑھ لیا۔

عن ابی هریره قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یحل للمراة ان تصوم وزوجها شاهد الا باذنه ولا تاذن فی بیته الا باذنه (مسلم۔ مشکوه)

حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ خاوند کی موجودگی میں روزہ رکھے اور اس کے گھر میں اس کی اجازت کے سوا کسی کو اس کے گھر میں نہ دے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں احادیث سورۃ البقرہ کے ان دو جملوں (فمن تطوع خیر فھو خیرلہ وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون) کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان جملوں میں نفلی روزوں کو بہتر فرمایا ہے مگر ان جملوں میں اجمال ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی نفلی روزہ رکھے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اس سے تو معلوم ہوا کہ عورت خاوند کی مرضی کے سوا روزہ رکھ سکتی ہے وہ اس کے لئے خیر ہے۔ پس ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت اگر خاوند کی مرضی کے سوا نفلی روزہ رکھے تو وہ اس کے لئے بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ خاوند کے حقوق پورے کرنا اس کا فرض ہے اگر نہیں پورے

کرے گی تو وہ گناہ گار ہوگی۔ اور نفلی روزہ فرض تو نہیں ہے وہ اگر نہیں رکھے گی تو گناہ گار تو نہیں ہوگی البتہ ماہ رمضان کے روزوں سے خاوند بیوی کو روک نہیں سکتا۔ کیونکہ رمضان کا روزہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق بندوں کے حق پر مقدم ہے۔ اس میں اگر خاوند عورت پر زبردستی کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور عورت مجبور ہوکر اگر رمضان کا روزہ توڑ دے تو وہ گناہ گار نہیں ہوگی۔ اور حدیث کے آخر میں جو فرمایا کہ عورت خاوند کی اجازت کے سوا اس کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت نہ دے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے عورت کے بارے میں کئی قسم کے مشکوک شبہات پیدا ہوں گے جو کشیدگی اور باہم لڑائی کا باعث بنیں گے۔ اور نیز اس کے رشتہ دار بھی خاوند کی اجازت کے سوا اس کے گھر میں نہیں آسکتے۔

نفلی روزے کی وجہ سے دعوت مسترد کرنا گناہ نہیں ہے اور ایسے روزے کی فضیلت

وعن انس قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ام سلیم فاتتہ بتمر وسمن فقال اعیدوا سمنکم فی سقآئہ وتمرکم فی وعآئہ فانی صائم" ثم قام الی ناحیۃ من البیت فصلے غیر المکتوبۃ فدعا لام سلیم اھل بیتھا۔ رواہ البخاری

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے اور وہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں کھجوریں اور گھی لائیں آپؐ نے فرمایا۔ اپنے گھی کو مشک میں ڈال دو اور اپنی کھجوروں کو برتن میں اس لئے کہ میں روزہ سے ہوں پھر آپ مکان کے ایک گوشے میں تشریف لے گئے اور نفل نماز پڑھی اور ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کے لئے دعا فرمائی۔

(بخاری)

وعن ابی هریرہ قا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعی احدکم الی طعام وھو صآئم فلیقل انی صآئم وفی روایۃ قال اذا دعی احدکم فلیجب فان کان صائماً فلیصل وان کان مفطراً فلیطعم۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب تم میں سے کسی کو کھانے پر بلایا جائے اور وہ روزہ دار ہو تو یہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں جب کہ بلایا جائے تم میں سے کسی کو تو وہ قبول کرلے اس کی دعوت کو اور وہ روزہ دار ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے اور روزہ دار نہ ہو تو کھانا کھالے۔ (مسلم)

وعن ام عمارۃ بنت کعب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا فدعت لہ بطعام فقال لھا کلی فقالت انی صآئمۃ" فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الصآئم اذا اکل عندہ صلت علیہ الملائکۃ حتی یفرغوا رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ والدارمی

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا بن کعب کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے پس میں نے آپؐ کے لئے کھانا منگوایا آپ ﷺ نے ام عمارہ سے فرمایا تم بھی کھاؤ ام عمارہ نے کہا میں روزہ سے ہوں آپ ﷺ نے فرمایا روزہ دار کے سامنے جب کھانا کھایا جائے تو رحمت بھیجتے ہیں فرشتے اس پر اس وقت تک کہ کھانے والے کھانے سے فارغ ہوں۔ (احمد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

عن بریدۃ قال دخل بلال علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یتغدی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغداء یابلال قال انی صآئم"

یارسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارزقنا وفضل رزق بلال فی الجنہ اشعرت یابلال ان الصائم یسبح عظامہ ویستغفرلہ الملئکتہ مااکل عندہ رواہ البیھقی فی شعب الایمان

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بلال رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ صبح کا کھانا کھارہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا بلال صبح کا کھانا حاضر ہے بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روزہ سے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھاتے ہیں ہم رزق اپنا اور بلال کا رزق جنت میں ہے۔ پھر فرمایا بلال تم جانتے ہو روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں اس کے لئے فرشتے جب تک اس کے سامنے کھانا کھایا جائے۔ (بیہقی)

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ چاروں احادیث سورۃ البقرہ کے ان دو جملوں فمن تطوع خیرافھو خیرلہ وان تصوموا خیرلکم ان کنتم تعلمون کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان میں یہ فرمایا ہے کہ جو خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو مگر ان میں اجمال ہے ان میں خیر کی تفصیل پوری نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی آدمی نفلی روزے دار کی دعوت کرے تو اس وقت شرعی حکم یہ ہے کہ دعوت قبول کرنا واجب ہے اگر وہ دعوت قبول نہیں کرے گا تو تارک واجب ہوگا اور ترک واجب گناہ ہے تو اب شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ روزہ نہ توڑے تو وہ گناہ گار ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں جواب دیا کہ وہ گناہ گار نہیں ہوگا کیونکہ اصل میں دعوت دینے والے کے

گھر جاکر کھانا ضروری نہیں بلکہ اس کے گھر جانا ضروری ہے جاکر حاضری لگادے اور دعا کرکے آجائے۔ چنانچہ یہاں پہلی حدیث جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عملی نمونہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے کھانا پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کھانا نہ کھایا اور فرمایا میں روزے سے ہوں پھر ان کے گھر میں نفل نماز ادا فرمائی اور دعا فرمائی اور واپس آگئے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے اور وہ روزے سے ہو تو اسے کہہ دینا چاہئے کہ میرا روزہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب تم سے کسی کو دعوت دی جائے تو اسے جانا چاہئے اگر روزے دار ہو تو وہاں نماز (نفل) پڑھ لے اور اگر روزہ نہ تو کھانا کھالے۔ اور دوسری دونوں حدیثوں کا مقصد یہ ہے کہ اگر روزے دار کے سامنے کھانا کھایا جائے اور وہ نہ کھائے تو اس کی ہڈیاں بھی تسبیح پڑھتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے دعا مغفرت کرتے ہیں جب تک کہ کھانا کھانے والے اس کے سامنے کھاتے ہیں۔

زوال سے پہلے نفلی روزے کی نیت کرنا جائز ہے اور نفلی روزہ توڑنا بھی جائز ہے مگر قضا لازم ہے۔

عن عائشہ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فقال ھل عندکم شئی فقلنا لا قال فانی اذا صائم ثم اتانا یوما اخر فقلنا یارسول اللہ اھدی لنا حیس فقال ارینیه فلقد اصبحت صائما فاکل۔ رواہ مسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز میرے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت روزہ دار ہوں یعنی چونکہ کھانے کی کوئی

چیز نہیں ہے اس لئے میں نے اس وقت نیت کرلی ہے پھر اسی طرح ایک روز آپ ﷺ آئے اور اسی طرح پوچھا ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس ہدیہ میں حیس آیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھ کو دکھاؤ صبح کو میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا تھا پھر آپ ﷺ نے اس کو کھالیا۔ (مسلم)

حیس ایک قسم کا کھانا (جو مالیدہ جیسا ہوتا ہے اور کھجور گھی اور قروت سے بنایا جاتا ہے دہی یا چھاچھ سے یعنی ان کو کپڑے میں باندھ کر لٹکا دیتے ہیں اور اس کا پانی ٹپک جاتا ہے ۱۲ مترجم

عن ام ھانی قالت کان یوم الفتح فتح مکه جاءت فاطمه فجلست علی یسار رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وام ھانی عن یمینه فجاءت الولیده باناء فیه شراب" فناولته فشرب منه ثم ناوله ام ھانی فشربت منه فقالت یارسول اللّٰه لقد افطرت وکنت صائمة فقال لها اکنت تقضین شیئا قالت لا قال فلا یضرک ان کان تطوعا رواه ابوداؤد والترمذی والدارمی وفی روایه لاحمد والترمذی نحوه وفیه فقالت یارسول اللّٰه اما انی کنت صائمة فقال الصائم المتطوع امیر نفسه ان شاء صام وان شاء افطر

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب کہ مکہ فتح ہوگیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور رسول اللہ ﷺ کے بائیں جانب بیٹھ گئیں اور ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے دائیں جانب تھیں پس ایک لونڈی ایک برتن لے کر حاضر ہوئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی لونڈی نے وہ برتن آپ ﷺ کو دے دیا آپ نے تھوڑا سا پی لیا اور پھر ام ہانی کو دے دیا ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اس کو پی لیا پھر کہا یارسول اللہ ﷺ میں روزے سے تھی اور میں نے پی لیا آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے کوئی قضا روزہ رکھا تھا انہوں نے کہا

نہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ روزہ نفل تھا تو کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ دارمی) احمد اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں روزے سے تھی آپ نے فرمایا نفل روزہ رکھنے والا مالک ہے اپنے نفس کا چاہے روزہ رکھے چاہے نہ رکھے۔

وعن الزھری عن عروۃ عن عائشہ قالت کنت انا وحفصہ صائمتین فعرض لنا طعام ان اشتھینا فاکلنا منہ فقالت حفصہ یارسول اللہ انا کنا صائمتین فعرض لنا طعام ن اشتھیناہ فاکلنا منہ قال اقضیا یوما اخر مکانہ رواہ الترمذی وذکر جماعنہ" من الحفاظ رواہ عن الزھری عن عائشہ مرسلا" ولم یذکروا فیہ عن عروہ وھذا اصح ورواہ ابوداؤد وعن زمیل مولی عروہ عن عروہ عن عائشہ

حضرت زہریؒ عروہؒ سے اور عروہؒ عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور حفصہ روزہ سے تھیں پس ہمارے سامنے کھانا لایا گیا جس کی خوشبو سے ہماری خواہش بڑھ گئی اور ہم نے اس میں سے کھالیا اس کو حفصہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا اس روزے کی قضا کردو دوسرے دن (ترمذی) حفاظ کی ایک جماعت نے زہری سے اور زہری نے عائشہؓ سے مرسلا" روایت کیا جس میں عروہ کا ذکر نہیں ہے یہی صحیح ہے۔ ابوداؤد نے اس کو عروہ کے آزاد کردہ غلام سے زمیل اور زمیل نے عروہ سے اور عروہ نے عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔

عن حفصہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلاصیام لہ (ترمذی)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جو آدمی فجر سے پہلے

روزے کی نیت نہ کرے تو اس کا روزہ نہیں ہوتا۔

عن محمد بن کعب انه قال اتیت انس بن مالک فی رمضان وھو یرید سفر وقد احلت له راحله ولبس ثباب السفر فدعا بطعام فاکل فقنت له سنته فقال سنته ثم ارکب (ترمذی)

محمد بن کعب سے نقل ہے انہوں نے فرمایا کہ میں ماہ رمضان میں انس بن مالک کے پاس گیا اور وہ سفر کا ارادہ کررہے تھے ان کی سواری بھی تیار کرلی گئی تھی اور سفر کے کپڑے پہن لئے تھے انہوں نے کھانا مانگا کھایا۔ تو میں نے کہا یہ سنت ہے تو انہوں نے کہا سنت ہے۔ پھر سوار ہوگئے۔ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ آدمی سفر کرنا چاہے تو گھر سے کھانا کھاکر جائے تو حرج نہیں یہ ضروری نہیں کہ سفر شروع کرے تب ہی کھائے اور گھر میں نہ کھائے

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ پانچوں احادیث سورۃ البقرہ کے ان جملوں فمن تطوع خیرا فھو خیرله وان تصوموا خیرلکم) کی تفسیر ہے کیونکہ ان جملوں میں فرمایا ہے کہ جو خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو مگر ان جملوں میں اجمال ہے کیونکہ ان جملوں میں یہ نہیں بتایا کہ نفلی روزہ کب سے کب تک رکھنا ہے۔ اور اگر کوئی اسے توڑ دے تو اس کا کیا حکم ہے حضرت محمد ﷺ نے ان احادیث میں یہ تفصیل بتائی ہے۔ چنانچہ پہلی حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ایک دن نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز ہے تو ہم نے کہا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں روزے دار

ہوں۔ یعنی آپ ﷺ نے اسی وقت روزے کی نیت کرلی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آدمی نے اگر کھایا پیا کچھ نہ ہو اور زوال سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرلے تو جائز ہے اس کا روزہ ہوجائے گا اور اگر پہلے سے کچھ کھاپی لیا ہو تو پھر نیت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور زوال کے بعد بھی نیت کرنا جائز نہیں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفلی روزہ رکھ کر توڑنا بھی جائز ہے کیونکہ اسی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ ایک دوسرے موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے کھانا پیش کیا تو آپ ﷺ نے وہ کھانا کھالیا تھا حالانکہ آپ ﷺ روزے سے تھے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ام ھانیؓ سے مروی ہے کہ اس نے پینے کی کوئی چیز پی تو حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں تو روزے سے تھی تو میں نے یہ پی لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے قضا کا روزہ رکھا ہوا تھا تو اس نے کہا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نفلی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا امیر ہے چاہے روزہ رکھے اور چاہے نہ رکھے اور تیسری حدیث حضرت زہری سے منقول ہے اس کا بھی یہی مقصد ہے کہ نفلی روزہ توڑنا جائز ہے مگر اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ پھر اس کی قضا کرے اور چوتھی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ فجر سے پہلے روزے کی نیت ہونی چاہئے ورنہ روزہ نہیں ہوتا محدثین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد رمضان۔ قضاء رمضان اور صیام نذر ہے۔ اور پانچویں حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مسافر گھر سے روانہ ہوتے وقت کھانا کھا سکتا ہے۔

ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف سنت ہے۔

عن عائشه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه الله ثم اعتکف ازواجه من بعده متفق علیه

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے ان کی روح قبض کی پھر آپ کے بعد آپؐ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔ (بخاری و مسلم)

عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان ولم یعتکف عاما فلما کان العام المقبل اعتکف عشرین رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے لیکن ایک سال اعتکاف نہیں کیا پھر جب دوسرا سال آیا تو بیس دن کا اعتکاف کیا۔ (ترمذی۔ابوداؤد۔ابن ماجہ)

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ حدیثیں سورۃ البقرہ کے جملہ (ولاتباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد) کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف ایک عبادت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں میاں بیوی کو باہم بے حجاب ہونے سے منع فرمایا ہے حالانکہ میاں بیوی کی ہم بستری بھی عبادت ہے مگر اللہ تعالیٰ نے جب اس عبادت سے اعتکاف میں منع فرمایا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اعتکاف کی عبادت زیادہ اہم ہے اور ہم بستری اس کے منافی ہے اور نیز اعتکاف چونکہ مسجد میں کیا جاتا ہے اور ہم بستری سے میاں بیوی کا بدن ناپاک ہوجاتا ہے اس لئے منع ہے اور یہ اعتکاف سنت مؤکدہ ہے کیونکہ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہمیشہ اعتکاف بیٹھا کرتے تھے اور آپ کی بیویاں بھی اعتکاف کرتی تھیں اور جب ایک سال اعتکاف نہیں بیٹھ سکے تو دوسرے سال بیس دن

اعتکاف کیا تھا۔ مگر یہ اعتکاف سنت کفایہ ہے لیکن بعض کے ادا کرنے سے سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا جیسا کہ کفایہ احکام میں اصول ہے۔

ماہ رمضان کی بیسویں تاریخ کو اعتکاف بیٹھنا ہے اور اس کے لئے ممنوع اور جائز کاموں کا بیان

وعن عائشه قالت کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا اراد ان یعتکف صلی الفجر ثم دخل فی معتکفه رواه ابو داؤد وابن ماجه

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو صبح کی نماز پڑھتے اور پھر اپنے اعتکاف کی جگہ میں چلے جاتے۔ (ابوداؤد)

وعنها قالت کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یعود المریض وهو معتکف" فیمر کما هو فلا یعرج یسال عنه رواه ابو داؤد

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ نبی ﷺ اعتکاف کی حالت میں بیمار کی عیادت کرتے پس آپ مسجد سے سیدھے جاتے اور مریض کے پاس زیادہ دیر نہ ٹھہرتے اور اس کو پوچھ کر چلے جاتے۔ (ابوداؤد)

وعنها قالت السنة علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشهد جنازة" ولا یباشرها ولا یخرج لحاجة الا لما لا بدمنه ولا اعتکاف الا بصوم ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع رواه ابو داؤد

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لئے طریقہ سنت یہ ہے کہ وہ کسی بیمار کی عیادت نہ کرے نماز جنازہ کے لئے نہ جائے عورت کو ہاتھ نہ لگائے اور نہ مباشرت کرے اور کسی ضرورت سے باہر نہ نکلے مگر ایسی ضرورت سے باہر جا سکتا ہے جس سے مجبور ہے اور نہیں درست ہو

اعتکاف مگر روزے سے اور اعتکاف صحیح نہیں مگر بڑی مسجد میں یعنی اس مسجد میں جہاں باقاعدہ جماعت سے نماز ہوتی ہے۔ (ابوداوٗ)

وعن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتکف ادنی الی راسہ وھو فی المسجد فارجلہ وکان لایدخل البیت الا لحاجۃ الانسان۔ متفق علیہ

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کرتے تو مسجد کے اندر سے سر کو میری طرف کردیتے اور میں آپ کے سر میں کنگھی کردیتی اور اعتکاف کی مدت میں آپ گھر کے اندر نہ آتے مگر انسانی حاجت کو پورا کرنے کے لئے یعنی پیشاب پاخانہ کے لئے یا غسل وغیرہ کے لئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ احادیث سورۃ البقرہ کے اس جملہ ولاتباشروا وانتم عاکفون فی المساجد کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف ایک عبادت ہے مگر اس کا وقت کونسا ہے اس کا تعین نہیں فرمایا تو اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان جب چاہے اعتکاف کرسکتا ہے لیکن چونکہ ماہ رمضان فضائل و برکات والا مہینہ ہے اس میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اس لئے نبی ﷺ ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں بیسویں تاریخ کو صبح کی نماز کے بعد اعتکاف بیٹھ جاتے تھے۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ رمضان کی بیسویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے آدمی کو اعتکاف میں بیٹھ جانا چاہیے۔ اور حدیث نمبر دو سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ چلتے چلتے مریض کی بیمار پرسی کرلیتے تھے۔ اور اس کے پاس ٹھہرتے نہیں تھے۔ اور حدیث نمبر تین میں اعتکاف کی حالت میں چھ چیزوں کی ممانعت فرمائی ہے پہلی چیز

یہ ہے کہ معتکف بیمار کی عیادت نہ کرے پہلے جو حدیث نمبر دو میں آچکا ہے کہ آپ ﷺ چلتے چلتے بیمار پرسی کرلیتے تھے پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے محدثین نے تطبیق یہ بیان فرمائی ہے کہ چلتے چلتے اگر بیمار پرسی کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ نبی ﷺ کرتے تھے اور مستقل طور پر کسی کی عیادت کے لئے نہ جائے ورنہ اسکا اعتکاف فاسد ہوجائے گا اور دوسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ نماز جنازہ میں نہ جائے اور تیسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرے۔ اور اس کے ساتھ مباشرت کی بات بھی نہ کرے۔ اور چوتھی چیز یہ ہے کہ حوائج ضروریہ کے سوا معتکف سے نہ نکلے۔ اور پانچویں چیز یہ ہے کہ معتکف کا روزہ بھی ہونا شرط ہے۔ اور چھٹی چیز یہ ہے کہ اعتکاف جماعت والی مسجد میں ہونا چاہئے اگر معتکف ان چھ چیزوں کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ اور چوتھی حدیث کا بھی یہی مقصد ہے کہ حوائج ضروریہ کے سوا اپنے گھر میں بھی نہیں جاسکتا اور حوائج ضروریہ سے مراد قضائے حاجت وغیرہ ہے۔ اور اگر روٹی لانے والا کوئی نہ ہو تو کھانے لینے کے لئے گھر میں جاسکتا ہے مگر وہاں کھا نہیں سکتا۔ مسجد میں لاکر کھائے اور یہ چھ مسائل ولاتباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد سے اشارہ معلوم ہوتے ہیں۔

معتکف مسجد میں الگ جگہ بنا سکتا ہے۔

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا اعتکف طرح لہ فراشہ او یوضع لہ سریرہ ورآء اسطوانۃ التوبۃ۔ رواہ ابن ماجہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف کرتے تو آپ کے لئے فرش بچھایا جاتا تھا یا ستون توبہ کے پیچھے تخت یا چارپائی کو بچھایا

جاتا تھا۔ (ابن ماجہ)

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے اور یہ حدیث بھی ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کی تفسیر ہے کیونکہ اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف ایک عبادت ہے اور اعتکاف مسجد میں ہونا چاہئے لیکن پھر بھی اس میں اجمال ہے کیونکہ یہ تعین نہیں فرمایا کہ مسجد کے کس حصہ میں اعتکاف بیٹھے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے اپنے عمل سے تعین فرمادیا کہ مسجد کے کسی گوشے میں اعتکاف بیٹھنا چاہئے بیٹھ سکتا ہے کیونکہ جب آپ ﷺ اعتکاف بیٹھتے تھے تو آپ ﷺ کے لئے فرش بچھایا جاتا تھا۔ اور ستون توبہ کے پیچھے چارپائی بچھائی جاتی تھی۔ اور یہ تشریح آیت میں مذکور عاکفون سے معلوم ہوئی ہے۔ کیونکہ عاکفون عکف سے بنا ہے اور اعتکاف بھی اسی مادہ سے ہے اور عکف یا اعتکاف کے معنی خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کے ہیں۔

اعتکاف کی نذر پوری کرنی چاہئے

وعن ابن عمر ان عمر سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نذرت فی الجاھلیة ان اعتکف لیلة فی المسجد الحرام قال واوف بنذرک۔ متفق علیہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے نذر کی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا آپ ﷺ نے فرمایا اپنی نذر پوری کر۔ (بخاری ومسلم)

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے اور یہ حدیث بھی ولاتباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کی تفسیر ہے کیونکہ یہ آیت بتارہی ہے کہ اعتکاف ایک عبادت ہے لیکن اس میں اجمال ہے کیوکہ عبادت دو قسم ہے ایک وہ جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر لازم قرار دی ہے اور دوسری وہ ہے کہ انسان خود اپنے اوپر لازم قرار دیتا ہے جیساکہ نذر۔ اب یہاں شبہ تھاکہ اگر کوئی اعتکاف کی نذر مانیں تو کیا وہ بھی پوری کرنا ضروری ہے یا نہیں پس نبی ﷺ نے اپنے اس فرمان میں جو حضرت عمرؓ کے جواب میں تھا بتادیا کہ ہاں دور جاہلیت کے اندر بھی اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مانی ہوں ہو تو وہ پوری کرے۔

اعتکاف کے فضائل

وعن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المعتکف ھو یعتکف الذنوب ویجزی بہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا۔ مشکوۃ

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اعتکاف میں فرمایا کہ وہ گناہوں سے (اعتکاف کرنا ہے اور کافی ہیں اس کے لئے مثل سب نیکیاں کرنے والے

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے۔ اور یہ حدیث بھی ولاتباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں اجمال ہے اس میں یہ تو بتایا ہے کہ اعتکاف عبادت ہے مگر اس کی فضیلت نہیں بتائی اور حضور ﷺ نے وہ فضیلت بتائی ہے کہ اعتکاف والا بہت سے گناہوں سے بچ

جاتا ہے۔ اور پھر اعتکاف کی وجہ سے اس سے جو بیرونی نیکیاں رہ جاتی ہیں مثلاً نماز جنازہ یا تیمارداری وغیرہ تو ان کا بھی اسے ثواب ملتا ہے۔

اعتکاف میں تلاوتِ قرآن اور ذکر کرنا چاہیے

وعن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر وکان اجود مایکون فی رمضان جبرئیل یلقاء کل لیلۃ فی رمضان یعرض علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن فاذا لقیہ جبرئیل کان اجود بالخیر من الریح المرسلۃ۔ متفق علیہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے اور لوگوں کو نفع پہنچانے کے اعتبار سے تمام لوگوں میں زیادہ سخی تھے اور خصوصاً ماہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے قرآن پڑھتے تھے پس جبرئیل آپ سے ملاقات کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت مینہ لانے والی ہوا سے بڑھ جاتی۔ (بخاری و مسلم)

وعن ابی ھریرہ قال کان یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن کل عام مرۃ فعرض علیہ مرتین فی العام الذی قبض وکان یعتکف کل عام عشراً فاعتکف عشرین فی العام اللذی قبض۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیش کیا جاتا تھا یعنی پڑھتے تھے جبرئیل آپ کے سامنے قرآن ہر سال میں ایک مرتبہ اور جس سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس سال پڑھا گیا دو مرتبہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کرتے تھے ہر سال میں دس دن اور جس سال وفات ہوئی اعتکاف کیا اس سال میں بیس دن۔ (بخاری)

میت کے حقوق کا بیان

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (سورۃ النحل آیت ۹۰)
بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتے ہیں۔

تفسیر

تمام مفسرین کی رائے ہے کہ سورۃ النحل کی آیت نوے کا یہ جملہ اسلام کے تمام عقائد احکامات اور ممنوعات کو شامل ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو دو حکم دیئے ہیں۔ ایک عدل کا اور دوسرا احسان کا۔

عدل کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان ہر حق دار کو اس کا حق پہنچادے۔ اوز یہ عام ہے خواہ اللہ تعالیٰ کا حق ہو یا بندوں کا حق ہو۔ اور احسان کا خلاصہ یہ ہے کہ حق دار کو اسکے حق سے کچھ زیادہ بھی دیدے۔ اور یہ جو بندوں کے حقوق کا ذکر ہے یہ عام ہے خواہ وہ بندہ زندہ ہو یا مرچکا ہوں۔ صحت مند ہو یا مریض ہو سب کو شامل ہے۔ بہرحال یہ آیت انتہائی مجمل اور جامع ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے اپنی احادیث طیبہ میں اس کے تمام مجمل پہلوؤں کو واضح اور کھول کر بیان فرمادیا ہے۔ اور مجمل پہلوؤں میں سے ایک مریض کی عیادت بھی ہے۔

چنانچہ آنے والی مندرجہ ذیل احادیث میں اسکی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

بیمار کی عیادت کرنا اسکا حق ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حق المسلم علی المسلم خمس۔ والسلام۔ وعیادة المریض۔ واتباع الجنائز۔ واجابة الدعوت۔ وتشمیت العاطس (مشکوہ کتاب الجنائز بروایت متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ ؓ نے جناب نبی کریم ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ سلام کا جواب دینا۔ بیمار کی عیادت کرنا۔ جنازہ کے ساتھ جانا۔ اسکی دعوت قبول کرنا۔ اسکو چھینک کا جواب دینا۔

تشریح

یہ حدیث قرآن مجید کی سورۃ النحل کی آیت نوے کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عدل اور احسان کا حکم دیا ہے۔ اور عدل کی تفسیر پہلے عرض کرچکا ہوں کہ ہر حق دار کو اسکا حق دے دینے کا نام عدل ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ ان میں سے اس کی بیمار پرسی کرنا بھی شامل ہے۔ لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیمار کا حال پوچھنا اسکا حق کیسے بن جاتا ہے؟ پس اسکا جواب یہ ہے کہ بیمار سراپا محتاج ہوتا ہے۔ اب اسکا حال پوچھنے سے کم ازکم اسکو خوشی ضرور ہوجائے گی کہ میرے ساتھ کسی کا تعلق ہے اور اسکو اٹھانے بیٹھانے کے سلسلہ میں اسکی مدد ہوجائے گی۔ اس کے لئے دعا صحت کرنا ہے۔ اسکو اگر کسی مالی معاونت کی ضرورت ہو تو وہ کرنا ہے۔ یہ انسانی ہمدردی اس کا اب حق بن گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ

خاندان۔ قبائل اور قومیں اسی لئے بنائی ہیں تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کریں۔ چنانچہ مزید تفصیل آنے والی احادیث میں آرہی ہے۔

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم دخل علی اعرابی یعودہ وکان اذا دخل علی مریض یعودہ قال لا باس طہور انشاء اللّٰہ۔ فقال لہ لا باس طہور ان شاء اللّٰہ۔ قال کلا بل حمی تفود علی شیخ کبیر تزیرہ القبور۔ فقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فنعم اذا۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دیہاتی کے پاس اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ اور آپؐ کا معمول تھا کہ جب کسی کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ تو فرماتے تھے کہ کوئی حرج نہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو یہ گناہوں سے پاکی ہوگی۔ تو اسے بھی یہی فرمایا کہ کوئی ڈر نہیں انشاء اللہ یہ گناہوں سے پاکی ہوگی۔ تو اس نے کہا ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بخار ہے جو بڑے بوڑھے پر جوش مارتا ہے۔ اسے قبروں کی زیارت کرائے گا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں پھر ایسا ہی ہوگا۔ پس یہ حدیث۔ حدیث سابقہ کی تشریح ہے۔ کیونکہ حدیث سابق میں بیمار کی بیمار پرسی کو حق فرمایا ہے اور اس حدیث میں اس حق کی تشریح آگئی ہے کہ وہ حق یہ ہے کہ انسان اسکو تسلی دے کہ اس بیماری سے تمہارے گناہ معاف ہونگے۔

عن عائشۃؓ قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اشتکی منا انسان مسحہ بیمینہ ثم قال اذہب الباس رب الناس واشف انت الشافی لا شفاء الا شفائک شفاءً لا یغادر سقما (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں سے کسی انسان کو تکلیف ہوتی تھی تو جناب رسول اکرم ﷺ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے ملتے تھے۔ اور فرماتے تھے

اے لوگوں کے رب یہ تکلیف دور فرمادے۔ اور شفا عطا فرما۔ آپ شفا دینے والے ہیں۔ آپ کی شفا کے سوا کسی کی شفا نہیں ہے۔ ایسی شفا دے کہ کوئی بیماری نہ رہے۔

تشریح

یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تشریح ہے۔ کیونکہ اس میں فرمایا ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی بیمار پرسی کرے۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی عیادت کرنے والے کو چاہیے اپنے داہنے ہاتھ سے اسکے جسم کے متاثرہ حصے کو ملے اور زبان سے مذکورہ یا کوئی اور دعا کرے کیونکہ جناب رسول اکرم ﷺ اس طرح کرتے تھے جیسا کہ مذکورہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اور مزید تشریح آنے والی حدیث میں آرہی ہے۔

وعنها قالت كان اذا اشتكى الانسان الشئى منه اوكانت بهٖ قرحة او جرح قال النبى صلى الله عليه وسلم باصبعه بسم الله تربة ارضنا بريقة بعضنا يشفى سقيمنا باذن ربنا (متفق علیہ) -

اور اسی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب کوئی آدمی کسی تکلیف کی شکایت کرتا۔ یا اسے کوئی پھوڑا یا زخم ہوتا تو نبی ﷺ اپنی انگلی سے اشارہ کرکے فرماتے اللہ کے نام کی برکت سے ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے بعض کی لعاب سے ہمارے بیمار کو شفا دی جاتی ہے ہمارے ہی رب کے اذن سے۔

تشریح

یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تشریح ہے۔ اس میں جناب رسول اکرم ﷺ کا عملی نمونہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ پھوڑے کے مریض کو یا زخمی کو مذکورہ دعا پڑھ کر دم کیا کرتے تھے لہٰذا ایسے مریض کو یہ دم کرنا سنت نبوی ہے۔ اور یہ مریض کا حق ہے۔

وعنها قالت كان النبى صص اذا اشتكى نفث على نفسه بالمعوذات

ومسح عنه بیده فلما اشتکی وجعه الذی توفی فیه کنت انفث علیه بالمعوذات التی کان ینفث وامسح بید النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم (متفق علیہ) وفی روایۃ لمسلم قالت کان اذا احد من اھل بیته نفث علیه بالمعوذات،

اور اسی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی شکایت ہوتی تھی تو آپ ﷺ اپنے اوپر معوذات (قل ھو اللّٰہ۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس) پڑھ کر دم کرتے تھے۔ اور اس جگہ پر اپنا ہاتھ ملتے تھے۔ اور جب آپؐ کو اس درد کی شکایت ہوئی جس میں آپؐ کی وفات واقع ہوئی تھی تو میں آپ ﷺ پر وہ معوذات پڑھتی تھی جو آپؐ پڑھ کر پھونکا کرتے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ کا ہاتھ ملتی تھی۔ یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تشریح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان یہ معوذات پڑھ کر اپنے اوپر بھی دم کرسکتا ہے۔ کیونکہ حضرت نبی کریم ﷺ خود اسی طرح کرتے تھے اور اپنے اھل خانہ پر بھی پڑھ کر اسی طرح کرتے تھے۔

وعن عثمان ابن ابی العاص انه شکی الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وجعا یجده فی جسده فقال له رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ضع یدک علی الذی یالم من جسدک وقل بسم اللّٰہ ثلثا وقل سبع مرات اعوذ بعزة اللّٰہ وقدرته من شرما اجد واحاذر۔ قال ففعلت فاذھب اللّٰہ ماکان بی۔ (رواہ مسلم)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں درد کی شکایت کی جو وہ اپنے جسم میں پارہے تھے۔ تو انہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنا ہاتھ اپنے جسم کی اس جگہ پر رکھ جہاں تجھے تکلیف ہے۔ اور تین دفعہ بسم اللہ اور سات مرتبہ اعوذ بعزۃ الخ کہہ۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری

تکلیف دور فرمادی۔

تشریح

یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تفسیر ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مریض خود بھی یہ مذکورہ کلمات پڑھ کر دم کرسکتا ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان جبریل اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد اشتکیت فقال نعم قال بسم اللہ ارقیک من شئی یوء ذیک من شر کل نفس اوعین حاسد اللہ یشفیک بسم اللہ ارقیک (رواہ مسلم)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل امین نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا محمد آپ کو شکایت ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ تو جبریل نے فرمایا کہ اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں ہر نفس کی شر سے یا ہر آنکھ کی حسد سے جو تجھے تکلیف دے۔ اللہ تجھے شفا دے۔ اللہ کے نام سے میں تجھے دم کرتا ہوں۔

تشریح

یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تشریح ہے۔ اس میں جبریل امین نے نبی کریم ﷺ کی جو بیمار پرسی کی اس کا بیان ہے۔ اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو جو دم کیا اس کا ذکر ہے اور اس سے معلوم ہوا کسی مرض کی وجہ سے دم کرانا اور دم کرنا یہ سنت نبوی اور سنت جبریل علیہ السلام بھی ہے۔

وعن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعوذ

الحسن والحسین اعیذکما بکلمات اللہ منہ من شر کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ ویقول ان اباکما کان یعوذبھا اسماعیل واسحاق (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کو فرماتے تھے کہ میں تمہیں اللہ کے کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان کی شر سے۔ ہر کاٹ کر ہلاک کرنے والے جانور سے اور ہر نظربد والی آنکھ سے اور فرماتے تھے کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام بھی انہیں کلمات سے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما کو بھی انہی کلمات سے دم کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تشریح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض کو دم کرنا جس طرح سنت نبوی ﷺ ہے۔ سنت ابراہیمی بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کوئی جانور کسی کو کاٹ دے یا کسی کی نظر لگ جائے تو اسے بھی دم کیا جاسکتا ہے۔

اس باب کی تمام احادیث مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادت المریض سے منقول ہیں۔

مریض کے لئے دعا بھی کرنا چاہیئے

وعن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یعود مسلمان فیقول سبع مرات اسال اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک الا شفی الا ان یکون قد حضرا جلہ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کی بیمار پرسی کرے۔ اور سات مرتبہ یہ کلمات پڑھے (میں بڑی شان والے اللہ سے جو بڑے عرش کا مالک ہے سوال کرتا ہوں کہ تجھے شفا بخشے تو اللہ اسے شفا دیتے مگر یہ کہ اسکا

وقت پورا ہوچکا ہو۔

تشریح

جناب نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں تین باتوں کی تعلیم دی ہے۔ اول یہ ہے کہ عیادت کرنے والے کو چاہئے کہ مریض کے لئے دعا کرے۔ دوسرا وہ دعا کے الفاظ بھی بتادئے ہیں۔ اور تیسری چیز یہ بتائی ہے کہ اللہ تعالی ایسے مریض کو شفا دیتے ہیں۔ آخر میں فرمایا کہ اگر اسکی زندگی ہی ختم ہوگئی تو پھر یہ دعا قبول نہیں ہوگی۔ بہرحال یہ دعا بھی مریض کا حق ہے جسکا ذکر حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں آچکا ہے۔

وعنه ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلمهم من الحمی ومن الاوجاع کلها ان یقولوا بسم اللہ الکبیر اعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار ومن شر حر النار (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث لا یعرف الا من حدیث ابراہیم بن اسماعیل وھو یضعف فی الحدیث)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی نقل ہے کہ نبی کریم ﷺ انھیں بخار کے لئے اور تمام دردوں کے لئے یہ کلمات سکھاتے تھے کہ کہیں وہ کہ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا ہے۔ میں عظمت والے اللہ کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں جوش مارنے والی آگے سے اور گرم آگ کی شر سے۔

تشریح

بسم اللہ سے لے کر والناس تک کے الفاظ بطور دعا بھی پڑھے جاسکتے ہیں اور بطور دوا

بھی۔ اور یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تشریح ہے۔ اس میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام دردوں اور بخار والے مریضوں کا حق ادا کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔

عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول من اشتکی منکم شیا او اشتکاہ اخ لہ فلیقل ربنا اللّٰہ الذی فی السمآء تقدس اسمک امرک فی السماء والارض کما رحمتک فی السماء فاجعل رحمتک فی الارض اغفرلنا حوبنا وخطایانا انت رب الطیبین انزل رحمۃ من رحمتک وشفاء من شفائک علی ھذا الوجع فیبرا (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ تم میں سے کسی کو کوئی شکایت ہو یا اسکے بھائی کو شکایت ہو تو وہ یوں کہے ہمارا رب اللہ ہے جو آسمانوں میں ہے۔ تیرا نام پاک ہے۔ تیرا حکم آسمان اور زمین میں ہے۔ جیسی رحمت تیری آسمان میں ہے۔ ڈال دے اپنی رحمت زمین میں۔ ہمارے چھوٹے بڑے گناہ معاف کردے۔ آپ پاکیزوں کے رب ہیں۔ اپنی رحمت میں سے رحمت اور اپنی شفا میں سے شفا اس درد پر نازل فرما تاکہ یہ درست ہوجائے۔

عن عبداللّٰہ بن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا جاء الرجل یعود مریضا فلیقل اللّٰھم اشف عبدک ینکا لک عدوا او یمشی لک الی جنازۃ

اس باب میں مذکورہ احادیث مشکوۃ کتاب الجنائز باب عیادت المریض سے منقول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی بیمار کی بیمار پرسی کرے تو اسے یوں کہنا چاہیئے کہ اے اللہ اپنے بندے کو شفا دے جو تیرے دشمن کو زخمی کرے گا۔ اور تیرے لئے جنازہ کی طرف جائے گا۔

تشریح

یہ دونوں حدیثیں حضرت ابو ہریرہ ﷛ والی حدیث کی تشریح ہے ان میں مریض کا حق ادا کرنے کے لئے کچھ اور دعائیں بیان فرمائی ہیں۔

مریض سے اپنے لئے دعا کرانا چاہئے۔

عن عمر ابن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا دخلت علی المریض فمرہ یدعوا لک فان دعاءہ کدعاء الملائکہ (رواہ ابن ماجہ)

عمر بن خطاب ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب تو مریض کے پاس جائے تو اسے کہو کہ وہ تیرے لئے دعا کرے کیوں کہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا جیسی ہے۔

تشریح

یعنی فرشتے معصوم ہیں انکی دعا آدمی کے حق میں قبول ہوتی ہے اس طرح مریض بیماری کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے اس لئے اس کی دعا بھی قبول ہوتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سے دعا کرانا چاہئے وہ دعا بھی قبول ہوگی۔

مریض کے پاس زیادہ دیر نہیں بیٹھنا چاہیئے

عن انس قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا یعود مریض الا بعد ثلاث (رواہ ابن ماجہ وا لبیھقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مریض کی عیادت صرف تین دن کے بعد کیا کرتے تھے۔

عن ابن عباس قال من السنة تخفیف الجلوس وقلة الصخب فی العیادہ عن المریض وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما کثر لغطهم و اختلافهم قوموا عنی (رواہ رزین)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سنت میں سے ہے مریض کے پاس کم بیٹھنا۔ اور کم شور کرنا عیادت کے وقت۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا شور زیادہ ہوگیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیادة فواق ناقة وفی روایته سعید بن المسیب مرسلا افضل العیادة سرعة القیام (بیھیقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عیادت کا مقدار وقت اونٹنی کا دودھ دوہنے کے برابر ہے۔ اور سعید بن مسیب کی مرسل روایت میں ہے کہ زیادہ فضیلت والی عیادت جلدی اٹھ جانا ہے۔

یہ احادیث مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض سے منقول ہیں۔

تشریح

یہ احادیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تشریح ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیادت مریض کا حق ہے۔ مگر اس سے پہلے یہ نہیں بتایا تھا کہ مریض کے پاس کتنی دیر تک بیٹھنا ہے۔ اب ان احادیث میں اس کی تفصیل آگئی ہے۔ ان میں ایک تو یہ

بتایا ہے کہ عیادت تین دن کے بعد ہونی چاہیے۔ اور دوسرا یہ بتایا ہے کہ مریض کے پاس تادیر نہیں بیٹھنا چاہیے کیونکہ اس سے مریض کو تکلیف ہوگی اور مریض کو سکون و آرام کی ضرورت ہے۔

عیادت کرنے والے کی اخروی فضیلت اور مرتبہ

عن ثوبان قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا عادا اخاہ المسلم لم یزل فی خرفۃ الجنۃ حتی یرجع (رواہ مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ واپسی تک مسلسل جنت کے میووں میں ہوتا ہے۔

عن علی قال سمعت رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) یقول ما من مسلم یعود مسلماً غدوۃ الا صلی علیہ الف ملک حتی یمسی وان عادہ عشیۃ الا صلی علیہ سبعون ملک حتی یصبح وکان لہ خریف فی الجنۃ (رواہ ابو داؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جو مسلمان کسی کی صبح کے وقت عیادت کرے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اسکے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اور جو پچھلے وقت اسکی عیادت کرے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اسکے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اور جنت میں اس کے لئے ایک باغ تیار ہوجاتا ہے۔

عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من توضاء فاحسن الوضوء وعاد اخاہ المسلم محتسباً بوعد من جھنم مسیرۃ سنین خریفاً (رواہ ابو داؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے اور ثواب کی نیت سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرے تو وہ دوزخ سے ساٹھ سال کی مسافت کے برابر دور رکھا جاتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من عاد مریض نادیٰ مناد من السمآء طبت وطاب ممشاک وتبوأت من الجنۃ منزلا" (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو بیمار کی عیادت کرے تو آسمان سے پکارنے والا کہتا ہے تو بھی اچھا ہے اور تیرا چلنا بھی اچھا ہے۔ اور تو نے جنت میں اپنا گھر بنالیا ہے۔

وعن جابر قال قال رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) من عاد مریضا" لم یزل یحوض الرحمۃ حتی یجلس فاذا جلس اغتمس فیھا (رواہ مالک واحمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوتا ہے اور جب وہ بیٹھ جاتا ہے تو دریا رحمت میں غوطہ زنی کرتا ہے۔

اس باب کی منقولہ احادیث مشکوۃ کتاب الجنائز باب العیادۃ المریض سے منقول ہیں۔

مریض کی عیادت کرنے سے اللہ تعالیٰ ملتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰہ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) ان اللّٰہ تعالیٰ یقول یوم القیٰمۃ یابن آدم مرضت فلم تعدنی قال یا رب کیف

اعودک وانت رب العالمین۔ قال اما علمت ان عبد"ا فلانا" مرض فلم تعدہ۔ اما علمت انک لوعدتہ لوجدتنی عندہ۔ یابن آدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یا رب کیف اطعمک وانت رب العالمین۔ قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ۔ اما علمت انک لواطعمتہ لوجدت ذالک عندی۔ یابن آدم استسقیتک فلم تسقنی۔ قال یا رب کیف اسقیک وانت رب العالمین۔ قال استسقاک عبدی فلان فلم تسقہ اما انک لو سقیتہ وجدت ذالک عندی۔ (رواہ مسلم)

یہ حدیث مشکوۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض سے منقول ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی قیامت والے دن فرمائیں گے۔ ابن آدم میں بیمار ہوگیا تھا اور تونے میری عیادت نہیں کی تھی۔ وہ کہے گا اے میرے رب میں تیری عیادت کس طرح کرتا۔ آپ تو رب العالمین ہیں۔ تو اللہ تعالی فرمائیں گے تجھے پتہ نہیں ہے میرا فلاں بندہ بیمار ہوگیا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی تجھے پتہ ہے اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ ابن آدم کہے گا اے میرے رب میں تجھے کس طرح کھلاتا آپ تو رب العالمین ہیں۔ اللہ تعالی فرمائیں گے تجھے پتہ ہے میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ اگر تو اسے کھلاتا تو اس کا اجر تو میرے پاس پاتا۔ اللہ تعالی فرمائیں گے اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے مجھے پانی نہیں پلایاتھا۔ ابن آدم کہے گا اے میرے رب میں آپ کو کس طرح پلاتا آپ تو رب العالمین ہیں۔ تو اللہ تعالی فرمائیں گے کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا۔ اگر تو اسے پانی پلاتا تو اس کا اجر میرے پاس پاتا۔

مومن پر آنے والی ہر مصیبت میں بہتری ہی مضمر ہوتی ہے۔

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوالکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذ"ی کثیر"ا وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور 0 (سورہ آل عمران آیت ۱۸۶)

البتہ تم اپنے مالوں اور جانوں میں آزمائے جاؤ گے۔ اور البتہ تم پہلی کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت بدگوئی سنوگے۔ اور اگر تم نے صبر کیا اور پرہیزگاری کی تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

قل لن یصیبنا الا ما کتبا اللہ لنا ھو مولٰنا وعلی اللہ فلیتوکل المومنون0 قل ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین ط (سورہ التوبہ آیت ۵۱-۵۲)

کہہ دو ہمیں ہرگز نہیں پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے وہی ہمارا کارساز ہے اور اللہ ہی پر چاہئے مومن بھروسہ کریں کہہ دو تم ہمارے حق میں دو بھلائیوں میں سے ایک کے منتظر ہو۔

تفسیر

ان آیات کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ مومن پر جو مصیبت آتی ہے اس میں اس کے لئے اجر عظیم اور بلندی درجات کا ذریعہ ہے مگر یہ مرتبہ اسے ہمت اور صبرواستقامت سے نصیب ہوگا۔ اور یہ آیات مجمل ہیں۔ انکی تفصیل احادیث میں آرہی ہے۔

بعض مصائب مومن کے لئے بلندی درجات کا ذریعہ ہوتی ہیں۔

وعنها قالت كان النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) بین حاقنتی وذاقنتی فلا اکرہ شدۃ الموت لاحد ابدا بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ البخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات میرے ہنسلی اور ٹھوڑی کے درمیان ہوئی تھی۔ اور میں نبی کریم ﷺ کے بعد کسی کے لئے موت کی شدت کو ناپسند نہیں کرتی۔

عن کعب بن مالک قال قال رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مثل المومن کمثل الخامتہ من الزرع تفیھا الریاح تصرعھا مرۃ وتعدلھا اخری حتی یاتیہ اجلہ۔ ومثل المنافق کمثل الارزۃ المجذیۃ التی لا یصیبھا شئی حتی یکون انجمامھا مرۃ" واحدۃ" (متفق علیہ)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی مثال کھیتی کے پٹھے کی طرح ہے جس کو ہوائیں جھکاتی رہتی ہیں۔ اس کو کبھی گراتی ہیں کبھی سیدھی کرتی ہیں ۔ یہاں تک کہ اس کو موت آجاتی ہے۔ اور منافق کی مثال چیڑ کے کھڑے درخت کی طرح ہے اس پر کوئی مصیبت نہیں آتی یہاں تک کہ ایک ہی دفعہ

اسے اکھاڑا جاتا ہے۔

عن عائشة قالت مارئیت احد"ا الوجع علیه اشد من رسول اللّٰہ" صلی اللّٰہ علیه وسلم"(متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے کسی کو بھی رسول اللہ ﷺ سے زیادہ تکلیف زدہ نہیں دیکھا۔

عن انس قال سمعت النبی (صلی اللّٰہ علیه وسلم) یقول قال اللّٰہ سبحانه وتعالی اذا ابتلبت عبدی بحبیبتیه ثم صبر عوضته منهما الجنة یرید عینیه (رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا ہے کہ جب اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں سے آزماؤں پھر وہ صبر کرے تو اس کے بدلے اسے جنت دوں گا۔ اس کی دو پیاری چیزوں سے مراد اس کی دو آنکھیں ہیں۔

وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من یرد اللّٰہ به خیر"ا یصب منه (رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی جس کی بھتری کا ارادہ کرے اسے اپنی طرف سے مصیبت پہنچاتا ہے۔

وعن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا ارادللّٰہ تعالی بعبدہ الخیر عجلله العقوبة فی الدنیا۔ واذا ارادللّٰہ بعبدہ الشرا مسک عنه بذنبه حتی یوافیه به یوم القیٰمه (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی جب اپنے بندے کی بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے دنیا میں مصیبت پہنچاتے ہیں۔ اور جب اللہ

تعالی اپنے بندے کی برائی کا ارادہ کریں تو اس مصیبت کو اس کے گناہ کے بدلے روک لیتے اور پھر قیامت والے دن اسے پوری سزا دیں گے۔

وعنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ان اعظم الجزاء مع العظم البلآء وان اللّٰه عزوجل اذا احب قوما" ابتلاهم فمن رضی فله الرضاء ومن سخط فله السخط (رواه الترمذی وابن ماجه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑا بدلہ بڑی مصیبت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالی جب کسی قوم سے محبت رکھتے ہیں تو اسے مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔ پس جو اس مصیبت پر راضی ہوں تو اللہ تعالی بھی اس پر راضی ہوتے ہیں۔ اور جو اس مصیبت پر ناراض ہو تو اللہ تعالی بھی اس پر ناراض ہوتے ہیں۔

تشریح

یہاں اس بحث میں سات احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اور یہ ساری قرآن مجید کی سورہ آل عمران کی آیت ایک سو چھیاسی اور سورہ التوبہ کی آیت اکیاون اور باون کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیتوں میں سے پہلی آیت میں تو یہ فرمایا ہے کہ تمہارا مالوں میں اور نفسوں میں امتحان ہوگا اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ مومنوں کو اللہ تعالی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ یہ امتحان تو اٹل فیصلہ ہے اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ البتہ اسکے فوائد بتادئے ہیں۔ کہ اس میں تمہارے لئے دو فائدے ہیں ایک تو یہ تمہارا تربیتی کورس ہے۔ اس مضمون کو ھو مولٰنا میں بیان فرمایا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں تمہارے لئے دو بھلائیوں میں سے ایک ضرور ہوتی ہے۔ ایک بھلائی تو دنیا میں فتوحات ہیں اور دوسری اخروی جو بلندی درجات وغیرہ ہیں۔ بہرحال ان آیات میں ان مومنوں پر دنیا میں جو مصائب آتی ہیں ان کو اور اس کی حکمتوں کو

اجمالاً" بیان فرمادیا ہے اور بعض کی تفصیل مندرجہ ذیل احادیث میں نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہے۔

ان احادیث میں سے پہلی دو حدیثیں جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہیں ان میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تکالیف کا ذکر ہے جو آپؐ کو مرض وفات میں لاحق ہوئی تھیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ یہ تکالیف صرف گناہوں کی وجہ سے ہی نہیں ہوتیں بلکہ بلندی درجات کے لئے بھی ہوتی ہیں۔ کیونکہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ تو نہیں تھے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ نے سب معاف فرمادیئے تھے۔ جیسا کہ سورہ فتح میں فرمایا ہے (یغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وما تاخر) اگر یہ تکالیف آپ کو گناہوں کی وجہ سے ہوتیں (تو اس کا مقصد یہ بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو معافی دے کر پھر سزا دی تھی۔ اور یہ خدا کی شان رفیع کے خلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بوقت وفات یہ جو تکالیف ہوئی تھیں یہ بلندی درجات کے لئے ہوئی تھیں۔ اور بعد والی پانچ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض ایمان والوں کو جو امراض اور تکالیف لاحق ہوتی ہیں وہ بھی بلندی درجات کے لئے ہوتی ہیں گناہوں کی وجہ سے نہیں ہوتی ہیں کیونکہ بعض ایمان والے گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔)

بعض ایمان والوں پر امراض اور مصائب کفارہ گناہوں کے لئے اتاری جاتی ہیں۔

عن عبداللہ بن مسعود قال دخلت علی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وھو یوعک فمسسته بیدی فقلت یا رسول اللہ انک لتوعک وعکاً" شدیداً" فقال النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اجل انی اوعک کما" یوعک

رجلا ن منکم فقال فقلت ذالک لان لک اجرین فقال اجل ثم قال مامن مسلم یصیبه اذی من مرض فما سواہ الا حط اللّٰه تعالٰی به سیاته کما تحط الشجرۃ ورقها) (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ تو وہ بخار کی حالت میں تھے تو میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کو چھوا۔ پھر میں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو تو بڑا سخت بخار ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر کا بخار ہو رہا ہے تو عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ اسی لئے تو آپؐ کے لئے دو اجر ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جس بھی مسلمان کو مرض یا اس کے سوا کوئی بھی تکلیف پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہ معاف فرماتے ہیں جیسا کہ درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

عن علی بن زید عن امیة انها سالت عائشة عن قول اللّٰه عز وجل ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به اللّٰه وعن قوله من یعمل سوءً یجز به فقالت ماسالنی عنها احد منذ سالت رسول اللّٰه (صلی اللّٰه علیه وسلم) فقال هذه معاتبة اللّٰه العبد بمایصیبه من الحمی والنکبة حتی البضاعة یضعها فی یدقمیصه فیفقدها فیفزع لها حتی ان العبد لیخرج من ذنوبه کما یخرج النبر الاحمر من الکیر

(رواہ الترمذی)

حضرت علی بن زید نے امیہ انہوں نے (حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اللہ تعالیٰ کے اس قول (اگر ظاہر کرو جو تمہارے نفسوں میں ہے یا اسے چھپاؤ تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لیں گے۔ اور اس کے اس قول پر جو عمل کرے گا برا تو اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا کہ بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آج تک مجھ سے یہ سوال کسی

نے نہیں کیا جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ اللہ تعالی کی اپنے بندے پر ناراضگی ہے۔ جو بھی اسے بخار اور تکلیف پہنچے یہاں تک کہ مال کا ٹکڑہ جو وہ اپنی آستین میں رکھے پھر اس سے گم ہوجائے اور اس پر وہ غمزدہ ہو یہاں تک کہ وہ آدمی گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جس طرح سونے کا سرخ ٹکڑا بھٹی سے صاف ہو کر نکلتا ہے۔

وعن ابی موسی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) قال لا یصیب عبداً نکبۃ فما فوقھا اودونھا الا بذنب وما یعفو اللہ تعالی اکثر وقرأ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر)

حضرت ابی موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انسان کو جو بھی چھوٹا یا بڑا رنج پہنچتا ہے تو وہ اس کے گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور بہت سے گناہ وہ اللہ تعالی معاف بھی کردیتا ہے اور پھر اس پر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (کہ تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے۔ اور بہت سے گناہ اللہ تعالی معاف بھی کردیتا ہے۔)

عن سعد قال سئل النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالا امثل یتبلی الرجل علی حسب دینہ فان کان فی دینہ مسلماً اشتد بلائہ و ان فی دینہ رقۃ ھو ن علیہ فما ذال کذالک حتی یمشی علی ارض مالہ ذنب (رواہ الترمذی و ابن ماجہ و قال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ مصیبت کس پر آتی ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام) پر پھر جو سب سے زیادہ ان کا نمونہ اپنانے والا ہو۔ آدمی کو اپنے دین کے

موافق آزمایا جاتا ہے۔ اگر اس کے دین میں سختی ہو تو اس کا امتحان بھی سخت ہوتا ہے۔ اور اس کے دین میں نرمی ہو تو اس کے امتحان بھی نرم ہوتا ہے۔ مسلسل اس کا یہی حال ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس کا کوئی گناہ نہیں رہتا۔

وعن ابی هريرة قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) لا يزال البلاء بالمومن او المومنة فی نفسه وماله وولده حتى يلقى الله تعالى وما عليه من خطيئة (رواه الترمذی)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ مومن مرد اور عورت پر اس کی جان میں مال میں اور اولاد میں مصیبت رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرتا ہے اس حال میں کہ اس کا کوئی گناہ نہیں رہتا۔

عن محمد بن خالد السلمی عن ابيه عن جده قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ان العبد اذا سبقت له من الله منزلة لم يبلغ فيها بعمله ابتلاه الله تعالى فی جسده اوفی ماله اوفی ولده ثم صبره على ذالک حتى يبلغه المنزلة التی سبقت له من الله (رواه ابوداؤ)

حضرت محمد بن خالد سلمی نے اپنے باپ سے اور اس نے اس کے دادا سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے ایک مرتبہ طے کرتے ہیں اور آدمی اگر اپنے عمل کے ذریعہ اس تک نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو جسمانی یا مال یا اولاد کی مصیبت میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس کو اس پر صبر دیتے ہیں یہاں تک کہ اسے اس مرتبہ تک پہنچاتے ہیں جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف مقرر کیا ہوا ہے۔

عن عبدالله بن شخير قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) مثل ابن آدم والى جنبه تسع و تسعون منية ان اخطاته المنايا وقع فی الهرم حتى يموت (رواه الترمذی و قال هذا حديث غريب)

حضرت عبداللہ بن شخیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کو پیدا کیا گیا ہے اس حال میں کہ اس کے پہلو میں انانوے مصیبتیں ہیں۔ اگر وہ مصائب سے بچ نکلے تو بڑھاپے میں مبتلا ہوجاتا ہے یہاں تک کہ وہ مرجاتا ہے

عن عامر الدام قال ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاسقام فقال ان المومن اذا اصابہ السقم ثم عافاہ اللہ عز و جل منہ کان کفارۃ لمامضی من ذنوبہ و موعظۃ لہ فیما یستقبل و ان المنافق اذا مرض ثم اعفی کان کا البعیر عقلہ اہلہ ثم ارسلوہ فلم یدر لم عقلوہ ولم ارسلوہ فقال رجل یا رسول اللہ وما الاسقام واللہ ما مرضت قط فقال ثم عنا فلست منا (رواہ ابو داؤد)

عامر الدام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ مومن کو جب بیماری لگتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے صحت دیتے ہیں تو وہ اس کے سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے اور آنے والوں کے لئے نصیحت ہوتی ہے اور جب منافق بیمار ہوجائے پھر اللہ ایسے صحت دے تو وہ اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جیسے مالکوں نے باندھا پھر چھوڑ دیا ہو تو اسے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ انہوں نے اس کو کیوں باندھا تھا اور کیوں چھوڑا ہے تو ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ بیماریاں کیا ہوتی ہیں۔ اللہ کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں ہوا تو آپ نے اسے فرمایا تو یہاں سے اٹھ جا۔ تو ہم میں سے نہیں ہے۔ ابوداؤد نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

یہاں آٹھ احادیث نقل کی گئی ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض مومنوں پر جو مصیبت آتی ہیں ان سے انکے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اور اسے ان گناہوں سے پاک کرکے جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔

بعض امراض اور حوادثات سے مومن کو موت شہادت نصیب ہوتی ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الشهداء خمس- المطعون- والمبطون والغريق وصاحب الهدم والشهيد فی سبيل الله (متفق عليه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء پانچ ہیں۔

طاعون زدہ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا۔ دریا میں غرق ہوکر مرنے والا۔ دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا۔ اور اللہ تعالی کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے مرنے والا۔

عن عائشة قالت سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الطاعون فاخبرنی انه عذاب يبعثه الله على من يشاء وان الله جعله رحمة للمومنين ليس من احد يقع الطاعون فيمكث فی بلده صابراً محتسباً يعلم انه لا يصيبه الا ماشاء الله له الا كان له مثل احب شهيد (رواه البخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے مجھے بتایا کہ یہ اللہ تعالی کا عذاب ہے جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ اور ایمان والوں کے لئے اللہ تعالی نے اسے رحمت بنایا ہے۔ جس آدمی پر طاعون آئے اور وہ اپنے شہر میں صبر کے ساتھ اور اسے ثواب سمجھتے ہوئے گھر جائے اور وہ یہ سمجھے کہ اسے وہی چیز پہنچے گی جو اللہ تعالی نے اس کے لکھی ہے تو اس کو شہید کے برابر اجر ملے گا۔

عن اسامه بن زید قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الطاعون رجز ارسل علی طائفة من بنی اسرائیل او علی منکان قبلکم فاذا سمعتم به بارض فلا تقدمو علیه واذا وقع بارض وانتم بها فـلا تخرجوا فرارا" منه (متفق علیه)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر یا فرمایا تم سے پہلوں پر اتارا تھا جب تم کسی بستی میں اس کے بارے میں سنو تو وہاں مت جاؤ۔ اور جب کسی بستی میں اترے اور تم بھی وہاں موجود ہو تو وہاں سے فرار مت اختیار کرو۔

عن جابر بن عتیک قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الشهادة سبع سوی القتل فی سبیل اللّٰه المطعون شهید والغریق شهید وصاحب ذات الجنب شهید والمبطون شهید وصاحب الحریق شهید والذی یموت تحت الهدم شهید والمراه تموت بجمع شهید (رواه مالک وابوداؤد والنسائی)

حضرت جابر عتیک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا شہادتیں سات ہیں سوائے اللہ کے راستے میں قتل کئے ہوئے کے۔

طاعون زدہ شہید ہے۔ دریا میں ڈوب کر مرنے والا شہید ہے ذات الجنب والا شہید ہے۔ (ایک بیماری ہے کہ پہلو میں پھوڑے نکلتے ہیں۔) پیٹ کی بیماری سے مرنے والا شہید ہے۔ جل کر مرنے والا شہید ہے۔ کسی چیز کے نیچے دب کر مرنے والا شہید ہے۔ بحالت حمل مرنے والی عورت شہید ہے۔)

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم موت غربة شهادة (رواه ابن ماجه)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا سفر کی موت شہادت ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من مات مریضاً کان شھیداً وفی فتنۃ القبر وغدی وریح علیہ برزقہ من الجنۃ (ابن ماجہ)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو بیمار مرا وہ بھی شہید ہے اور اسے قبر کے عذاب سے بچایا جاتا ہے اور صبح شام اسے جنت سے رزق دیا جاتا ہے

عن العرباض بن ساریہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال یختصم الشھداء والمتوفون علی فرشھم الی ربنا عزوجل فی الذین یتوفون من الطاعون فیقولوا الشھدآء اخواننا قتلوا کما قتلنا ویقول المتوفون اخواننا ماتوا علی فرشھم کما متنا فیقول ربنا انظروا الی جراحتھم فان اشبھت جراحھم جراح المقتولین فانھم منھم ومعھم فاذا جراحھم قد اشبھت جراحھم (رواہ احمد والنسائی)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شہداء اور اپنے بستروں پر فوت ہونے والے ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں جھگڑا کریں گے جو طاعون سے فوت ہوئے ہوں گے۔ شہداء کہیں گے ہمارے بھائی اس طرح قتل کئے گئے تھے جس طرح کہ ہم قتل کئے گئے تھے۔ اور فوت ہونے والے کہیں گے کہ ہمارے بھائی اس طرح بستروں پر فوت ہوگئے تھے جس طرح کہ ہم فوت کئے تھے تو ہمارا رب فرمائے گا کہ ان کے زخموں کو دیکھو اگر وہ مشابہ ہیں مقتولین کے زخموں کے تو وہ ان میں سے ہیں اور ان کے ساتھ ہیں۔ تو اچانک ان کے زخم ان مقتولین کے زخموں جیسے نکلیں گے۔ (اس بحث کی تمام احادیث مشکوٰۃ کتاب الجنائز سے منقول ہیں۔)

تشریح یہاں اس بحث میں کل سات احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں دس قسم کے لوگوں کی موت کو موت شہادت میں فرمایا ہے جو احادیث کے ترجمے سے ظاہر ہے اور بعض احادیث میں انہتر قسم کی موت کو موت شہادت میں فرمایا ہے یہاں صرف دس پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

امراض کی وجہ سے چھوٹ جانے والی نیکیوں کا اجر بدستور ملتا ہے۔

عن ابی موسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مرض العبد او سافر کتب لہ بمثل ماکان یعمل مقیما" صحیحا" (رواہ البخاری)

حضرت ابی موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی جب بیمار ہوجاتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے وہ تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں کہ وہ اقامت اور صحت کے دور میں کرتا تھا۔

عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا کان علی طریقۃ حسنۃ من العبادۃ ثم مرض قیل للملک الموکل بہ اکتب لہ مثل عملہ اذا کان طلیقا" حتی اطلقہ او اکفتہ الی۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آدمی عبادۃ کے ایک اچھے طریقے پر ہو پھر بیمار ہوجائے تو اس پر موکل فرشتے کو کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس طرح لکھو جیسا کہ وہ آزادی کے دور میں کیا کرتا تھا یہاں تک کہ میں اس کو آزاد چھوڑوں یا اپنے طرف بلاؤں۔

عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذاابتلی المسلم ببلاء فی جسدہ قیل للملک اکتب لہ صالح عملہ الذی کان یعمل فان شفاہ غسلہ وطہرہ وان قبضہ غفرلہ ورحمہ (رواھما فی شرح السنہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب مسلمان آدمی کسی جسمی بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کا وہ نیک عمل لکھتے رہو جسے یہ کیا کرتا تھا۔ اگر اللہ تعالی اسے شفا دیدے تو اس کو گناہوں سے پاک اور صاف کردیا جاتا ہے۔ اور اگر اس کی روح قبض کرلے تو اسے بخش دیتا ہے اور اس پر رحم کرتا ہے۔

عن جابر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یود اھل العافیۃ یوم القیٰمۃ حین یعطی اھل البلآء الثواب لو ان جلودھم کانت قرضت فی الدنیا بالمقاریض (رواہ الترمذی)'

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا میں صحت مند رہنے والے قیامت کے دن جب مصائب والوں کو ثواب ملے گا تو تمنا کریں گے کہ کاش انکے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دئے جاتے۔ (مشکوۃ باب عیادۃ المریض)

مریض کو تکلیف پر اللہ تعالی کی حمد اور شکر کرنا چاہیئے۔

عن شداد بن اوس والصنابحی انھما دخلا علیٰ رجل مریض یعود انہ ففال لہ کیف اصبحت قال اصبحت بنعمۃ قال شداد ابشر بکفارات السیات وحط الخطایا فانی سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان اللّٰہ عزوجل یقول اذا انا ابتلیت عبدًا من عبادی مومنًا فحمدنی علی ما ابتلینہ انہ یقوم من مضجعہ ذالک یوم ولدتہ امہ من الخطایا ویقول الرب تبارک وتعالی انا قیدت عبدی وابتلیتہ فاجروا لہ ماکنتم تجرون لہ وھو صحیح)

شداد بن اوس اور صنابحی رضی اللہ عنہما ایک مریض کی عیادت کے لئے گئے اور ان سے

کہا کہ تو نے کیسے صبح کی ہے تو اس نے کہا کہ اللہ تعالی کے فضل سے اچھی صبح کی ہے تو شداد نے کہا کہ تجھے بڑے اور چھوٹے گناہوں کی معافی کی بشارت ہو۔ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں جب اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو آزماتا ہوں اور وہ اگر میری آزمائش پر میری حمدوثناء بیان کرے تو وہ اپنے لیٹنے کی جگہ سے گناہوں سے اس طرح پاک اٹھتا ہے جس طرح کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پاک پیدا ہوتا ہے اور اللہ تبارک وتعالی فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو پابند کیا تھا اور میں نے اس کو آزمایا تھا پس جاری رکھو اس کے لئے جو تم اس کی صحت میں جاری رکھتے تھے۔

بیماری کو برا نہیں کہنا چاہئے۔

عن جابر قال دخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی ام سائب فقال مالک تذفز فین قالت الحمی لابارک اللّٰہ فیھا فقال لا تسبی الحمی فانھا تذھب خطایا بنی ادم کما یذھب الکیر خبث الحدید (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ام سائب کے پاس تشریف لے گئے اور اسے فرمایا کہ تیرا کیا حال ہے کہ کانپ رہی ہے۔ اس نے کہا کہ بخار ہوگیا ہے۔ اللہ تعالی اس میں برکت نہ کرے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو وہ تو بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح لے جاتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کی میل لے جاتی ہے۔

یہ احادیث مشکوۃ باب العیادۃ المریض میں منقول ہیں۔

تشریح

اس حدیث میں بخار کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اس سے مراد ہر بیماری ہے۔ اور بیماری کو جو برا کہنے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے احادیث میں آچکا ہے کہ بیماری مومن کے حق میں بہتر ہے اور اسے برا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خدا نے اسے بیمار کر کے اچھا نہیں کیا۔

موت کی آرزو کرنا منع ہے۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يتمنى احدكم الموت اما محسنا" فلعله ان يزداد خير"ا واما مسيا" فلعله ان يستعتب (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ نیک ہوگا تو شاید نیکی زیادہ کرے۔ اور وہ برا ہوگا تو شاید کہ وہ توبہ کرلے۔

وعنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يتمنى احدكم الموت ولا يدع به من قبل ان ياتيه انه اذامات انقطع امله وانه لا يزيد المومن عمره الا خير"ا (مسلم)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے اس کے آنے سے پہلے اور نہ ہی اس کے لئے دعا بھی کرے۔ کیونکہ جب آدمی مرجاتا ہے تو اسکی امید ختم ہوجاتی ہے۔ اور حال یہ ہے کہ مومن کی عمر سے اسکی نیکی ہی تو بڑھتی ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت من ضر اصابہ فان کان لابد فلیقل اللھم احینی ماکانت الحیوۃ خیر" الی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیر" الی (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔ اگر خواہ مخواہ کرنا ہی ہے تو اسے یوں دعا کرنا چاہئے اے اللہ مجھے زندگی عطا فرما جب تک کہ زندگی میرے لئے بہتر ہے۔ اور مجھے موت دے جب کہ میرے لئے موت بہتر ہو۔

وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تمنوا الموت فان ھول المطلع شدید وان من السعادۃ ان یطول عمر العبد ویرزق اللہ عزوجل الا نابۃ (رواہ احمد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کی تمنا مت کرو کیونکہ دوزخ کی ھولناکی بڑی سخت ہے اور انسان کی عمر کا دراز ہونا سعادت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

عن ابی امامۃ قال جلسنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرنا ورققنا فبکا سعد بن وقاص فاکثر البکاء فقال یالیتنی مت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاسعدا اعندی تتمنی الموت فردد ذالک ثلاث مرات ثم قال یا سعد ان کنت خلقت للجنۃ خما طال عمرک وحسن من عملک فھو خیر لک (رواہ احمد)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ہمیں نصیحت فرمائی اور نرم کیا تو سعد بن وقاص روئے اور بہت روئے اور کہا افسوس میں مار دیا جاتا سو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد کیا میرے پاس موت کی تمنا کرتے ہو۔ اور تین

دفعہ فرمایا۔ پھر فرمایا اے سعد اگر تو جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو تیری عمر جتنی زیادہ ہوگی اور تیرا عمل اچھا ہوگا تو وہ تیرے لئے بہتر ہے۔ (مشکوۃ باب تمنی الموت)

تشریح

یہاں اس بحث میں پانچ احادیث جمع کی گئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیاوی مصائب کی وجہ سے موت کی آرزو منع ہے کیونکہ یہ بے صبری اور تقدیر الٰہی پر ناراض ہونے کی علامت ہے۔ اور مفسرین نے لکھا ہے زیارت الٰہی یا دینوی نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر موت کی تمنا میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو دعا فرمائی تھی توفنی مسلما" اس کا مقصد شوق زیارت اور دیدار الٰہی ہے اور حضرت مریم نے جو فرمایا تھا یلیتنی مت قبل هذا اسکا مقصد مذہب کی بدنامی کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اس نے یہ تمنا کی تھی۔

موت ہر وقت یاد رہنی چاہیے

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اکثروا ذکر هازم اللذات (الموت (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تمام لذات کو ہضم کرنے والی موت کو یاد رکھو۔

عن ابن مسعود ان نبی الله صلى الله عليه وسلم قال ذات يوم لاصحابه استحيوا من الله حق الحياء قالو انا نستحى من الله يا نبی الله

والحمد للّٰہ قال لیس ذالک ولکن من استحی۔ من اللّٰہ حق الحیاء فلیحفظ الراس وما وعی ولیحفظالبطن وما حوی والیذکر الموت والبلی ومن ارادالاخرۃ ترک زینۃ الدنیا فمن فعل ذالک فقد استحی من اللّٰہ حق الحیاء (احمد۔ ترمذی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ اللہ سے حیا کرو جس طرح کہ اس سے حیا کرنے کا حق ہے تو انہوں نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو اللہ سے حیا کرتے ہیں۔ الحمد للہ۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مقصد نہیں ہے یعنی یہ حق حیا کا نہیں۔ لیکن جو اللہ سے حیا کرتا ہے جیسا کہ حق ہے اس سے حیا کرنے کا۔ اسے چاہیئے کہ اپنے سر اور اسکے اندر کی چیز کی حفاظت رکھے۔ اور اسے چاہیئے کہ اپنے پیٹ اور اسکے اندر کی چیز کی حفاظت رکھے اور موت اور پھر بوسیدہ ہونے والی ہڈیوں کو یاد رکھے۔ اور جو آخرت کا ارادہ رکھتا ہے وہ دنیا کی زیب و زینت کو چھوڑ دیتا ہے جو ایسا کرتا ہے وہ اللہ سے حیا کرتا ہے جیسا کہ حق ہے اس سے حیا کا۔

عن عبداللّٰہ ابن عمر قال اخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بمتکبی فقال کن فی الدنیا کانک غریب اوعابری سبیل فکان ابن عمر یقول اذا امسیت فلا تنتظر الصباح واذا صبحت فلا تنتظر المسآء وخذ من صحتک لمرضک ومن حیوتک لموتک (رواہ البخاری)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کندھے کو پکڑا پھر فرمایا دنیا میں اس طرح رہو جس طرح مسافر ہوتا ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار مت کر اور جب صبح کرے تو شام کا انتظار مت کر۔ اور غنیمت جان اپنی صحت کو واسطے اپنی مرض کے اور اپنی زندگی کو واسطے اپنی موت کے۔

(مشکوہ باب تمنی الموت)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت مومن کا محبوب تحفہ ہے اور کافر کے لئے عذاب ہے۔

عن عبادۃ ابن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقائہ فقالت عائشۃ او بعض ازواجہ انا لنکرہ الموت قال لیس ذالک ولکن المومن اذا حضرہ الموت بشر برضوان اللہ وکراماتہ فلیس شئی احب الیہ مما امامہ فاصب لقاء اللہ واحب اللہ لقائہ۔وان الکافر اذا حضر بشر بعذاب اللہ وعقوبتہ فلیس شئی اکرہ الیہ مما امامہ فکرہ لقاء اللہ وکرہ اللہ لقائہ (متفق علیہ) وفی روایۃ عایشۃ والموت قبل لقاء اللہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرے تو اللہ بھی اس کی ملاقات پسند کرتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات ناپسند کرے تو اللہ بھی اس کی ملاقات ناپسند کرتے ہیں۔ توحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یا آپؐ کی کسی بیوی نے کہا کہ ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملاقات سے مراد موت نہیں ہے۔ ملاقات سے مراد یہ ہے کہ مومن پر جب موت آتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں اور بزرگیوں کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس وقت اس کے سامنے وہی چیزیں محبوب ہوتی ہیں۔ اور کوئی چیز اسے محبوب نہیں ہوتی۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند کرتے ہیں اور کافر پر جب موت آتی ہے تو اسے اللہ کا عذاب اور سزائیں دکھائی جاتی ہیں تو اسے اور کوئی چیز اس کے سوا ناپسند نہیں

ہوتی۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات ناپسند کرتا ہے۔

عن ابی قتادۃ انه كان يحدث ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مرعليه بنجازۃ فقال مستريح او مستراح" منه فقالوا ماالمستريح والمستراح منه فقال العبد المومن يستريح من نصب الدنيا واذاها الى رحمۃ اللّٰه والعبد الفاجر يستريح منه العباد والبلاد والشجر والدواب (متفق عليه)

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس سے ایک جنازہ گزرا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ راحت پانے والا ہے یا اس سے اوروں کو راحت ہوگی۔ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ مستریح اور مستراح کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن آدمی دنیاوی تکالیف اور مصائب سے چھوٹ کر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اور فاسق وفاجر آدمی سے اللہ کے بندے شہر درخت اور چار پائے رہائی پاتے ہیں۔

عن عبداللّٰه ابن عمرو قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تحفۃ المومن الموت۔

(بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن کا تحفہ موت ہے (مشکوۃ باب تمنی الموت)

مرنے والے مومن کو اللہ تعالی کے بارے میں حسن ظن اور اس کی رحمت کی امید رکھنا چاہئے اور اس کی علامت

عن جابر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل موتہ بثلاثہ ایام یقول لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن باللہ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وفات سے تین روز قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ اس کا اللہ تعالی کے بارے میں اچھا گمان ہونا چاہیے۔

عن معاذ ابن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شئتم انباتکم ماول مایقول اللہ للمومنین یوم القیٰمۃ وما اول مایقولون لہ۔ قلنا نعم یارسول اللہ۔ قال ان اللہ یقول للمومنین ھل احببتم لقائی فیقولون نعم یا ربنا فیقول لم فیقولون رجونا عفوک ومغفرتک فیقول قد وجبت لکم مغفرتی (شرح السنہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ قیامت والے دن اللہ تعالی ایمان والوں سے کیا فرمائیں گے۔ اور ایمان والے اللہ تعالی سے پہلے کیا عرض کریں گے۔ تو ہم نے کہا کہ ہاں آپ بتائیں یارسول اللہ۔ تو آپنے فرمایا کہ اللہ ایمان والوں سے فرمائیں گے کیا تم نے میری ملاقات پسند کی ہے۔ وہ کہیں گے کہ ہاں اے ہمارے رب۔ تو اللہ تعالی فرمائیں گے۔ کہ کیوں۔ تو وہ کہیں گے کہ ہم نے آپ سے معاف کرنے اور بخشنے کی امید رکھی ہے۔ تو اللہ تعالی فرمائیں گے کہ میری بخشش تمہارے لئے واجب ہوگئی ہے۔

عن انس قال دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی شاب وھو فی الموت فقال کیف تجدک قال ارجوا اللہ یارسول اللہ۔ وانی اخاف ذنوبی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجتمعان فی قلب عبد فی مثل

هذا الموطن الا اعطاه ما یرجو وامنه مما یخاف (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک نوجوان کے پاس اس حالت میں گئے کہ وہ جان کنی کی حالت میں تھا۔ تو رسول اکرم ﷺ نے اسے فرمایا کہ تم اپنے آپ کو کس طرح پاتے ہو تو اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کی رحمت کی امید رکھتا ہوں اور میں اپنے گناہوں سے ڈرتا ہوں۔ تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں (امید رحمت اور خوف گناہ) اس وقت جمع نہیں ہوتے مگر اللہ تعالی اسے دیتے ہیں جسکی وہ امید رکھتا ہے اور اسے امن میں رکھتے جس سے وہ ڈرتا ہے۔

عن بریدة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المومن یموت بعرق الجبین۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجه)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مومن جب مرتا ہے تو اس کی پیشانی پر پسینہ ہوتا ہے۔ (مشکوۃ باب تمنی الموت)

قریب المرگ کے پاس کلمہ توحید اور سورہ یسٓ پڑھنا چاہیئے۔

عن ابی سعید وابی ھریرة رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقنو موتاکم لا الہ الا اللہ (مسلم)

حضرت ابی سعید اور حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مردوں کو (لا الہ الا اللہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کی تلقین کرو یعنی ان کے پاس یہ کلمہ پڑھو۔

عن معاذ ابن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان اخر کلامه لا الہ الا اللہ دخل الجنة (ابو داؤد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس مرنے والے کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے) ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

عن عبداللّٰہ ابن جعفر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللّٰہ الحکیم الکریم سبحان رب العرش العظیم الحمد للّٰہ رب العالمین قالوا یا رسول اللّٰہ کیف للاحیاء قال اجود واجود (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ الخ کی تلقین کرو تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ زندوں کے لئے یہ کیسا ہے؟۔ تو آپؐ نے فرمایا بہت اچھا ہے بہت اچھا ہے۔

۔ عن معقل ابن یسار قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اقرؤا سورۃ یس علی موتاکم (احمد۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مردوں پر سورہ یس پڑھا کرو۔ (مشکوۃ باب مایقال عند من حضرالموت)

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی میں فرمایا ہے کہ اپنے مردوں کے پاس لا الٰہ الا اللہ پڑھو اور دوسری میں اس کا فائدہ بیان فرمایا ہے کہ جس مرنے والے کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور تیسری حدیث میں اس کلمہ کے ساتھ کچھ اور کلمات کا بھی ذکر کیا ہے جو حدیث میں مذکور ہیں۔ اور چوتھی حدیث میں سورہ

یس مردوں کے پاس پڑھنے کا حکم ہے۔ اور سورہ کی مناسبت یہاں یہ ہے کہ اس میں عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ عقیدہ رسالت اور عقیدہ قیامت کا بھی ذکر ہے۔ اور اس مضمون کی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان سے ربط یہ ہے کہ مرنے والے کا زندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کے پاس یہ کلمات اور سورہ پڑھیں تاکہ اسے یہ عقائد یاد آجائیں۔ اور اس کے ساتھ یہ احسان بھی ہے۔

میت کے حق میں اچھی باتیں کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کے پس ماندگان کو نعم البدل عطا فرماتے ہیں۔

عن ام سلمة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حضرکم المریض اوالمیت فقولوا خیرا فان الملائکة یومنون علی ما تقولون (مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مریض یا میت کے پاس حاضر ہو تو اچھی بات کہو۔ کیونکہ تم جو کہو گے تو فرشتے اس پر آمین کہیں گے۔

وعنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم تصیبه مصیبة فیقول ما امر اللہ به انا للہ وانا الیه راجعون اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منها فلما مات ابو سلمة قلت ای المسلمین خیر من ابی سلمة اول بیت هاجر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم انی قلتها فاخلف اللہ لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم)

اور انہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور پھر وہ بات کہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے کہ بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے ملک میں ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں اے اللہ مجھے میری مصیبت کا اجر عطا فرما اور مجھے اس کا بہتر بدلہ عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہتر بدلہ دیتے ہیں۔ پس جب ابو سلمیٰ فوت ہوئے تو میں نے کہا کہ ابو سلمہ سے کون مسلمان بہتر ہو سکتا ہے؟ پہلا گھر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔ پھر میں نے وہ کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اسکا بدل رسول ﷺ دے۔

وعنها قالت دخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی ابی سلمة وقد شق بصره فاغمضه ثم قال ان الروح اذا قبض تبعه البصر فضج ناس من اهله فقال لا تدعوا علی انفسکم الا بخیر" فان الملائکة یومنون علی ماتقولون ثم قال اللهم اغفر لابی سلمة وارفع درجته فی المهدیین واخلفه فی عقبه فی الغابرینؔ واغفر لنا وله یا رب العلمین وافسح له فی قبره ونور له فیه (مسلم)

اور انہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ابو سلمہ کے پاس تشریف لائے اور ان کی نگاہ پتھرا گئی تھی تو آپؐ نے اس کی آنکھیں بند کیں پھر آپ نے فرمایا کہ جب روح قبض کی جائے تو نگاہ بھی اسکا پیچھا کرتی ہے۔ تو اس کے اہل خانہ میں سے لوگوں نے چلانا شروع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے نفسوں پر صرف بھلائی کی دعا کرو کیونکہ جو تم کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ابی سلمہ کو بخش دے اور اس کا درجہ ہدایت یافتہ لوگوں میں اونچا کر۔ اور اس کے پس ماندگان کی کارسازی فرما۔ اے رب العالمین ہمیں اور اس کو بخش دے اور اس کی قبر کو کشادہ کر اور اس کے لئے اس کی قبر میں روشنی کر (مشکوٰۃ باب مایقال عنه من حضره الموت)

مومن کی روح آسانی سے فاسق و فاجر اور کافر کی روح سختی سے نکالی جاتی ہے۔

وعن ابی هریرةؓ قال قال رسوْل الله صلی الله علیه وسلم المیت تحضره الملئکةُ فاذا کان الرجل صالحا" قالوا خرجی ایتها النفس الطیبة کانت فی الجسد الطیب اخرجی حمیدةً و البشری بروح و ریحان و رب غیر غضبان فلا تزال یقال لها ذالک حتی تخرج ثم یعرج بها الی السماء فیفتح لها فیقال من هذا فیقولون فلان فیقال مرحبا" بالنفس الطیبة کانت فی الجسد الطیب ادخلی حمیدة والبشری بروح و ریحان و رب غیر غضبان فلا تزال یقال لها ذالک حتی تنتهی الی السماء التی فیها الله فاذا کان الرجل السوء قال اخرجی ایتها النفس الخبیثة کانت فی الجسد الخبیث اخرجی ذمیمةً و ابشری بحمیم و غساق و آخر من شکله ازواج فما تزال یقال لها ذالک حتی تخرج ثم یعرج بها الی السماء فیفتح لها فیقال من هذا فیقال من هذا فیقال فلان ان فیقال لا مرحبا" بالنفس الخبیثة کانت فی الجسد الخبیث ارجعی ذمیمة فانها لا تفتح لک ابواب السماء فترسل من السماء ثم تصیر الی القبر۔

رواه ابن ماجه۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص قریب المرگ ہوتا ہے' اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اگر وہ مرد صالح ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ اے پاک جان

نکل آکہ تو پاک جسم میں تھی۔ اس حالت میں نکل کر تیری تعریف کی گئی ہے تجھے بشارت ہو بہشت میں درخت اور پاکیزہ رزق کی اور غیر غضبناک پروردگار کی ملاقات کی (یعنی مہربان رب کی ملاقات کی) فرشتے یہی کہتے رہتے اور خوشخبری دیتے رہتے ہیں کہ اس کی جان نکلتی ہے اور وہ اس کو آسمان کی طرف لے کر چڑھتے ہیں اسکے لئے آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ فرشتے کہتے ہیں۔ فلاں شخص ہے کہا جاتا ہے خوش قتی ہو پاک نفس کے لئے جو پاک بدن میں تھا۔ داخل ہو اس حال میں کہ تعریف کی گئی ہے جنت میں راحت اور پاکیزہ رزق کی خوشخبری ہو اور مہربان رب کی ملاقات کی ۔ یہی اس کو کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ (وہ پاک روح پہونچتی ہے اس آسمان میں جس میں اللہ ہے اور اگر مرنے والا فاسق و فاجر ہوتا ہے تو ملک الموت کہتا ہے کہ اے ناپاک روح نکل کہ ناپاک بدن میں تھی۔ اس حالت میں نکل کہ تیری برائی کی گئی ہے (انسانوں میں) اور تجھے دوزخ میں گرم پانی اور پیپ پینے کی خوشخبری ہو اور طرح طرح کے مختلف عذابوں کی۔ یہی اس کو کہتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ بدن سے نکلتی ہے پھر اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلوائے جاتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ناپاک روح کے لئے خوشخبری نہ ہو جو ناپاک جسم میں تھی پھر جا برائی کی گئی ہے تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے وہ آسمان سے چھوڑدی جاتی ہے پھر وہ قبر کی طرف واپس آجاتی ہے (اور عذاب میں مبتلا ہوجاتی ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔)

وعنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا خرجت روح المومن تلقاھا ملکان یصعد انھا قال حماد فذکر طیب ریحھا و ذکر المسک قال و یقول اھل السماء روح طیبۃ جائت من قبل الارض صلی اللہ علیک و علی جسد کنت تعمرینہ فینطلق بہ الی ربہ ثم یقول انطلقوا

به الی آخر الاجل قال و ان الکافر اذا خرجت روحه قال حماد و ذکر من نتنها و ذکر لعنا" و یقول اھل السماء روح خبیثۃ جائت من قبل الارض فیقال انطلقوا به الی آخر الاجل قال ابو ھریرۃ فرد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ریطه کانت علیه علی انفه ھکذا۔ رواہ مسلم

اور انہی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا " جب مؤمن کی روح نکلتی ہے تو فرشتے اس کو لے کر (آسمان پر) چڑھتے ہیں حماد کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کی خوشبو کا ذکر کیا۔ اور ذکر کیا مشک کا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ آسمان والے کہتے ہیں۔ کہ پاک روح زمین کی طرف سے آئی' اللہ رحمت بھیجے تجھ پر اور تیرے بدن پر' تو اس کو آباد رکھتی تھی۔ پس اس کو پروردگار کا ارشاد ہوتا ہے اس کو لے جاؤ اور قیامت تک اس کو ڈھیل دی جائے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔ کہ تحقیق جس وقت کافر کی روح نکلتی ہے حماد کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی بدبو اور اس پر لعنت کا ذکر کیا۔ آسمان کہتے ہیں کہ زمین کی طرف سے ناپاک روح آئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو لے جاؤ اور اس کو مہلت دی جائے قیامت تک حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے (یہ ذکر کرتے وقت) اپنی چادر اپنی ناک پر رکھی اس طرح سے۔"

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ۔اس طرح یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ناک پر بتائی کہ اس طرح سے حضرتؐ نے رکھی تھی اور حضرت ﷺ کو گویا ازراہ مکاشفہ کے کافر کی روح معلوم ہوئی اور اس کی بدبو آئی اس لئے چادر کا کونا رکھا ۱۲: ع: ح

وعنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا حضر المومن اتت ملائکۃ الرحمۃ بحریرۃ بیضاء فیقولون اخرجی راضیۃ مرضیا" عنک الی روح اللہ و ریحان و رب غیر غضبان فتخرج کاطیب ریح المسک

حتی انه لینا وله بعضهم بعضا" حتی یاتوا به ابواب السماء فیقولون ما اطیب هذه الریح التی جائتکم من الارض فیاتون به ارواح المومنین فلهم اشد فرحا" به من احدکم بغائبة یقدم علیه فیسئالونه ماذا فعل فلان فیقولون دعوه فانه کان فی غم الدنیا فیقول قد مات اما اتاکم فیقولون قد ذهب به الی امه الهاویة و ان الکافر اذا احتضر اتته ملئکة العذاب بمسح فیقولون اخرجی ساخط" مسخوطا" علیک الی عذاب اللہ عز و جل فتخرج کانتن ریح جیفة حتی یاتون به ارواح الکفار۔ رواہ احمد و النسائی۔

اور انہی سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ "کہ جس وقت مومن کو موت آتی ہے تو رحمت کے فرشتے سفید کپڑا لے کر آتے ہیں۔ پھر روح کو کہتے ہیں کہ نکل آ اس حال میں کہ اللہ تجھ سے راضی اور تو اللہ سے راضی اللہ کی رحمت پاکیزہ رزق اور مہربان رب کی طرف پس روح بہترین مشک کی خوشبو کی طرح نکلتی ہے۔ اس کو ہاتھوں ہاتھ فرشتے عزت و تکریم کے ساتھ لیتے ہیں۔ اور آسمان کے دروازہ تک لاتے ہیں۔ فرشتے آپس میں کہتے کہ زمین کی طرف سے تم کو کیسی عمدہ خوشبو آئی ہے۔ پھر اس کو مومنوں کی ارواح میں لاتے ہیں وہ اس روح کے آنے سے بہت خوش ہوتی ہیں تمہارے میں سے ایک کے غائب رہنے سے سو اس کے پاس لاتے ہیں آپس میں مومنوں کی ارواح پوچھتی ہیں کہ فلاں نے کیا عمل کیا۔ فلاں نے کیا عمل کیا۔ پھر کہتی ہیں کہ اس کو چھوڑ دو۔ کہ یہ دنیا میں رنج و غم میں مبتلا تھی (اسے آرام کرنے دو) سو کہتی ہیں کہ فلانا مرگیا۔ کیا تمہارے پاس نہیں آیا۔ پس وہ کہتی ہیں کہ اس کو اس کی ماں کی طرف آگ دوزخ کی لے گئے ہیں۔ اور تحقیق جس وقت کافر کو موت آتی ہے تو اس کے پاس عذاب کے فرشتے ایک ٹاٹ لاتے ہیں اور روح سے کہتے ہیں کہ نکل ناخوش اللہ عز و جل کے عذاب کی طرف تجھ پر ناخوشی کی گئی۔ پس روح

نہایت بدبو دار مردار کی طرح نکلتی ہے یہاں تک کہ اس کو زمین کے دروازہ کی طرف لاتے ہیں اور فرشتے کہتے ہیں کہ کہ کتنی بری ہے یہ بدبو (کہ دماغ پھٹا جاتا ہے کیسی خبیث روح ہے یہ) پس اس کو کفار کی ارواح میں داخل کردیتے ہیں۔" اس کو احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

عن البراء بن عازب قال خرجنا مع النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی جنازۃ رجل من الانصار فانتهینا الی القبر یلحد فجلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وجلسنا حوله کان علی روسنا الطیر وفی یدہ عود ینکت به فی الارض فرفع راسه فقال استعیذوا باللّٰہ من عذاب القبر مرتین او ثلثا" ثم قال ان العبد المومن اذا کان فی انقطاع من الدنیا و اقبال من الاخرۃ نزل الیه ملئکة من السماء بیض الوجوہ کان وجوههم الشمس معهم کفن من اکفان الجنة و حنوط من حنوط الجنته حتی یجلسوا منه مد البصر ثم یجیئی ملک الموت علیه السلام حتی یجلس عند راسه فیقول ایتها النفس الطیبة اخرجی الی مغفرة من اللّٰہ و رضوان قال فتخرج تسیل کما تسیل القطرۃ من السقاء فیاخذها فاذا اخذها لم یدعوها فی یدہ طرفة عین حتی یاخذوها فیجعلوها فی ذالک الکفن و فی ذالک الحنوط و یخرج منها کاطیب نفحة مسک و جدت علی وجه الارض قال فیصعدون بها یمرون یعنی بها علی ملاء" من الملئکة الا قالوا ما هذا الروح الطیب فیقولون فلان ابن فلان باحسن اسمائه التی کانوا یسمونه بها فی الدنیا حتی ینتهوا بها الی السماء الدنیا فیستفتحون له فیفتح لهم فشیعه من کل سماء مقربوها الی السماء التی تلیها حتی ینتهی به الی السماء السابعة فیقول اللّٰہ عز وجل اکتبوا

كتاب عبدی فی علیین واعیدوه الی الارض فانی منها خلقتهم و فیها
اعیدهم ومنها اخرجهم تارة اخری قال فتعاد روحه فی جسده فیاتیه
ملکان فیجلسانه فیقولان له من ربک فیقول ربی الله فیقولان له
مادینک فیقول دینی الاسلام فیقولان له ما هذالرجل الذی بعث فیکم
فیقول هو رسول الله صلی الله علیه وسلم فیقولان له وما علمک
فیقول قرات کتاب الله فامنت به و صدقت فینادی منا دمن السماء ان
صدق عبدی فافرشوه من الجنة والبسوه من الجنة قال فیاتیه من
روحها و طیبها فیفسح له فی قبره مد بصره قال و یاتیه رجل حسن
الثیاب طیب الریح فیقول ابشر بالذی یسرک هذا یومک الذی کنت
توعد فیقول من انت فوجهک الوجه یجیئی بالخیر فیقول انا عملک
الصالح فیقول رب اقم الساعة رب اقم الساعة حتی ارجع الی اهلی
ومالی قال وان العبد الکافر اذا کان فی انقطا ع من الدنیا واقبال من الاخرة
نزل الیه من السماء ملئکه سود الوجوه معهم المسوح فیجلسون منه مد
البصر ثم یجیئی ملک الموت حتی یجلس عند راسه فیقول ایتها
النفس الخبیثة اخرجی الی سخط من الله قال فتفرق فی جسده
فینزعها کما ینزع السفود من الصوف المبلول فیاخذها فاذا اخذها لم
یدعوها فی یده طرفة عین حتی یجعلوها فی تلک السموح و تخرج
منها کانتن ریح جیفة وجدت علی وجه الارض فیصعدون بها فلا
یمرون بها علی ملاء من الملئکة الا قالوا ما هذا الروح الخبیث
فیقولون فلان ابن فلان باقبح اسماء التی کان یسمی بها فی الدنیا
حتی ینتهی به الی السماء الدنیا حتی ینتهی به الی السماء الدنیا

فیستفتح له فلا یفتح له ثم قراء رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا تفتح لهم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط فیقول اللّٰه عز و جل اکتبوا کتابه فی سجین فی الارض اسفلی فتطرح روحه طرحًا" ثم قراء ومن یشرک باللّٰه فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر او تهوی به الریح فی مکان سحیق فتعاد روحه فی جسده ویاتیه ملکان فیجلسانه فیقولان له مادینک فیقول هاه هاه لا ادری فینادی مناد منالسماء ان کذب فافرشوه من النار و افتحوا له بابا" من النار فیاتیه من حرها و سمومها و یضیق علیه قبره حتی تختلف فیه اضلاعه و یاتیه رجل قبیح الوجه قبیح الثیات منتن الریح فیقول ابشر بالذی یسؤلک هذا یومک الذی کنت توعد فیقول من انت فوجهک الوجه یجیئی بالشر فیقول انا عملک الخبیث فیقول رب لا تقم الساعة۔ وفی روایة نحوه و زاد فیه اذا خرج روحه صلی علیه کل مکل بین السماء و الارض و کل ملک فی السماء و فتحت له ابواب السماء لیس من اهل باب الا وهم یدعون اللّٰه ان یعرج بروحه من قبلهم و تنزع نفسه یعنی الکافر مع العروق فیلعنه کل ملک بین السماء والارض و کل ملک فی السماء و تغلق ابواب السماء لیس من اهل باب الا وهم یدعون اللّٰه ان لا یعرج روحه من قبلهم۔ رواه احمد۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ہم ایک انصاری کے جنازہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے اور قبرستان میں پہونچے ابھی اس کو دفن نہیں کیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ اور ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ اس طرح کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں (یعنی ہم بالکل خاموش اور ہمہ تن متوجہ تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی

اس سے آپ زمین کرید رہے تھے (جیسا کہ ایک متفکر انسان کرتا ہے) آپؐ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا۔ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو یہ دو یا تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا۔ جب بندہ مومن، اس دنیا کی زندگی سے منہ موڑتا اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے نہایت روشن ہوتے ہیں گویا ان کے منہ آفتاب ہیں۔ ان کے پاس جنت کے کفنوں میں سے کفن اور جنت کی خوشبوؤں میں سے خوشبو ہوتی ہے جہاں تک اس کی نگاہ پہونچتی ہے فرشتے اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر کہتے ہیں۔ اے پاک روح! اللہ کی مغفرت و خوشنودی کی طرف نکل ۔ فرمایا حضور ﷺ نے یہ سنتے ہی روح نکلتی ہے بہتی ہوئی جیسے پانی کا قطرہ بہتا ہے مشک میں سے (یعنی مومن کی جان سہولت نکلتی ہے) سو ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں۔ ان کے ہاتھ سے پلک مارتے دوسرے فرشتے لے لیتے ہیں۔ وہ کفن جو وہ جنت سے لاتے ہیں وہ پہناتے اور جنتی خوشبو لگاتے ہیں پھر اس روح سے مشک کی بہتر خوشبو نکلتی ہے سو اس کو لے کر چڑھتے ہیں۔ جہاں سے بھی وہ اس جان کو لے کر گزرتے ہیں فرشتے کہتے ہیں یہ کیسی پاک و طیب روح ہے۔ لانے والے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلانا فلاں کا بیٹا ہے دنیا والے اس کو اچھے ناموں کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے (دنیا میں یہ اپنی نیکیوں کی وجہ سے مشہور تھا) یہاں تک کہ اس کو آسمان دنیا تک لے کر پہونچتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں۔ سو دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ ہر آسمان کے مقرب فرشتے ان کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح وہ ساتویں آسمان تک پہونچتے ہیں۔ پس اللہ تعالی عزوجل فرماتے ہیں (مقام) علیین میں میرے بندہ کا نامہ اعمال لکھو اور اس کو زمین کی طرف پھر لے جاؤ (یعنی اس کے بدن میں جو قبر میں ہے) اس لئے کہ میں نے اس کو زمین ہی سے پیدا کیا ہے ان کو اور اسی میں ان کو بھیجتا ہوں۔ اور اسی سے ان کو پھر دوبارہ نکالوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا پس اس کی روح اس کے بدن میں ڈالی جاتی ہے۔ پھر اسکے

پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آتے ہیں۔ اور اس کو بٹھلا کر کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دن اسلام ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اس سے پوچھتے ہیں کہ یہ تونے کیسے جانا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب کو پڑھا۔ (اس سے آپ کی نبوت کو سمجھا۔) میں آپ ﷺ پر ایمان لایا۔ اور میں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔ پس آسمان سے ایک منادی پکارتا ہے۔ میرا بندہ سچا ہے۔ سو اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اسے بہشتی لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اسے جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور حد نگاہ تک اس کی قبر کشادہ کی جاتی ہے آپ ؑ نے فرمایا۔ پھر اس کے پاس ایک شخص خوبرو اچھے کپڑے والا اور خوشبو والا آتا ہے اور کہتا ہے کہ خوشخبری ہو تجھے ان نعمتوں کی جو آج تجھے (اس قبر میں) میسر آئی ہیں اور جن کا تجھے (دنیا میں) وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ اس سے پوچھتا ہے۔ تو کون ہے؟ کہ تیرا چہرہ بڑا ہی خوبصورت ہے اور تو مجھے ان نعمتوں کی بشارت دے رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ یہ سن کر وہ کہتا ہے۔ کہ میرے پروردگار قیامت برپا کر تاکہ میں اپنے اہل و مال کی طرف جاؤں (یعنی جنت میں اور ان سے زیادہ نعمتیں حاصل کروں۔) حضور ﷺ نے فرمایا۔ اور کافر بندہ جب اس دنیا سے قطع تعلق کرتا اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اس پر سیاہ رو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں اس کی حد نگاہ تک بیٹھتے ہیں۔ پھر ملک الموت آتا ہے۔ اور اس کے سر پر بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ناپاک روح اللہ کے عذاب کی طرف نکل آ (عذاب الٰہی بھگتنے اور کفر کا مزہ چکھنے کو تیار ہوجا) حضور ﷺ نے فرمایا کہ (یہ سن کر) کافر کی جان مضطرب و پراگندہ ہوتی ہے اس کے بدن میں (یعنی چھپتی پھرتی ہے) پس ملک الموت اس کو کھینچتا ہے ایسے جیسے کھینچا جاتا ہے آنکڑہ تر صوف سے اس کو لیتا ہے۔ فرشتے اس کو اس کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے ایک پل بھر بھی

اس کو جلدی سے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اس کی روح سے مردار کی بدبو پھیلتی ہے، اتنی بری جو زمین میں پائی جائے پھر اس کو لے کر چڑھتے تھے ہیں جن فرشتوں کے پاس بھی گذرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ کیسی سڑی ہوئی خبیث روح ہے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ یہ فلاں ابن فلاں ہے۔ اس کو دنیا میں برے ناموں کے ساتھ پکارا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہونچتے ہیں۔ اس کے لئے دروازہ کھلوایا جاتا ہے مگر اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور کافروں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہونگے یہاں تک کہ داخل ہو اونٹ سوئی کہ ناکہ سے۔" پس اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ اس کے نامہ اعمال کو سب سے نیچی زمین مقام سجین میں لکھو سو اس کی روح پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔" اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو وہ ایسا ہے گویا آسمان سے منہ کے بل گر پڑا سو اسے پرندے اچک لیتے ہیں یا ہوا اس کو بہت دور پھینک دیتی ہے (یعنی وہ ہلاک اور اللہ کی رحمت سے دور ہوجاتا ہے) پس اس کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے۔ ہائے افسوس ہائے افسوس میں نہیں جانتا وہ کہتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے۔ ہائے افسوس میں نہیں جانتا۔ وہ کہتے ہیں وہ شخص کون ہے جو تم میں (نبی بنا کر) بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے ہائے افسوس میں نہیں جانتا۔ پس ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ اس کے لئے دوزخ کا دروازہ کھول دو۔ سو اس کو دوزخ کی گرمی اور بو آتی ہے اور اس پر اس کی قبر تنگ کی جاتی ہے' یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہوجاتی ہیں۔ اور اس کے پاس ایک نہایت ہی بدشکل برے کپڑوں اور بدبو والا آدمی آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے برائی کی (یعنی عذاب کی) خوشخبری ہو۔ یہ وہ دن ہے جس کا تجھ سے (دنیا میں) وعدہ کیا جاتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ تو کون ہے کہ تیری شکل نہایت مکروہ ہے اور تو مجھے

برائی کی خوشخبری دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں تیرا عمل ہوں پھر وہ مردہ کہتا ہے' کہ اے میرے پروردگار قیامت کو قائم نہ کر۔ ایک اور روایت اس کی مانند ہے' اس روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جس وقت مومن کی روح نکلتی ہے تو آسمان و زمین اور آسمان میں جتنے بھی فرشتے ہیں سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر دروازہ والے فرشتے بھی دعا کرتے ہیں کہ اس کی روح ان کی طرف چڑھائی جائے۔ اور کافر کی جان رگوں سے کھینچی جاتی ہے اور آسمان و زمین کے تمام فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں آسمان کے دروازے بند کرلئے جاتے ہیں اور ہر دروازہ والے فرشتے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ان کی طرف سے اس کی روح نہ چڑھائی جائے (مطلب یہ کہ کافر کی روح بڑی مشکل سے نکلتی ہے' فرشتے اس کو زبردستی کھینچ کر نکالتے ہیں) اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔

عن عبدالرحمٰن بن کعب عن ابیہ قال لما حضرت کعباً ن الوفاۃ اتتہ ام بشر بنت البراء بن معرور فقالت یا ابا عبدالرحمٰن ان لقیت فلاناً اقراء علیہ منی السلام فقال غفر اللّٰہ لک یا ام بشر نحن اشغل من ذالک قالت یا ابا عبدالرحمٰن اما سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ان ارواح المومنین فی طیر خضر تعلق بشجر الجنتہ قال بلٰی قالت فھو ذاک۔ رواہ ابن ماجہ و البھیقی فی کتاب البعث والنشور

عبدالرحمٰن بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب کعبؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے پاس ام بشر براء بن معرور کی بیٹی آئی اور کہا اے ابو عبدالرحمٰن! اگر تو فلاں سے ملے تو اسے میرا سلام کہہ دینا۔ کعبؓ نے کہا۔ اے ام بشر اللہ تجھے معاف کرے۔ ہم تو اس سے زیادہ مشغول ہوں گے (یعنی برزخ میں ہم اپنے حال میں گرفتار ہوں گے ہمیں سلام پہونچانے کی ہوش کہاں ہوگی) اس نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن کیا تم نے

رسول خدا ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ مومنوں کی ارواح سبز پرندوں کے قالب میں ہوں گی اور بہشت کے درختوں کے میوے کھائیں گی۔ کہاں ہاں سنا ہے۔ ام بشر نے کہا کہ پس وہ یہ ہے (یعنی وہ بھی اسی صورت میں ہوں گے اور تم بھی اسی صورت میں ہوگے)

اس کو ابن ماجہ نے اور بیہقی نے کتاب بعث و النشور میں روایت کیا ہے۔

ف کبار تابعین سے ہیں حضور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔

وعنه عن ابيه انه كان يحدث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انما نسمة المومن طير تعلق فى شجر الجنة حتى يرجعه الله فى جسده يوم يبعثه رواه مالك و النسائى و البيهقى فى كتاب البعث والنشور۔

اور وہی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ "حقیقت یہ ہے کہ مومن کی روح پرندہ جانور کی صورت میں جنت کے میوے کھاتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ پاک جس دن اسے اٹھائے گا تو اس کو اس کے جسم میں پھیر دے گا۔"

اس کو مالک نسائی اور بیہقی نے کتاب بعث والنشور میں روایت کیا ہے

عن محمد بن المنكدر قال دخلت على جابر بن عبد الله وهو يموت فقلت اقراء على رسول الله صلى الله عليه وسلم السلام۔ رواه ابن ماجه۔

محمد بن منکدر ؓ کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ کے پاس اس حال میں آیا کہ آپ انتقال فرما رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہہ دینا۔

اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

تشریح۔ یہاں اس بحث میں سات احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ مشکوہ باب مایقال عنہ من حضرہ الموت سے منقول ہیں۔ اور یہ احادیث قرآن مجید کی سورہ النمل کی آیت نوے اور اسی طرح یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک اور اسی طرح اور بھی بہت سی آیات کی تفسیر ہے کیونکہ لوگوں کو مرتے وقت کے حالات اور انجام کا پتہ نہیں ہے اور ظاہر بات ہے کہ مومن اور کافر برابر تو نہیں ہوسکتے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس لئے ان احادیث میں مومن کی معرفت کے الگ حالات اور فاسقوں اور کافروں کے الگ الگ حالات بیان فرماکر عدل و احسان کا فریضہ ادا فرمایا ہے اور ان احادیث میں جو مومن کی روح کا جنت میں رہنا اور کافر کی روح کا دوزخ میں ہونا مذکور ہے اس کی پوری تحقیق مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن سے جلد ہشتم میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) کی جو تحقیق نقل فرمائی ہے وہ ھدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

نفس اور روح کے متعلق تحقیق

بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جو تحقیق فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نفس انسانی ایک جسم لطیف ہے جو اس کے جسم کثیف میں سمایا ہوا ہے۔ اور انہیں مادی عناصر اربع سے بنا ہے۔ فلاسفہ اور اطبا اسی کو روح کہتے ہیں مگر در حقیقت روح انسانی ایک جوہر مجرد اور لطیفہ ربانی ہے جو اس طبعی روح یعنی نفس کے ساتھ ایک خاص تعلق رکھتا ہے۔ اور طبعی روح یعنی نفس کی حیات خود اس لطفیہ ربانی پر موقوف ہے ۔ گویا کہ اس کو روح الروح کہتے ہیں۔ کہ جسم کی زندگی نفس سے ہے اور نفس کی زندگی اس روح سے وابستہ ہے ۔ اور اس جوہر مجرد اور لطیفہ ربانیہ کا تعلق اسی جسم لطیف یعنی نفس کے ساتھ کیا اور کس طرح ہے۔ اس کی حقیقت کا علم ان کے پیدا کرنے

والے کے سوا کسی کو نہیں۔ اور جسم لطیف جس کا نام نفس ہے اس کو حق تعالی نے اپنی قدرت سے ایک آئینہ کی مثال بنایا ہے جو آفتاب کے بالمقابل رکھ دیا گیا ہو تو آفتاب کی روشنی اس میں ایسی آجاتی ہے کہ یہ خود آفتاب کی طرح روشنی پھیلاتا ہے نفس انسانی اگر تعلیم وحی کے مطابق ریاضت و محنت کرلیتا ہے تو وہ بھی منور ہوجاتا ہے ورنہ وہ جسم کثیف کے خراب اثرات میں ملوث ہوجاتا ہے۔ یہی جسم لطیف ہے جس کو فرشتے اوپر لے جاتے ہیں۔ اور پھر اعزاز کے ساتھ نیچے لاتے ہیں جبکہ وہ منور ہو چکا ہو۔ ورنہ آسمان کے دروازے اس کے لئے نہیں کھلتے۔ اوپر سے ہی نیچے پٹخ دیا جاتا ہے۔ یہی جسم لطیف ہے جس کے بارے میں قرآن میں ہے

کہ ہم نے اس کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس میں لوٹائیں گے پھر اسی سے دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہی جسم لطیف اعمال صالحہ سے منور اور خوشبودار بن جاتا ہے۔ اور کفرو شرک سے بدبو دار ہوجاتا ہے۔ باقی روح مجرد اس کا تعلق جسم کثیف کے ساتھ بواسطہ جسم لطیف یعنی نفس کے ہوتا ہے۔ اس پر موت طاری نہیں ہوتی۔ قبر کا عذاب و ثواب بھی اسی جسم لطیف یعنی نفس سے وابستہ ہے۔ اور اس نفس کا تعلق قبر سے ہی رہتا ہے۔ اور روح مجرد علیین میں ہوتی ہے۔ اور روح مجرد اس کے ثواب و عذاب سے بالواسطہ متاثر ہوتی ہے اس طرح روح کا قبر میں ہونا بنفسہ صحیح ہے اور اس کا عالم ارواح علیین میں ہونا بھی روح مجرد صحیح ہے۔ اس سے ان روایات مختلفہ کی تطبیق ہوجاتی ہے۔

نماز جنازہ کی شرط اول طہارۃ میت اور اس کا طریقہ

یاایھاالذین امنوا اذا قمتم الی الصلوہ فاغسلوا وجوھکم و ایدیکم الی لمرافق وامسحوا برؤسکم و ارجلکم الی الکعبین و ان کنتم جنبا

فاطھروا۔ وان کنتم مرضی او علی سفر اوجاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء" فتیمموا صعیدا" طیبا" فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ۔ ما یرید اللہ لیجعل علیکم منحرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکمُ لعلکم تشکرون۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب کھڑے ہو تم واسطے نماز کے پس دھوؤ موھوں اپنوں کو اور ہاتھوں اپنوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو سروں اپنوں کو اور پاؤں اپنوں کو ٹخنوں تک اور اگر ہو تم ناپاک پس نہاؤ اور اگر ہو تم بیمار یا اوپر سفر کے یا آوے کوئی تم میں سے مکان ضرور سے یا صحبت کرو تم عورتوں سے پس نہ پاؤ تم پانی پس قصد کرو مٹی پاک کا پس ملو منہ اپنے کو اور ہاتھوں اپنوں کو اس سے نہیں ارادہ کرتا اللہ تاکہ کرے اوپر تمہارے کچھ تنگی ولیکن ارادہ کرتا ہے تاکہ پاک کرے تم کو اور پوری کرے نعمت اپنی اوپر تمہارے تاکہ تم شکر کرو۔ (سورہ المائدہ آیت ٦)

تفسیر۔ بظاہر اور سرسری طور پر اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم زندہ مسلمانوں کو ہے کہ وہ جب نماز کے لئے اٹھیں تو وضو کرلیں۔ اور اگر جنبی ہوں تو غسل کرلیں بیمار ہوں یا سفر میں ہوں اور پانی نہ ہو تو تیمم کرلیں۔ اور آخر میں فرمایا ہے کہ اس کا مقصد مومنوں کو پاک کرنا ہے اور شارح قرآن اور ترجمان وحی حضرت محمد (ﷺ) کے ارشادات اور عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف زندہ مسلمانوں کو نہیں کہ اپنے آپ کو پاک رکھیں بلکہ انہیں یہ بھی حکم ہے کہ وہ اپنے مردوں کو بھی اسی طرح پاک کرلیں اور اگر انہیں پانی نہ ملے تو وہ اپنے ان مردوں کو بھی اسی طرح تیمم کرادیں۔ چنانچہ اس کی پوری تفصیل احادیث میں آرہی ہیں۔

عن ام عطیہ قالت دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ونحن تغسل ابنتہ فقال اغسلنھا ثلاثا" او خمسا" او اکثر من ذالک ان

رئیتن ذالک بماء و سدر واجعلن فی الاخرہ کافوراً او شیئاً من کافور فاذا فرغتن فاذننی فلما فرغنا اذناہ فالقی الینا حقوہ فقال اشعر قبھا ایاہ وفی روایۃ اغسلنھا وتراً او خمساً او سبعاً وابدان بمیا فنھا و مواضع الوضوء منھا وقالت فغفرنا شرھا قرون فالقیناھا خلفھا (متفق علیہ)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم آپؐ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کو تین یا پانچ یا جتنا زیادہ مناسب سمجھو اسے غسل دو۔ اور یہ غسل پانی اور بیری کے پتوں سے دو۔ اور آخر میں کافور یا فرمایا کچھ کافور ـ اس پر ڈال دو۔ اور جب فارغ ہوجاؤ تو مجھے بتانا۔ پس جب ہم فارغ ہوئیں تو ہم نے آپؐ کو اطلاع دی تو آپؐ نے اپنی تہہ بند عنایت فرمائی۔ اور فرمایا کہ اس کو اس کے بدن کے ساتھ لگاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے آپؐ نے فرمایا اس کو طاق مرتبہ غسل دو تین ۔ پانچ یا سات مرتبہ۔ اور اس کی دائیں طرف سے اور وضو کی جگہ سے غسل شروع کرو۔ اور ام عطیہ نے کہا کہ ہم نے اس کے بالوں کی تین لٹیں بنائیں اور انہیں پیٹھ کے پیچھے ڈالا۔

تشریح۔ یہ حدیث قرآن مجید کی سورہ المائدہ کی آیت چھ کی تفسیر ہے اس سے آٹھ چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ مردوں کو غسل دینا زندوں کا فرض ہے کیونکہ آپ ﷺ نے خواتین کو حکم دیا تھا اغسلنھا کہ اس کو غسل دو۔ اور یہ صیغہ امر ہے جو وجوب کے کے لئے آتا ہے۔ اور فرض کے لئے بھی آتا ہے اور دوسرا اس سے یہ معلوم ہوا کہ کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ سات مرتبہ چاہیے یعنی اگر تین مرتبہ سے اچھی صفائی ہوجائے تو پھر زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تین سے صفائی نہ ہو تو پھر پانچ یا سات مرتبہ تک جائز ہے۔ اس سے زیادہ فضول خرچی ہے اور تیسری یہ بات معلوم ہوئی کہ پانی میں بیری کے پتے

ملا کر غسل دینا چاہئے کیونکہ اس سے صفائی اچھی ہوتی ہے۔ اور اگر بیری کے پتے میسر نہ ہوں تو صابن کافی ہے۔ اور چوتھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ مردے پر کچھ کافور بھی لگانی چاہئے۔ اور پانچواں یہ معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کا مستعمل کپڑا مردے کے کفن کے نیچے رکھ دینا چاہئے اس سے اسے برکت حاصل ہوگی۔ اور چھٹا یہ معلوم ہوا کہ غسل پہلے مردے کے دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے اور پھر بائیں طرف سے۔ اور ساتواں یہ معلوم ہوا کہ مردے کر وضو کرانا چاہئے جیسا کہ نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اور آٹھواں یہ معلوم ہوا کہ میت اگر عورت ہو تو اس کے بالوں کی تین لٹیں بنا کر اس کی پیٹھ کی طرف ڈال دینا چاہئے اور غسل دیتے وقت میت کے کپڑے اتار دینا چاہئے۔ اور اس کی شرمگاہ پر رومال وغیرہ ڈال کر اسے غسل دینا ہے۔ کیونکہ اس کی شرمگاہ (دیکھنا حرام ہے۔)

میت کو کفن بھی پہنایا جائے

یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواٰتکم وریشاً ولباس التقوٰی ذلک خیر۔ (سورہ الاعراف آیت ۲۶)

اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری شرمگاہیں ڈھانکتا ہے اور آرائش کے کپڑے بھی اتارے ہیں۔ اور پرہیز گاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔

تفسیر۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح زندہ انسانوں کے لئے لباس ضروری ہے اسی طرح مردوں کے لئے بھی ضروری ہے کیونکہ وہ بھی تو بنی آدم ہیں مگر وہ تو محتاج ہیں وہ از سر خود تو لباس نہیں پہن سکتے لہٰذا زندہ انسانوں کو چاہئے کہ وہ انہیں لباس پہنائیں اب اس کا یہ لباس کیسا ہونا چاہئے: اس کی تفصیل احادیث میں آرہی ہے۔

مرد کا مسنون کفن تین کفایتی دو اور ضروری ایک چادر

عن عائشۃ قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفن فی ثلاثۃ اثواب یما نسیۃ بیض سحولیۃ من کرسف لیس فیھا قمیص ولا عمامۃ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں دفنایا گیا جو یمنی سفید نحول (علاقہ) اور روئی کے تھے۔ اور ان میں قمیص اور پگڑی نہیں تھے۔

عن عبادۃ ابن الصامت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر الکفن الحلۃ و خیر الا ضحیۃ الکبش الاقرن (ابو داؤد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہتر کفن حلہ اور چادر ہے اور قربانی کے لئے بہتر سینگوں والا دنبہ ہے۔

عن سعد ابن ابراھیم عن ابیہ ان عبدالرحمان بن عوف اتی بطعام وکان صائماً فقال قتل مصعب ابن عمیر وھو خیر منی کفن فی بردۃ ان غطی راسہ بدت رجلاہ و ان غطی رجلاہ بدراسہ و اراہ قال وقتل حمزہ وھو خیر منی ثم بسط من الدنیا کا بسط اوقال اعطینامن الدنیا ما اعطینا ولقد خشینا ان نکون حساناتنا عجلت لنا ثم جعل یبکی حتی ترک الطعام (بخاری)

سعد بن ابراہیم اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا لایا گیا حالانکہ وہ روزے سے تھے تو فرمایا کہ معصب بن عمیر قتل کئے گئے حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے۔ انہیں ایک چادر میں کفنایا گیا۔ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو پاؤں ظاہر ہو جاتے۔ اور اگر

انکے پاؤں ڈھانپے جاتے تو سر ظاہر ہوجاتا اور اسے دیکھا جاتا۔ اور حضرت حمزہ قتل ہوگئے حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے پھر ہم پر دنیا پھیلائی گئی جو پھیلائی گئی یا فرمایا کہ ہمیں دنیا دی گئی جو دی گئی۔ اور ہمیں خدشہ ہوگیا ہے کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلدی دیا جائے پھر رونا شروع کیا اور کھانا چھوڑ دیا۔"

تشریح۔

یہاں اس بحث میں تین احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں مشکوۃ باب غسل المیت و تکفینہ سے منقول ہیں۔ اور یہ تینوں قرآن مجید کی آیت (یبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا" یواری سوآتکم وریشا) کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اے بنی آدم ہم نے تمہارے لئے لباس بنایا ہے جو تمہاری شرمگاہیں ڈھانپتا ہے اور تمہارے زیبائش ہے اور بنی آدم میں زندہ اولاد آدم بھی شامل ہے اور مردہ بھی شامل ہے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ زندوں کے لئے کیسا لباس چاہئے اور مردوں کے لئے کیسا اور اسی طرح یہ بھی نہیں بتایا کہ زندہ انسانوں کو کتنے اور کہاں تک کپڑے پہننے چاہئیں اور مردہ انسانوں کو کتنے اور کہاں تک کپڑے درکار ہیں۔ اور اسی طرح مردوں اور عورتوں کے لباس کا فرق بھی نہیں بیان فرمایا اس طرح یہ آیت مجمل ہے۔ زندہ انسانوں کے لباس کی تفصیل تو شرائط الصلوۃ میں بیان ہوچکی ہے۔ اور اب مردہ انسانوں کے لباس کی تشریح یہاں ان احادیث میں ہے۔

یہاں پہلی حدیث جو حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے منقول ہے اس میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں دفنایا گیا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث میں چند قیودات لگائی ہیں پہلی قید کفن ماضی مجہول کی صیغہ آپ نے استعمال فرمایا ہے اس کا معنی ہے آپؐ کو کفن دیا گیا۔ اب یہاں یہ ذکر نہیں کیا کہ کیا یہ کفن آپؐ کو آپؐ کے ذاتی مال میں سے دیا گیا یا کہ آپؐ کے اہل خانہ میں سے کسی نے دیا البتہ

تعداد بتادی ہے کہ وہ تین کپڑے تھے۔ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفن کی اس تعداد پر آپ کے صحابہ کا اجماع تھا۔ اور اس کفن کو کفن سنت کہتے ہیں۔

اور دوسری قید آپ نے یمان۔ تیسری سحولی۔ اور چوتھی کرسف لگائی ہے۔ یہ اتفاقی ہیں ان سے کوئی مسئلہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ اور پانچویں قید جو بیض کی لگائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے کہ کفن کا کپڑا سفید ہونا چاہئے اور دوسری حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفن کے لئے سفید کپڑے کو پسند فرمایا تھا۔

بہرحال سفید کپڑا بہتر اور پسندیدہ ہے لازمی نہیں ہے۔ رنگین کپڑے کے اندر بھی مردے کو کفنایا جاسکتا ہے۔ اور چھٹی قید آپ نے یہ لگائی ہے کہ لیس فیہا قمیص ولا عمامہ کہ ان کپڑوں میں قمیص اور پگڑی نہیں تھی۔ قمیص کی تشریح میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ شافعی کہتے ہیں کہ آپؐ کے کفن کی صرف تین بڑی چادریں تھیں کفنی نہیں تھی۔ اور احناف کہتے ہیں کہ قمیص سے مراد یہ ہے کہ سلی ہوئی نہیں تھی۔ لہٰذا کفن میں دو بڑی چادریں اور ایک ان سلی کفنی ہونی چاہئے۔ اور دوسری حدیث یہاں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ بہتر کفن حلہ ہے اور حلہ کا اطلاق دو تہ دار چادروں پر ہوتا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفن کے لئے دو چادریں بھی کافی ہیں۔ اور تیسری حدیث میں حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو جب شہید کیا گیا تھا تو انہیں صرف ایک تنگ چادر میں دفنایا گیا تھا۔ پس ان تینوں احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کے لئے کفن سنت تین چادریں کفایت دو چادریں اور ضروری ایک چادر ہے۔

عورتوں کے لئے کفن سنت پانچ کفایت تین اور ضروری ایک کپڑا ہے

ان لیلی بنت قائف الثقفیة قالت کنت فیمن غسل ام کلثوم بنت رسول اللہ (صلی اللہ عیہ وسلم عند وفاتھا فکان اول ما اعطانا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ سلم) الحقاء ثم الدرع ثم الخمار ثم الملحفة ثم ادرجت فی الثوب الاخر قالت و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس عند الباب معہ کفنھا ینا ولنا بھا ثوبا" ثوبا" (ابو داؤد)

لیلی بنت قائف ثقفیہ نے کہا کہ میں ان عورتوں میں سے تھی جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ام کلثوم کو وفات کے وقت غسل دیا تھا۔

سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سینہ بند دیا پھر کرتہ۔ پھر سر بند پھر لفافہ۔ پھر ایک دوسرے کپڑے میں اسے رکھا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انکے پاس اس کا کفن تھا اور ایک ایک کپڑا آپؐ ہمیں دیتے تھے۔

تشریح۔

یہ حدیث ابوداؤد کتاب الجنائز سے منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے لئے کفن سنت پانچ کپڑے ہیں۔ کرتہ۔ ازار۔ سربند چادر اور سینہ بند اور کفن کفایت تین کپڑے ہیں ازار چادر سربند ہیں اور ضروری ایک ہے۔ کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر ہو۔ پھر ازار اس کے اوپر کرتہ پھر مردے کو اس کے اوپر لے جا کے پہلے کرتہ پہنانا ہے۔ پھر بالوں کی تین لٹیں بنا کر پیچھے ڈالنا ہے۔ اس کے سربند۔ پھر ازار لپیٹنا ہے پہلے بائیں طرف سے پھر دائیں طرف سے پھر سینہ بند باندھنا ہے پھر چادر لپیٹ دینا ہے پہلے بائیں طرف سے

پھر دائیں طرف سے (ملخص از بہشتی زیور)

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تغالوا فی الکفن فانہ یسلب سلبا" سریعا"

(ابوداؤد) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کفن میں غلو مت کرو۔ غلو کے معنی میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مرد کے لئے تین اور عورت کے لئے پانچ سے زیادہ کپڑے نہیں ہونے چاہئیں۔ کیونکہ اس مقررہ حد سے زیادہ کپڑا فضول ہے۔ اور یا غلو کے معنی ہیں کہ کفن کے لئے زیادہ قیمتی کپڑا نہیں ہونا چاہئے بلکہ درمیانہ ہونا چاہئے کیونکہ کفن جلدی بوسیدہ ہوجائے گا۔ مقرر تعداد سے زیادہ قیمتی کا فائدہ نہیں ہے۔

محرم کو دو کپڑوں میں دفنایا جائے اور اسے خوشبو نہ لگائی جائے

عن عبداللہ ابن عباس قال ان رجلا" کان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوقعتہ ناقتہ وھو محرم فمات فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اغسلوہ بماء وسد ر کفنوہ فی ثوبیہ ولا تمسوہ بطیب ولا تخمروا راسہ فانہ یبعث یوم القیمۃ ملبیا" (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اور اس کی اونٹنی نے اس کی گردن توڑ دی اور محرم تھا پھر وہ مرگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پانی اور بیری سے غسل دو اور اس کو صرف دو کپڑوں میں دفناؤ۔ اسے خوشبو نہ لگاؤ اور اس کا سر نہ ڈھانپو کیونکہ یہ قیامت کے دن تلبیہ

پڑھتا ہوا اٹھایا جائے گا (مشکوہ باب تکفین میت)

شہداء کو اپنے خون آلود کپڑوں میں ہی دفنانا ہے

عن ابن عباس قال امر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتلی احد ان ینزع عنھم الحدید والجلود و یدفنو بدمائم و ثیابھم (ابوداؤد ابن ماجہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کے بارے میں حکم دیا تھا کہ ان سے لوہا (زرہیں) اور چمڑے (پوستین) اتاردی جائیں اور ان کو انکے کپڑوں اور خون کے ساتھ دفنایا جائے۔
مشکوہ باب تکفین میت)

جنازہ دفنانے کے لئے جلدی لیجانا چاہیئے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اسرعوا بالجنازۃ فان تک صالحۃ فخیر" تقدمو نھا الیہ وان تک سوای ذالک فشر تصعونہ عن رقابکم (متفق علیہ)

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنازہ جلدی لیجاؤ۔ اگر وہ نیک ہے تو اچھا ہے اس اچھائی تک اسے پہنچاؤ اور اگر اس کے سوا ہے تو وہ برا ہے اسے اپنی گردنوں سے اتاردو۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا وضعت الجنازۃ فاحتملھا الرجال علی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانتت غیر صالحۃ قالت لاھلھا یا ویلھا این تذھبون بھا ویسمع

صوتها کل شئی الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق (بخاری)

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت رکھی جاتی ہے پھر لوگ اس کو اپنی گردنوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ اگر وہ نیک ہو تو وہ کہتی ہے کہ مجھے جلدی آگے پہنچاؤ۔ اور اگر وہ نیک نہ ہو تو وہ اپنی اہل کو کہتی ہے تم برباد ہوجاؤ مجھے کدھر لیجاتے ہو۔ اور اس کی آواز انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے۔ اگر انسان اس کی آواز سن لے تو بے ہوش ہوجائے۔

تشریح۔

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں اور یہ دونوں سورۃ النحل کی آیت نوے کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی اور احسان کرنے کی تعلیم دی ہے۔ اور مردہ بھی انسان ہے معلوم ہوا کہ اس کا بھی حق ادا کرنا چاہیئے۔ اب اس کا کیا حق ہے؟ تو اس سلسلہ میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب جنازہ تیار ہوجائے تو اسے دفنانے کے لئے جلدی لیجاؤ۔ اگر نیک ہے تو قبر اس کے اچھی جگہ ہے اسے وہاں تک جلدی پہنچانا چاہیئے یہ اس کا حق ہے اور اگر وہ برا ہے تو جلدی اس سے اپنی جان چھڑاؤ۔

اور دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ میت نیک ہو تو وہ خود بھی کہتی ہے کہ مجھے جلدی لے جاؤ۔ اور اگر وہ بری ہے تو وہ جانے کے لئے تیار نہیں ہوتی بلکہ وہ لے جانے والوں کو بددعائیں دیتی ہے کہ تم برباد ہوجاؤ مجھے کدھر لیجاتے ہو۔اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی آواز انسان کے سوا ہر چیز سنتی ہے ۔ اگر انسان سن لے تو بے ہوش ہوجائے۔ مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میت میں تو اب جان نہیں ہوتی وہ کس طرح بولتی ہے؟ محدثین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ میت کی حیات عرفی ختم ہوجاتی ہے۔ حقیقی حیات موجود ہے جو ہر ذرے میں پائی جاتی ہے وہ اس حیاتی سے بولتی ہے (واللہ اعلم)

سوار کو جنازے کے پیچھے چلنا چاہئے اور پیادہ جیسے چاہے چل سکتا ہے

عن المغیرۃ ابن شعبة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال الراکب یسیر خلف الجنازۃ والماشی یمشی خلفها وامامها وعن یمینها و عن یسارها قریبا" منها والسقط یصلی علیه ویدعیٰ لوالدیه بالمغفرۃ والرحمة (ابوداؤد)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار جنازے کے پیچھے چلے اور پیادہ اس کے پیچھے، آگے، دائیں، بائیں چل سکتا ہے۔= اور کچا بچہ نماز پڑھی جائے اس پر اور اس کے والدین کے لئے بخشش اور رحمت کی دعا کی جائے۔

عن ثوبان قال خرجنا مع النبی صلی اللہ علیه وسلم فی جنازۃ فرای ناسا" رکبانا" فقال الا تستحیون ان ملائکة اللہ علیٰ اقدامهم وانتم علی ظهور الدواب (ترمذی ابن ماجه)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ میں نکلے تو آپؐ نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا تو فرمایا کہ تمہیں حیا نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تو پیدل چلتے ہیں اور تم چارپاؤں کی پیٹھوں پر سوار ہو)

تشریح۔

یہاں اس بحث میں دو احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اور یہ سب مشکوۃ باب مشی بالجنازہ سے منقول ہیں۔ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے کا ادب سکھایا ہے کہ سوار

کو جنازے کے پیچھے چلنا چاہئے اور پیادہ جیسے چاہے آگے پیچھے دائیں بائیں اور ان کے قریب چل سکتا ہے۔

جنازے کے ساتھ جانے اور اٹھانے کے فضائل

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتبع جنازۃ مسلم ایمانا" و احتسابا" وکان معہ حتی یصلی علیھا ویفرغ من دفنھا فانہ یرجع بقیر طین کل قیراط مثل احد ومن صلی علیھا ثم رجع قبل ان تدفن فانہ یرجع بقیراط (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ایمان کی حالت میں ثواب سمجھ کر مسلمان کے جنازے کے پیچھے جائے نماز اور دفنانے سے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط کا ثواب لے کر لوٹتا ہے۔ اور ہر قیراط احد پہاڑ جیسی ہے۔ اور جو اس کی نماز جنازہ پڑھ کر دفنانے سے پہلے لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط کا ثواب لے کر لوٹتا ہے (قیراط دینار کے بارھویں حصے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں مراد اجر عظیم ہے۔)

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتبع جنازۃ وحملھا ثلث مرار فقد قضی ماعلیہ ما من حقھا رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب وقد روی فی شرح السنۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حمل جنازۃ سعد ابن معاذبین الصمودین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جنازے کے ساتھ گیا اور اسے تین مرتبہ اٹھایا تو اس نے وہ حق ادا کیا جو اس پر تھا۔ ترمذی

نے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور شرح سنہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ دوستونوں کے درمیان اٹھایا تھا۔

مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھانے کا حکم

واخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملا" و آخر سيئا"۔ عسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم۔ خذ من اموالهم صدقة تطهر هم وتزكيهم بها وصلى عليهم ان صلوتك سكن لهم والله سميع عليم۔
(سورہ التوبہ آیت ۱۰۲۔ ۱۰۳)

اور کچھ اور بھی ہیں کہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے اپنے نیک اور بد کاموں کو ملا دیا ہے قریب ہے کہ اللہ تعالی انہیں معاف کردے۔ بے شک اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے۔ اس سے ان کے ظاہر کو پاک اور باطن کو صاف کر دے۔ اور انہیں دعا دے۔ بے شک تیری دعا ان کے لیے تسکین ہے۔ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

شان نزول

غزوہ تبوک جو رجب سن ۹ ھ میں درپیش آیا تھا اس میں تمام مسلمانوں نے شرکت کی تھی جن کی تعداد تیس ہزار تھی۔ صرف دس صحابہ نے اس میں حصہ نہیں لیا تھا۔ اس غزوہ سے بھی جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فاتح واپس ہوئے تھے۔ اور آپؐ کے مقابلہ کے لئے آنے والی رومی فوجیں واپس ہوگئیں اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہ کیا۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں پہنچے تو آپؐ نے اس جہاد میں حصہ نہ

بنے والے منافقین کو کچھ نہ کہا مگر ان دس مخلصین کا (جنہوں نے اس جہاد میں حصہ نہیں لیا تھا) بائیکاٹ کیا، تو ان میں سے سات نے از سر خود اپنے آپ کو سزا کے طور پر مسجد نبوی کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا تھا تو اس وقت یہ آیات اتری ہیں ان میں ان کی توبہ قبول ہونے کا بیان ہے۔ پہلی آیت کے اول میں تو انہوں نے جو اللہ تعالی کے دربار میں توبہ کی اس کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کرلیا ہے کہ انہوں نے اپنے نیک اعمال کے ساتھ برا ملا لیا تھا اور اس آیت کے دوسرے حصہ میں اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کرنے کی جو خبر دی ہے اس کا بیان ہے۔ اور دوسری آیت میں ان کے بارے میں اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار حکم دیئے ہیں۔

پہلا حکم یہ ہے کہ ان کے مالوں سے صدقہ قبول کریں۔ اور یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ ان لوگوں نے یہ توبہ قبول ہونے کی وجہ سے صدقے دینے شروع کردیئے تھے۔ اور اس سے پہلے اللہ تعالی نے نبی کریم ﷺ کو منافقین کے صدقات قبول کرنے سے منع فرمایا تھا اور یہاں بھی چونکہ یہ احتمال تھا کہ شاید ان (کی) اجازت نہیں ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالی نے اسے دور کرنے کے لیے فرمایا ہے کہ آپؐ ان کے صدقات قبول کرلیں اور دوسرا حکم یہ دیا ہے کہ آپؐ ان صدقات کے ذریعہ ان کے ظاہر کو صاف کریں۔ اور وہ یہ ہے کہ جہاد میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے ان پر اللہ تعالی بھی ناراض ہوگیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوگئے تھے۔

اور آپؐ کے بقیہ صحابہ بھی ان کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اور صدقہ کی قبولیت ان کی رضامندی کی نشانی ہوگئی تھی۔ اور تیسرا حکم یہ ہے کہ آپؐ ان کے باطن کو پاک کریں۔ اس سے مراد ان کے دلوں کی کدورتیں وغیرہ دور کرنا ہے اور چوتھا حکم یہ ہے کہ آپؐ ان کے لئے دعا کریں۔ اور آخر میں فرمایا ہے کہ آپؐ کی دعا ان کے لیے سکون کا باعث ہوگی۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے یہ جو چار احکامات دیئے ہیں یہ صرف ان

سات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ بعض آیات کا شان نزول خاص ہوتا ہے مگر حکم ان کا عام ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہے۔ یعنی جس طرح آپ کو یہ حکم تھا کہ ان سات سے صدقات لے کر ان کے ظاہر و باطن کو صاف کریں اور ان کے لئے دعا کریں۔ اسی طرح باقی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی صدقات لے کر ان کے ظاہر و باطن کو پاک کرنے اور ان کے لئے دعا کرنے کا حکم تھا۔ اور آپؐ کا عمل بھی گواہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کرتے تھے۔ اور دعا کے بارے میں یہ آیت عام ہے۔ اس کی ایک مثال نماز جنازہ ہے اس کی تفصیل آنے والی احادیث میں آرہی ہے۔ اور ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق و فاجر اور گناہ گار مسلمان کی نماز جنازہ بھی پڑھنا فرض ہے۔ کیونکہ یہ آیات جن کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ خلطو عملا" صالحا و آخر سیئا"۔ اور ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ صدقات وغیرہ اور نماز جنازہ سے آدمی کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

نماز جنازہ ہر مسلمان کے حقوق میں سے ہے

عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق المسلم علی المسلم ست۔ قیل ماھن یا رسول اللہ۔ قال اذا لقیتہ فسلم علیہ۔ و اذا دعاک فاجبہ۔ واذا استنصحک فانصح لہ۔ واذا عطس فحمد اللہ فشمتہ۔ واذا مرض فعدہ۔ واذا مات فاتبعہ (مشکوۃ کتاب الجنائز بروایت مسلم)

حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ آپؐ سے کہا گیا کہ وہ کون سے ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تو اسے ملے تو اسے سلام دے۔ اور جب وہ تجھے ضیافت یا مدد کے لئے پکارے تو تو اس کی دعوت قبول کر۔ اور وہ جب تجھے نصیحت کا کہے تو اس کو نصیحت کر۔ اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للّٰہ کہے تو تو اس کو جواب دے یعنی یرحمک اللّٰہ کہہ اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کر اور جب وہ مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جا اور اس کی نماز جنازہ پڑھ۔

تشریح

یہ حدیث قرآن مجید کی آیت ایک سو تین کے جملہ صل علیھم کی تفسیر ہے اور یہ لفظ صل دعا کے معنی میں ہے لیکن ہر دعا کو نہیں کہتے بلکہ اس دعا کو کہتے ہیں جس میں پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہو اور پھر دعا ہو امام راغب۔ اور نماز جنازہ میں یہی کیفیت ہوتی ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہوتی ہے۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا ہے جو دعا ہی ہے۔ اور پھر میت کے لئے دعا ہوتی ہے اور جو دعا اس طرح کی جائے اس پر صل علیھم کا اطلاق ہوسکتا ہے اور نماز جنازہ اس کی ایک مثال ہے۔ اور اس جملہ میں اجمال ہے کیونکہ اس میں نماز جنازہ کی حیثیت کو نہیں بیان فرمایا اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد مبارک میں فرمایا ہے کہ وہ حق ہے۔ اور فرمایا کہ ہر ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرو۔ اور دوسرا یہ ہے کہ جب وہ مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ اور اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہاں سے معلوم کیا تھا کہ نماز جنازہ حق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں صل صیغہ امر ہے۔ اور امر وجوب کے لئے آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ واجب ہے اور فقہا اس کو فرض بھی کہتے ہیں۔ اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وجوب یا

فرض کو حق سے تعبیر فرمایا ہے تاکہ اس کی اہمیت معلوم ہوجائے ۔ اور حدیث کے بقیہ مضامین کی اہمیت بھی اس سے واضح ہوجاتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ **نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔**

فرض اصل میں دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک فرض عین اور دوسرا فرض کفایہ فرض عین وہ ہوتا ہے کہ جو امت کے تمام افراد پر فرض ہو۔ اور ہر ایک بذات خود اور مستقل طور پر اس کے ادا کرنے کا ذمہ دار ہو کسی دوسرے کے ادا کرنے سے وہ سبک دوش نہیں ہوسکتا جیسا کہ پانچ نمازیں اور فرض کفایہ وہ ہوتا ہے کہ امت کے تمام افراد پر فرض ہو اور بعض کے ادا کرنے سے وہ سب کی طرف سے ادا ہوجائے جیسا کہ نماز جنازہ لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوتا ہے نماز جنازہ فرض کفایہ ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ عن قریب احادیث میں آرہا ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان لوگوں کی نماز جنازہ پڑھاتے تھے جو مقروض نہیں ہوتے تھے۔ اور جو مقروض ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرماتے تھے کہ تم اس کی نماز جنازہ پڑھا دو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اگر نماز جنازہ فرض عین ہوتی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی مقروض کی نماز جنازہ پڑھاتے ۔ اسی طرح یہ مضمون اور بھی احادیث سے واضح ہوتا ہے جو عن قریب آرہی ہیں اور نیز فقہا نے لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے فرض کفایہ ہونے پر اجماع امت بھی ہے۔

نماز جنازہ کی دوسری شرط میت کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ کافر اور منافق کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے

استغفر لهم اولا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر لهم

ذالک بانهم کفروا باللّٰه ورسوله (سوره التوبه آیت ۸۰)

تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو اس کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا ہے۔

ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفوا للمشرکین ولو کانوا اولی قربیٰ من بعد ما تبین لهم انهم اصحاب الجحیم (سوره التوبه آیت ۱۱۳)

پیغمبر اور مسلمانوں کو یہ بات مناسب نہیں کہ مشرکوں کے لئے دعا کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں جب کہ ان پر یہ ظاہر ہوگیا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔

ولا تصل علی احد منهم مات ابداً ولا تقم علی قبره انهم کفروا باللّٰه ورسوله وماتوا وهم فسقون۔ (سوره التوبه آیت ۸۴)

اور ان منافقین میں سے جو مرجائے کسی پر کبھی بھی نماز نہ پڑھ۔ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو بے شک انہوں نے اللہ اور اسکے رسول کا کفر کیا۔ اور نافرمانی کی حالت میں مرگئے۔

ان آیتوں میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور پھر آپؐ کی وساطت سے پوری امت کو منافق کے لئے استغفار اور نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرمایا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ نماز جنازہ کے لئے میت کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ کسی بھی غیر مسلم کی نماز جنازہ پڑھنا یا پڑھانا جائز نہیں ہے۔ نماز جنازہ کے لئے دوسری شرط طہارہ ہے جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

عن کریب مولی ابن عباس عن عبداللّٰه ابن عباس انه مات له ابن بقدید او بعسفان فقال یاکریب انظر ما اجتمع له من الناس قال فخرجت فاذا اناس قد اجتمعوا له فاخبرته فقال تقول هم اربعون قال نعم قال اخرجوه فانی سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ما من

رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلاً لایشرکون باللہ شیئاً الا شفعھم اللہ فیہ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام کریب نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اس کا ایک لڑکا قدید یا عسفان میں فوت ہوگیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کریب دیکھو کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں۔ پھر میں نے نکل کر دیکھا تو بہت سے لوگ جمع تھے تو میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے خیال میں چالیس ہوں گے تو میں نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا کہ پھر اس میت کو نکالو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ فرما رہے تھے کہ جو مسلمان آدمی مرجائے۔ پھر اس جنازے پر چالیس آدمی کھڑے ہوں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے نہ ہوں تو اللہ اسکے حق میں مذکورہ سفارش قبول فرماتے ہیں۔

تشریح۔

سورہ توبہ کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرک کی نماز جنازہ پڑھنا یا پڑھانا جائز نہیں لہذا نماز جنازہ کے لئے میت کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اور اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ مشرک کو مسلمان کی نماز جنازہ میں شریک نہیں کرنا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جنازہ امام کے سامنے ہو

عن نافع ابی غالب قال صلیت مع انس ابن مالک علی جنازۃ رجل فقام حیال راسہ ثم جاء بجنازۃ امراۃ من قریش فقالو یا ابا حمزہ صل

علیها فقام حیال وسط السریر فقال له العلاء ابن زیاد هکذا رئیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قام علی الجنازة مقامک منها ومن الرجل مقامک منه قال نعم رواه الترمذی و ابن ماجه و فی روایته ابی داؤد نحوه مع زیادة وفیه فقام عند عجیز المراة)

حضرت نافع ابی غالب نے فرمایا کہ میں نے انس مالک کے ساتھ ایک آدمی کے جنازہ پر نماز پڑھی تو آپ اس کے سر کے قریب کھڑے ہوئے۔ پھر لوگ ایک قریشی عورت کا جنازہ لائے تو انہوں نے کہا کہ اے ابا حمزہ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں تو آپ اس کی چار پائی کے وسط بھی کھڑے ہوئے تو پھر عمر بن زیاد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح دیکھا کہ وہ عورت کے جنازہ پر تیرے کھڑا ہونے کی جگہ پر کھڑے ہوئے تھے۔ اور مرد کے جنازہ پر تیرے کھڑا ہونیکی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ تو نافع نے کہا ہاں۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت میں بھی ایسا ہی ہے۔ مگر اس میں یہ زیادہ ہے کہ وہ عورت کے کولہے کے پاس کھڑے ہوئے۔

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنهه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم نعی للناس النجاشی الیوم الذی مات فیه خرج الی المصلی فصف بهم وکبر اربع تکبیرات (متفق علیه)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی (اصحمہ) کی خبر مرگ سنائی جس دن وہ فوت ہوا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو لے کر عید گاہ کی طرف نکلے اور ان کی صفیں بنائیں اور آپؐ نے چار تکبیر نماز جنازہ پڑھائی۔

تشریح۔ یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ دونوں مشکوۃ باب المشی بالجنازہ سے منقول ہیں پہلی حدیث سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک، یہ ہے کہ جنازہ امام کے سامنے ہونا چاہیے۔ اگر وہ امام کے دائیں بائیں پیچھے۔ اوپر۔ یا غائب ہو تو نماز جنازہ جائز

نہیں ہوگی اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ امام کو میت کے سر کے برابر کھڑا ہونا چاہئے اگر وہ مرد ہو۔ اور اگر وہ عورت ہو تو اس کے کولہے کے برابر کھڑا ہونا چاہئے۔ اور ایک روایت میں میت کے سینے کے پاس کھڑا ہونے کا ذکر بھی ہے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کا سامنے ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر غائب ہو تب بھی اس کی نماز جنازہ جائز ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہوگیا ہے۔ پس اس کے پیش نظر شافعیہ کا موقف یہی ہے جو اوپر معلوم ہوا کہ جنازہ کا سامنے ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور حدیث سابق کے پیش نظر احناف کا موقف یہ ہے کہ میت کا سامنے ہونا ضروری ہے اور اس حدیث کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور نجاشی والی حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ نجاشی کی میت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سے حجاب اٹھادیا گیا ہو جیسا کہ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت المقدس کے درمیان سے حجاب اٹھا دیا گیا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کو مسئولہ قافلے والوں کے حالات بتادیئے تھے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ نجاشی کی خصوصیت ہو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سوا اور معاویہ بن معاویہ کے سوا فوت ہونے والے کسی بھی صحابی کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں پڑھائی تھی۔۔ بہرحال حنفی مسئلہ میں شرط یہ ہے کہ میت امام کے سامنے ہو۔

قریبی وارث اگر جنازے میں شرکت نہ کرسکا ہو تو وہ قبر پر بھی جنازہ پڑھ سکتا ہے

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر دفن لیلا" فقال متی دفن ھذا قالوا البارحۃ قال افلا اذنتمون قالو دفناہ فی ظلمۃ

اللیل کرھنا ان نوقظک فقام فصففنا خلفه فصلی علیه (متفق علیه)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے جس میں مردہ رات کو دفنایا گیا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ کب دفن کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج رات دفن کیا گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اس کو اندھیری رات میں دفنایا ہے اس لئے ہم نے آپ کو بیدار کرنا پسند نہیں کیا پھر آپ اس کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور ہم نے آپ کے پیچھے صفیں باندھی پھر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

عن ابی هریرة ان امراة سوداء کانت تقم المسجد اوشاب ففقد ها رسول الله صلی الله علیه وسلم فسأل عنها اوعنه فقالوا مات قال افلا کنتم اذنتمونی وقال فکانهم صغروا امرها او امره فقال دلونی علی قبره فدلوه فصلی علیها ثم قال ان هذه القبور مملوة ظلمة علی اهلها و ان الله ینور هالهم بصلوتی علیهم (متفق علیه)

حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد صاف کرتی تھی یا ایک نوجوان تھا تو آپ نے اسے نہ دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ تو مرگیا ہے۔ تو فرمایا کہ تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟

بقول راوی گویا انہوں نے اس عورت یا جوان کے معاملہ کو معمولی سمجھا تھا۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کی قبر بتاؤ تو انہوں نے اس کی قبر بتائی تو آپ نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھائی پھر فرمایا کہ یہ قبریں ان اھل قبور پر تاریکی سے بھری ہوئی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے میری نماز کی وجہ سے جو میں نے ان پر پڑھی ہے انہیں منور فرما دے گا۔

تشریح۔ یہ دونوں حدیثیں مشکوۃ باب المشی بالجنازہ سے منقول ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر نماز جنازہ جائز ہے خواہ اس پر پہلے نماز پڑھی گئی ہو یا نہ پڑھی گئی ہو۔ جمہور

محدثین کی یہ ہی رائے ہے۔ اگرچہ یہ واقعہ ان کے بارے میں ہے جن پر پہلے نماز پڑھی گئی تھی لیکن یہ خود معلوم ہوگیا کہ جن پر نہیں پڑھی گئی ہے ان کی نماز بطریقہ اول جائز ہے۔ اور نبی ﷺ ماں باپ کے نسبت بھی ایمان والوں سے زیادہ قریبی ہیں۔ اس لیے آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

جنازگاہ مسجد سے الگ ہونی چاہیے

عن ابی سلمة بن عبدالرحمٰن ان عائشة لما توفی سعد بن ابی وقاص قالت ادخلوبه المسجد حتی اصلی علیه فانکر ذالک علیها فقالت واللّٰہ لقد صلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم علی ابنی بیضاء فی المسجد سهیل و اخیه (مسلم)

ابی سلمہ بن عبدالرحمان سے روایت ہے کہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں داخل کرو تاکہ میں بھی اس پر نماز پڑھوں تو لوگوں نے اس کو پسند نہ کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیضا کے دو لڑکوں (سہیل اور اس کا بھائی) کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی تھی۔

عن ابی هريرة قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شئی علیه (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں جس نے نماز جنازہ پڑھی تو وہ کوئی چیز نہیں ہے (یعنی ثواب نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے لئے اجر نہیں ہے)

وموضع الجنازه بالمدينه خارج من المسجد وهو الموضع الذی

كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی الجنازۃ فیہ (مؤطا امام محمد)

مدینہ میں جنازہ کی جگہ مسجد سے خارج تھی۔ اور یہ وہ جگہ تھی کہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔

تشریح۔ یہاں اس بحث میں جناب نبی کریم ﷺ کے دو عملی نمونے ہیں اور ایک فرمان ہے پہلے عملی نمونے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ جائز ہے۔ کیونکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جب فوت ہوئے تھے تو لوگ ان کی نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھنے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں داخل کرو کہ میں بھی اس پر نماز پڑھوں تو لوگوں نے انکار کیا تو حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ کا یہ عملی نمونہ بطور دلیل پیش کیا تھا اور حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ ناجائز ہے۔ اور موطا میں جو آپؐ کا عملی نمونہ بیان فرمایا ہے کہ آپؐ نے مسجد سے جنازہ گاہ الگ بنائی تھی اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے الگ ہونا چاہئے پس آپؐ کے ان دو عملی نمونوں اور فرمان میں تعارض نظر آتا ہے اس سلسلہ میں مظاہر حق نے ایک اہم حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ معتکف تھے اس لئے آپؐ نے بیضا کے دو بیٹوں کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی تھی۔ پس اس حدیث سے یہ تعارض خود بخود دفع ہو جاتا ہے۔ نیز مذکورہ بالا دو بچوں کے علاوہ کہیں یہ ثابت نہیں ہے کہ جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور کسی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی ہو۔ اور ابھی ابھی کچھ پہلے گزر گیا ہے کہ نجاشی کی نماز جنازہ آپؐ نے مسجد سے باہر ہی پڑھائی تھی۔ پس خلاصہ اور لب لباب یہ نکلا کہ نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھنا چاہئے ہاں اگر کوئی مجبوری ہو تو پھر مسجد میں بھی پڑھائی جاسکتا ہے۔

سورج کے طلوع و غروب۔ اور استوا کے وقت نماز جنازہ منع ہے

عن عقبۃ ابن عامر الجھنی قال ثلث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھن موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترفع و حین یقوم قائم الظیرۃ حتی تمیل و حین تضیف للغروب حتی تغرب (ترمذی باب الجنائز)

عقبہ بن عامر جہنی ﷺ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین اوقات میں نماز پڑھنے سے اور مردوں کو دفنانے سے منع فرمایا ہے۔ سورج کے طلوع کے وقت۔ استوا کے وقت۔ اور غروب کے وقت۔

تشریح۔ اس حدیث میں جو نصلی کا لفظ آیا ہے۔ اس سے مراد بقیہ پانچ نمازیں ہیں کہ ان کا پڑھنا ان اوقات میں منع ہے اور قبر کا جو لفظ آیا ہے اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے مراد دفنانا ہو یعنی ان اوقات میں مردوں کو دفنانا منع ہے اور یہ اس وقت ہے کہ جب کہ پہلے سے جنازہ تیار ہو اور ان اوقات تک اسے روکے رکھیں۔ اور اگر ان ہی اوقات میں جنازہ تیار ہوا ہو تو پھر ان میں مکروہ بھی نہیں ہے کیونکہ جنازہ تیار ہونے کے بعد اسے روکنا بھی جائز نہیں ہے۔ اور ان اوقات میں مردوں کو دفنانا جائز ہے۔

شہداء کی نماز جنازہ اور تدفین کا طریقہ

عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یجمع بین الرجلین من قتلی احد فی ثوب واحد ثم یقول ایھما اکثر اخذاً للقرآن فاذا اشیر الی احدھما قدمہ وقال انا شھید علی ھوٴلاء یوم القیمۃ وامر

بدفنهم بدمائهم ولم يصل عليهم ولم يغسلوا (مشكوٰة بالمشی باب الجنازۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے شہداء میں سے دو دو کو ایک ایک کپڑے میں جمع کرتے تھے۔ اور پھر فرماتے تھے کہ ان میں سے قرآن کس کو زیادہ یاد ہے پھر جب کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اس کو قبر میں پہلے داخل کرتے اور فرماتے تھے کہ میں قیامت والے دن ان پر گواہی دوں گا۔ اور آپؐ نے ان کو انہیں کے خون کے ساتھ دفنانے کا حکم دیا تھا اور ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی اور ان کو غسل بھی نہیں دلایا گیا تھا۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حمزہ (الترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپؐ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

عن عقبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرج یوما" فصلی علی اھل احد صلاتہ علی المیتد (بخاری کتاب المغازی جلد ثانی باب احد)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے اور اہل احد پر اس طرح نماز جنازہ پڑھائی جس طرح میت پر پڑھی جاتی ہے۔

تشریح۔ یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ پہلی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احد کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔ اور ترمذی کی منقولہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان شہداء میں سے صرف حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اور بخاری والی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے کچھ عرصہ بعد شہداء احد کی قبروں پر پھر نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ اور اس وقت نہ پڑھانے کی وجہ سے لکھا ہے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شدید زخمی تھے۔ تو اس وقت صرف حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پر اکتفا فرماکر باقیوں کی نماز جنازہ کا صحابہ کو حکم دیا ہوگا اور بعد میں جب صحت اور حالات نے اجازت دی ہوگی تو آپؐ نے خود بھی پڑھ لی ہوگی۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت صرف حمزہؓ پر تو نماز جنازہ پڑھی ہو اور باقیوں کو بلا جنازہ ہی دفنا دیا گیا ہو اور بعد میں ان پر نماز جنازہ پڑھی ہو جیسا کہ بلا جنازہ پڑھائے اگر کوئی دفنا دیا گیا ہو تو پھر اس کی قبر پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ شہداء پر بھی نماز جنازہ پڑھنا ہے۔ جیسا کہ عام مردوں پر پڑھنا ہے۔

تکبیرات جنازہ چار ہیں

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعی للناس النجاشی الیوم الذی مات فیہ و خرج بھم الی المصلی فصف بھم وکبر اربع تکبیرات (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جس دن نجاشی فوت ہوا تھا اس دن نبی ﷺ نے لوگوں کو اس کی خبر مرگ سنائی۔ اور ان لوگوں کو لے کر آپ عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے ان کی صفیں باندھی اور چار تکبیر نماز جنازہ پڑھائی۔

عن عبدالرحمان بن ابی لیلی قال کان زید بن ارقم یکبر علی جنازتنا اربعا" و انہ کبر علی جنازۃ خمسا" فسئلنا ہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبرھا (مسلم)۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی ؓ سے روایت ہے کہ زید بن ارقم ؓ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے اور انہوں نے ایک جنازہ پر پانچ تکبیریں کہیں تو پھر ہم نے ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ بھی کہتے تھے۔

تشریح۔ تکبیرات جنازہ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم میں اختلاف تھا۔ دس تکبیرات بھی منقول ہیں۔ ہم نے یہاں چار اور پانچ والی دو روایتوں پر ہی اکتفا کیا ہے۔ محدثین نے لکھا

ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں تحقیق فرمائی تھی کہ آخرکار روایت کون سی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آخری چار والی ہے تو اس پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہوا اور باقی روایت کو منسوخ قرار دے دیا گیا۔ اور ائمہ کا بھی چار پر اتفاق ہے۔ لہٰذا نماز جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔

میت کے لئے مخلصانہ دعا کی نیت ہونی چاہیئے

عن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات (مشکوۃ کتاب الایمان) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء (کتاب الجنائز ابوداؤد)

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میت پر نماز پڑھو تو اس کے لئے خلوص سے دعا کرو

تشریح۔ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے لیے بھی نیت ضروری ہے۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے لئے خلوص نیت سے دعا چاہیئے کہ اللہ تعالی اس کی مغفرت فرما دے اس وقت اس کے بارے میں دل میں کدورت نہیں ہونا چاہیئے۔

تکبیر اولی کے بعد ثنا ثانی کے بعد درود ثالث کے بعد دعا رابع کے بعد سلام

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ان نقرا بفاتحة الکتب علی الجنازة ثم یصلی علی النبی صلی اللّٰہ علیہ
وسلم فی الثانیة کما یصلی فی التشہد روی مجاھد رحمہ اللّٰہ قال سالت
ثمانیة عشر رجلاً من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن
الصلوة علی الجنازة فکلھم یقول کبر ثم اقر فاتحة الکتب ثم کبر ثم
صل علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ثم کبر وادع للمیت فی الثالثة بم
تحسنہ و تسر علیک من انواع الدعاء ولنفسک ولوالدیک وللمسلمین
غیران المستحب ان یقول اللھم اغفر لحینا و میتنا و شاھدنا و غائبنا و
صغیرنا و کبیرنا و ذکرنا و انثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی
الاسلام والسنة ومن توفیتہ منا فتوفہ علیھما انک تعلم منقلبنا ومثوانا
و انت علی کل شئی قدیر۔ اللھم انہ عبدک و ابن عبدک نزل بک و انت
خیر منزول بہ ولا نعلم الا خیراً اللھم ان کان محسناً فجازہ باحسانہ و
ان کان مسیئاً فتجاوز عنہ اللھم انا جئناک شفعاء لہ فشفعنا فیہ وقہ من
فتنة القبر و عذاب النار واعف عنہ واکرم مثاوہ وابدلہ داراً خیراً من
دارہ وجواراً خیر۔ من جوارہ وافعل ذالک بنا و بجمیع المسلمین۔
اللھم لا تحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ یروی عن ستة من الصحابة رضی اللّٰہ
عنھم انھم سلموا علی الجنازة تسلیمة واحدة منھم علی ابن ابی طالب و
عبداللّٰہ ابن عباس و ابن عمر و ابن ابی اوفی و ابو ھریرة و اثلة ابن الاسقع
وروی ایضاً عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ صلی علی جنازة فسلم عن
یمینہ۔ (کتاب الغنیہ عبدالقادر جیلانی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم

دیا تھا کہ جنازہ پر فاتحہ پڑھیں۔ اور دوسری مرتبہ تشہد والا دورد پڑھا جائے اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اٹھارہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے نماز جنازہ کے بارے میں پوچھا تو ان سب نے کہا کہ پہلے تکبیر کہہ پھر کتاب کی فاتحہ پڑھ۔ پھر تکبیر کہہ پھر نبی ﷺ پر دورد پڑھو۔ پھر تکبیر پڑھ۔ پھر تیسری بار میت کے لئے دعا کر جو بھی دعا تجھے پسند ہو اور تجھ پر آسان ہو اور پھر اپنے لئے اپنے والدین کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کر۔البتہ مستحب اور پسندیدہ دعا یہ ہے کہ کہے (اے اللہ ہمارے زندوں مردوں موجودہ غائب چھوٹوں بڑوں آدمیوں اور عورتوں کو بخش دے۔ اے اللہ ہم میں سے جسے آپ زندہ رکھیں تو اسے اسلام کے طریقہ پر زندہ رکھ۔ اور جسے آپ فوت کریں تو اسے ان دونوں پر فوت کر۔ آپ اس کے لوٹنے کی جگہ اور ٹھکانے کو جانتے ہیں۔ اور آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے اللہ بے شک وہ تیرا بندہ ہے وہ تیرے بندے کا بیٹا ہے۔ تیرے پاس وہ اترا ہے اور تو اس کے اترنے کی بہتر جگہ ہے اور ہم صرف بہتر ہی جانتے ہیں۔ اے اللہ اگر وہ نیک ہے تو اسے اس کی نیکی کا بدلہ دے اور اگر وہ برا ہے تو اس سے درگزر فرما۔اے اللہ ہم تیرے دربار میں اس کے لئے سفارشی ہیں ہماری سفارش قبول فرما اور اس کو قبر کی آزمائش اور آگ کے عذاب سے بچا اور اسے معاف فرما۔ اور اس کا ٹھکانا اچھا بنا۔اور اس کے دنیا کے گھر کی نسبت اچھا گھر بنا۔ اور دنیا کے پڑوسیوں کی نسبت اچھے پڑوسی دے۔ اے اللہ ہم سب کے ساتھ اور تمام مسلمانوں کے ساتھ یہی معاملہ فرما۔ اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھ۔ اور اس کے بعد آزمائش میں نہ ڈال۔ اور چھ صحابہ رضوان اللہ اجمعین سے روایت ہے کہ وہ جنازے پر ایک ہی دفعہ سلام پھیرتے تھے۔ ان میں سے علی بن ابی طالب ،عبداللہ بن عباس، ابن عمر،ابن ابی اوفا، ابو ہریرہ اور واثلہ بن اسقع (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہیں۔ اور نبی ﷺ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور دائیں طرف سلام پھیرا۔

حدث سعید المقبری انه سال ابا هریره کیف یصلی علی الجنازه فقال انا لعمرا" للہ اخبرک اتبعها من اهلها فاذا وضعت کبرت فحمدت اللہ وصلیت علی نبیه ثم قلت اللهم عبدک وابن عبدک وابن امتک کان یشهد ان لا الٰه الا انت و ان محمد رسول و انت اعلم به ان کان محسنا" فزدفی احسانه و ان مسیئا" فتجاوز عنه اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده (موطا امام محمد)۔

سعید مقبری نے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ جنازے کی نماز کس طرح پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حیات کی قسم ہے کہ میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں اس کے گھر سے ہی اس کے پیچھے جاتا ہوں۔ اور جب وہ زمین پر رکھا جائے تو تکبیر کہتا ہوں پھر اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں پھر کہتا ہوں اے اللہ تیرا بندہ تیرے بندے اور تیری لونڈی کا بیٹا وہ گواہی دیتا تھا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا رسول ہے۔ آپ اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اگر وہ نیکی کرنے والا ہے تو اس کی نیکی میں اضافہ فرما۔ اگر برا ہے تو اس سے درگزر فرما۔ اے اللہ ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ کر اور اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال۔)

تشریح۔

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں پہلی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور دوسری حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنازے کی چاروں تکبیرات میں سے پہلی تکبیر کے بعد فاتحہ دوسری کے بعد درود شریف اور تیسری کے بعد تمام اموات کے لئے اور سامنے موجود مردے کے لئے دعا کرنا ہے اور جو حدیث جو حضرت سعید مقبری سے مروی ہے اس میں تکبیر اولیٰ کے بعد حمد و ثناء تکبیر ثانی کے بعد درود تکبیر ثالث کے بعد مردے کے لئے خصوصا" دعا اور آخر میں اپنے لئے دعا کرنا

ہے پس بظاہر ان احادیث میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ محدثین نے ان کے درمیان تطبیق یوں بیان فرمائی ہے کہ جب تکبیر اولیٰ کے بعد فاتحہ پڑھنا منقول ہے اور ثنا بھی منقول ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ فاتحہ پڑھنا لازم نہیں ہے۔ مرضی ہے کہ کوئی فاتحہ پڑھے یا حمد و ثناء پڑھے۔ اور ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں عام مردوں کے لئے اور زندوں کے بھی دعائیں ہونی چاہئیں اور سامنے جو مردہ پڑا ہوا ہے اس کے لئے خصوصی دعائیں بھی ہونی چاہئیں جن کے مختلف الفاظ احادیث میں آئے ہیں جن میں سے بعض الفاظ یہاں نقل کرادیئے گئے ہیں۔

بحالت نماز جنازہ مردہ کے لئے خصوصی دعا کا حکم اور اس کے الفاظ

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صليتم على الميت فاخلصو له الدعاء (ابوداؤد ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو اس کے لئے خلوص سے دعا کرو۔

عن عوف ابن مالک قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على جنازة فحفظت من دعائه وهو يقول اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله و اغسله باالماء والتلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وبدله دارا خيرا من داره واهلا" خيرا" من اهله و زوجا" خيرا" من زوجه وادخله الجنة و اعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار و فى رواية وقه فتنة القبر و عذاب النار وقه

فتنة القبر و عذاب النار قال حتی تمنیت ان اکون انا ذالک المیت
(مشکوۃ باب المشی بالجنازۃ) براویت مسلم

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر نماز پڑھائی تو میں نے آپ کی وہ دعا یاد کی ہے۔ آپ فرما رہے تھے۔ اے اللہ اسے بخش دے اس پر رحم فرما۔ اسے معاف فرمادے اس سے درگزر فرما۔ اور اس کی اچھی مہمان نوازی فرما۔ اور اس کی قبر کو کشادہ کر۔ اور اس کو پانی برف اور اولوں سے دھو ڈال(یعنی ہرطرح مغفرت سے) اور اس کو گناہوں سے پاک کر جس طرح آپ نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا ہے۔ اور اسے دنیا کے گھر کی نسبت اچھا گھر عطا فرما۔ اور دنیا والی اھل کی نسبت اچھا اھل۔ اور دنیا کی بیوی کی نسبت اچھی بیوی عطا فرما۔ اور اسے جنت میں داخل فرما۔ اور اسے قبر کے عذاب سے پناہ دے۔ اور آگ سے بھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسے قبر کے فتنے اور آگ کے عذاب سے بچا۔ راوی حدیث نے کہا کہ یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کہ میری میت ہوتی۔

عن واثلة ابن الاسقع قال صلی بنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی رجل من المسلمین فسمعته یقول اللهم ان فلان ابن فلان فی ذمتک وحبل جوارک فقه من فتنة القبر و عذاب النار و انت اهل الوفاء والحق اللهم اغفر له وارحمه انک انت الغفور الرحیم۔ (ابوداؤد ابن ماجه)

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھائی میں نے سنا آپ فرما رہے تھے فلان بن فلان تیری امان اور تیرے قرآن کو مضبوط پکڑنے والا ہے اس کو قبر کے فتنے اور آگ کے عذاب سے بچا آپ وفا اور حق کے اہل ہیں۔ اے اللہ اس کو بخش دے اس پر رحم فرما۔ آپ بے حد بخشنے والے مہربان ہیں۔

تشریح۔ یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں احادیث مشکوۃ باب المشی باالجنازہ سے منقول ہیں۔ پہلی حدیث جو حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں جناب علیہ الصلوہ والسلام نے فرمایا ہے کہ جب مردے پر نماز پڑھو تو اس کے لئے خالص دعا کر۔ پس آپ کے اس فرمان میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مردے کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کرو اب اس کے بارے میں اپنے دلوں میں بغض و عداوت اور کدورت نہ رکھو۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ عام مردوں کے علاوہ اس کے لئے علیحدہ بھی دعا کرو مگر اس میں یہ اجمال باقی تھا کہ آیا دعا نماز کے اندر ہونی چاہیئے یا کہ سلام پھیرنے کے بعد ؟ پس نبی کریم ﷺ نے بعد والی دو حدیثوں سے یہ اجمال رفع فرمادیا

یہ دعا نماز کے اندر اور سلام پھیرنے سے پہلے ہونی چاہیے۔ ہمارے ملک میں بعض لوگ نماز جنازہ کا سلام پھیر کر بعد میں مردے کے لئے علیحدہ دعا کرتے ہیں اور اس پر دلیل کے طور پر یہی حدیث حضرت ابوھریرہ والی پیش کرتے ہیں۔ اور اس کو سنت نبوی کہتے ہیں۔ اور یہ دعا نہ کرنے والوں کو کافر اور بے ایمان اور سنت نبوی کا منکر کہتے ہیں۔ یہ ان حضرات کی غلط فہمی ہے اور احادیث میں قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ لوگ اس بحث کی پوری احادیث کو پڑھتے تو ایسا نہ کرتے حالانکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد فورا" دعا کی ہو حالانکہ وہ ہستیاں ایمان والوں کے بارے میں زیادہ حریص تھیں۔

نمازِ جنازہ پڑھنے سے میت کی مغفرت ہوجاتی ہے

عن کریب مولا ابن عباس عن عبداللہ ابن عباس انہ مات لہ ابن بقدید او بعسفان فقال یا کریب انظر ما اجتمع لہ من الناس قال فخرجت فاذا ناس قد اجتمعوا لہ فاخبرتہ فقال تقول ھم اربعون قال نعم قال اخرجوہ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا" لا یشرکون باللہ شیئا" الا شفعھم اللہ فیہ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام کریب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ان کا ایک لڑکا قدید یا عسفان (نام جگہ) مر گیا تو فرمایا کہ کریب دیکھو کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں اس کی خاطر۔ کریب نے کہا کہ جب میں نکلا تو بہت سے لوگ تھے۔ پھر میں نے ان کو بتایا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارے خیال میں چالیس ہوں گے۔ تو اس نے کہا کہ ہاں۔ تو فرمایا کہ اس کو (اس میت کو) نکالو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے کہ جو مسلمان آدمی مرجائے اور اس کے جنازے پر چالیس آدمی کھڑے ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانے والے نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں ان کی شفاعت قبول کرتا ہے۔

عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من میت تصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ

(مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کا فرمان نقل کیا کہ آپ ؐ نے فرمایا جس میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت نماز پڑھے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہو اور وہ سب اس کے لئے سفارش کریں تو اس کے حق میں ان کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔

تشریح۔ یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔

اور یہ دونوں قرآن مجید کی سورہ التوبہ کی آیت ایک سو تین کے جملہ صل علیھم ان صلوتک سکن للھم کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی جل مجدہ نے فرمایا ہے کہ آپ ان ایمان والوں کے لئے دعا فرمائیں بے شک آپ کی دعا ان کے لئے سکون کا باعث ہوگی۔ پس اس دعا سے مراد اگر عام دعا لی جائے تو بھی ٹھیک ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا صحابہ کے لئے سکون کا باعث تھی۔اور اگر اس دعا سے مراد نماز جنازہ لی جائے تو بھی ٹھیک ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ جس فوت ہونے والے صحابی کی نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔ تو اس کے لواحقین مطمئن ہوجاتے تھے۔ کہ جب حضور انور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی ہے تو یہ مومن ہے۔ اور اس کی بخشش یقینی ہے اور ان دو احادیث میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت میں سے کوئی مرجائے۔ اور اس امت کے چالیس یا سو آدمی اس کے لئے دعا مغفرت اور سفارش کریں تو اس کی مغفرت ہوجاتی ہے۔

اور ان دو حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ عام دعا یا نماز جنازہ والی دعا نبی ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ امت کے ہر فرد کیلئے یہ حکم ہے کہ وہ دوسرے مسلمان بھائیوں کے لئے دعا کرے اور علیھم میں ضمیر کا مرجع صرف صحابہ ہی نہیں بلکہ اس امت کا ہر فرد مراد ہے یا عام مومن۔ باقی یہ شبہہ کہ اللہ تعالی تو قادر مطلق ہے۔ وہ اگر بخشنا چاہے تو ویسے بھی بخش سکتا ہے تو وہ سفارش کو درمیان میں بہانہ کیوں بنا رہا ہے؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ نماز جنازہ میں مردوں کا حق ادا کرنے کا اور انکے ساتھ ہمدردی کا طریقہ بتایا گیا

کہ اس سے ان مردوں کی بھی بخشش ہوگی اور تمہاری بھی بخشش ہوگی۔

نمازِ جنازہ کی صفیں طاق ہونی چاہئیں

عن مالک بن هبیرة قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من مسلم یموت فیصلی علیہ ثلثة صفوف من المسلمین الا اوجب فکان مالک ذا استقل اهل الجنازة جزاهم ثلثة صفوف بهذا الحدیث رواہ ابوداؤد و فی روایة الترمذی قال کان مالک بن هیرة اذا صلی علی جنازة فتقال الناس علیها جزاهم ثلثة اجزاء ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علیہ ثلثة صفوف اوجب و رواہ ابن ماجه نحوہ

حضرت مالک بن هبیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان مرجائے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ اور (حضرت مالک بن هبیرہ اسی حدیث کی وجہ سے جب اہل جنازہ کو کم پاتے تو اس کی تین صفیں بناتے تھے۔

اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ مالک بن هبیرہ جب کوئی نماز جنازہ پڑھاتے اور لوگوں کو کم پاتے تو انکے تین اجزا بناتے تھے فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس پر تین صفیں نماز پڑھیں تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت واجب کرتا ہے۔ اور ابن ماجہ کی بھی ایسی ہی روایت ہے۔

تشریح۔

یہاں اِس بحث میں ایک ہی حدیث ہے جو مشکوۃ باب المشی بالجنازة سے منقول ہے۔

اس میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جو تین صفوں کا ذکر ہے یہ کم سے کم درجہ ہے یعنی اگر نمازی تھوڑے ہوں تو بھی تین صفیں بنانا چاہئیں۔ اور اگر زیادہ ہوں تو پانچ۔ سات۔ نوں گیارہ صفیں بنائی جاسکتی ہیں اور یہ بہتر طریقہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی کو وتر پسند ہے خواہ وتر حقیقی ہو یا حکم ہو۔ اور اگر جفت عدد بنائیں تو بھی جائز ہے۔ اور نمازیوں کی تعداد اگر صرف تین ہو تو امام کو آگے ہو کر نماز پڑھانا چاہئے اور دو مقتدی اسکے پیچھے کھڑے ہوں اور نمازی دو ہی ہوں تو امام مقتدی کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھائے۔ اس سلسلہ میں نماز جنازہ کے وہی اصول ہیں جو عام نمازوں کے ہیں۔

مردوں کو برا نہیں کہنا چاہیے اور ان کی نیکیوں کا تذکرہ کرنا چاہیے

عن انس قال مروا بجنازۃ فاثنوا علیھا خیرا" فقال النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وجبت ثم مروا باخری فاثنو علیھا شرا" فقال وجبت فقال عمر ما وجبت فقال ھذا اثنیتم علیہ خیرا" فوجبت لہ الجنتہ وھذا اشنبیتم علیہ شرا" فوجیت لہ النار انتم شھداء اللہ فی الارض (متفق علیہ)

حضرت انس ﷺ نے فرمایا کہ لوگ ایک جنازہ سے گزرے تو لوگوں نے اس کی اچھی تعریف کی تو نبی ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ پھر لوگ ایک اور جنازہ لے کر گزرے تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ واجب ہوگئی تو حضرت عمر ﷺ نے فرمایا کیا واجب ہوگئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اس کی اچھی تعریف بیان کی تو اسکے لئے جنت واجب ہوگئی۔ اور تم نے اس کی برائی بیان کی ہے تو اسکے لئے دوزخ واجب ہوگئی ہے تم

زمین میں اللہ تعالی کے گواہ ہو۔

عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما مسلم شهد له اربعة بخير ادخله الله الجنة قلنا وثلثة قال و ثلثة قلنا و اثنان قال واثنان ثم لم نسئله عن الواحد (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان چار آدمی اس کے لئے اچھی گواہی دیں تو اسے اللہ تعالی جنت میں داخل کرتے ہیں۔ تو ہم نے کہا کہ تین تو آپؐ نے فرمایا تین بھی اور ہم نے کہا کہ دو تو آپؐ نے فرمایا کہ دو بھی۔ پھر ہم نے ایک کے بارے میں سوال ہی نہیں کیا۔

وعن عائشة قالت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الى ماقد موا (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کو برا مت کہو۔ بے شک وہ تو اس تک پہنچ چکے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا ہے۔

وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذكرو محاسن موتاكم و كفوا عن مساويهم (ابوداؤد ترمذی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے مردوں کی نیکیوں کا تذکرہ کیا کرو اور انکی برائی سے کف لسانی کرو۔

یعنی اسکا گناہ معاف ہوجاتا ہے پس اب اگر کوئی آدمی اس کی برائی بیان کرے گا تو یہ اس کی جھوٹی گواہی ہوگی اس کا مقصد یہ بنے گا خدا نے جو اس کے گناہ معاف کیے ہیں۔ یہ غلط کیا ہے۔ یہ اس کی خدا کے فیصلے پر تنقید ہوگی اور یہ ناجائز ہے ۔ اور نیز یہ مردے کی غیبت ہوگی۔ اور غیبت کو نبی ﷺ نے اشد من الزنا فرمایا ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ اور اگر زندہ آدمی کی غیبت کی جائے تو اس سے معاف کرائی جاسکتی ہے لیکن مردہ اب

دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اب اس سے وہ غیبت معاف تو نہیں کرائی جاسکتی۔ اس لئے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کی برائی سے اپنی زبانوں کو بند رکھو۔

کچے بچے میں اگر رمق حیات ہو تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے

عن المغیرة بن شعبة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال السقط یصلی علیہ و یدعی لوالدیہ باالمغفرة والرحمة (ابو داؤد)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کچے بچے پر نماز پڑھی جائے اور اس کے والدین کے لئے بخشش اور رحمت کی دعا کی جائے۔

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الطفل لا یصلی علیہ ولا یرث ولا یورث حتی یستھل (ترمذی و ابن ماجہ الا انہ لم یذکر ولا یورث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ بچے پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ وہ وارث نہیں ہوتا اور وارث بنایا بھی نہیں جاتا جب تک کہ وہ آواز نہ نکالے۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے مگر ابن ماجہ نے ولا یورث کا لفظ نقل نہیں کیا۔

وعن البخاری تعلیقا" قال یقرا الحسن علی الطفل فاتحة الکتاب ویقول اللھم اجعلہ لنا سلفا" وفرطا" وذخرا" واجرا"۔

ترجمہ امام بخاری کی تعلقات میں ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بچے کی نماز جنازہ میں کتاب قرآن کی فاتحہ پڑھتے تھے۔ (یعنی ثنا کی جگہ) اور کہتے (بعد تکبیر ثالث کے) اے اللہ ، کو ہمارے لئے پیشوا۔ پیش رو۔ ذخیرہ اور ثواب بنا

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ تینوں مشکوۃ باب المشی بالجنائز سے منقول ہیں پہلی حدیث میں نبی (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ سقط (کچا بچا) پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور اس کے والدین کے لئے بخشش اور رحمت کی دعا کی جائے۔ یہ حدیث مجمل ہے کیونکہ اس میں اس بچے میں رمق حیات کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس کے بعد جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے اس میں یہ تفصیل آگئی ہے کہ یہ نماز جنازہ اس بچے پر اس وقت پڑھی جائے گی جب اس کی کچھ آواز نکلے اور مر جائے۔ اب یہ وارث بھی متصور ہوگا۔ اور اس کے وارث بھی ہوں گے۔ اور تیسری حدیث میں اس کی نماز جنازہ میں جو دعا پڑھنی ہے اس کا ذکر ہے

مردے کو دفنانے کی تعلیم و ترغیب

واتل علیھم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا" فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر. قال لاقتلنک۔ قال انما یتقبل اللہ من المتقینo لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک. انی اخاف اللہ رب العلمینo انی ارید ان تبوا باثمی واثمک فتکون من اصحب النار وذالک جزاؤا الظلمینo فطوعت لہ نفسہ قتل اخیہ فقتلہ فاصبح من الخسرینo فبعث اللہ غرابا" یبحث فی الارض لیریہ کیف یواری سواۃ اخیہ. قال یویلتی اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب فاواری سواۃ اخی. فاصبح من الندمینo (سورۃ المائدہ آیت ۲۷ تا ۳۱)

اور پڑھ اوپر ان کے خبر دو بیٹوں آدم کی ساتھ حق کے جس وقت کہ نیاز لائے دونوں کچھ نیاز پس قبول کی گئی ایک ان کی دونوں میں سے اور نہ قبول کی گئی دوسرے سے کہا البتہ مار ڈالوں گا میں تجھ کو کہا اس نے سوائے اس کے نہیں کہ قبول کرتا اللہ تو پرہیز گاروں سے۔ اگر دراز کرے گا تو میری طرف ہاتھ اپنا تو کہ مار ڈالے مجھ کو نہیں میں دراز کرنے والا ہاتھ اپنا طرف تیری تو کہ مار ڈالوں میں تجھ کو تحقیق میں ڈرتا ہوں اللہ پروردگار عالموں کے۔ تحقیق میں ارادہ کرتا ہوں یہ کہ پھر جاوے ساتھ گناہ میرے کے اور گناہ اپنے کے پس ہوجاوے تو رہنے والوں آگ کے سے اور یہ ہے بدلہ ظالموں کا۔ پس رغبت دلائی اس کو نفس اس کے لئے مار ڈالنا بھائی اپنے کا پس مار ڈال اس کو پس ہوگیا ٹوٹا پانے والوں سے پس بھیجا اللہ تعالی نے ایک کوا کریدتا تھا بیچ زمین کے تو کہ دکھادے اس کو کیونکر ڈہانک دے لاش بھائی اپنے کی کہا اے وائے مجھ کو کیا نہ ہوا مجھ سے یہ کم ہوں میں مانند اس کوے کے پس ڈھانک دوں میں لاش بھائی اپنے کی پس ہوگیا پشیمانوں سے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں سورہ المائدہ کی پانچ آیات نقل کی گئی ہیں۔ ان میں حضرت آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں کی جو آپس میں لڑائی اور ایک کے دوسرے کو مار ڈالنے کا بیان ہے۔

اور چونکہ نسل انسانی میں یہ پہلی میت تھی اسے دفنانے کا طریقہ بھی نہیں آتا تھا تو اللہ تعالی رب العزت نے ایک کوے کو بھیجا جس کے پاس ایک مردہ کوے کی لاش تھی۔ اس نے پہلے زمین کھودی اور اس مردہ کوے کو دفنایا۔ اس کا مقصد حضرت آدم (علیہ السلام) کے بیٹے کو یہ دکھلانا تھا کہ تم بھی اپنے بھائی کی لاش کو اسی طرح دفناؤ۔ چنانچہ وہ ایک حقیر کوے کی اپنے بھائی کے ساتھ یہ ہمدردی دیکھ کر نادم ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ پھر اس نے بھائی کو دفنایا ہوگا۔

ہمارا مقصد یہاں یہ ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو جس طرح دنیا میں اپنے رہنے سہنے اور بودباش کے اور طریقے سکھائے ہیں اسی طرح ان میں سے اگر کوئی مرجائے تو اسے دفنانے کے بھی طریقے سکھائے ہیں۔ مردے کا گوشت کھانے۔ جلا دینے یا مردار جانوروں کی طرح اسے پھینک ڈالنے کی اجازت نہیں دی ۔ مگر ان آیات میں اجمال ہے۔ تفصیل نہیں ہے کہ مردے کو کس طرح دفنانا ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ ہر پیغمبر (علیہ السلام) نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی امت کو شرعی طریقے بتائے ہوں گے۔ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی وہ طریقے اپنی امت کو بتائے ہیں جو عن قریب رض کریں گے۔

قبر بغلی کشادہ اور گہری ہونی چاہیئے

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحد لنا والشق لغیرنا (ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی ابن ماجہ)

حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لحد' ہمارے لئے ہے اور شق ہمارے غیر کے لئے (ترمذی ابوداؤد نسائی۔ اور ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے)

عن ھشام بن عامر ان النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قال یوم احد احضر واوسعوا و اعمقوا و احسنوا وادفنوا الثنین والثلاثۃ فی قبر واحد وقدموا اکثرھم قرانا (احمد۔ ترمذی ابوداؤد۔ نسائی)

حضرت ہشام بن عامر سے روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غزوہ احد کے دن فرمایا کہ قبریں کھلی اور گہری کھودو۔ اور مردوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اور تین کو ایک قبر میں

دفن کردو۔ اور جس کو قرآن زیادہ یاد تھا اسے آگے رکھو۔

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص ان سعد بن ابی وقاص قال فی مرضه الذی هلک فیه الحدوا لی لحد" وانصبوا علی اللبن کما صنع برسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص نے اپنی اس مرض میں فرمایا جس میں ان کی موت واقع ہوئی تھی۔ کہ میری قبر کو لحد بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کرنا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا تھا۔ (اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے۔)

عن عروة بن الزبیر قال بالمدینة رجلان احد هما یلحد والاخر لا یلحد فقالو ایهما جاء اولا عمل عمله فجاء الذی یلحد فلحد لرسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم

شرح السنہ (حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ مدینہ میں دو آدمی تھے۔ ایک قبر کو لحد بناتا تھا اور دوسرا لحد نہیں بناتا تھا۔ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ ان میں سے جو پہلے آئے وہی اپنا کام کرے چنانچہ وہ آیا جو لحد بناتا تھا۔ تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحد بنائی۔

تشریح

یہاں اس بحث میں دو فرمان نبویؐ اور دو صحابہؓ کے عملی نمونے مذکور ہیں۔ اور یہ مشکوۃ باب دفن المیت سے منقول ہیں۔ اور سورۃ المائدہ والی آیت اکتیس کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو دفنانا چاہئے مگر یہ نہیں بتایا کہ قبر کیسی ہونی چاہئے۔ اور حضرت عباسؓ والی اور حضرت ہشام والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر بغلی

کشادہ اور گہری ہونی چاہئے۔ اور حضرت عامر والے اثر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ والے اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبر کھودنے کا جب وقت آیا تو صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے مشورہ کے بعد فرمایا کہ لحد اور شق بنانے والوں میں سے جو پہلے آئے وہ اپنا کام کرے۔ تو لحد بنانے والا پہلے آیا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحد قبر بنائی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں دونوں قسم کی قبریں بنائی جاتی تھیں۔ تو اس کا مقصد یہ ہے کہ دونوں جائز ہیں مگر بغلی بہتر اور افضل ہے مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ المائدہ کی آیت اکتیس سے کیسے معلوم کیا کہ قبر لحد۔ کشادہ اور گہری ہونی چاہئے۔ پس اس کا جواب یہ ہے سورہ المائدہ کی آیت اکتیس کا مقصد یہ ہے مرنے والے کی لاش کو محفوظ کرنا ہے تاکہ درندے وغیرہ اسے نکال کر نہ کھائیں۔ اور اس کی بہترین صورت یہی ہے کہ قبر کشادہ گہری اور بغلی ہو۔ اور اگر کہیں یہ ممکن نہ ہو تو پھر کشادہ گہری اور شق بھی کفایت کرتی ہے۔ اور قبر کا یہ مفہوم اس آیت سے صرف پیغمبر ہی سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے ہم بار بار عرض کرچکے ہیں کہ فہم قرآن کے لئے احادیث نبویہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور منکر حدیث منکر قرآن ہے۔

میت کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارنا چاہیئے

عن ابن عباس قال سل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) من قبل راسہ (رواہ الشافعی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے سر کی جانب سے نکال کر قبر میں اتارا گیا تھا۔ یہ حدیث شافعی نے نقل کی ہے۔

عن ابی رافع قال سل رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سعد

ورش علی قبرہ ماء" (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابی رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو سر کی جانب سے نکالا تھا اور اس کی قبر پر پانی چھڑکا تھا (یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے)

وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل قبر الیلة فاسرج له بسراج فاخذ من قبلة وقال رحمک اللہ ان کنت لاواھا تلاء للقرآن (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رات ایک قبر میں داخل ہوئے تو آپؐ کے لئے چراغ سے روشن کیا گیا۔ تو آپؐ نے میت کو قبلہ کی طرف سے پکڑا اور فرمایا اللہ تجھ پر رحم کرے تو اللہ کے سامنے بہت رونے والا اور زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والا تھا (اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث ہیں۔ اور یہ تینوں مشکوٰۃ باب دفن المیت سے منقول ہیں۔ اور یہ سورہ المائدہ کی آیت کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں مردوں کو دفنانے کی تعلیم تو ہے لیکن مردے کو قبر میں اتارنے کا طریقہ نہیں بتایا کہ کس طرح اتارنا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقہ بتایا ہے۔ مگر ان احادیث میں سے پہلا تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو سر کی جانب سے قبر میں اتارا۔ اور دوسری حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عملی نمونہ ہے کہ آپؐ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی میت کو سر کی جانب سے قبر میں اتارا تھا اور تیسری حدیث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دوسرا عملی نمونہ ہے کہ آپؐ نے ایک صحابی کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا تھا۔ پس ان تینوں احادیث میں تعارض نظر آتا ہے۔ اور جب احادیث میں تعارض ہوجائے تو محدثین کا اصول یہ ہے کہ ان میں تطبیق کی

کوشش کرتے ہیں تاکہ دونوں پر عمل ہوسکے۔ اور تطبیق نہ ہوسکے تو دونوں کو ترک کردیتے ہیں۔ اور یہاں تطبیق ہوسکتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جسم اطہر کو جو سر کی جانب سے قبر میں اتارا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپؐ کی قبر مبارک چونکہ آپؐ کے حجرہ مبارک میں ہی بنائی گئی تھی اور قبلہ کی طرف سے قبر میں اتارنے کی جگہ تنگ تھی اس لئے آپؐ کو سر کی جانب سے قبر میں اتارا گیا تھا۔ اور جناب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خود جو سر کی جانب سے قبر میں اتارا تھا اس کا مقصد یہ ہے کہ جائز اس طرح بھی ہے۔ اور آپ ﷺ خود ایک صحابی کو جو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا تھا اس کا مقصد یہ ہے کہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ مردے کو قبر میں قبلہ کی جانب سے اتارنا چاہئے۔ اور صاحب مظاہر حق نے اس پر حضرت جابر اور حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے بھی روایت نقل کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ حدیث مشہور ہوجاتی ہے۔ اس لئے احناف اُس کو ترجیح دیتے ہیں کہ مردہ کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارنا چاہئے اور ایک حدیث ہے کہ مردے کا چہرہ بھی قبلہ کی طرف کرنا ہے۔

مردے کو قبر میں اتارتے وقت کی دعا

وعن بن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل قبرا لیلۃ فاسرج لہ بسراج فاخذ من قبل القبلۃ وقال رحمک اللہ ان کنت لا اھا تلاء القرآن (ترمذی)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک رات ایک قبر میں داخل ہوئے تو آپؐ کے لئے چراغ کی روشنی کی گئی۔ تو آپؐ نے مردے کو قبلہ کی جانب سے پکڑا اور دعا

فرمائی اللہ تجھ پر رحم کرے تو زیادہ رونے والا اور قرآن کی تلاوت کرنے والا تھا۔

وعن ابن عمر ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا ادخل المیت القبر قال بسم اللّٰہ وبا اللّٰہ وعلی ملۃ رسول اللّٰہ و فی روایۃ وعلی سنۃ رسول اللّٰہ (احمد ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کو قبر میں داخل کرتے تھے تو فرماتے تھے رکھتا ہوں میں تجھے ساتھ نام اللہ کے اور ساتھ حکم اللہ کے اور اوپر شریعت یا سنت رسول اللہ کے

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں۔ اور یہ دونوں مشکوۃ باب دفن المیت سے نقل کی گئی ہیں اور یہ بھی قرآن مجید کی سورہ المائدہ کی آیت اکتیس کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں صرف مردے کو دفنانے کی ترغیب ہے مگر ترتیب نہیں ہے کہ کس طرح دفنانا ہے۔ اور اسے دفناتے وقت کچھ پڑھنا بھی ہے یا نہیں۔ پس حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان دو حدیثوں میں مردے کو دفناتے وقت کے دعائیہ الفاظ بھی بتادیے ہیں۔ ان حدیثوں میں رحمک اللّٰہ۔ بسم اللّٰہ۔ و باللّٰہ وعلی ملۃ لرسول اللّٰہ دعائیہ کلمات ہیں۔ ان دعائیہ کلمات کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالی تجھ پر رحم فرمائے۔ اور اللہ تعالی کی مدد سے قبر کے اندر بھی تو ملت رسول اللہ پر رہے۔

قبر کا منہ بند کرنے کے لئے کچی اینٹیں لگانی چاہئیں

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص ان سعد بن ابی وقاص قال فی مرضہ الذی ھلک فیہ لحدوا لی لحدا والنصبو علی اللبن نصبا

کما صنع برسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم (رواہ مسلم)

عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنی اس مرض میں فرمایا جس میں فوت ہوئے تھے کہ میری قبر کو لحد بنانا اور اس پر کچی اینٹیں لگانا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا

تشریح

یہ حدیث مشکوۃ باب دفن المیت سے منقول ہے۔ اور یہ بھی قرآن مجید کی سورہ المائدہ کی آیت اکتیس کی تشریح ہے کیونکہ اس آیت میں مردے کو دفنانے کی تعلیم تو ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ اس کی قبر کو بند بھی کرنا ہے یا نہیں۔ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر کو لحد بنانا اور اس پر کچی اینٹیں لگانا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی ہی کیا تھا۔ یعنی صحابہ (رضوان اللہ علیھم اجمعین) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر کچی اینٹیں لگائی تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تعلیم دی ہوگی۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یا آپ کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے اس آیت سے یہ کیسے معلوم کیا کہ مردے کی قبر پر کچی اینٹیں لگانا ہے اور اس کو اوپر سے بند کرنا ہے پس اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت اکتیس میں جو تدفین میت کی تعلیم و ترغیب ہے اس کا مقصد مردے کو درندوں اور بے حرمتی سے بچانا ہے۔ اگر اس کی قبر کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا بلکہ درندے اس کو نوچ نوچ کر کھا جائیں گے۔ پس یہ جواب اسی آیت سے خودبخود معلوم ہوجاتا ہے ۔ اور کچی اینٹ کی تعلیم ہے اور پکی کی اجازت نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پکی اینٹ کو چونکہ آگ نے چھوا ہے۔ اس سے مردے کو بچانا ہے۔ اور یہ

ایک نیک فال ہے۔ اور فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر زمین کچی ہو تو پھر قبر کے اندر اور اوپر لکڑ اور پتھر لگائے جاسکتے ہیں۔

قبر پر مٹی ڈال کر اوپر سے پانی چھڑکنا ہے

عن اجعفر بن محمد عن ابیه مرسلا ان النبی صلی اللہ علیه وسلم حثی علی المیت ثلث حثیات بیدیه جمیعا و انه رش علی قبر ابنه ابراہیم ووضع علیه ھباء (شرح السنه)

جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے بطریق ارسال کے کہ نبی ﷺ نے مردے پر اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپیں مٹی ڈالی اور آپؐ نے اپنے بیٹے ابراھم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر سنگ ریزے رکھے۔ اور صاحب مظاہر حق نے ایک ضعیف سی روایت نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے پہلی لپ کے ساتھ فرمایا منھا خلقناکم اور دوسری لپ کے ساتھ فرمایا وفیھا نعیدکم اور تیسری لپ کے ساتھ فرمایا ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ (اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو لوٹا دیں گے اور اسی زمین سے ہم تم کو (قیامت کے دن) دوبارہ نکالیں گے۔

عن جابر قال رش قبر النبی صلی اللہ علیه وسلم وکان الذی رش الماء علی قبره بلال بن رباح بقربة بدء من قبل راسه حتی انتهی الی رجلیه (بیھقی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی قبر پر پانی چھڑکا گیا اور آپؐ کی قبر مبارک پر یہ پانی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے مشکیزے سے چھڑکا تھا۔ اور سر کی طرف سے شروع کیا اور پاؤں تک انتہا کی تھی (بیھقی نے یہ حدیث دلائل النبوت میں نقل کی ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه قال رش قبر النبی صلی اللہ علیه

وسلم وكان الذى رش الماء على قبره بلال بن رباح بقربة بداء من قبل راسه حتى انتهى الى رجليه (بيهيقى)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر پر پانی چھڑکا گیا تو آپ ﷺ کی قبر مبارک پر یہ پانی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ نے مشکیزے سے چھڑکا تھا۔ اور سر کی طرف سے شروع کیا اور پاؤں تک انتہا کی تھی۔ (بیہقی نے یہ حدیث دلائل النبوت میں نقل کی ہے)۔

عن ابى هريرة ان رسول الله (صلى الله عليه وسلم) صل على جنازة ثم اتى القبر فحشى عليه من قبل راسه ثلثا (ابن ماجه)

حضرت ابی هریره رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک جنازہ پڑھایا پھر قبر پر تشریف لائے اور اس پر سر کی طرف تین دفع مٹی ڈالی۔ ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں اور یہ تینوں مشکوۃ باب دفن المیت سے منقول ہیں۔ اور یہ بھی قرآن مجید کی سورہ المائدہ کی آیت اکتیس کی تفسیر ہے ان احادیث کا مقصد یہ ہے کہ مردے کی قبر پر مٹی ڈالنا ہے اور تین لپیں مٹی ڈالنا ہر مسلمان کے لئے سنت ہے اور اسی طرح قبر پر پانی چھڑکنا بھی سنت ہے۔ مٹی ڈالنے کی وجہ تو یہ ہے کہ اس میں مردے کا زیادہ تحفظ ہے اور پانی نیک فال ہے مظاہر حق نے مواهب کے حوالہ سے ایک شخص کا واقعہ نقل کیا ہے کہ جب وہ مر گیا تھا تو اس کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ میرے اعمال تولے گئے تو برائیوں والا پلہ بھاری ہوگیا تو اچانک ایک تھیلی نیکیوں والے پلڑے میں گری تو وہ بھاری ہوگیا اور میری نجات ہوگئی۔ جب میں نے اس تھیلی کو کھول کر دیکھا تو اس میں وہ

مٹی تھی جو میں نے ایک مسلمان کی قبر پر ڈالی تھی۔

قبر اونٹ کی کوہان کی مانند ہونی چاہیئے

لانه صلی الله علیه وسلم نهی عن تربیع القبور هدایه کیونکہ نبی ﷺ نے قبر مربع بنانے سے منع فرمایا ہے عن سفیان التمار انه رأی قبر النبی صلی الله علیه وسلم مسنما (بخاری)

سفیان تمار سے روایت ہے کہ اس نے نبی ﷺ کی قبر کو اونٹ کی کوہان کی طرح دیکھا

عن القاسم بن محمد قال دخلت علی عائشة فقلت یا اماه اکشفی لی عن قبر النبی صلی الله علیه وسلم وصاحبیه فکشفت لی عن ثلثة قبور لا مشرفة ولا لا طئة مبطوحة ببطحاء العرصة الحمراء (ابوداؤد)

حضرت قاسم بن محمد نے فرمایا کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ اور عرض کیا کہ میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دو یاروں کی قبریں کھول دیں (یعنی ان سے پردہ اٹھائیں) تو آپؐ نے تین قبروں سے پردہ اٹھایا تو وہ قبریں بلند بھی نہ تھیں اور زمین کے ساتھ ملی ہوئی بھی نہیں تھیں بلکہ ایک بالشت کی مانند تھیں سرخ میدان کی کنکریاں بچھی ہوئی تھیں اس حدیث کو ابوداؤد نے نقل کیا ہے

تشریح

یہاں اس بحث میں تین احادیث نقل کی گئی ہیں ان میں سے پہلی ھدایہ سے منقول ہے۔ اور دوسری دو مشکوٰۃ باب دفن المیت سے منقول ہیں۔ اور یہ تینوں احادیث قرآن مجید کی سورہ مائدہ کی آیت اکتیس کی تفسیر ہے کیونکہ اس آیت میں مردوں کو دفنانے کی تعلیم تو ہے مگر یہ تو نہیں بتاتا کہ قبر کی بلندی کتنی ہونی چاہیئے۔ اور یہ بھی نہیں بتایا کہ

مردے کی قبر مربع مسطح یا اونٹ کی کوہان کی طرح ہونی چاہئے۔ اور ظاہر بات ہے کہ اس سلسلہ میں قبر کا کوئی معیار تو ہونا چاہئے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے وہ معیار بیان فرمادیا ہے کہ وہ قبر مربع مسطح نہیں ہونی چاہئے۔ اور بعد والی دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپؐ کی قبر مبارک اونٹ کی کوہان کی مانند بنائی تھی وہ زمین کے ساتھ ملی ہوئی نہیں تھی بلند بھی نہیں تھی (پس معلوم ہوا کہ وہ بالشت کے برابر تھی۔ تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے فرمان عالی پر عمل کیا

اونچی بلند قبریں بنانے کی ممانعت

عن ابی الھیاج الاسدی قال قال علی الا ابعثک علی مابعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالاً" الا طمستہ ولا قبرا مشرفا الا سویتہ (مسلم) حضرت ابی الھیاج اسدی نے فرمایا کہ حضرت علی ؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ مت چھوڑ تو کسی مورت کو مگر اسے مٹادے ۔ اور مت چھوڑ کسی اونچی قبر کو مگر اسے برابر کردے

تشریح

یہ حدیث مشکوۃ باب دفن المیت سے منقول ہے اور یہ بھی قرآن مجید سورہ المائدہ کی آیت اکتیس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس ایت میں مردے کو دفنانے کی ترغیب ہے مگر قبر کی حد متعین نہیں ہے۔ کہ پست کتنی ہو اور بلند کتنی ہو۔ اور حضرت محمد ﷺ نے اس حدیث میں دو چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ حضرت علی ؓ کو فرمایا کہ مورت مٹادو اس سے معلوم ہوا کہ تصویر بنانا حرام ہے اور دوسری چیز یہ کہ اونچی قبر کو برابر کر دو۔ اور برابر کرنے

سے مراد بالشت کے برابر کرنا ہے۔ جیسا کہ پہلے حدیثوں میں تفصیل آگئی ہے اور قبریں بلند بنانے سے ممانعت کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ فضول خرچی ہے۔ اور فضول خرچی شریعت میں حرام ہے اور ایک بالشت کی مانند بلند رکھنے کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبر کے نشانات باقی رہیں۔ تاکہ لوگ قبر کی بے ادبی نہ کریں کیونکہ شریعت میں قبر کی بے ادبی حرام ناجائز ہے جیسا کہ اس کی تفصیل عن قریب احادیث میں آرہی ہے اور ایسی اونچی قبروں کو گرانا واجب ہے۔

قبریں پختہ بنانا۔ ان پر بیٹھنا۔ ان کی طرف نماز پڑھنا ان پر لکھنا اور ان پر گنبد بنانا حرام

عن جابر قال نهى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ان يجصص القبر و ان يبنى عليهٗ ان يقصد عليه (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ کرنے۔ اس پر عمارت بنانے۔ اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث امام مسلم نے روایت کی ہے۔

عن ابى مرثد الغنوى قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لا تجلسو على القبر ولا تصلو اليها (رواه مسلم)

حضرت ابی مرشد غنوی رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر پر مت بیٹھو اور اس کی طرف نماز بھی مت پڑھو

عن ابى هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لان يجلس احدكم على جمرة فتحرق ثيابه فتخلص اى جلده خير له

من ان یجلس علی قبر (مسلم)

حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی آگ کے انگارے پر بیٹھے اور اس سے اس کے کپڑے جلیں اور وہ آگ اس کے جسم تک پہنچ جائے یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ قبر پر بیٹھے یہ حدیث امام مسلم نے نقل کی ہے۔

عن جابر قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبور و ان یکتب علیھا وان توطاء (ترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبریں گچ کرنے۔ ان پر لکھنے اور اس کو روندنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح

یہاں اس بحث میں چار احادیث منقول ہیں۔ اور یہ چاروں مشکوۃ باب دفن المیت سے منقول ہیں اور یہ قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی آیت اکتیس کی تشریح ہے کیونکہ اس آیت میں مردوں کو دفنانے کی تعلیم و ترغیب تو ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ وہ قبر پختہ بنانا ہے یا کچی۔ یا ان پر کوئی عمارت بنانا۔ یا ان پر بیٹھنا۔ یا ان کی طرف نماز پڑھنا کیسا ہے؟

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں ان چیزوں کی مخالفت فرمائی ہے۔ جیسا کہ احادیث کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔ مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے یہ مفہوم کیسے نکالا؟ آپؐ تو مفسر قرآن تھے۔ آپؐ نے جتنی بھی احادیث بیان فرمائی ہیں وہ آپؐ نے قرآن ہی سے نکالی ہیں۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جو تدفین میت کی تعلیم و ترغیب مل رہی ہے اس کا مقصد اکرام اور احترام میت ہے اور یہ مقصد پہلے ابواب میں قبر کے مذکورہ طریقوں سے حاصل ہوجاتا ہے اب رہا قبروں کو پختہ بنانا۔ یا ان پر عمارت گنبد بنانا یہ فضول خرچی حرام ہے اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اس سے منع فرمایا ہے۔ اور ان پر بیٹھنا یا ان کو اپنے تلے روندنا بے حرمتی ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور ان قبروں کی طرف نماز پڑھنے سے اس لئے منع فرمایا کہ یہ شرک ہے۔ یعنی اگر صاحب قبر کو نفع و نقصان کا مالک تصور کر کے ادھر نماز پڑھے گا تو کافر اور مشرک ہوجائے گا۔ اور اگر اسے نفع و نقصان کا مالک تو نہ سمجھے مگر ویسے اسے بزرگ ہستی جان کر اس کی قبر کی طرف نماز پڑھے تو یہ فعل شرک کے مشابہ ہوگا۔ بہرحال قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام ہے۔ اور اس قبر پر کتبہ وغیرہ لگانا بھی منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اس پر کچھ آیات وغیرہ تو لکھے گا تو اس سے ان آیات کی توھین ہوگی۔

قبر پر کوئی اتنی علامت ہونی چاہیئے جن سے خویش و اقارب کا تعارف ہوسکے اور وہاں اور بھی عزیز دفنائے جائیں

عن المطلب بن ابی وداعہ قال لما مات عثمان بن مظعون اخرج بجنازته فدفن امر النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) رجلا" ان یاتیہ بحجر" فلم یستطع حملها فقام الیها رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وحسر عن ذراعیہ قال المطلب قال الذی یخبرنی عن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کانی انظر الی بیاض وذراعی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حین حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند راسہ وقال اعلم بها قبر اخی وادفن الیہ من مات من اهلی (رواہ ابو داؤد)

تشریح

یہاں اس بحث میں ایک ہی حدیث ہے یہ مسئلہ باب دفن

المیت سے منقول ہے۔ اور یہ بھی قرآن مجید کی سورہ المائدہ کی آیت اکتیس کی تفسیر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر کوئی ایسی نشانی ہونی چاہیئے تاکہ اس کا تعارف ہو اور پھر اس کے پاس اپنے اور مردوں کو دفنایا جاسکے کیونکہ نبی (ﷺ) اپنے دودھ شریک بھائی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر خود پتھر رکھا تھا اور فرمایا تھا کہ میں یہ پتھر نشانی کے طور پر رکھتا ہوں تاکہ میری اھل میں سے اگر کوئی فوت ہوگیا تو اسے یہیں دفناؤں گا۔

اور فقہاء نے لکھا ہے کہ

نشانی رکھنا مستحب ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی (ﷺ) نے سورہ المائدہ کی آیت اکتیس سے یہ کیسے معلوم کیا تھا؟ اس آیت سے بظاہر تو یہ معلوم نہیں ہوتا: پس اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ مردے کو دفنانا چاہیئے۔ اور یہ قبر بھی تعارف کے لئے ہے تاکہ مردے کی بے ادبی نہ ہو۔ اسے درندے نہ کھائیں اسی طرح قبر پر نشانی بھی تو اپنے مردوں کے تعارف کے لئے ہے تاکہ اس کے پاس اپنے اور مردے دفنائے جاسکیں۔ اس طرح یہ مضمون بھی اس آیت سے معلوم ہوجاتا ہے۔ اور مفسر قرآن حضرت محمد (ﷺ) نے اس کی وضاحت فرمادی ہے اور ایسا فہم قرآن کا ملکہ اللہ تعالی نے آپ کو ہی عطا فرمایا تھا۔

تدفین کے بعد سورہ البقرہ کی شروع والی آیتیں مردے کے سر کی طرف اور آخر والی اس کے پاؤں کی طرف پڑھنا چاہیئے

عن عبداللہ بن عمر قال سمعت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوہ واسرعوبہ الی قبرہ ولیقرا عند راسہ فاتحتہ البقرۃ وعند رجلیہ بخاتمتہ البقرۃ (بھیقی)

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ میں نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اسے روکو نہ اور اسے اس کی قبر کی طرف جلدی لے جاؤ۔ اور اس کے سر کے پاس سورہ البقرہ کی شروع والی آتیں اور پاؤں کی طرف سورہ البقر کی آخری آئتیں پڑھی جائیں۔

تشریح

یہ حدیث بھی مشکوٰۃ باب دفن المیت سے منقول ہے اور یہ بھی قرآن مجید کی سورہ المائدہ کی آیت اکتیس کی تفسیر ہے اس حدیث میں حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے امت کو دو حکم ارشاد فرمائے ہیں ایک یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اسے جلدی دفناؤ اور دوسرا ارشاد یہ ہے اس کے سر کی طرف سورہ البقرہ کی شروع والی آیتیں مفلحون تک اور سورہ البقرہ کی آخری آیتیں امن الرسول سے لے کر آخر تک اس کے پاؤں کی طرف پڑھنا ہے۔ مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس آیت سے یہ تفسیر کیسے معلوم کی تھی ؟ پس اس کا جواب یہ ہے کہ گزشتہ ابواب میں ہم تفصیلا" بیان کرچکے ہیں کہ مردے کو دفنانا اس کے حقوق میں سے ہے اور اس کے لئے دعاء مغفرت کرنا بھی اس کا حق ہے۔ اور تدفین کے بعد اس کے لئے ایصال ثواب کی دعا اور استغفار بھی اس کا حق ہے۔ اور دوسری جگہ حدیث میں ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۂ البقرہ کی یہ دس آیتیں پڑھنے سے انسان کے قریب شیطان نہیں آتا اور انسان آفات بلیات سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے امام مسلم نے ایک اور روایتؒ نقل کی ہے کہ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تین چیزیں عطا فرمائی تھیں۔ پانچ نمازیں اور آپؐ کی امت میں سے جو کوئی شرک نہیں کرے گا اس کی بخشش کا وعدہ اور خواتیم سورہ البقرہ کی دعائیں دی ہیں۔ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مردے کی قبر پر یہ آیات پڑھنے کی تعلیم دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان آیات میں سے سورہ البقرہ کی شروع

والی آیات میں تینوں عقائد (توحید۔ رسالت۔ قیامت) اور بقرہ کی آخری آیات میں دعاؤں کا ذکر ہے۔ پس نبی (ﷺ) نے قبر کے پاس یہ آیات پڑھنے کی تعلیم دے کر یہ بتا دیا ہے کہ اب مردے کو ان تینوں عقائد کی تلقین کرنا ہے ۔اور دوسرا امت کو یہ بتایا ہے کہ اس کے لئے سورہ البقرہ والی دعائیں کرنا ہے اور یہ صیغے چونکہ جمع کے ہیں اس لئے مردوں کی بھی نیت کر لینا چاہئے۔

مردے کو اسی شہر میں دفنانا چاہیئے جہاں وہ فوت ہوا ہے

عن جابر قال لما كان يوم احد جائت عمتى بابى لتدفنه فى مقابرنا فنادى منادى رسول الله (صلى الله عليه وسلم) ردوالقتلى الى مضاجعهم (احمد۔ ترمذی ابوداؤد۔ نسائی۔ دارمی واللفظ للترمذی) حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب احد کا دن تھا تو میری پھوپھی میرے والد کو لے آئی تاکہ اسے ہمارے قبرستان (بقیع) میں دفنائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا کہ مقتولوں کو اپنی مقتل گاہوں کی طرف لے آؤ۔ یہ حدیث احمد۔ ترمذی ابوداؤد۔ نسائی اور دارمی نے نقل کی ہے۔ اور الفاظ ترمذی کے ہیں۔

عن ابن ابى مليكة قال لما توفى عبدالرحمٰن بن ابى بكر بالحبشى وهو موضع فحمل الى مكة فدفن بها فلما قدمت عائشة انت قبر عبدالرحمٰن بن ابى بكر فقالت وكنا كمند مانى جذيمة حقبة۔ من الدهر حتى قيل لن يتصدعا فلما تفرقنا كانى ومالكا۔ لطول اجتماع لم نبت ليلة معاثم قالت والله لو حضر تك مادفنت الا حيث مت ولو شهد تك مازرتك (ترمذی)

حضرت ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن ابی بکر حبشی میں فوت

ہوئے ایک جگہ ہے) تو انہیں مکہ میں لاکر دفنایا گیا۔ اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی قبر کے پاس آئیں تو فرمایا کہ ہم زمانہ دراز تک جذیمہ کے ہمنشین رہے۔ یہاں تک کہا گیا کہ یہ جدا ہی نہیں ہوں گے۔

اور جب جدا ہوئے تو گویا میں اور مالک عرصہ دراز تک ساتھ رہنے کے باوجود ایک رات بھی اکھٹے نہیں رہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم اگر میں حاضر ہوتی تو تو وہیں دفن کیاجاتا جہاں تیری وفات ہوئی تھی۔ اور اگر میں موجود ہوتی تو تیری زیارت نہ کرتی (اس حدیث کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں ہیں اور یہ دونوں مشکوٰۃ باب دفن المیت سے نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ بھی قرآن مجید کی سورہ المائدہ کی آیت اکتیس کی تفسیر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں مردوں کو دفنانے کی تعلیم و تربیت تو ہے مگر یہ تو نہیں بتایا کہ مردے کو کہاں دفنانا ہے۔ اور ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے کو وہیں دفنانا ہے جہاں وہ فوت ہوا ہے۔ مگر اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نبی (ﷺ) نے اس آیت سے کیسے معلوم کیا کہ مردے کو وہیں دفنانا ہے جہاں وہ فوت ہوا ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے پہلے یہ بیان گزر چکا ہے کہ مردے کو جلدی دفنانا چاہیئے پس اگر اب اسے کسی دوسرے شہر میں منتقل کریں گے تو تاخیر اچھی خاصی ہوگی اور اس سے مردے کے خراب ہونے کا بھی خطرہ ہے اس لئے جس شہر میں آدمی فوت ہو اسے اسی شہر کے قبرستان میں دفنانا چاہیئے۔ ہاں عوارضات کا لحاظ شریعت کے تمام احکامات میں ہے تو یہاں بھی ہے۔

مثلاً" اگر اسے زمین مغصوبہ میں دفنایا گیا ہو یا وہ زمین شفیع نے حاصل کرلی ہو اور وہ اجازت نہ دیتا ہو۔ اور وہ اس زمین کو ہموار کرتا ہے تو ان حالات میں مردے کو وہاں سے منتقل کرنا جائز ہے۔ اور اس حدیث میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے جو مرثیہ پڑھا ہے

یہ ان کا اپنا بنایا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ آپ ناقلہ ہیں۔ اصل میں یہ مرثیہ تمیم بن نویرہ کا ہے جو اس نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے فراق میں پڑھا تھا۔ اور اس میں جو جزیمہ کا ذکر ہے یہ عراق اور جزیرہ عرب کا بادشاہ گزرا ہے یہ تمیم اور اس کا بھائی مالک دونوں اس کے درباری تھے۔ اور مالک قتل کردیا گیا تھا تو اس کی جدائی میں تمیم نے یہ مرثیہ پڑھا تھا اور حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے اس کے وہ دو اشعار نقل کئے تھے۔ اور اپنے بھائی عبدالرحمان کی جدائی میں وہ پڑھے تھے کیونکہ ان کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر حبشی میں فوت ہوئے تھے اور اس وقت حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) موجود نہیں تھیں آپ مدینہ میں تھیں۔

مصائب پر صبرو شکر کرنے کا حکم

یایہاالذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوہ ان اللہ مع الصبرین○ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون○ ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرت وبشر الصبرین○ الذین اذآ اصابتہم مصیبہ قالوآ انا للہ وانآ الیہ رجعون○ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمہ واولئک ھم المہتدون○

ترجمہ:۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو مدد چاہو ساتھ صبر کے اور نماز کے تحقیق اللہ تعالیٰ ساتھ صبر کرنے والوں کے ہے۔ اور مت کہو واسطے ان لوگوں کے کہ مارے جاتے ہیں بیچ راہ اللہ کے کہ مردے ہیں بلکہ زندہ ہیں اور لیکن نہیں تم سمجھتے۔ اور البتہ آزمائیں گے ہم تم کو ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک سے اور کمی مالوں سے اور جان کے سے اور پھلوں کے سے اور خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو وہ لوگ کہ جب پہنچتی ہے ان کو مصیبت کہتے ہیں تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں اور تحقیق ہم طرف اس کی پھر جانے والے ہیں۔ یہ لوگ اوپر ان کے ہے درود پروردگار انکے سے اور رحمت اور یہ لوگ وہی ہیں راہ پانے والے۔

تفسیر

یہاں اس بحث میں سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو ترپن سے لے کر ایک سو ستاون تک نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت میں ایک حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صبرو استقامت اور نماز کے ساتھ مدد مانگتے رہو۔ اور دوسرا وعدہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور دوسری آیت میں اسکا نمونہ ہے کہ شہداء جو صبرواستقامت کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں اعلیٰ ترین زندگی عطا فرماتے ہیں۔ بقول شاعر

جی کے مرنا تو سب کو آتا ہے
مر کے جینا تو نے سکھلایا حسین

اور تیسری آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائشوں سے کسی کو بھی گریز کی طاقت نہیں ہے اور اس آیت میں آزمائشوں کی بعض صورتیں بھی بیان فرمادی ہیں۔ شدید خوف۔ بھوک۔ مالوں کی جانوں کی۔ اور پھلوں کی کمی۔ اور آخر میں فرمایا ہے کہ جو صبرواستقامت کا ثبوت دیں گے اور بوقت آزمائش یوں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا مالک ہے اور ہم اس کے مملوک ہیں ہمارے ساتھ جو چاہے کرے۔ ہم اگر اسکے راستے میں مر بھی جائیں گے۔ تو اسی کے پاس جائیں گے۔

بقول شاعر

رشتہ درگردنم افگندہ دوست
میکشد ہرجا کہ خاطر خواہ اوست

اور آیت پانچ میں ایسے صبرواستقامت والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے انعامات کا اعلان فرمایا ہے کہ ان پر خاص رحمتیں بھی نازل ہوں گی اور عام رحمتیں بھی نازل ہوں گی۔

وماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا○ (سورۃ آل عمران)

اور اللہ کے حکم کے سوا کوئی مر نہیں سکتا ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے۔

فاثابکم غما بغم لکیلا تحزنوا علی ما فاتکم ولا ما اصابکم○ (سورۃ آل

عمران آیت ۱۴۵۔۱۵۳) سو اللہ نے تمہیں اس کی پاداش میں غم دیا بسبب غم دینے کے تاکہ تم مغموم نہ ہو اس پر جو ہاتھ سے نکل گئی اور نہ اس پر جو تمہیں پیش آئی۔

تفسیر

قرآن مجید میں اس مضمون کی متعدد آیات ہیں اور اختصار کی خاطر یہاں صرف سورۃ البقرہ کی پانچ اور سورۃ آل عمران کی دو آیتوں کے دو جملے نقل کئے گئے ہیں۔ ان کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا مالک ہے اس نے انسان سے کام لینا ہے۔ جیسے چاہے جو چاہے وہ کام لے گا۔ اور اس کا اس نے وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ اور جب اسکی ضرورت ختم ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ختم کردیں گے اور اس سلسلہ میں کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ فعل خداوندی پر اعتراض کرے کہ وہ یہ کام بندے سے کیوں لیتا ہے۔ یا ضرورت ختم ہونے پر وہ اسے کیوں ریٹائر کرتا ہے جس طرح ایک مالک مجازی اپنی گائے۔ بھینس۔ گھوڑے یا گدھے سے کام لیتا ہے اگر وہ کام دے تو اسکی خوب خدمت کرتا ہے اور اگر وہ کام نہ دے تو اسے سزا بھی دیتا ہے۔ اور بعض کو ذبح کرکے کھاتا ہے۔ اور اس مالک مجازی کے اس فعل پر کوئی اعتراض نہیں کرتا اور نہ ہر کسی کو اس کے اس فعل پر اعتراض کا حق ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ جب انسان کا مالک حقیقی ہی اس نے انسان سے کام لینا ہے۔ اور اس سلسلہ میں وہ اس انسان پر سختی بھی کرے گا۔ اگر انسان کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں سے نواز دے گا۔ اگر نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے مالکانہ سزا دے گا۔ اور اسکی میعاد ختم ہونے کے بعد اسے مار بھی دے گا۔ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خداوند پاک کے کسی فعل پر اعتراض یا تنقید کرے۔ یہ تو

ان آیات کا خلاصہ ہے مزید تشریح احادیث میں آ رہی ہے۔

میت پر غم اور آنسو بہانا جائز ہے

عن انس قال دخلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سیف القین وکان ظئر الابراہیم فاخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم فقبلہ وشمہ ثم دخلنا علیہ بعد ذالک وابراہیم یجوو بنفسہ فجعلت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تذرفان فقال لہ عبدالرحمن بن عوف وانت یا رسول اللہ صص فقال یا بن عوف انہا رحمۃ ثم اتبعہا باخری فقال ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا مایرضی ربنا وانا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سیف لوہار کے پاس گئے اور وہ ابراہیم کے دایہ تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم کو بوسہ دیا اور اسے سونگھا اور کچھ دنوں بعد پھر ہم اس کے پاس گئے تو ابراہیم حالت نزع میں تھے تو رسول اللہ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ روتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا عوف کے بیٹے یہ شفقت ہے اور نبی ﷺ اسکے بعد پھر روئے اور فرمایا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غم زدہ ہے اور کہتے وہ ہیں جس پر ہمارا رب راضی ہو کہ اے ابراہیم ہم تیری جدائی کی وجہ سے غم زدہ ہیں۔ (اس حدیث کی صحت پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے)

•عن عبداللہ بن عمر قال اشتکی سعد بن عبادہ شکوی لہ فاتاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعودہ مع عبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص

[illegible]

[illegible]

تشریح

یہاں اس بحث میں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور یہ دونوں مشکوۃ باب بکاء المیت سے منقول ہیں اور یہ اس باب میں مذکورہ آیت سورۃ البقرہ اور آیت سورۃ آل عمران کی تفسیر ہے۔ کیونکہ ان آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مصیبت پر انسان نے غم نہیں کرنا بلکہ صبرواستقامت کا ثبوت دینا ہے۔ مگر انسان فطرۃ ضعیف اور کمزور ہے۔ اس کے لئے اپنے عزیزواقارب کی جدائی کا

صدمہ برداشت کرنا مشکل ہے۔

شعر

جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہ ہو
یہ ایسا داغ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہ ہو

دیگر

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

اور اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ انسان کی فطرت اور مزاج کو جانتا ہے۔ اس لئے اس نے انسان کو ابتدائی طور پر اپنے عزیز و اقارب کی فوتگی اور جدائی پر اپنا تعلق شفقت اور ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے صرف آنسو بہانے اور غم کرنے کی اجازت دی ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے ان دو حدیثوں میں اس کی وضاحت فرمادی ہے۔ اور زندگی میں انسان کو ایک دوسرے کے ساتھ بوقت مصیبت ہمدردی اور تعاون کا حکم ہے۔ اور یہاں فوت ہونے والے پر تو بہت بڑی مصیبت نظر آتی ہے اور انسان اسے اس مصیبت سے بچا تو نہیں سکتا مگر اسکے دل میں تو محبت۔ شفقت اور ہمدردی کا ایک جذبہ تو موجزن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس شکل میں اسکے اظہار کی تعلیم دی ہے۔

مصیبت پر چلا کر رونا۔ سینہ کوبی کرنا اور کپڑے پھاڑنا حرام ہے۔

عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من ضرب الخدود وشق الجیوب ودعی بدعوی الجاھلیہ (متفق

علیہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ص نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رخسارے پیٹے۔ گریبان پھاڑے۔ اور دور جاھلیت کی طرح پکارے۔ اس حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم نے اتفاق کیا ہے۔

عن ابی بردہ قال اغمی علی ابی موسی فاقبلت امراتہ ام عبداللہ نعیم برنہ ثم افاق فقال الم تعلمی وکان یحدثھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انا بری ممن حلق وصلق وخرق (متفق علیہ) ولفظہ لمسلم۔

حضرت ابی بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی موسی رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہوئی تو اسکی بیوی ام عبداللہ نے چلاکر رونا شروع کیا۔ پھر اسے جب ہوش آئی تو فرمایا تجھے پتہ ہے اور وہ حدیث سنانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس سے بری ہوں جو بوقت مصیبت سر کے بال منڈوائے۔ یا چلاکر روئے اور کپڑے پھاڑے۔ اس حدیث پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے مگر الفاظ صرف امام مسلم کے ہیں۔

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النائحہ والمستمعہ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چلاکر رونے والی اور نوحہ سننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔

عن ام سلمہ قالت لما مات ابوسلمہ قلت غریب فی ارض غربہ لایکینہ بکاء یحدث عنہ فکنت قد تھیات للبکاء علیہ اذا قبلت امراۃ ترید ان تسعدنی فاستقبلھا رسول اللہ صص فقال اترید بن ان تدخلی الشیطان

بیتاً" اخرجه منه مرتین وکففت عن البکاء فلم ابک (رواہ مسلم)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب ابو سلمہ فوت ہوئے تو میں نے کہا کہ مسافر تھا سفر کی زمین میں تھا میں نے اس کو رونا ہے جو نقل کیا جائے اس کی طرف سے۔ اور میں نے اس پر رونے کی تیاری کی۔ اچانک ایک اور عورت بھی آگئی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ اس میں میری مدد کرے تو رسول اکرم ﷺ اس کے سامنے سے آگئے تو آپ نے اسے فرمایا کہ تو چاہتی ہے کہ شیطان کو اس گھر میں داخل کرے جسے اللہ نے دو بار نکال دیا ہے تو میں رونے سے رک گئی پھر میں نہیں روئی۔ اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن ابن عباس قال ماتت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبکت النساء فجعل عمر یضربھم بسوطه فاخره رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بیده وقال مھلاً یا عمرُ ثم قال ایاکن ونعیق الشیطان ثم قال انه مھما کان من العین ومن القلب فمن اللہ عزوجل ومن الرحمه وماکان من الید ومن اللسان فمن الشیطان (احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا فوت ہوگئی تو عورتیں روئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے کوڑے سے مارنا شروع کیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے روکا اور فرمایا عمر ٹھہر جا۔ پھر فرمایا عورتو اپنے آپ کو شیطانی آواز سے بچاؤ۔ پھر فرمایا جو آنکھ اور دل سے ہو تو وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے اور رحمت ہے اور جو ہاتھ اور زبان سے ہو تو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔ (یعنی ہاتھ سے چہرا اور سینہ کوبی کرنا اور زبان سے چلانا) (اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے)

وعن عمران بن حصین وابی برزہ قالا خرجنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی جنازۃ فرای قوما قد طرحوا اردیتھم یمشون فی قمص فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ابفعل الجاھلیہ تاخذون او بصنیع الجاھلیۃ تشبھون لقد ھممت ان ادعو علیکم دعوۃ ترجعون فی غیر صورکن قال فاخذوا اردیتھم ولم یعودوا لذالک (ابن ماجہ) حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تو آپ ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی چادریں پھینکی ہوئی تھی اور صرف قمیصوں میں چل رہے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے جاہلین کا طریقہ اختیار کیا ہوا ہے یا فرمایا (شک راوی) جاہلیت کے کام سے مشابہت رکھتے ہو۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہارے لئے ایسی بددعا کروں کہ تمہاری شکلیں بدل جائیں۔ راوی نے کہا کہ انہوں نے اپنی چادریں لے لیں اور پھر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ (اس حدیث کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے)

عن ابن عمر قال نھی رسول اللّٰہ صص ان تتبع جنازۃ معھا انہ (احمد۔ ابن ماجہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس جنازہ کے ساتھ جانے سے منع فرمایا ہے جس کے ساتھ چلاکر رونے والی عورت ہو۔ (یہ حدیث امام احمد اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے)

تشریح

یہاں اس بحث میں سات احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اور یہ سب مشکوۃ باب بکاء المیت سے منقول ہیں۔

ان احادیث میں سے پہلی حدیث جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ جو آدمی کسی کی مرگ پر اپنے چہرے پر مارے۔ گریبان پھاڑے۔ یا چلاکر روئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی نہیں ہے۔ اور دوسری حدیث جو حضرت ابی بردہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اسکا بھی یہی مقصد یہ ہے اور تیسری حدیث جو حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چلا کر رونے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اور چوتھی حدیث جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز سے رونے کو شیطانی فعل قرار دیا ہے اور پانچویں حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز سے رونے کو شیطانی آواز فرمایا ہے اور دل سے غم زدہ ہونے کو رحمت فرمایا ہے اور چھٹی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ دور جاہلیت میں کسی کی مرگ پر لوگ صرف قمیص پہنتے تھے تہبند وغیرہ اتار دیتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی انہیں منع فرمایا اور ساتویں حدیث جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا ہے جس کے ساتھ رونے والی عورت جائے۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ میت پر چلاکر رونا۔ سینہ کوبی کرنا۔ کپڑے پھاڑنا حرام ہے۔ اور یہ سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو پچپن اور ایک سو چھپن کی تفسیر ہے کیونکہ ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ انسان خدا کا مملوک اور امانت ہے اور وہ اب اسکو واپس لینا چاہتا ہے۔ اور اس واپس لینے میں مومن کا امتحان بھی ہے۔ اور چلاکر رونے۔ سینہ کوبی کرنے۔ اور کپڑے پھاڑنے یا اتارنے میں خدا سے احتجاج ہے کہ وہ اپنی امانت کیوں واپس لیتا ہے یا امتحان کیوں لیتا ہے؟

میت پر واویلا کرنے والوں کی اخروی سزا

عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع فی امتی من امر الجاہلیۃ لا یترکونھن الفخر فی الاحساب واللطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم والنیاحۃ وقال النائحۃ اذا لم تتب قبل موتھا تقام یوم القیمۃ وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب (مسلم)

حضرت ابی مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں چار جاہلیت کے کام نہیں چھوڑے جائیں گے۔

ذاتی جوہر پر فخر۔ نسب میں طعنہ زنی۔ ستاروں سے پانی کی طلب۔ اور میت پر واویلا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میت پر واویلا کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن وہ کھڑی کی جائے گی اس حال میں کہ اس پر قطران اور خارش کا کرتا ہو گا۔ (امام مسلم نے یہ حدیث نقل کی ہے)

تشریح

یہ حدیث مشکوۃ باب البکاء علی المیت سے مقول ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزوں کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ پہلی اپنے ذاتی جوہر پر فخر کرنا۔ کیونکہ یہ شیطانی خصلت ہے۔ انسان کو عاجزی کرنا چاہیئے۔ اور دوسری چیز کسی

کی نسب پر طعنہ زنی کرنا۔ کیونکہ اس میں مومن کی توہین ہے اور تیسری چیز ستاروں سے بارش طلب کرنا۔ کیونکہ یہ شرک ہے اور چوتھی چیز میت پر واویلا کرنا کیونکہ یہ خدا کے فعل پر احتجاج ہے۔ اور آخر میں میت پر واویلا کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تو قیامت والے دن انہیں قطران اور خارش کا کرتا پہنایا جائے گا۔ قطران ایک کالے رنگ کا بہنے والا مادہ ہے جو خارش زدہ اونٹ کو ملا جاتا ہے۔ قیامت والے دن نائحہ کو یہ کرتا اس لئے پہنایا جائے گا کہ اس سے اسے تکلیف زیادہ ہوگی۔

بچوں کے فوت ہونے کے عوض اللہ جنت دیتے ہیں۔

عن ابی هریره قال قال رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم لا یموت لمسلم ثلثۃ من الولد فیلج النار الا تحلۃ القسم (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان کے تین بچے مریں تو وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا مگر قسم کھولنے کے لئے۔ اس حدیث کی صحت پر امام بخاری اور مسلم دونوں کا اتفاق ہے۔ اور قسم سے مراد قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

ان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا اور اصل میں عبارت یوں ہے ان منکم واللہ الا واردھا یعنی اللہ کی قسم ہے تم میں سے ہر ایک کا دوزخ میں وارد ہوگا۔ اگرچہ آن واحد کے لئے ہو۔ اور ورود سے مراد پل صراط عبور کرنا ہے۔

وعنہ قال قال رسول اللہ صبص لنسوۃ من الانصار لا یموت لاحد لکن ثلثۃ من الولد فتحسبہ الا دخلت الجنۃ فقالت امرۃ منھن او اثنان یا رسول

اللہ قال اواثنان (رواہ مسلم وفی روایتہ لھما ثلثۃ لم یبلغو الحنث)

اور اسی ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی عورتوں سے فرمایا تم میں سے جس کے تین بچے مریں اور وہ اسے ثواب سمجھے تو وہ جنت میں داخل ہوگی تو ان میں سے ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ دو مریں تو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ دو مریں تو بھی۔ (یہ روایت مسلم کی ہے اور بخاری دونوں کی روایت میں ہے کہ تین بچے مریں جو حد بلوغت کو نہ پہنچے ہوں)

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صص من کان لہ فرطان من امتی ادخلہ اللہ بھما الجنہ فقالت عائشہ فمن کان لہ فرط امتک قال ومن کان لہ فرط یا موفقہ فقالت فمن لم یکن لہ فرط من امتک قال فانا فرط امتی لن یصابوا ابمثلی (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے جن کے دو نابالغ بچے مریں ہوں تو اللہ تعالیٰ اسے انکی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ جس کا ایک ہو آپکی امت میں سے تو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا ایک ہو تو بھی اسے توفیق دی ہوئی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کی امت میں سے اگر کسی کا ایک بھی نہ فوت نہ ہو تو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اسکا فرط ہوں گا وہ میری جیسی مصیبت نہیں دیئے گئے۔ یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے۔

وعن ابی موسی الاشعریقال قال رسول اللہ صص اذا مات ولد العبد قال اللہ تعالٰی للملائکۃ قبضتم ولد عبدی فیقولون نعم فیقول قبضتم ثمرہ

فواده فیقولون نعم فیقول ماذا قال عبدی فیقولون حمدک واسترجع
فیقول اللہ ابنو العبدی بیتا فی الجنہ وسموہ بیت الحمد (احمد ترمذی)

حضرت ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی کا بیٹا مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ تم نے میرے بندے کے بچے کو قبض کرلیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم نے اسکے دل کا پھول قبض کرلیا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہاں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے کیا کہا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس نے تیری حمد بیان کی ہے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے لئے جنت میں گھر بناؤ اور اسکا نام بیت الحمد رکھو۔

عن ابی ہریرۃ ان رجلا قال لہ مات ابن لی فوجدت علیہ ھل سمعت من خلیلک (صلی اللہ علیہ وسلم) یطیب بانفسنا عن موتانا قال نعم سمعتہ (صص) قال صغارھم دعا میص الجنہ یلفی احدھم اباہ فیاخذ بناحیۃ ثوبہ فلا یغارقہ حتی یدخلہ الجنۃ (مسلم)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ان سے کہا کہ میرا بچہ مرگیا ہے۔ اور مجھے اسکا صدمہ ہے اور کہا تو نے اپنے دوست (جس پر رحمتیں نازل ہوں) سے کوئی بات سنی ہے جو ہمارے دلوں کو ہمارے مردوں کی طرف سے خوش کرے۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکے چھوٹے بچے جنت میں آنے جانے والے ہونگے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے باپ سے ملے گا اور اسکے کپڑے کا کنارہ پکڑے گا۔ اور اس سے جدا نہیں ہوگا یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل

کرائے گا۔ (اس حدیث کو امام مسلم نے نقل کیا ہے) یہاں صرف باپ کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں ماں کا ذکر بھی آیا ہے۔

عن ابی سعید قال جائت امرۃ الی رسول اللہ صص فقالت یا رسول اللہ صص ذہب الرجال بحدیثک فاجعل لنا من نفسک یوما ناتیک فیہ تعلمنا مما علمک اللہ تعالٰی فقال جتمعن فی یوم کذا وکذا فی مکان کذا وکذا فاجتمعن فاتاھن رسول اللہ صص فعلمھم مما علمہ اللہ ثم قال ما منکن امرۃ تقدم بین یدیھا من ولد ثلثۃ الا کان لھا حجابا من االنار فقالت امرآۃ منھن یا رسول اللہ او اثنین فاعارتھا مرتین قال اثنین واثنین واثنین (بخاری)

حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد آپ کی حدیثیں لے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے ہمارے لئے بھی کوئی دن مقرر فرمائیں۔ ہم اس میں آپکے پاس حاضر ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وہ چیز سکھائیں جو اللہ تعالٰی نے آپکو سکھائی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلاں۔ فلاں دن اور فلاں فلاں جگہ جمع ہوجاؤ۔ وہ جمع ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لے گئے۔ تو انہیں وہ چیز سکھائی جو اللہ تعالٰی نے آپکو سکھائی تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو عورت تین بچے آگے بھیج دے تو وہ اسکے لئے آگ سے حجاب ہوں گے۔ تو ایک عورت نے ان میں سے کہا کہ اور دو۔ اور اس نے دو مرتبہ یہ جملہ دہرایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور دو۔ اور دو۔ اور دو۔ یہ حدیث بخاری نے نقل کی ہے۔

وعن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من

مسلمین یتوفی لھما ثلاثة الا ادخلھا الجنة بفضل رحمته ایاھما فقالو یا رسول اللہ او اثنان قال او اثنان قال او واحد۔ قال او واحد ثم قال والذی نفسی بیدہ ان السقط لیجر امه بسراۃ الی الجنه اذا احتسبته (احمد)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن دو مسلمانوں (میاں بیوی) کے تین بچے فوت کئے جائیں تو اللہ تعالیٰ انکے والدین کو اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ تو ان صحابہ نے عرض کیا۔ کیا دو پر بھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بھی۔ پھر صحابہ نے ایک تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بھی پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے کہ کچا حمل اپنے آنول نال سے جنت کی طرف کھینچے گا جب وہ اسے ثواب گمان کرے۔ (امام احمد نے یہ حدیث نقل کی ہے)

وعن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صص من نخدم ثلثة من الولد لم یبلغو الحنث کانوا له حصنا حصینا من النار فقال ابوذر قدمت اثنین قال واثنین قال ابی بن کعب ابوالمنذر سیدالقراء قدمت واحدا قال وواحد (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو تین نابالغ بچے آگے بھیجے تو وہ اسکے لئے قلعہ ہونگے جو اسے آگ سے بچائیں گے۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں دو آگے بھیج چکا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور دو بھی۔ تو ابی بن کعب ابوالمنذر (سید القراء نے عرض کیا کہ میں تو ایک آگے بھیج چکا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بھی۔ (یہ حدیث امام ترمذی نے نقل کی ہے)

عن القرۃ المذنی ان رجلا کان یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعه

ابن له فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحبه فقال یا رسول اللہ احبک اللہ کما احبه ففقده النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال مافعل ابن فلان قالوا یا رسول اللہ مات فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما تحب ان لا تاتی بابا من ابواب الجنۃ الا وجدته ینتظرک فقال رجل یارسول اللہ له خاصۃ ام لکلنا قال بل لکلکم (احمد)

حضرت قرہ مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا کرتا تھا اور اسکے ساتھ ایک بچہ ہوتا تھا۔ تو اسے نبی ﷺ نے فرمایا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اللہ آپ سے ایسی محبت کرے جیسا میں اس سے محبت کرتا ہوں پس نبی ﷺ نے اس بچے کو گم پایا۔ تو فرمایا کیا فلاں کے بچے نے۔ تو ان صحابہ نے عرض کیا کہ وہ مرگیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ تو جنت کے جس دروازے سے جائے تو تو اس بچے کو اپنا منتظر پائے تو ایک آدمی نے عرض یا رسول اللہ ﷺ یہ صرف اسکے لئے ہے خاص کرکے یا سب کے لئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا بلکہ یہ سب کے لے ہے۔ (اس حدیث کو امام احمد نے نقل کیا ہے۔)

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان السقط لیراغم ربه اذا ادخل ابویه النار فیقال ایها السقط المراغم ربه ادخل ابویک الجنۃ فیجرهما بسررہ حتی یدخلهما الجنه (ابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچا بچہ اپنے رب سے جھگڑے گا جب اللہ تعالیٰ اسکے والدین کو آگ میں داخل کرے گا۔ تو کہا جائے گا اے کچے بچے اپنے رب سے جھگڑنے والے اپنے والدین کو جنت میں داخل کرلے۔ تو وہ انہیں اپنے آنول نال سے کھینچ کر جنت میں داخل

کرویگا۔ (ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے)

عن ابی امامه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال یقول اللہ تبارک وتعالیٰ ابن آدم ان صبرت واحتسبت عند الصدمۃ اولیٰ لما ارض لک ثوابا دون الجنه (ابن ماجه)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم اگر تو پہلے صدمہ کے وقت صبر کرے اور اسے ثواب گمان کرے تو میں تیرے ثواب کے لئے جنت کے سوا راضی نہیں ہوں گا۔ (یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے)

عن الحسین بن علی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال مامن مسلم ومسلمة یصاب بمصیبة فیذکرها وان طال عهدها فیحدث لذالک استرجاعا الا جد اللہ تبارک وتعالیٰ عند ذالک فاعطاہ مثل اجرها یوم اصیب بها (احمد۔ بیهیقی)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس مسلمان مرد یا عورت کو کوئی مصیبت پہنچے۔ ور عرصہ دراز کے بعد یا آنے پر وہ اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسکو مصیبت کے دن جیسا جدید اجر عطا فرماتے ہیں۔

(اس حدیث کو امام احمد اور امام بیھقی نے نقل کی ہے)

(اس باب کی تمام احادیث مشکوۃ باب البکاء علی المیت سے منقول ہیں)

تشریح

اس کی تمام احادیث قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی آیت ایک سو ستاون کی تفسیر ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے صابرین کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ ان پر

مہربانیاں اور رحمتیں ہونگی۔ اور وہ رحمتیں عام ہیں دنیاوی بھی ہوسکتی ہیں اور اخروی بھی ہوسکتی ہیں۔ اور ان احادیث میں انکے لئے جو اخروی مہربانیاں اور رحمتیں ہونگی انکا بیان ہے۔

مرنے والے کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان کے پاس
وہ صرف امانت ہوتی ہے جسے وہ واپس لیجاتا ہے۔

عن اسامة بن زيد قال ارسلت ابنة النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہ ان ابنالی قبض فاتنا فارسل یقری السلام ویقول ان اللہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب فارسلت الیہ تقسم علیہ لیاتینہا فقام ومعہ سعد بن عبادہ ومعاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت ورجال فرفع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبی ونفسہ تتقعقع ففاضت عیناہ فقال سعد یا رسول اللہ ماھذا فقال ھذا رحمة جعلها اللہ فی قلوب عبادہ فانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء (متفق علیہ)

اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا فوت ہوگیا ہے (یعنی قریب المرگ ہے) آپ ﷺ تشریف لائیں۔ تو آپ ﷺ نے پیغام بھیجا کہ وہ تمہیں سلام کہہ رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اللہ کے لئے ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا۔ اور اسکے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ صبر کر اور اسے ثواب گمان کر۔ اس نے پھر دوبارہ پیغام بھیجا اور آپ کو قسم دی کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ تو آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ سعد بن عبادہ

رضی اللہ عنہ - معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ- زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور بھی بہت سے آدمی تھے تو وہ بچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اٹھایا گیا۔ تو اسکا سانس حرکت کر رہا تھا (یعنی نکل رہا تھا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا؟ (یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کے خلاف سمجھا جو آپ نے صحابہ کو پہلے دی تھی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمائی ہے۔ اور یقیناً" اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر رحم فرماتے ہیں۔

تشریح

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ مرنے والے کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے - بندے کے پاس اسکی یہ امانت تھی جو اس نے لے لی ہے اور دوم یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سے اسکی تولید و تربیت کے سلسلہ میں جو کام لیا ہے اسکا اسے وہ اجر عطا فرمائے گا۔ اور سوم یہ کہ اس پر شفقت کے آنسو بہانے سے بھی اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔

مصیبت زدہ سے تعزیت اور تعاون کا ثواب

عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عزی مصابا فلہ مثل اجرہ (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مصیبت زدہ کو تسلی دی تو اسکو اسی جیسا اجر ملے گا۔

وعن ابی برزہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عزی ثکلی کسی بردا فی الجنہ (ترمذی)

حضرت ابی برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اس عورت کو تسلی دی جس کا بچہ مرگیا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں چادر پہنائے گا۔

عن عبداللہ بن جعفر قال لما جاء نعی جعفر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اصنعوا لال جعفر طعاما فقد اتاھم یشغلھم (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر کی خبر مرگ آئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ وہ اپنے میت کی وجہ سے مشغول ہیں۔

تشریح

اس باب میں یہ تینوں احادیث مشکوۃ باب بکاء علی المیت سے منقول ہیں اور یہ تینوں قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی آیت وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاون علی الاثم والعدوان کی تفسیر ہے۔ یعنی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور تقوی پر تعاون کا حکم دیا ہے اور نیکی کی کئی صورتیں ہیں ان میں سے دو صورتیں ان تین احادیث میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ پہلی دو حدیثوں میں میت کے وارثین کو تسلی دینے کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعزیت نیک کام ہے۔ اور یہ میت کے لواحقین کے ساتھ ایک طرح کا تعاون ہے اور محدثین نے لکھا ہے اسکی مدت تین دن تک ہے۔ اور تعزیت کے الفاظ یہی ہونے چاہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اسکا اجر دے اور نعم البدل دے جیسا کہ پہلے احادیث میں کسی کا عزیز فوت ہونے پر اجر کا بیان گزرگیا ہے اور تیسری حدیث میں میت کے لواحقین کے لئے کھانا تیار کرنے کی تعلیم ہے اس سے معلوم ہوا کہ انکے ساتھ

نیکی ہے۔ کیونکہ وہ اسکی تکفین و تجہیز میں لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ مگر یہ کھانا میت کے ترکہ میں سے کھلانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مال اب مرنے والے کا نہیں رہا۔ وہ تو اب میت کے زیادہ قریبی وارثوں کا ہوگیا ہے۔ اس مال میں سے اب صرف اس میت کی تکفین و تجہیز ہی ہوسکتی ہے۔ اسکے بعد اسکا قرض اتارنا فرض ہے اور اس قرض سے جو بچ جائے تو اس میت نے اگر وصیت کی ہوئی ہو تو وہ تیسرے حصہ میں پوری کرنا ہے۔ اسکے بعد جو مال بچ جائے تو وہ اسکے زیادہ قریبی رشتہ داروں میں تقسیم کرنا ہے اسکے بعد وہ زیادہ قریبی بالغ ورثاء اپنے اپنے حصہ میں سے کوئی صدہ خیرات کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر چھوٹے چھوٹے یتیموں کے حصہ میں سے اس میت کے لئے صدقہ خیرات کرنا حرام ہے۔

قبروں کی زیارت کی اجازت

عن بریدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا ونھیتکم عن لحوم الاضاحی فوق ثلاث فامسکوا مابدالکم ونھیتکم عن النبیذ الا فی اسقاء فاشربوا فی الا سقیۃ کلھا ولا تشربوا مسکرا (مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا پس اب تم زیارت کرلیا کرو۔ اور میں نے تمہیں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کیا تھا پس اب رکھ لو جب تک کہ خواہش ہو۔ اور میں نے تمہیں نبیذ سے روکا تھا مگر مشکیزہ میں پس اب تمام مشکیزوں سے پیو اور نشہ آور مت پیو۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی

ہے۔

تشریح

اس حدیث میں جناب رسول اکرم ﷺ نے شروع شروع میں اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تین چیزوں سے منع فرمایا تھا مگر بعد میں پھر اجازت دے دی تھی۔ پہلی چیز قبروں کی زیارت ہے۔ پہلے قبروں کی زیارت سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ لوگ عزیزواقارب کی قبروں پر واویلا کرکے روتے تھے۔ اور بزرگوں کی قبروں کی طرف سجدہ کرتے تھے اور ان سے مرادیں مانگتے تھے۔ اور جب لوگوں کو دین اور عقائد کی سمجھ آگئی تو پھر اجازت دی کہ اب قبروں کی زیارت کرلیا کرو۔ اور دوسری چیز قربانی کا گوشت رکھنے کی اجازت ہے۔ شروع میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہیں تھی بلکہ حکم یہ تھا کہ یہ گوشت غربا اور مساکین میں تقسیم کردو۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے سب کو قربانی کی وسعت عطا فرمائی تو پھر اجازت دے دی کہ جب تک خواہش ہو رکھ سکتے ہو۔ اور تیسری چیز نبیذ کی اجازت ہے۔ نبیذ کھجور اور انگور کو پانی میں ڈال کر تیار کیا جاتا ہے۔ شروع میں مشکیزے کے سوا باقی برتنوں میں نبیذ سے منع اس لئے کیا تھا کہ اس طرح شراب کا خیال دلوں سے نکل جائے اور مشکیزہ میں وہ شراب بنتی ہیں اور بعد میں دیکھا کہ لوگوں کے دلوں میں شراب کی نفرت آگئی ہے تو پھر تمام برتنوں میں نبیذ پینے کی اجازت دے دی تھی مگر نشہ آور سے پھر بھی منع فرمایا۔

قبروں کی زیارت کرنے سے موت اور آخرة یاد آتی ہے اور انسان میں زہد پیدا ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرہ قال زارا النبی صل اللہ علیہ وسلم قبر امہ فبکی وا بکی من حولہ فقال استاذنت ربی فی ان استغفر لھا فلم یوذن لی واستاذنت فی ان ازور قبرھا فاذن لی فزور القبور فانھا تذکرۃ الاخرۃ (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سول اللہ ﷺ نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی تو رو پڑے اور اپنے آس پاس والوں کو بھی رلادیا اور فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی کہ میں اپنی والدہ کے لئے بخشش مانگوں تو اجازت نہیں دی گئی۔ اور میں نے اس کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو اجازت دے دی گئی۔ پس تم بھی قبروں کی زیارت کرلیا کرو۔ کیونکہ وہ موت یاد دلاتی ہے۔ (یہ حدیث امام مسلم نے نقل کی ہے)

وعن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فاتھا تزھد فی الدنیا وتذکر الاخرۃ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ پس اب زیارت کرلیا کرو۔ کیونکہ اس سے دنیا میں زہد پیدا ہوتا ہے اور آخرت یاد دلاتی ہے۔ (یہ حدیث ابن ماجہ نے نقل کی ہے)

والدین کی قبر کی زیارت کے فضائل

عن محمد بن النعمان یرفع الحدیث الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قال من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعۃ غفر لہ وکتب برا (بیہیقی)

محمد بن نعمان یہ حدیث نبی ﷺ تک پہنچاتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے تو اسکے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے دربار عالیہ میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ یہ حدیث امام بیہقی نے نقل کی ہے۔ جمعہ کے دن کی یہ خصوصیت اس لئے ہے کہ اس دن کو باقی دنوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اور اس دن ایک وقت ہے جس میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے لہٰذا والدین کے لئے اس دن دعا کرنی چاہیئے۔

قبروں کی زیارت کے وقت ان کے لئے پڑھنے کی دعائیں۔

عن بریدہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمھم اذا خرجوا الی المقابر السلام علیکم اھل الدیار من المومنین والمسلمین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون نسل اللہ لنا ولکم العافیہ (رواہ مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ انہیں تعلیم دیتے تھے کہ جب وہ قبروں کی طرف نکلیں تو یوں دعا کریں اے مومنوں اور مسلمانوں کی آبادی تم پر سلام ہو۔ ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے لئے اور تمہارے لئے معافی کی دعا کرتے ہیں۔

عن بن عباس قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور بالمدینۃ فاقبل علیھم بوجھہ فقال السلام علیکم یااھل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی قبروں کے پاس سے گزرے تو اپنا چہرہ انکی طرف پھیرا اور فرمایا اے اھل قبور اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں معاف فرمائے۔ تم ہم سے پہلے آئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔

عن عائشه قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ليلتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من آخر الليل الى البقيع فيقول السلام عليكم دار قوم من المومنين واتاكم ما توعدون غدا موجلون وانا انشاء الله بكم لاحقون اللهم اغفر لاهل البقيع الغرقد (رواه رواه مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بھی انکے ہاں رسول اللہ ﷺ نوبت ہوتی تو آپ پچھلی رات بقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے السلام علیکم ایمان والی قوم کی آبادی تمہارے پاس وہ چیز آگئی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کل تک تم ڈھیل دئے گئے ہو۔ انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ اے اللہ اھل بقیع غرقد والوں کو بخش دے۔

وعنها قالت كيف اقول يا رسول الله فى زيارة القبور قال قولى السلام على اهل الديار من المومنين وانمسلمين ويرحم الله المستقدمين والمستاخرين وانا انشاء الله بكم للاحقون (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کہ میں زیارہ قبور کے وقت کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہو سلام ہو تم پر اے آبادی والے مومنوں اور مسلمانوں اللہ تعالیٰ تم سے پہلی کرنے والوں پر اور بعد میں آنے والوں پر رحم فرمائے۔ اور ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ یہ حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔

تشریح

یہ باب اور اس سے پہلے دو ابواب کی احادیث مشکوۃ باب زیارہ القبور سے منقول ہیں اور انکا تعلق سورۃ المائدہ کی آیت دو (تعاونوا علی البر) سے ہے۔ کیونکہ اس آیت میں ایک دوسرے سے تعاون۔ ہمدردی اور احسان کا حکم ہے اور یہ حکم عام ہے کہ یہ تعاون زندوں سے بھی کرنا ہے اور مردوں سے بھی کرنا ہے اور مردوں سے تعاون کی کئی صورتیں ہیں جن کی تفصیل گزشتہ ابواب میں بیان ہوچکی ہے اور ان سے تعاون کی ایک یہ صورت بھی ہے کہ جب انسان انکی قبروں کی زیارہ کرے تو انکے لئے دعاء مغفرت کرے۔ اور یہ کہیں بھی نہیں آیا کہ ان مردوں سے مدد مانگی جائے کیونکہ وہ تو خود دعاء ومغفرت کے محتاج ہیں۔ اور آج بعض لوگ جو بزرگوں کی قبروں پر جاکر ان سے حاجتیں مانگتے ہیں یہ بڑا سخت گناہ ہے اور شرک ہے۔ اسی وجہ سے تو نبی ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارۃ سے منع فرمایا تھا اور بعد میں جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ اب راسخ العقیدہ ہوگئے ہیں تو اجازت دے دی تھی مگر اس اجازت سے بعض لوگوں نے غلط فائدہ اٹھایا اور پھر وہی شرکیہ اور بدعتی رسومات جاری کردی ہیں۔ اور جہاں ایسی چیزیں ہوں وہاں یقیناً" اب بھی ایسی زیارۃ قبور منع ہے کیونکہ علت وہی ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے منع فرمایا تھا۔

اس کتاب میں اکثر و بیشتر اخبار آحاد ہی نقل کی گئی ہیں اس لئے اب ان کی جو حیثیت ہے وہ ذکر کی جاتی ہے۔

حجیت خبر واحد

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی اتاری تھی وہ دو قسم کی ہے۔ ایک وحی جلی اور دوسری وحی خفی۔ یعنی جس کے الفاظ اور مضامین دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے وہ تو وحی جلی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید اور جس کے مضامین تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اور الفاظ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تھے وہ وحی خفی ہے۔ جیسا احادیث طیبہ۔ اور یہ بھی کلام الٰہی ہے کیونکہ احادیث کا مضمون اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھا۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو ان مضامین کے صرف معبر اور مبین تھے۔ پس ثابت ہوا کہ احادیث نبویہ بھی دراصل کلام الٰہی ہیں۔ اور جس طرح وحی جلی حجت ہے۔ وحی خفی بھی حجت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی خفی اتاری گئی ہے وہ تین قسم کی ہے۔ خبر واحد' مشہور اور متواتر۔ جس حدیث کے راوی قرن اولیٰ سے لے کر ثالث تک کثیر التعداد رہے ہوں اور جو مختلف ممالک اور اماکن کے باشندے ہوں اور جن کا اجماع جھوٹ پر محال ہو۔ ایسی حدیث کو متواتر کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا اور پانچ نمازوں کی تعداد اور اگر قرن اولیٰ میں اس حدیث کے راوی ایک یا دو ہوں

مگر قرن ثانی اور ثالث میں وہ حدیث متواتر کی طرح شہرت حاصل کر گئی ہو۔ تو اس کو حدیث مشہور کہتے ہیں اور جس حدیث کے راوی ایک یا دو ہوں مگر وہ قرون ثلاثہ میں شہرت حاصل نہ کرسکی ہو تو اس حدیث کو خبر واحد کہتے ہیں۔ (اصول الشاشی بحث الثانی السنہ ص ۷۳ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان)

اور یہ حدیث بھی شرعی حجت ہے۔ کیونکہ جس طرح خبر متواتر اور مشہور دراصل کلام الٰہی ہیں یہ بھی حقیقت میں کلام ہی ہے۔ اور شریعت میں کسی بات کے حجت ہونے کے لئے چار قسم کے دلائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ کتاب اللہ' سنت رسول اللہ' اجماع امت اور قیاس۔ اب انشاء اللہ بالترتیب یہ دلائل پیش کئے جائیں گے۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خبر واحد پر عمل کیا۔

وجآء رجل من اقصا المدینۃ یسعی قال یموسی ان الملا یاتمرون بک لیقتلوک فاخرج انی لک من النصحین ٥ فخرج منھا خائفا" یترقب قال رب نجنی من القوم الظامین ٥ (سورہ القصص آیت: ۲۰۔ ۲۱)

ترجمہ:۔ اور شہر کے پرلے سرے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا۔ کہا اے موسیٰ۔ دربار والے تیرے متعلق مشورہ کرتے ہیں کہ تجھ کو مار ڈالیں۔ سو نکل۔ بے شک میں تیری بھلائی چاہنے والا ہوں۔ پھر وہاں سے ڈرتا انتظار کرتا ہوا نکلا۔ کہا۔ اے میرے رب۔ مجھے ظالم قوم سے بچالے۔

تفسیر:۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب فرعونی حکومت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت موسیٰ اس سے بے خبر تھے ایک آدمی جو مؤمن تھا اسے اس فیصلہ کا پتہ چلا تو اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کرکے اس کی اطلاع دی کہ اراکین دولت نے تمہیں قتل کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ لٰہذا تم یہاں سے چلے جاؤ۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ایک آدمی کی خبر پر عمل کیا۔ اور

مصر سے ہجرت کر گئے۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خبر واحد حجت ہے۔

حضرت موسیٰ کا خبر واحد پر عمل کرنے کا دوسرا واقعہ

فجائته احدٰھمآ تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجرما سقیت لنا فلما جآئه وقص علیه القصص قال لاتخف نجوت من القوم الظالمین ○

(سورہ القصص آیت:۲۵)

ترجمہ:۔ پھر ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس شرم سے چلتی ہوئی آئی۔ کہا کہ میرے باپ نے تمہیں بلایا ہے کہ تمہیں پانی پلائی کی اجرت دے۔ پھر جب اس کے پاس پہنچا۔ اور اس سے تمام حال بیان کیا۔ کہا خوف نہ کر۔ تو بے انصاف قوم سے بچ آیا ہے۔

تفسیر: اس آیت میں واقعہ بیان فرمایا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مصر سے ہجرت کر کے مدین شہر میں پہنچے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بچیوں کے مویشیوں کو پانی پلایا اور ان بچیوں نے جاکر اپنے باپ حضرت شعیب علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک بچی حضرت موسیٰ کے پاس بھیجی اور انہیں اپنے پاس بلایا اور اس بچی نے آکر حضرت موسی علیہ السلام کو بتایا کہ میرے والد صاحب نے آپ کو بلایا ہے اور وہ آپ کو پانی پلائی کی مزدوری دینا چاہتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ایک بچی کی خبر پر اعتماد کیا اور اس کے ساتھ ہوکر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس چلے گئے۔ اور نیز حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی ایک ہی بچی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بلانے کے لئے بھیجی۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے نزدیک بھی خبر واحد کافی تھی اور حضرت موسیٰ کے نزدیک بھی۔

(۳) حضرت یعقوب علیہ السلام نے خبر واحد پر اعتماد کیا۔

فلما انجاء البشیر القٰه علی وجهه فارتد بصیرا" قال الم اقلم لکم

انی اعلم من اللہ مالا تعلمون ٥ (سورہ یوسف آیت: ۹۶)

ترجمہ:۔ پھر جب خوشخبری والا آیا۔ اس نے وہ کرتہ اس کے منہ پر ڈال دیا۔ تو بینا ہوگیا۔ کہا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

تفسیر: یہ اس دور کا واقعہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بھائیوں کا تعارف ہوگیا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا کرتہ انہیں دیا۔ کہ یہ جاکر میرے والد کے چہرے پر ڈالو وہ بینا ہوجائے گا۔ چنانچہ انہوں نے ایک آدمی کو وہ کرتہ دے کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجا اور اس نے جاکر وہ کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالا تو وہ بینا ہوگیا۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ تو یہاں حضرت یعقوب نے ایک آدمی کی خبر پر اعتماد کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے اور قابل عمل ہے۔

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے خبر واحد پر عمل کیا۔

قرآن مجید نے اس کے متعلق سورہ النمل میں بڑا مفصل واقعہ بیان فرمایا ہے۔ آیات نقل کرنے کے بجائے اردو تلخیص پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ہدہد پرندے نے یمن کی قوم سبا کے حالات بیان کئے۔ کہ وہ قوم مشرک ہے سورج کی عبادت کرتی ہیں اور ان کی سربراہ ایک عورت ہے اور اس کا بہت بڑا تخت ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ اسلام نے اس کی اس خبر واحد پر اعتماد کرتے ہوئے اس ملکہ کو خط لکھا اور وہ خط بھی ہدہد پرندے کو دیا اور اس خط میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں مسلمان ہوکر اپنے پاس آنے کی دعوت دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نزدیک خبر واحد حجت ہے۔

(۵) اہل کتاب کے علماء کو خبر واحد بیان کرنے کا حکم تھا۔

واذا اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننه للناس ولا تکتمونه فنبذوہ ورآء ظھورھم واشتروابه ثمنا" قلیلا" ط فبئس مایشترون۔
(سورہ آل عمران آیت: ۱۸۷)

ترجمہ:۔ اور جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ اسے لوگوں کے سامنے ضرور بیان کروگے اور نہ چھپاؤ گے۔ انہوں نے وہ عہد پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑا مول خرید کیا۔ سو کیا برا ہے جو خریدتے ہیں۔

تفسیر: ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف نورالانوار میں حجیت خبرواحدیہ آیت نقل کرکے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی کتاب کی تبلیغ اور وعظ و نصیحت ہر اس شخص پر لازم قراردی ہے۔ جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ خواہ فرد واحد ہو یا جماعت اور پھر فرمایا کہ اس تبلیغ کا مقصد کیا ہے کہ لوگ اس پر عمل کریں اور فرمایا کہ اس سے ثابت ہوا کہ خبرواحد حجت ہے۔

(۶) رسول اللہ کے ہر ارشاد پر عمل ضروری ہے۔

ما اتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنه فانتھوا ح
(الحشر آیت:۷)

ترجمہ:۔ اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

تفسیر: یہ آیت نزول کے اعتبار سے اگرچہ خاص ہے کیونکہ یہ مال فے کی تقسیم کے بارے میں اتری ہے۔ لیکن مفسرین حضرات کا یہ مسلم اور طے شدہ اصول ہے کہ "العبر لعموم الا لفاظ لالخصوص العمانی۔ یعنی اعتبار عام صیغوں کا ہوتا ہے۔ خاص شان نزول کا نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں شان نزول تو خاص ہے مال فے کے بارے میں ہے کہ مال فے میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اور جتنا کسی کو دیں وہ لے اور جس سے منع کریں وہ نہ لے

مگر حکم عام ہے۔ کیونکہ آیت کے شروع میں ہے ما اٰتکم کہ جو تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیں وہ قبول کرو اور یہ لفظ ما جس کا ترجمہ جو ہے۔ یہ عام ہے دنیاوی مال و متاع کو بھی شامل ہے اور قرآن مجید اور سنت (یعنی وحی جلی اور خفی کو بھی شامل ہے اور یہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ جس طرح قرآن مجید وحی الٰہی اور کلام الٰہی ہے اسی طرح سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحی الٰہی اور کلام الٰہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور مضامین دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور احادیث طیبہ کے مضامین صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور الفاظ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوتے ہیں اس اعتبار سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مضامین کے مبین اور معبر تھے۔ اور احادیث پھر عام ہیں خواہ خبر متواتر ہو یا مشہور یا آحاد ہوں یہ سب وحی من اللہ ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمہیں جو ملے خواہ مال ہو یا وحی جلی اور خفی۔ خبر متواتر ہو یا مشہور یا آحاد ان سب کو قبول کرو۔ پس اس آیت سے ثابت ہوا خبر واحد بھی وحی من اللہ ہے اور حجت ہے۔ خواہ اوامر میں سے ہو یا منہیات میں سے وہ سب قابل قبول ہیں اور سورہ النجم والی آیت میں بھی فرمایا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دینی امور اور معاملات میں جو فرماتے ہیں وہ سب وحی من اللہ ہے۔ آپ ﷺ دینی معاملات میں اپنی رائے سے کوئی بات نہیں کرتے۔

رسول اللہ کی امت کو خبر واحد سیکھنے سکھانے اور اس پر عمل کرنے کا حکم۔

فلو لا نفر من کل فرقۃ منھم طآئفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔

(سورہ التوبہ آیت: ۱۲۲)

ترجمہ:۔ سو کیوں نہ نکلا ہر فرقے میں سے ایک حصہ تاکہ دین میں سمجھ پیدا کریں۔ اور

جب اپنی قوم کی طرف واپس آئیں تو انہیں ڈرائیں تاکہ وہ بچتے رہیں۔

تفسیر: ملاجیوں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف نورالانوار میں حجت خبرواحد پر یہ آیت نقل کرکے فرمایا ہے۔ ضمیر لیتفقهوا ولینذروا ورجعوا طائفة کی طرف لوٹتی ہے۔ اور الیهم ولعلهم کی ضمیر فرقہ کی طرف لوٹتی ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے طائفہ پر انذار واجب کیا ہے اور طائفہ ایک دو اور زیادہ کو بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرقہ پر اس طائفہ کی بات ماننا اور اس پر عمل کرنا وجب کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خبرواحد بھی حجت ہے اور موجب للعمل ہے۔ کیونکہ یہ دعوت دینا جس طرح پوری جماعت پر فرض ہے اسی طرح ایک پر بھی فرض ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ پوری جماعت ہو تب وہ دعوت دیں اور اگر ایک فرد ہوتو وہ دعوت نہ دے۔ بلکہ یہ دعوت کا فریضہ جماعت کے ایک ایک فرد پر عائد ہوتا ہے وار وہ دعوت عام ہے خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی اور قوم پر ہر اس فرد کی دعوت قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

ہر فرد کی دعوت کی وجہ سے ہی رسول اللہ کی امت کو پہلی امتوں پر فضیلت اور شرف نصیب ہوا۔

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر ط و اولئک هم المفلحون o

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنکر۔ (سورہ آل عمران آیات:۱۰۴-۱۱۰)

ترجمہ:۔ چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور برے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ تم سب امتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں۔ اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو۔ اور برے کاموں سے روکتے ہو۔

تفسیر: یہاں سورہ آل عمران کی دو آیتیں نقل کی گئی ہیں ان دونوں میں حجیت خبر واحد کی واضح دلیل موجود ہے۔ کیونکہ پہلی آیت میں تو اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے فرمایا ہے۔ کہ تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہئے جو نیک کاموں کی طرف بلاتی رہے۔ امربالمعروف اور نہی عنی المنکر کرتی رہے یہاں اللہ تعالیٰ نے امت کا صیغہ ذکر فرمایا ہے۔ یعنی اس امت کے ہر فرد کا یہ فریضہ ہے کہ نیکی کی طرف بلائے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ اور آخر میں فرمایا ہے کہ وہی افراد کامیاب ہوں گے جو یہ فریضہ ادا کریں گے۔ اور دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ دعوت کا یہ فریضہ ادا کرنا اس امت کی طرہ امتیاز ہے۔ اگرچہ پہلی امتوں کو بھی یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی مگر انہوں نے یہ ذمہ داری پوری نہیں کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امت اس کا حق ادا کررہی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ دعوت کا فریضہ ادا کرنا اس امت کے ہر فرد پر لازم ہے۔ یہ افراد ہوں۔ جس جگہ ہوں۔ فرد واحد ہویا ہزاروں ہوں۔ ان کو یہ کام کرنا ہے یہ مقصد نہیں ہے کہ اس امت کے پورے افراد قرون اولی سے لے کر تاقیامت جتنے ہوں۔ وہ سارے ایک جگہ ہوں اور دعوت دیں۔ تب تو وہ دعوت قابل قبول ہے ورنہ نہیں۔ پس ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ خبرواحد بھی حجت ہے اور قابل قبول ہے۔ اور بقیہ امت کو یہ خبر قبول کرنا چاہئے اور انہیں اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر خبرواحد حجت نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ ان آیات میں اس امت کے ہر فرد پر یہ دعوت کا فریضہ عائد نہ کرتے۔ یہاں تک تو حجیت خبرواحد پر آیات قرآنیہ سے استدلال کیا گیا ہے اور اب اس کے بعد احادیث سے دلائل عرض کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہر صحابی کو دوسروں تک دعوت پہنچانے کا حکم دیا۔

فلیبلغ الشاهد الغائب فرب مبلغ اوعی من سامع

(مشکوۃ باب خطبہ یوم النحر) مطبع مجتبائی دہلی۔

ترجمہ:۔ ہر موجود غائب تک پہنچادے۔ بسا اوقات پہنچا ہوا سامع کی بنسبت زیادہ محافظ ہوتا ہے (یہ حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہے)

تفسیر: جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقعہ پر خطبہ یوم النحر میں یہ مذکورہ ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جو بھی اس مجمع میں موجود ہے وہ ان تک یہ فریضہ پہنچا دے جو موجود نہیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تم سارے مل کر ہی دعوت دوگے تب دعوت قابل قبول ہے ورنہ نہیں ہے اور یہ بھی نہیں فرمایا تھا کہ تین چار مل کر دعوت دو بلکہ ہر موجود کو فرمایا ہے کہ دوسرے تک پہنچا دے۔ پس ثابت ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔ اگر یہ حجت نہ ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اہم فریضہ ہر ایک کے سپرد نہ کرتے۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ جس دین پر آپ نے تیئس سال تک محنت کی تھی اسے کسی غیر ذمہ دار کے سپرد کرکے دنیا سے چلے جاتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یقین تھا کہ آپ کے صحابہ میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے تب ان کو یہ اہم فریضہ سونپا تھا۔

۲ﷺ عن ابی عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب قیصر یدعوہ الی اسلام و بعث بکتابہ الیہ دحیہ الکلبی وامرہ ان یدفعہ الی عظیم بصری لید فعہ الی قیصر فاذا فیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبداللہ و رسولہ الی ھرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الھدی۔ اما بعد فلنا ادعوک بداعیہ السلام اسلم تسلم۔ واسلم یوتک اللہ اجرک مرتین وان تولیت فعلیک اثم الاریسیین۔ ویااھل الکتب تعالو الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لانعبد الا اللہ ولانشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولو فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

(مشکوٰۃ باب الکتاب الی ا لکفار ﷺ صفحہ ۳۴۰ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ:۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر (شاہ روم) کو خط لکھا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور دحیہ کلبی کو وہ خط دیکر اس کی طرف بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ یہ نامہ حاکم بصریٰ کے پاس پہنچائے تاکہ وہ اس خط کو قیصر تک پہنچائے۔ پس اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔ اللہ ہی کے نام سے شروع جو بہت بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے۔ ہرقل روم کے بڑے کے نام اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ اس کے بعد تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں کہ مسلمان ہوجا بچ جائے گا۔ اگر تو مسلمان ہوجائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھے دہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر تو روگردانی کرے گا تو رعیت کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب آجاؤ میں تمہیں ایک بات کی دعوت دیتا ہوں جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور اللہ کے سوا ایک دوسرے کو رب نہ مانیں اور اگر تم اس سے لوٹ جاؤ گے تو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ خبر واحد حجت ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوت نامہ دے کر صرف صحابی دحیہ کلبی کو بھیجا تھا۔ تین یا چار کو نہیں بھیجا تھا اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ بہت سے صحابہ کو یہ دعوت نامہ دیکر بھیجتے۔

وعنہ ان رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعث یکتابہ الی کسریٰ مع عبداللّٰہ ابن حذیفۃ السھی فامرہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین الی کسریٰ فلما قرافرقہ۔ قال ابن المسیب فدعا علیھم رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یمزق کل ممزق۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مذکوہ)

ترجمہ:۔ اورانہیں سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن حذیفہ کو اپنا خط دے کر کسریٰ (شاہ ایران) کے پاس بھیجا۔ اور اسے فرمایا کہ یہ خط بحرین کے بڑے حاکم کو دینا ہے۔ تو بحرین کے بڑے حاکم نے وہ خط کسریٰ تک پہنچایا۔ جب اس نے اسے پڑھا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ابن مسیب نے کہا کہ پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بد دعا کی کہ ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے جائیں۔

تشریح: یہ تیسری حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ ایران کسریٰ کے پاس دعوت نامہ دے کر صرف ایک صحابی کو بھیجا تھا۔ وفد نہیں بھیجا تھا معلوم ہوتا ہے خبر واحد حجت ہے تب ہی تو آپ نے ایسا کیا تھا ورنہ وفد بھیجتے۔ اور انہوں نے جب خط کی توہین کی تو آپ نے ان پر بد دعا فرمائی۔ جس کا یہ اثر ہوا کہ بادشاہ کے بیٹے نے اسے قتل کردیا اور کچھ عرصہ بعد وہ بیٹا خود بھی مرگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد کو مسترد کرنے والوں پر اللہ کا عذاب آتا ہے۔

عن عبداللہ ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان بلال ینادی بلیل فکلوا و اشربوا حتی ینادی ابن ام مکتوم۔

(بخاری، جلد ثانی ص ۱۰۷۶ بحث کتاب اخبار مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا بلال رات کو اذان دیتا ہے۔ اس وقت کھاؤ پیو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان نہ دے۔

تشریح: جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں دو مؤذن مقرر کئے ہوئے تھے۔ ایک حضرت بلال اور دوسرے عبداللہ بن ام مکتوم۔ حضرت بلال رات کے وقت اذان دیتے تھے تاکہ لوگ بیدار ہوکر سحری کھائیں اور حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم روزہ بند کرتے وقت اذان دیتے تھے تاکہ لوگ اب کھانا پینا چھوڑدیں۔ مگر چونکہ اس طریقہ کار میں اشتباہ

ہوجاتا تھااس لئے آپ نے اسے رفع کرنے کے لئے فرمایا بلال رضی اللہ عنہ کی آذان کے وقت کھاتے پیتے رہو اور عبداللہ بن ام مکتوم کی اذان کے وقت بند کرلو۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔ تب ہی تو آپ نے ایک موذن مقرر کیا ہوا تھا اور اسی پر امت کا عمل ہے اگر خبر واحد حجت نہ ہوتی تو آپ متعدد موذن مقرر کرتے۔

۵۔ ترجمہ: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور واپسی میں آپ نے تاخیر کی اور ہمیں خدشہ لاحق ہوا کہ ہمارے سوا آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے اور ہمیں گھبراہٹ لاحق ہوئی اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے میں گھبرایا پس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لئے نکلا یہاں تک کہ انصار میں سے بنی نجار کے باغ تک پہنچا۔ پھر میں اس باغ کے آس پاس گھومتا رہا تاکہ اس کا دروازہ پالوں مگر مجھے اس کا دروازہ نہ ملا۔ پس اچانک میں نے پانی کی ایک نال دیکھی جو باغ کے باہر سے واقع کنوئیں سے باغ کے اندر جارہی تھی۔ پس میں سمٹ کر اس باغ کے اندر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ تو آپ نے فرمایا ابوہریرہ؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ تو فرمایا تیرا کیا حال ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے پھر اٹھ کر چلے آئے اور پھر آپ کو دیر لگ گئی۔ پھر ہمیں خطرہ لاحق ہوا کہ ہمارے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے تو ہم گھبراگئے۔ اور سب سے پہلے مجھے گھبراہٹ ہوئی۔ پھر میں اس باغ کے پاس آیا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر اندر داخل ہوا۔ اور وہ لوگ بھی میرے پیچھے آرہے ہیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے جوتے دیئے اور فرمایا ابوہریرہ میرے یہ دونوں جوتے لے جاؤ اور جو بھی تمہیں اس باغ کی پرلی طرف ملے اور گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس کے دل میں یقین بھی ہوتو اسے جنت کی خوشخبری سنادو۔

(مشکوۃ کتاب الایمان ص ۱۵ مطبع مجتبائی دہلی)

تشریح: یہاں ایک لمبی حدیث کے ایک حصے کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خبرواحد حجت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی یہ بشارت سنانے کے لئے صرف ایک ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا تھا۔ اگر خبرواحد حجت نہ ہوتی تو آپ انتظار فرماتے اور دوسرے صحابی کو آنے دیتے اور سب کو اس پر مامور فرماتے اور اس سلسلہ میں اور بھی متعدد واقعات موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبرواحد پر عمل کیا تھا اور ہم نے اختصار کے طور پر صرف پانچ ہی واقعات لکھے ہیں۔

رسول اللہ کی موجودگی میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خبرواحد پر عمل کرنا۔

عن عبداللّٰہ ابن عمر قال بینا الناس بقباء فی الصلوۃ الصبح اذ جاءھم ات فقال ان رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد انزل علیہ السیلۃ قرآن و قدامر ان یستقبل الکعبۃ فاستقبلوھا وکانت و جوھھم الی الشام فاستداروا الی الکعبۃ

(بخاری، جلد ثانی صفحہ ۱۰۷۷ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ لوگ اس دوران کہ مسجد قبا میں صبح کی نماز میں تھے تو اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کو قرآن اتارا گیا ہے اور آپ کو کعبہ رخ ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا تم بھی کعبہ رخ ہوجاؤ اور ان لوگوں کے چہرے شام کی طرف تھے تو وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

عن البراء قال لما قدم رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم المدینۃ صلی نحو بیت المقدس ستۃ عشر شھرا اوسبعۃ عشر شھرا وکان یحب ان یوجہ الکعبۃ فانزل اللّٰہ۔ قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنولینک قبلۃ ترضاھا۔ فوجہ نحوالکعبۃ وصلی معہ رجل العصر ثم خرج فمر علی

قوم من الانصار فقال هو یشهد انه صلی مع رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانہ قدوجہ الی الکعبۃ فانحر فوا وھم رکوع فی صلوۃ العصر۔ (بخاری بحوالہ مذکور)

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو سولہ یا سترہ ماہ تک آپؐ نے بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھیں اور آپ پسند کرتے تھے کہ انہیں کعبہ کی طرف پھیرا جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ کہ ہم آسمان کی طرف تیرے چہرے کا پھرنا دیکھتے تھے۔ ہم ضرور تجھے اس قبلہ کی طرف پھیریں گے جسے تو پسند کرتا ہے۔ پھر پھیردیا گیا آپؐ کا چہرہ کعبہ کی طرف اور آپؐ کے ساتھ ایک آدمی نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر وہ نکل گیا اور انصار کی ایک قوم کے پاس سے گزرا پس کہا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے اور آپؐ کو قبلہ رخ ہونے کا حکم دے دیا گیا ہے۔ تو وہ لوگ بھی بیت المقدس کی طرف سے ہٹ گئے۔ حالانکہ وہ نماز عصر کے رکوع میں تھے۔

تشریح: یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور ان دونوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر واحد حجت ہے۔ کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو آپؐ نے سولہ یا سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں اور جب آپؐ کو کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم ملا تو آپؐ نے کعبہ کی طرف پڑھنا شروع کردی۔ اور مسجد قبا والوں کو جب ایک شخص نے یہ خبر دی۔ تو انہوں نے نماز کی حالت میں ہی یہ خبر قبول کرلی اور قبلہ کی طرف پھر گئے اور اس طرح بنو نجار کو بھی جب یہ خبر ملی تو انہوں نے بھی قبول کرلی۔ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہ فرمائی کہ تم نے ایک آدمی کی خبر پر بیت المقدس کیوں چھوڑا اور قبلہ رخ کیوں ہوئے۔ پس ثابت ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی خبر واحد پر عمل کیا تھا۔ اگر خبر واحد

حجت نہ ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ضرور منع کرتے۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خبرواحد پر عمل کیا۔

عن عائشۃ قالت لما قبض رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم اختلفوا فی دفنہ فقال ابوبکر سمعت رسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم شیئا قال ماقبض اللّٰہ نبیا الا فی موضوع الذی یحب ان یدفن فیہ ادفنوہ فی موضع فراشہ۔

(مشکوٰۃ ص ۵۴۷ باب وفات النبی ﷺ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ:عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے پرواز کی تو آپؐ کی تدفین میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اختلاف ہوا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی تھی فرمایا اللہ تعالیٰ نبی کی روح اسی جگہ قبض کرتا ہے جہاں وہ پسند کرتا ہے کہ اسے وہاں دفنایا جائے لہٰذا آپؐ کو آپؐ کی جگہ میں ہی دفناؤ۔

تشریح: اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے خبرواحد پر عمل کیا اور خبرواحد حجت ہے۔ کیونکہ آپ کے وصال کے بعد آپکی تدفین کے لئے جگہ کے انتخاب کا مسئلہ پیدا ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف رائے دی تو اس موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد گرامی نقل کیا اور فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ سے سنا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ نبی کی روح وہیں قبض کی جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ اس کی تدفین کو پسند کرتے ہیں۔ لہٰذا آپؐ کو آپؐ کے حجرہ شریف میں ہی دفنادو۔ چنانچہ یہ خبر سنتے ہی تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس پر اتفاق کیا۔ اور آپؐ کو آپؐ کے حجرہ شریف میں ہی دفن کردیا گیا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ

آپؐ کے وصال کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خبر واحد پر عمل کیا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تھا اور اس حدیث کے راوی صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور کوئی نہیں تھا۔ معلوم ہوا کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین خبر واحد کو حجت سمجھتے تھے اور اس کی حجیت پر صحابہ کا اتفاق اور اجماع تھا۔

عن ابی هريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ الملک فی قريش و القضاء فی الانصار والاذان فی الحبشة والا مانته فی الازد يعنی اليمن۔ (مشکوۃ ص ۵۵۲ باب مناقب قریش)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بادشاہت (یعنی خلافت) قریش میں ہونا چاہئے۔ عہد قضا انصار میں۔ اذان اہل حبشہ میں اور امانت قبیلہ ازد میں یعنی یمن میں اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح ہے۔

قال ابوبكر لقد علمت ياسعد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وانت قاعد قريش ولاۃ هذا الامر فقال له صدقت فبايعوا ابابكر (كذا رواه احمد) حاشیہ نور الانوار بحث اقسام السنہ۔

ترجمہ: ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے سعد تو یقیناً" جانتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور تم بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ قریش اس کام کے متولی (خلفاء) ہوں گے تو سعد نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کی۔

تشریح: یہاں دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ پہلی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور دوسری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ ان دونوں میں فضائل قریش مذکور ہیں۔ پہلی حدیث میں تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے عہدے تقسیم فرمائے تھے۔ فرمایا کہ خلافت قریش میں مناسب ہے۔ قضا انصار میں۔ اذان حبشیوں میں اور دیانت امانت اور خزانوں کے عہدے یمن والوں کے پاس مناسب ہیں مگر اس حدیث کے راوی صرف حضرت

ابوہریرہ ؓ تھے۔ اور دوسری حدیث میں اس مضمون کی تائید ہے۔ کہ خلافت کے عہدے قریش کے پاس ہونے چاہئیں۔ اور اس حدیث کے راوی بھی اکیلے حضرت ابوبکر ؓ ہیں۔ اور اسی طرح اور بھی بعض احادیث میں فضائل قریش مذکور ہیں مگر ان سب احادیث کے رواۃ احادہی ہیں۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے بعد آپؐ کی جانشینی اور خلافت کا مسئلہ جب درپیش آیا تو انصار نے اپنا ایک اجلاس بلایا اور سعد بن عبادہ کو اپنا امیر منتخب کرنا چاہا اور مہاجرین میں سے بھی بعض نے کہا کہ ہمارا اپنا امیر ہوگا۔ اس وقت مہاجرین میں سے کبار صحابہ ؓ آگے بڑھے اور قریش کے فضائل جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تھے وہ انصار کو سنائے اور انصار نے وہ فضائل سننے کے بعد مہاجرین سے اتفاق کیا اور اپنا امیر الگ چننے کے بجائے قریشی امیر پر راضی ہوگئے اور پھر سب مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پس فضائل قریش کی احادیث احاد ہیں اور مہاجرین نے ان کو سند بنایا اور انصار نے سن کر انہیں قبول کیا۔ اس سے واضح معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خبر واحد کو قبول کیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ پس خبر واحد کی حجیت صحابہ کے مابین بھی اتفاقی تھی۔ کسی نے اختلاف نہیں کیا تھا کہ یہ اخبار سب احادہیں ہم انہیں نہیں مانتے۔ اور اس پر عمل تواتر کا درجہ اختیار کرگیا تھا اور اسی طرح آئمہ مجتہدین کا بھی حجیت خبر واحد پر اتفاق ہے۔ البتہ اس کے لئے کچھ شرطیں ہیں جو عنقریب عرض کریں گے۔

ضرورت خبر واحد

جس طرح انسان کا کلام دو قسم کا ہوتا ہے مجمل اور مفصل اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام بھی دو قسم ہے مجمل اور مفصل اور جس طرح انسان کا کلام مفصل تفسیر اور توضیح کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام مفصل بھی تفسیر اور توضیح کا محتاج نہیں ہے۔ ہر آدمی اس کا ترجمہ دیکھ اور سن کر اس کی مراد کو سمجھ سکتا ہے۔ قرآن مجید میں عقیدہ توحید و

رسالت اور قیامت کے بارے میں جو آیات ہیں وہ تقریباً سب ہی مفصل ہیں۔ ایک جگہ اگر ان کی تفصیل موجود نہ ہو تو دوسری جگہ وہ تفصیل ضرور موجود ہوتی ہے۔ لیکن احکامات اور منہیات و ممنوعات کے متعلق جو آیات ہیں وہ سب مجمل ہیں۔ اور جس طرح انسان کا کلام مجمل تفصیل کا محتاج ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام مجمل کی صحیح مراد کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

اور اللہ تعالیٰ نے خود اپنے اس کلام کی تفسیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی ہے جو احادیث کے نام سے مشہور و معروف ہے اور اسی کو وحی خفی اور وحی غیر متلو بھی کہتے ہیں اور پہلے یہ عرض کیا جاچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی اتاری تھی وہ دو قسم کی ہے۔ ایک تو وہ وحی ہے جس کے الفاظ اور مضامین دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف تھے جیسا کہ قرآن مجید۔ اور دوسری وحی وہ ہے جس کے صرف مضامین اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے الفاظ میں تعبیر فرمایا ہے اور آپؐ نے یہ جو تعبیر فرمائی تھی کبھی تو ایک جماعت کے سامنے فرمائی تھی۔ اور کبھی کسی فرد واحد کے سامنے بیان فرمائی تھی۔

اور جماعت کے سامنے آپ ﷺ نے جو تفسیر بیان فرمائی وہ انہوں نے اوروں تک پہنچائی یہاں تک کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک وہ بات پہنچ گئی اور سب میں مشہور ہوگئی۔ ایسی حدیث کو حدیث متواتر کہتے ہیں اور جو حدیث اور تفسیر آپ ﷺ نے کسی فرد واحد تک پہنچائی اور پھر اس نے کسی دوسرے کو سنائی یہاں تک کہ وہ مشہور ہوگئی تو ایسی حدیث کو مشہور یا اس نے کسی دوسرے تک وہ بات پہنچائی اور اس نے تیسرے تک پہنچائی لیکن وہ حدیث شہرت حاصل نہ کرسکی تو ایسی حدیث کو خبر واحد کہتے ہیں۔ بہرحال احادیث متواترہ ہوں مشہور ہوں یا آحاد ہوں۔ ان سب کے مضامین اللہ تعالیٰ کی طرف ہیں اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ میں ان مضامین کی تفسیر بیان فرمائی ہے

اور سب احادیث قرآن مجید کی مجمل آیات کی تفسیر ہیں۔ خواہ وہ متواتر ہوں مشہور ہوں یا آحاد ہوں۔ احادیث متواترہ کی تعداد کم ہے۔ اور مشہور ان سے زیادہ ہے۔اور آحاد مشاہیر سے بھی زیادہ ہیں بہرحال احاد تشریح و تفسیر قرآن کے لیے ان سب کی ضرورت ہے۔ مگرخبارُ آحاد کی سب سے زیادہ ضرورت ہے کیونکہ وہ بھی تو قرآن مجید کی تفسیر میں جناب سالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیان فرمایا ہے۔ اگر ان کو ترک کردیا جائے تو قرآن مجید کی اکثر آیات مجمل رہ جاتی ہیں اور ان اخبار آحاد کے سوا ان کی کوئی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے۔ لہٰذا اخبار آحاد سے حجت پکڑنا بے حد ضروری ہے۔

آیت وضو کی تفسیر خبرواحد پر موقوف ہے۔

یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین ط

ترجمہ: اے ایمان والوں جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ دھو لو اور ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔

تفسیر: عن الحکم بن سفیان قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا بال توضاء ونضح فرجہ۔(مشکوۃ باب آداب الخلاء ص ۴۳)

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الخلاء فاحمل انا وغلام اداوۃ منماء وعنزۃ یستنج بالماء۔

(مشکوۃ باب آداب الخلاء ص:۴۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تھے تو میں اور ایک غلام پانی کا لوٹا اور لاٹھی اٹھاتے پھر آپ پانی سے استنجاء کرتے۔

تشریح: یہاں سورہ المائدہ کی یہ آیت کریمہ مجمل ہے کیونکہ یہاں اتنا فرمایا ہے کہ

جب نماز کے لئے اٹھو اپنے منہ دھولو۔ یہاں استنجاء کرنے کا ذکر نہیں ہے کہ آیا استنجاء بھی کرنا ہے یا نہیں کرنا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کرکے بتایا ہے کہ بقیہ اعضاء وضو سے پہلے استنجا کرنا ضروری ہے چنانچہ یہاں حکم بن سفیان والی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تھے تو شرمگاہ پر پانی کے چھینٹے بھی مارتے تھے تاکہ وساوس دور ہوجائیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ میں اور ایک لڑکا یعنی ابن عباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استنجے کے لئے پانی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے یہ کیسے اور کہاں سے معلوم کیا کہ اعضاء وضو دھونے سے پہلے استنجا بھی کرنا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اس آیت وضو میں غور کیا جائے تو خود بخود معلوم ہوجاتا ہے کہ استنجا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ہاتھ منہ پاؤں دھونے کا حکم دیا ہے اور سر کا مسح کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ ان اعضاء پر کوئی نجاست لگی ہوئی نہیں ہوتی مگر بوقت نماز ان کو دھونے کا حکم ہے۔ تو پھر بدن کا وہ حصہ جس پر نجاست حقیقیہ اور غلیظہ لگی ہوئی ہوتو اس کو تو یقیناً" دھونا فرض ہوا۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کرکے بتایا کہ استنجا کرنا ضروری ہے۔ مگر یہ دونوں حدیثیں خبر واحد ہیں۔ ان کو اگر صحیح قرار نہ دیا جائے تو اس کا مقصد یہ بنے گا کہ نماز کے وقت بقیہ اعضاء تو دھو لینے چاہئیں لیکن استنجا کی جگہ اگر گندگی لگی ہوئی ہوتو نماز پڑھ لینا چاہیے لیکن ایک ذی عقل اس کو حماقت پر ہی حمل کرے گا کہ جہاں غلاظت لگی ہوئی ہے اس کو دھوتے نہیں اور جہاں نہیں اسے دھوتے ہیں۔

اعضا وضو دھونے کی تعداد بھی خبر واحد پر موقوف ہے۔

عن عثمان انه توضاء فافرغ علی یدیه ثلاثا ثم تمضمض واستنثر ثم غسل وجهه ثلاثا ثم غسل یده الیمنی الی المرفق ثلاثاثم غسل یده الیسری الی المرفق ثلاثاثم مسح براسه ثم غسل رجله الیمنی ثلاثاثم

الیسری ثلاثاثم قال رئیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم توضاء نحو وضوئی ھذا ثم قال من توضاء وضوئی ھذا ثم یصلی رکعتین لایحدث نفسہ فیھما بشئی غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔ (مشکوۃ کتاب الطہارہ ص ۳۹)

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وضو کیا پھر اپنے دونوں ہاتھوں پر تین تین مرتبہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنا منہ دھویا۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر اپنا داہنا پاؤں تین مرتبہ دھویا۔ پھر بایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے اسی طرح وضو کیا جس طرح میں نے کیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اس وضو کی طرح وضو کرے۔ پھر دو رکعات پڑھے اور ان میں اپنے نفس کے ساتھ کوئی بات نہ کرے تو اس کے سابقہ سب گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

تشریح: یہ حدیث بھی آیت وضو کی تفسیر ہے مگر یہ خبر واحد ہے اس کے راوی صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس آیت میں تو اتنا بتایا ہے کہ جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنا منہ دھولو اور اپنے ہاتھ کو کہنیوں کے ساتھ دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرلو اور اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں کے ساتھ دھولو۔ پس اتنا ہی ذکر ہے یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ ایک دفعہ دھونا ہے یا تین دفعہ دھونا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کرکے بتایا کہ منہ اور ہاتھوں اور پاؤں کو تو تین تین مرتبہ دھونا ہے اور سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہاں سے اور کیسے معلو کیا کہ اعضاء وضو کو تین تین مرتبہ دھونا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔ لہٰذا وضو سے پہلے استنجاء کرنا اور اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ دھونا اور ایک مرتبہ سر کا مسح کرنے کا یہ طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تھا۔ اور دنیا میں یہ مانا

ہوا اصول بھی ہے کہ جب کسی چیز کو صاف کرنا ہوتو اسے کئی بار دھوتے ہیں۔ ایک دفعہ پر کوئی اکتفا نہیں کرتا۔ کیونکہ ایک دفعہ سے اچھی طرح صفائی نہیں ہوتی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تین دفعہ پر اکتفا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ بہرحال یہ حدیث خبر واحد ہے کیونکہ اس کے راوی صرف حضرت عثمان ہیں اور یہ اس آیت وضو کی تفسیر ہے۔ اگر اس کو اس کی تفسیر نہ ٹھہرایا جائے تو یہ آیت وضو مہمل رہ جاتی ہے۔

آیت جنابت کی تفسیر بھی خبرواحد پر موقوف ہے۔

وان کنتم جنبا فاطهروا۔ (سورہ المائدہ آیت:٦)

اگر تم جنبی ہوتو غسل کرو۔

عن ابی هریرة قال قال رسول صلی اللّٰه علیه وسلم اذا جلس احدکم بین شعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل وان لم ینزل۔(مشکوہ باب الغسل ص ٤٧ مطبع مجتبائی دہلی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے۔ پھر کوشش کرے یعنی مرد اپنی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں داخل کرے تو اس پر غسل واجب ہوجاتا ہے اگرچہ اس کا مادہ تولید نہ نکلے۔

عن عائشة قالت کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا غسل من الجنابة بدا فغسل یدیه ثم یتوضاء کما یتوضاء للصلوة ثم یدخل اصابعه فی الماء فیخلل بها اصول شعره ثم یصب علی راسه ثلاث غرفات بیدیه ثم یفیض الماء اعلی جلده کله۔ (مشکوہ باب الغسل ص ٤٨)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت فرماتے تھے تو شروع میں پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے تھے۔ پھر جس طرح

نماز کے لئے وضو کیا جاتا ہے اسی طرح وضو فرماتے تھے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی میں داخل کرتے تھے۔ پھر ان کو اپنے بالوں کی جڑوں میں داخل کرتے تھے۔ پھر اپنے ہاتھوں سے تین چلو پانی لے کر اپنے سر پر ڈالتے۔ پھر اپنے سارے جسم پر پانی بہادیتے تھے۔

تشریح: سورہ المائدہ کی آیت کا یہ جملہ (وان کنتم جنبا فاطھروا) مجمل ہے کیونکہ یہاں اتنا فرمایا ہے کہ اگر تم جنبی ہو تو طہارت کرو۔ اور یہ نہیں بتایا کہ جنبی کسے کہتے ہیں اور جنابت کی طہارت کس طرح کرنا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں ایک وضاحت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت میں اتنا فرمایا ہے کہ جب خاوند بیوی کو چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور اپنی شرمگاہ اس کی شرمگاہ میں داخل کردے تو ان پر غسل واجب ہوجاتا ہے۔ مادہ تولید کا نکلنا ضروری نہیں۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کا نام جنبی ہونا ہے اور ایسے مرد اور عورت پر غسل کرنا فرض ہوجاتا ہے اور اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت میں غسل جنابت کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ بہرحال ان دونوں احادیث میں جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کنتم جنبا فاطھروا) کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ مگر یہ دونوں احادیث اخبار آحاد میں سے ہیں اگر ان کو ترک کردیا جائے تو یہ جملہ مہمل رہ جاتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ تفسیر قرآن کے لئے اخبار آحاد کو بھی حجت بنانا بہت ضروری ہے اور یہ ایک مثال ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر خبر واحد پر موقوف ہے اور اس کے علاوہ احکامات اور ممنوعات کے متعلق جتنی آیات قرآنیہ ہیں ان کی تفسیر تقریباً اخبار آحاد ہی پر موقوف ہے۔ ہم نے طوالت سے بچنے کے لئے صرف ایک مثال پر ہی اکتفا کی ہے۔

بیان احوال رواۃ خبر واحد۔

جب یہ تفصیل سامنے آچکی ہے کہ قرآن مجید کی اکثر و بیشتر آیات کی تفسیر خبر واحد پر موقوف ہے۔ تو پھر خبر واحد کے راویوں کے احوال جاننا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا علم اصول کی

مشہور و معروف کتاب نورالانوار (جو ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے) میں جو احوال نقل کئے ہیں وہ ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں کہ راوی کی فقاہت اور سبقت اجتہاد مشہور و معروف ہو تو اس کی روایت حجت اور قابل قبول ہے اور اس کے مقابلہ میں اگر قیاس آئے تواحناف کے نزدیک اسے مسترد کردیا جائے گا۔ جیسا کہ خلفاء راشدین' عبداللہ بن مسعود' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن زبیر' زید بن ثابت' ابی بن کعب' معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایسی خبرواحد کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دیتے ہیں اور احناف کی دلیل یہ ہے کہ خبرواحد اپنے اصل کے اعتبار سے یقینی ہے۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک وصول میں شک ہے اور قیاس اصلاً" مشکوک ہے۔ لہٰذا اس کو خبرواحد کا معارض نہیں قرار دیا جاسکتا اور اگر راوی کی عدالت اور ضبط تو معروف ہو مگر فقہ میں معروف نہ ہوتو اس کی مروی خبرواحد کے مقابلہ میں اگر قیاس آئے تو اس میں امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ظاہر حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے اور خبرواحد ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تصر والابل والغنم فمن ابتاعھا بعد ذالک فھو بخیر النظرین بعد ان یحلبھا ان رضیھاامسکھا وان سخطھا ردھا وصاعا من تمر۔

ترجمہ:نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت روکو اونٹوں کا اور بکریوں کا دودھ۔ پس جو انہیں خریدے اور ان کو دوہے اس کے بعد انہیں دو اختیار ہیں۔ خوش ہے تو رکھ لے اور اگر ناراض ہے تو انہیں واپس کردے اور ساتھ صاع کھجور بھی دے۔ اب یہ حدیث خبرواحد ہے اور یہ قیاس سے ٹکرا رہی ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو چیزیں قیمتی ہیں ان میں اگر نقصان ہوجائے تو اس کی ضمانت بالمثل ہوتی ہے اگر وہ چیز مثل ہویا قیمت ہوتی ہے۔ یہاں مناسب تو یہ ہے کہ جتنا دودھ مشتری نے پیا ہے اتنا دودھ دے یا اس کی قیمت

دے۔ اگر پیئے ہوئے دودھ کی ضمانت ایک صاع کھجور سے لازم کرائی جائے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ایک صاع کھجور سے لازم کرائی جائے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ایک صاع اس کے دودھ سے زیادہ ہو یا کم ہو۔ لہٰذا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مشتری بیعہ کو واپس نہیں کر سکتا۔ وہ اپنا نقصان لے سکتا ہے۔

اور اگر وہ راوی حدیث' روایت اور عدالت میں مجہول ہو۔ اس سے صرف ایک دو حدیثیں ہی منقول ہوں۔ تو پھر اس کی پانچ صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ سلف نے اس سے حدیث نقل کی ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے اور تیسری صورت یہ ہے کہ انہوں نے اس پر طعن سے سکوت اختیار کیا ہے۔ تو اس کا حال راوی معروف کی طرح ہے جس کی تفصیل ابھی پہلے بیان ہوئی ہے کیونکہ سلف کا اس سے روایت کرنا۔ اس حدیث کی صحت کی شہادت ہے اور ان کا سکوت عن الطعن اس حدیث کی قبولیت کی نشانی ہے اور سلف نے جس میں اختلاف کیا ہے اس کی ایک مثال دی گئی ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا اور مہر مقرر نہیں کیا تھا اور وہ مرگیا ہے تو کیا اس کی منکوحہ بیوی کے لئے مہر ہے یا نہیں ہے۔ تو آپ ایک ماہ تک سوچتے رہے اور اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اس مسئلہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ لیکن میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں۔ اگر وہ صحیح ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اگر وہ غلط ہے تو میری طرف سے ہے اور شیطان کی طرف سے ہے اور فرمایا کہ میرے گمان میں اس عورت کا مہر مثل ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔ تو اس وقت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے بارے میں ایسا ہی فیصلہ کیا تھا۔ جیسا کہ آپ نے کیا تھا۔ تو اس پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور اس لئے کہ ان کا فیصلہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے موافق تھا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو رد کردیا اور فرمایا کہ ہم ایک دیہاتی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے کی بات پر توجہ نہیں دیتے اور یہ اس لئے فرمایا کہ بعض عرب اکڑوں بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے اور وہ معقل بن سنان بھی انہیں میں سے تھا اور یہ اشارہ ہے اس کی جہالت کی طرف۔ یعنی جو ایسا جاہل ہے اور بے احتیاط ہے اس کی روایت کس طرح قابل قبول ہوسکتی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ اس عورت کی میراث ملے گی اور اس کے لئے مہر مثل نہیں ہوگا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس پر قیاس کیا کہ ان میاں بیوی کا آپس میں جس چیز پر عقد ہوا ہے وہ تو صحیح سلامت واپس ہوگئی ہے۔ اور وہ چیز عورت کا مقام مخصوص ہے جس پر عقد ہوا ہے اور مرد نے اس کو استعمال ہی نہیں کیا تو اس کا معاوضہ کس بات کا اس کو دیا جائے۔ جیسا کہ وہ خاوند اگر قبل دخول طلاق دیتا اور اس کا مہر مقرر نہ کرتا تو اس کے لئے تو سوائے متعہ کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہاں اپنے قیاس اور رائے پر عمل کیا اور اس خبر واحد پر مقدم کیا اور احناف نے یہاں معقل بن سنان کی روایت پر عمل کیا کیونکہ بڑے بڑے ثقہ فقہاء نے ان سے روایت کی ہے۔ جیسا کہ حضرت علقمہ، حضرت مسروق اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو یہ راوی معروف کی طرح ہوگیا۔ اور یہ موکد بالقیاس بھی ہے کیونکہ موت سے مہر مثل مئوکد ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ مہر مسمی موکد ہو جاتا ہے اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر سلف نے ایسے مجہول العدالت اور روایت راوی کو رد کردیا ہو تو اس کی روایت قابل قبول نہیں ہوگی۔ مثلاً" فاطمہ بنت قیس کی روایت ہے کہ اس کے خاوند نے اسے تین طلاق دی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے نفقہ اور رہائش مقرر نہیں کی تھی۔ یہ ایک خبر واحد ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رد کردیا اور فرمایا کہ ہم اپنے اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کی گواہی کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے۔ پتہ نہیں ہے کہ اس نے سچ کہا ہے یا جھوٹ کہا ہے۔ یا بھول گئی ہے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لئے نفقہ بھی ہے اور سکنی بھی ہے اور پانچویں صورت یہ ہے کہ سلف میں اس کی حدیث ظاہر نہ ہوئی ہو اور کسی نے اس کو رد یا قبول نہ کیا ہو اور وہ حدیث قیاس کے مخالف بھی نہ ہو تو اس پر عمل جائز ہے۔

خبر واحد کے حجت ہونے کے لئے راوی میں چار شرائط ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ راوی عاقل ہو یعنی نابالغ بے وقوف اور مجنون نہ ہو۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ راوی تام الضبط ہو۔ یعنی اس نے شروع سے لے کر آخر تک بات کو سنا ہو اور سننے کا حق ادا کیا ہو اور اس کو سمجھا ہو اور اسے خوب یاد بھی کیا ہو اور دوسرے کو پہنچانے تک اسے اسی طرح یاد ہو اور تیسری شرط اس راوی کی عدالت ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی گناہ کبائر سے بچتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو۔ گناہ کبائر اٹھارہ ہیں۔ (۱) شرک، (۲) قتل ناحق، (۳) تہمت زنا، (۴) میدان جہاد سے فرار، (۵) یتیم کا مال کھانا، (۶) والدین کی نافرمانی، (۷) حرم شریف میں الحادیہ تفصیل تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے اور بقول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۸) سود کھانا، (۹) چوری کرنا، (۱۰) شراب پینا بھی اس کے ساتھ شامل ہے اور بعض نے (۱۱) زنا، (۱۲) لواطت، (۱۳) جادو کرنا، (۱۴) جھوٹی شہادت، (۱۵) جھوٹی قسم، (۱۶) ڈکیتی، (۱۷) غیبت، (۱۸) جوا کھیلنا بھی گناہ کبیرہ میں شمار کیا ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر گناہ اپنے ماتحت کے لحاظ سے کبیرہ ہے اور مافوق کے لحاظ سے صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر اصرار بھی کبیرہ ہی ہوتا ہے۔ بہرحال جس راوی میں یہ جرائم ہوں اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

اور چوتھی شرط اس راوی کے لئے یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ کافر یا منافق کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

انقطاع خبر واحد۔

انقطاع سے مراد یہ ہے کہ خبر واحد کی سند جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک

پہنچی ہوئی نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں ظاہری اور باطنی۔ ظاہری یہ ہے کہ راوی اپنے مابین اور جناب رسول اللہ ﷺ کے مابین واسطہ ترک کردے اور کہے کہ جناب رسول ﷺ نے اس طرح فرمایا تھا ایسی حدیث کو مرسل کہتے ہیں اور اس کی چار قسمیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ صحابی نے سند ترک کی ہو۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ تابعی نے سند ترک کی ہو اور تیسری یہ ہے تبع تابعی نے سند ترک کی ہو اور چوتھی یہ ہے کہ ان کے ماسوا بعد والوں نے سند ترک کی ہو۔ پس صحابی کی مرسل بالاجماع مقبول ہے مثلاً" صحابی یوں کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا۔ اب صحابی کا یہ کہنا دوحال سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس نے بذات خود وہ بات جناب رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔ اور یا اس نے کسی دوسرے صحابی سے وہ بات سنی ہوگی۔ اور وہ خود وہاں موجود نہیں ہوگا۔ پس اگر اس نے ارسال کیا ہوتو اس کی صورت یہ ہے کہ وہ کہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر اسناد کی ہوتو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ صحابی کہے گا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا۔ اور قرن ثانی اور ثالث کی مراسیل میں احناف اور شافعیہ کا ختلاف ہے۔ شافعیہ کے نزدیک تابعی اور تبع تابعی کی مراسیل مقبول نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب راوی کی صرف صفات مجہول ہوں تو اس کی روایت مقبول نہیں ہوتی تو جہاں صفات اور ذات دونوں مجہول ہوں۔ تو اس کی روایت بطریق اولیٰ مقبول نہیں ہونی چاہئے۔ ہاں اگر کسی اور حجت قطعی سے یا صحیح سے اس کی تائید ہوتی ہوتو پھر اسے قبول کیا جاسکتا ہے اور نیز اگر امت نے اسے قبول کرلیا۔ یا کسی اور ذریعہ سے جناب رسول ﷺ تک اس کا اتصال ہوچکا ہو تو پھر بھی مراسیل تابعی اور تبع تابعی کو قبول کیا جاسکتا ہے اور احناف مراسیل تابعی اور تبع تابعی کو مراسیل صحابی کی طرح قبول کرتے ہیں اور احناف یہ کہتے ہیں کہ ہماری بحث اس شخص کے ارسال میں ہے کہ اگر وہ کسی دوسرے کی طرف نسبت کرے تو اس کی روایت قبول کی جائے اور اس پر جھوٹ کا گمان نہ کیا جائے تو ایسا

شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بات کی نسبت کرتا اور درمیان میں ارسال کرتا ہے تو اس کی روایت قبول کرنا چاہئے اور اس پر یہ بدگمانی نہیں کرنا چاہئے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھے گا۔

اور ارسال کی چوتھی قسم قرن ثانی ثالث کے لوگوں کی ہے۔ ان کی مراسیل امام کرخی کے نزدیک تو مقبول ہے۔ لیکن ابن ابان کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔ یہ تفصیل تو انقطاع کی ظاہری قسم کی مذکور ہوئی ہے اور انقطاع کی دوسری قسم باطنی ہے اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ظاہری طور پر تو اس حدیث کا نبی کریم ﷺ کے اتصال ہو لیکن راوی میں کوئی نقصان ہو مثلاً" وہ راوی کافر ہو یا فاسق ہو بچہ یا بے وقوف ہو تو ایسی خبرواحد قابل قبول نہیں ہوگی اور اگر وہ نقصان عارضی ہو یعنی اس حدیث کے راوی میں عدالت کی تمام صفات موجود ہوں لیکن وہ کتاب اللہ یا سنت معروفہ کے خلاف ہو تو بھی وہ قابل قبول نہیں ہے۔ مثلاً" مسلم شریف میں ایک حدیث ہے کہ جناب حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک شخص آیا اور اس نے ایک دعویٰ پیش کیا اور اس کے پاس ایک گواہ تھا تو حضور ﷺ نے دوسرے گواہ کے بدلے اسے قسم اٹھانے کا حکم دیا۔ یہ خبرواحد ہے اور یہ ایک مشہور حدیث کے خلاف ہے کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر لہٰذا ایسی خبرواحد قابل قبول نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر وہ خبرواحد عام واقعہ اور حادثہ کے خلاف ہوتو بھی وہ خبرواحد قابل قبول نہیں ہوگی مثلاً" نعیم مجمر سے ایک روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمدُ اللہ رب العالمین آخر تک سورہ پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے دست پاک میں میری جان ہے۔ میں تمہاری بنسبت رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم جہرا" پڑھنا چاہئے۔ مگر یہ خبرواحد

ہے یہ ایک مشہور واقعہ کے خلاف ہے کہ خلفاء اربع فاتحہ سے پہلےبسم اللّٰہ جھرا" نہیں پڑھتے تھے۔ اگر اس حدیث کو تسلیم کرلیا جائے اور اسے حجت مان لیا جائے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی نے یہ حدیث نہیں سنی تھی لہٰذا ایسی خبر واحد قابل قبول نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث کی طرف توجہ نہ دی ہو تو بھی وہ قابل قبول نہیں ہوگی مثلاً" یتیم کے مال میں زکوٰۃ فرض ہونے کے مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف رائے ہوا۔ تو اس وقت یہ حدیث بھی پیش کی گئی ابتغوا فی مال الیتمی خیرا کیلا تاکلہ الصدقۃ ترجمہ یتیموں کے مال میں بہتری تلاش کرو تاکہ اس کو صدقہ نہ کھائے اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث کی طرف توجہ نہ کی تو اس کا مقصد یہ ہے کہ یا تو یہ حدیث نہیں ہے اور یا یہاں صدقہ سے مراد یتیم کے مال سے اس کی ذات پر خرچ کرنا ہے اور حدیث میں ذاتی خرچ پر صدقے کا اطلاق ہوا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "نفقۃ المر علی نفسہ صدقۃ" کہ آدمی کا اپنی ذات پر خرچ بھی صدقہ ہے۔

محل کے اعتبار سے خبر واحد کی پانچ قسمیں ہیں۔

قسم اول حقوق اللہ۔ یعنی اگر اس خبر سے حقوق اللہ ثابت ہوتے ہوں تو وہ قابل قبول اور حجت ہے۔ مثلاً" نماز' روزہ' حج' زکوہ حدود وقصاص وغیرہ اور یہاں تعداد راوی میں اختلاف ہے کہ آیا تعداد بھی شرط ہے یا نہیں بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ تعداد کی کوئی شرط نہیں ہے۔ ایک کی روایت بھی قبول ہے۔ کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت قبول کی ہے۔ "اذا جاوز الختان الختان وجب الغسل" ترجمہ:جب ختان ختان سے تجاوز کرے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ختان مرد اور عورت کی شرمگاہ کے آخری حصہ کو کہتے ہیں۔ کنایہ جماع سے ہے اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ راویوں کی تعداد شرط ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے ذوالیدین کی خبر قبول

نہیں کی تھی ترمذی شریف میں اس کا واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر یا عصر کی دو رکعات پڑھاکر سلام پھیر دیا۔ تو آپ کے صحابی ذوالیدین نے کہا کہ نماز چھوٹی ہوگئی ہے یا کہ آپ بھول گئے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے دوسرے صحابہ سے پوچھا کہ کیا یہ ذوالیدین سچ کہتا ہے تو صحابہ ؓ نے ذوالیدین کی تصدیق کی کہ ہاں آپ نے دو رکعات پڑھائی ہیں۔ تب حضور ﷺ نے دو رکعات دوسری پڑھائیں جو رہ گئی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقوق اللہ میں صرف ایک آدمی کی روایت کافی نہیں ہے بلکہ راوی متعدد ہونے چاہئیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اس خبر کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ اس سے کسی کا کسی پر حق ثابت ہوتا ہے جیسے کہ معاملات وغیرہ ہیں تو اس وقت اس راوی کے لئے عقل عدالت ضبط اسلام مع العدد شرط ہے اور ولایت بھی اور لفظ شہادت بھی شرط ہے۔ مثلاً" یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اور وہ آزاد ہو غلام نہ ہو۔ تو اس وقت قاضی کے سامنے یہ خبر معتبر ہوگی محل خبر کی تیسری قسم جس میں کسی پر حق لازم نہ ہو۔ یعنی وہ خبر واحد جس سے کسی پر دوسرے کا حق ثابت نہ ہوتا ہو مثلاً" مضاربت وکالت اور ہدایا وغیرہ اور یوں کہے کہ فلاں نے تجھے وکیل بنایا ہے اور فلاں نے تجھے ہدیہ دیا ہے ان معاملات میں راوی بچہ ہو مسلمان ہو کافر ہو آزاد ہو یا غلام ہو فاسق ہو یا عادل ہو اس کی خبر مقبول ہے مگر اتنی شرط ضرور ہے کہ اس کو معاملات میں تمیز ہو تو اس وقت اس کی خبر پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس کی خبر پر عمل نہ کیا جائے تو نظام سارا معطل ہوجائے گا۔ اس لئے ایسے راوی کی خبر پر عمل کرنا جائز ہے اور یہ خبر قبول کرنے سے کسی پر کوئی حق لازم بھی نہیں آتا۔ کیونکہ جس کو خبر دی گئی ہے اس کی مرضی ہے کہ اس خبر کو قبول کرے یا نہ کرے۔ اور اگر اس محل خبر میں من وجہ کسی کا حق لازم ہوتا ہے اور من وجہ لازم نہیں ہوتا۔ تو ایسی خبر کے قبول کرنے میں دو رائے ہیں۔ ایک رائے امام ابوحنیفہ ؒ کی ہے اور دوسری رائے صاحبین کی ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا کہ اس وقت دو

راوی ہونے چاہئیں یا اگر ایک ہو اس کا عادل ہونا ضروری ہے اور صاحبین کے نزدیک کوئی شرط نہیں ہے۔ مثلاً" وکیل کو معزول کرنا یا ماذون فی التجارۃ پر پابندی عائد کرنا اس کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ موکل اگر وکیل کو معزول کرتا ہے یا ماذون پر پابندی عائد کرتا ہے تو اس صورت میں اس پر کوئی الزام تو نہیں ہے کیونکہ وہ اس سلسلہ میں مختار ہے وہ وکیل بنا بھی سکتا ہے اور اسے معزول بھی کرسکتا ہے اور دوسروں کو تجارۃ کی اجازت دے بھی سکتا ہے اور اسے ہٹا سکتا ہے اور اس حیثیت سے کہ اس سے وکیل اور ماذون کا نقصان ہوگا تو اس پر الزام بھی ہے اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یا دو گواہ ہونے چاہئیں یا ایک عادل ہونا چاہئے تب خبر واحد قبول کی جاسکتی ہے اور صاحبین کے نزدیک کوئی شرط نہیں اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کا یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب مخبر فضول ہو۔ اور اگر وہ مخبر موکل نے یا مولی نے خود بھیجا ہے تو اس وقت عدالت یا عدد کوئی شرط نہیں تینوں کے نزدیک اتفاقاً" اس کی خبر قبول کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وکیل اور قاصد کی عبارت موکل اور مراسیل جیسی ہی ہوتی ہے۔

مطلق خبر واحد چار قسم ہے۔

یعنی قطع نظر اس کے کہ وہ خبر رسول ہو یا غیر رسول ہو وہ چار قسم ہے پہلی قسم یہ ہے کہ وہ خبر یقیناً" سچی ہو۔ جیسا کہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے سچا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام گناہوں سے پاک تھے اس لئے آپ کی جو خبر ہوگی وہ سچ ہوگی اور خبر کی دوسری قسم یقیناً" جھوٹی ہے جیسا کہ فرعون کا دعوٰی ربوبیت اور یہ خبر جھوٹی اس لئے ہے کہ ایک حادث اور فانی کا معبود ہونا بداہت کے خلاف ہے۔

اور تیسری قسم یہ ہے کہ اس خبر میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال برابر ہو۔ جیسا کہ ایک فاسق و فاجر کی خبر۔ کیونکہ اس اعتبار سے کہ وہ مسلمان ہے تو اس کی خبر کے سچا ہونے کا احتمال ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ فاسق و فاجر ہے تو اس کی خبر میں جھوٹ کا احتمال ہے

لہٰذا ایسی خبر واجب التوقف ہے۔ اور اس خبر کی چوتھی قسم یہ ہے کہ اس کے دو احتمالوں میں سے سچا ہونے کا احتمال زیادہ راجح ہو۔ جیسا کہ ایک عادل آدمی کی خبر کہ جس میں عادل ہونے کی تمام شرائط موجود ہوں۔ اصولین کی بحث اس آخری قسم میں ہے۔ پہلی سے اس لئے ان کا غرض متعلق نہیں ہے کہ وہ تو ایک عادل ہستی کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس لئے اس کے احوال کو پہنچانا کافی ہے اور دوسرے اس سے غرض اس لئے متعلق نہیں ہے کہ علماء اصولین ایسی خبروں سے مسائل مستنبط کرتے ہیں اور قسم ثانی سے مسائل مستنبط نہیں ہوسکتے۔ اور تیسری قسم کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا اصولین صرف چوتھی قسم سے ہی بحث کرتے ہیں اس کی تین اطراف ہیں۔ طرف سماع۔ طرف حفظ اور طرف ادا۔ طرف سماع یہ ہے کہ شاگرد حدیث کی عبارت اپنے استاذ سے بالمشافہ غائبانہ بایں طور سنتا ہو کہ وہ اپنی کتاب یا حفظ شدہ عبارت اپنے استاذ کے سامنے پڑھے اور پھر اس سے پوچھے کہ میں نے جو عبارت آپ کے سامنے پڑھی ہے یہ صحیح ہے اور وہ استاذ کہے کہ ہاں صحیح ہے۔ یا استاذ شاگرد کے سامنے اپنی کوئی تحریر یا حفظ شدہ عبارت پڑھے اور شاگرد سنے اور استاذ شاگرد کو اپنی طرف سے ایک سند دستاویز لکھ کردے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے یوں لکھے من فلاں ابن فلاں الی فلاں ابن فلاں اس کے بعد بسم اللہ اور حمد ثناء اور صلوۃ اور اس کے بعد لکھے حدثنی فلاں عن فلاں یہاں تک کہ جناب رسول ﷺ تک یہ سند پہنچائے اور شاگرد کو لکھے کہ جب تیرے پاس میری یہ سند پہنچے اور تو اس کو سمجھ لے تو پھر تجھے میری طرف سے حدیث بیان کرنے کی اجازت ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ حمد ثناء اور صلوۃ لکھے اور قاصد بھیجنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ محدث قاصد سے یوں کہے کہ تو میری طرف سے فلاں کو یہ حدیث پہنچادو کہ مجھے فلاں بن فلاں نے یہ حدیث پہنچائی ہے تا آخر اور جب تجھے میری طرف سے یہ پیغام پہنچے تو تم میری کتاب سے یہ حدیث نقل کرسکتے ہو۔ اس وقت یہ تحریر اور یہ پیغام حجت ہوں گے جب کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں

شہادت دیں۔ پس یہ قیمت عزیمت کی ہیں یعنی ایسی حدیث پر عمل لازمی ہے اور اگر استاذ شاگرد کے درمیان ملاقات نہ ہوئی ہو نہ شاگرد نے استاذ کو حدیث سنائی ہو اور نہ استاذ نے شاگرد کو سنائی ہو بلکہ ایسے محدث نے دوسرے کو اجازت دی ہو کہ مجھے فلاں بن فلاں نے یہ حدیث سنائی ہے اور تمہیں میری طرف سے اجازت ہے کہ یہ حدیث اوروں کو پہنچاؤ اور یا محدث اپنی کتاب دوسرے کو دے اور کہے کہ اس کتاب میں جو احادیث ہیں یہ میں نے فلاں شیخ سے سنی ہیں اور میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ اگر مجازلہ اس سے پہلے اس کتاب کا عالم ہو تب تو یہ اجازت صحیح ہے اسی کو رخصت کہتے ہیں۔ اور اگر وہ پہلے سے اس کتاب کا عالم نہیں ہے تو پھر اس کو یہ اجازت دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجازت اس کے لئے حجت نہیں بن سکتی البتہ یہ اجازت تبرک بن سکتی ہے۔ دوسری حجت حفظ ہے یعنی اس شاگرد نے حدیث کی عبارت من عن خوب یاد کی ہو۔ اس کے اندر بھی ایک عزیمت ہے اور دوسری رخصت ہے۔ عزیمت یہ ہے کہ شاگرد نے سماع سے لے کر ادا تک وہ حدیث یاد کی ہو اور اس نے کتاب پر اعتماد نہ کیا ہو۔ اس حدیث کو حجت بنانا ضروری ہے اور لازمی ہے اور قوی تر ہے۔ اور رخصت اس میں یہ ہے کہ اس شاگرد نے سماع سے لے کر ادا تک وہ حدیث حفظ نہ کی ہو بلکہ کتاب پر اعتماد کیا ہو اگر اس کتاب میں دیکھے تو اسے مجلس سماع اور مجلس درس وغیرہ سب یاد آجائیں تو بھی حجت بن سکتی ہے اور اگر اسے وہ سماع حدیث یاد نہ آئے تو اس وقت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حجت بن سکتی ہے اور تیسری جہت ادا ہے۔ اس کے اندر بھی دو پہلو ہیں عزیمت اور رخصت۔ عزیمت یہ ہے کہ جیسے اس نے حدیث سنی ہو ویسے ہی من عن ادا کی ہو۔ ایسی حدیث کا حجت ماننا بھی لازمی ہے اور اس میں رخصت کا پہلو یہ ہے کہ شاگرد نے حدیث کا معنی تو وہی بیان کیا ہو مگر الفاظ اس کے اپنے ہوں۔ ایسی حدیث کو حجت ماننے کی اجازت ہے جمہور علماء کی یہی رائے ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم ایسا ہی کرتے تھے اور بعض علماء اس حدیث کو حجت نہیں مانتے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ

اس طرح اس حدیث میں کمی بیشی ہوجائے۔ اور حق بات یہ ہے کہ اگر وہ حدیث محکم اور واضح المعنی ہے تو صاحب بصیرت آدمی کے لئے وہ حدیث بالمعنی نقل کرنا جائز ہے اور اگر وہ ظاہر ا ن ہو لیکن غیر کا اس میں احتمال ہو یعنی عام ہوتو اس میں خصوص کا احتمال ہو یا حقیقت ہوتو اس میں مجاز کا احتمال ہوتو ایسی حدیث بالمعنی نقل کرنا سوائے مجتہد کے جائز نہیں ہے۔ کیونکہ وہ مراد سے واقف ہوتا ہے وہ اگر حدیث بالمعنی نقل کرے تو اس میں خلل نہیں آئے گا اور اصل میں ممانعت جو ہے وہ خلل کی وجہ سے ہے۔ مثلاً" صاحب نورالانوار نے اقسام سنن کی بحث میں حاشیہ پر یہ حدیث نقل کی ہے۔ جو ابوداؤد سے منقول ہے۔

عن عکرمه ان ابن عباس قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من بدل دينه فاقتلوه۔

ترجمہ: عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دین بدلے اس کو قتل کردو۔

اس حدیث میں کلمہ من عام ہے مگر عورت اس سے مخصوص ہے کیونکہ اس کا قتل جائز نہیں ہے۔ اور حدیث کو بالمعنی بیان کیا جائے تو عبارت یوں بنے گی کل من بدل دينه فاقتلوه۔ ترجمہ: "یعنی جو بھی اپنی دین بدلے اسے قتل کردو" تو اس میں عورت بھی شامل ہوگی کیونکہ کل عموم میں نص ہے اور من نص نہیں ہے اور جو حدیث کے کلمات جامع ہوں یا مجمل مشکل یا مشترک ہوں تو ان کا نقل بالمعنی کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے خواہ مجتہد ہو یا غیر مجتہد ہو۔ جامع کلمات تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص تھے اور مشکل اور مشترک کو تاویل سے نقل کرے گا اور اس کی تاویل کی کے لئے ماننا ضروری نہیں ہے اور مجمل میں استفسار کے سوا معنی پر واقفیت نہیں ہوسکتی۔ عنوان سترہ سے لے کر اکیس تک پوری تحقیق نورالانوار شرح منار (تالیف ملاجیون رحمہ اللہ) سے نقل کی گئی ہے۔

گزشتہ صفحات میں پوری تحقیق کے ساتھ یہ ثابت کردیا گیا ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر واحد کا اعتبار کیا کرتے تھے اور پھر آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی آپ ﷺ کے حین حیات میں اور آپ کے بعد بھی خبر واحد کا اعتبار کرتے رہے ہیں اور وہ ایک دوسرے کے سامنے خبر واحد نقل بھی کرتے تھے اور ایک دوسرے سے سن کر اس پر اعتماد بھی کرتے تھے اور اسی طرح ائمہ مجتہدین میں سے کوئی بھی (خبر واحد کا بحیثیت خبر واحد ہونے کے) مختلف نہیں تھا۔ البتہ خبر واحد اور قیاس کے تقابل کے وقت دونوں میں سے کس کو ترجیح دینا ہے۔ اس میں ضرور اختلاف رہا ہے۔ جس کی تفصیل پیچھے نقل کردی گئی ہے اور علماء امت میں سے بھی آج تک کسی نے خبر واحد کے حجت ہونے کا انکار نہیں کیا البتہ دوسری صدی میں خوارج اور معتزلہ نے یہ فتنہ کھڑا کیا تھا۔ ان کی غرض یہ تھی کہ قرآن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ توضیح اور تشریح سے الگ کرکے مجرد ایک کتاب کی حیثیت سے لیا جائے اور پھر اس کی من مانی تاویلات کرکے ایک دوسرا نظام بنا ڈالا جائے اور اس کے لئے انہوں نے دو حربے اختیار کئے۔ ایک حدیث کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کئے اور دوسرا حربہ یہ اختیار کیا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے پابند بھی نہیں ہیں یہ فتنے اپنی موت آپ مرگئے اور ان کی موت کا باعث اس وقت کی علماء اور محدثین کی علمی تحقیق تھی۔ جس نے لوگوں کو مطمئن کردیا تھا۔ یہاں تک کہ تیرھویں صدی میں یہ فتنہ پھر زندہ ہوا پہلے عراق میں پھر ہندوستان میں۔ یہاں اس کی ابتدا کرنے والے سرسید احمد خان، مولوی چراغ علی، عبداللہ چکڑوالی، اسلم جیراج پوری تھے۔ پھر اس کی لگام غلام احمد پرویز نے سنبھالی

اور پھر ڈاکٹر عثمانی نے بھی اس میں حصہ لیا۔ ان کا مقصد دراصل مغربی تہذیب کو عام کرنا تھا اور اس سلسلہ میں ان کو قرآن و حدیث رکاوٹ نظر آرہے تھے۔ اب اگر یہ لوگ قرآن کا انکار کرتے تو انہیں کھلے کفر کے میدان میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اس لئے انہوں نے انکار حدیث کی راہ اپنائی۔ لیکن یہاں بھی انہیں وہی مشکل درپیش آئی جو انکار قرآن کے سلسلہ میں درپیش آئی تھی کیونکہ بعض احادیث قرآن کی طرح متواتر ہیں اور بعض مشہور اور بعض آحاد ہیں۔ اب اگر یہ لوگ احادیث متواترہ یا مشہورہ کا انکار کرتے ہیں تو بداہت کا انکار لازم آتا ہے جسے کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کرسکتا۔ اس لئے انہوں نے اخبار آحاد کے انکار کا راستہ سنبھالا ہے کیونکہ ان کے ترک کرنے سے پورے دین کا تختہ دھڑام ہوسکتا ہے۔ لیکن الحمد اللہ علماء حق کی مساعی جمیلہ اور محنت شاقہ سے آج یہ فتنہ بھی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے اور اپنے پیش رووں کی طرح اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔ الحمدللہ والمن للہ۔

والحمد لله اولا و آخر والصلوة والسلام علىٰ سيّدالاوّلين والآخرين وخاتم النبيّين وعلىٰ اله واصحابه دائما ابداً ابداً اللّهم تقبله منّى انّك انت السّميع العليم وتب على انّك انت التوّاب الرّحيم واجعله وسيلة النجاتى يوم الدين برحمتك يا ارحم الراحمين الراجى رحمة ربه احقر العباد حميد الرحمن عباسى استاذ تفسير مدرسه قاسم العلوم شيرانواله لاهور